

کشاف اسرار المشائخ

ترجمہ کتاب انگریزی سے بہ

در ویشتر

سبکو

جان پی برون صاحب

انگریزی و وکیل سفارت امریکہ سفینہ دار الحکومت قسطنطنیہ

۱۸۶۶ء

ہنگام قیام قسطنطنیہ تصنیف کیا

یہ کتاب ۱۰ باب میں منضبط ہوئی ہے جس میں عقائد و اصول مختلف طریقوں اور اقوام و قوتوں اور خانوادوں مشائخ کا بتدقیق تحقیق ہو کر بیان کیا گیا ہے اور بھی خاص و قوت مشائخ کی تصویریں بنائی گئی ہیں۔ گو مصنف غیر ملک کا باشندہ ہے لیکن جس حد تک تحقیقات کی ہے اور اصلی مقاصد پر لحاظ کیا ہے قابل دیکھنے کہ ہے

مطبع اوودھ اخبار نے

مذریعہ شہرس ٹرہز کہنی ایجنٹ و پبلشر کتب مشرقی مقام لندن سے حق ترجمہ کیا

بار اول ماہ ستمبر ۱۸۶۶ء

مطبع منشی نول کشور واقع لکھنؤ میں منطبع

۲۹۴۵۶

ب ک

تصویر مصنف کتاب

۱۲۱۱

کتاب

۱۲۱۱

۱۲۱۱

۱۲۱۱

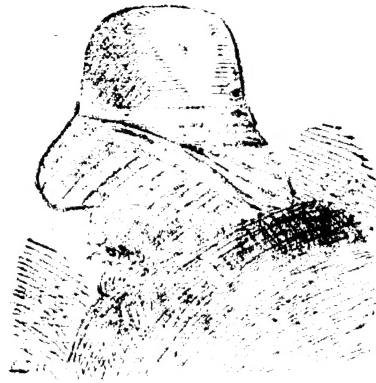




فہرست ابواب کشف اسرار المشائخ

مضامین	شمار صفحات
دیباچہ -	۱ - لغایتہ ۴ -
باب اول - خدا حضرت ابراہیم و محمد علیہما السلام - قربانی اسمعیل -	۵ - لغایتہ ۶۲ -
مال و وفات حضرت ابراہیم - اتم ہو وہر یا علم روح -	
باب دوم - ایجاد گروہ درویشان - اصلی و اول گروہ درویشان -	۶۳ - لغایتہ ۹۳ -
طریقہ پرستش و نماز - کلاہ درویشان وغیرہ - زبانی روایات	
فرقہ درویشان -	
باب سوم - اسما و سلسلہ ہائے درویشی - قسطنطنیہ کے اصلی سلسلے	۹۴ - لغایتہ ۱۰۵ -
کی نشانیں - خطاب خاص جو بونانیوں کو دیے گئے - درویشوں کے	
صاحب تصوف -	

مضامین	شمار صفحات
باب چہارم۔ ترجمہ رسالہ در باب پوشاک و مسائل درویشان۔ وچہ متبرک بنی اہل اسلام۔ دکلاہ درویشان۔	۱۰۶۔ لغاتہ ۱۲۸
باب پنجم۔ کتب آسمی و تخلیق اولیا۔	۱۲۹ لغاتہ ۱۳۶
باب ششم۔ فرقہ رد فائی۔ نقشبندی۔	۱۳۷۔ لغاتہ ۱۶۹
باب ہفتم۔ فرقہ بیکتاشی۔ کیفیت پوشاک و لباس فرقہ بیکتاشی انکے بارہ امام۔ بیکتاشی سلسلے میں داخل ہونے کا طریقہ۔	۱۷۰ لغاتہ ۲۱۸
باب ہشتم۔ فرقہ ملاویوں انکے مختلف گھرانوں کے رسوم و طریق مکملی محفل۔ کلمات شکر یہ بروقت تناول بلعام تحصیل مسائل زسیت و حیات۔	۲۱۵ لغاتہ ۲۲۹
باب نهم۔ حقیقی و نقلی درویش۔ فرقہ۔ پانگ۔ یعنی وہ پھر جو کمین رکھا جاتا ہو۔ نشست گاہ۔	۲۳۰ لغاتہ ۲۳۸
باب دہم۔ فرقہ میو لیوی۔	۲۳۹ لغاتہ ۲۴۸
باب یازدہم۔ قول ڈی او ماہسن بابت ابتدا و ترقی فرقہ مایے درویش	۲۴۹ لغاتہ ۲۸۷
باب دوازدہم۔ تحریرین بابت زمانہ حال مصر۔	۲۸۸ لغاتہ ۳۱۲
باب سیزدہم۔ اولیاء اہل اسلام۔	۳۱۳ لغاتہ ۳۲۵
باب چہار دہم۔ ایرانی درویش۔ عملیات عشیق۔ علوم پوشیدہ نہرست درویشوں کی جو قسطنطنیہ میں ہیں۔	۳۲۶ لغاتہ ۳۷۷
باب پانزدہم۔ ابی سینی کے خطوط بابت ترکی۔ ہندوی درویش۔	۳۷۸ لغاتہ ۴۱۱
باب شانزدہم۔ تصوف۔	۴۱۲ لغاتہ ۴۲۷
باب ہفتم۔ وقائع حضرت علی علیہ چہارم۔	۴۲۵ لغاتہ ۴۷۳



فہرست تصاویر کشف اسرار المشائخ

صفحہ	مضمون تصویر
ٹیل بیج	پیر واقعہ فلسطینہ کے فرقہ مولوی کے شیخ
صفحہ اول فہرست	براق جبیر پیغمبر اسلام آسمان کو گئے تھے۔
صفحہ ۳	مولوی درویش ساکن دمشق۔
صفحہ ۴	قادر می درویش۔
۶۹	طلولیا۔
۶۲	مولوی۔
"	ایک مولوی درویش ساکن دمشق ناپتا ہوا۔
۶۴	نقشبندی۔
ضمیمہ ۸	ایک مسلمان دشت میں غار پرہتا ہوا۔
۹۶	ایک خلوتی شیخ۔
۱۰۳	ایک ابدال المربوط (یعنی مجذوب)۔
۱۲۸	مولوی درویش توبہ کرتا ہوا۔

صفحہ	مضمون تصویر
۱۴۷	روحانی درویش محویت میں۔
۱۵۱	ابن کشبندی شیخ اپنی کرامت سے شیر بر کو تالاع کرتا ہوا۔
۲۴۵	ایک رتقہ۔
۲۴۸	ایک مولوی کا دسترخوان۔
۲۵۶	ایک سستی شیخ۔
۲۶۳	روحانی درویش اور اد کرتے ہوئے۔
۲۶۸	روحانی درویش حالت محویت میں۔
۲۷۵	غازی حسن پاشا تربو کی ابدال۔
۲۸۷	ایک قلندر۔
۳۵۸	ایک بختاسق درویش حشیش پی رہا ہو۔
۴۲۴	مولوی فرقہ کے لیے درویش۔
۴۷۳	دشوق کا مولوی درویش مانج شروع کرنے سے پیشتر بہت بستم ہوا۔





مطلب اصلی تصنیف اس کتاب ہے یہ ہے کہ اعتقاد و اصول و مختلف طریقے پرستش خالق کے کہ مختلف فرقہ مائے درویشان میں جاری ہیں صفحہ بیان پر آدین اور ناظرین اُن سے مطلع ہوں۔

اسمیں شک نہیں کہ اصول روحانی یا تصوف فرقہ مائے درویشان قبل از عہد نبی اہل اسلام ملک عرب میں موجود و مروج تھے۔ اہل عرب اُس حصہ توریت و انجیل سے بھی واقف تھے جو متعلق بہ تواریخ ہے۔ البتہ انکی روایات زبانی و قصائص اُن کتب مقدس سے بہت باتوں میں مختلف تھیں۔ اور اگر خیالات کو کام میں لاوین اور قیاس پر اعتبار کریں تو مذہب اسلام بسبب اسکے کہ برتو پیش کرنے اپنے فرزند کے بطور قربانی ابراہیم سے اطاعت حکم آئی ظور میں آئی پیدا ہوا ہو۔

تو اعد روحانی درویشان بہت سی باتوں میں مذہب اسلام سے مختلف ہیں اور شاید کہ بنا انکی مذہبی خیالات اہل ہند و یونان سے نکلی ہو۔ اس مضمون پر جو کچھ کہ میں نے تحقیقات کر کے لکھا ہے شاید کہ ناظرین کو

نا پسند ہو گا۔ بہت سائیں سے جو میں نے لکھا ہو کسی کتاب سے منقول نہیں ہو گا بلکہ وہ اصلی ہو۔ اور جو کچھ کہ کتب عربی و فارسی و ترکی سے منقول ہوا ہو وہ قابل اعتبار تصور ہو گا۔ اس کتاب کے لیے مضامین فراہم کرنے کے باب میں میرے دوستوں نے کہ فرقہ بردیشان میں سے ہوں اور قسطنطنیہ میں رہتے ہیں مجھ کو بڑی مدد دی ہو۔ میں ان کا شکر اسجا ادا کرتا ہوں۔ اگرچہ اکثر لوگ خصوصاً عیسائی ان کے مذہبی عقائد کو برا سمجھتے ہیں اور حرف گیری کرتے ہیں لیکن میں ازراہ انصاف کہتا ہوں کہ میں ان کو فیاض و عقیل اور دوست جانی و وفادار پایا ہوں۔

ان معنفون میں بھی تنکی کتب سے کہ اس کتاب میں کچھ مستنبط ہوا بعض تو ایسے مشہور و معروف ہیں کہ ان کا حال سوائے ان کے ناموں کے بیان کرنا بے مفاد ہو گا۔ نام ان کے یہ ہیں۔ ڈی او ہس۔ سر ولیم جونز۔ بالکم۔ لین۔ لونی سٹی۔ ڈی گو بی نیو۔

اور جو میں نے دیگر کتب کا خلاصہ کیا ہو اُس میں باہم کچھ کچھ فرق دیکھنے میں آویگا خصوصاً در باب خصلت تاثیر کلام درویشان ملکہ اسلام میں۔ ان معنفون کا میں بڑا ممنون و مرہون ہوں۔ اور اس موقع پر ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ڈاکٹر و سٹ سکٹر راول ششی ایٹک سیو سائٹی کا بسبب اسکے کہ انھوں نے مجھے اس کتاب مختصر کے چھاپنے میں مدد دی ہو میں اس قدر ممنون و مشکور ہوں کہ آجگہ جیسا کہ چاہیے شکر ادا نہیں کر سکتا۔

مطالعہ اس کتاب کا دل سے ناظرین و شائقین تحقیقات حالات درویشان کو کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچے گا۔ اور ستیاح بھی شاید کہ اس کتاب کے مطالعے سے وہ باتیں کہ جو

بدون اسکے اسکے علم سے مخفی رہتین دریافت کر لینگے اور بھی بہت کچھ خصوصاً
 درباب حالات درویشان قطعات دور دور از ایشیا۔ و ہند۔ و افریقہ
 بیان ہو سکتا تھا۔ لیکن میں توقع کرتا ہوں کہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ تلیق و کامل وہ
 حالات جو میری رسائی سے باہر تھے فراہم کرے گا۔

ستخط مصنف

مقام قسطنطنیہ۔ ماہ اکتوبر ۱۶۷۱ء عیسوی۔



باب اول

موافق اصول مذہبی کے ہر فرد بشر میں یہ خیال ذاتی و جبلی ہے کہ روح انسانی اسکے جسم سے علیحدہ ہے۔ یہ خیال سبکے دل پر نقش ہو اور اسکا یقین کامل نہیں کا نقش فی الحجر ہے کہ بعد وفات جب جسم خاک ہو جاوے گا روح بدستور زندہ و قائم رہے گی۔ جسم فانی ہو اور روح جاودانی۔ اسکے صفات ذاتی یہ ہیں کہ وہ خالق ہے۔ اور دور اندیش۔ انسان کی خواہش و آرزو سے دلی تحصیل علم کامل ہے اور خدا شناسی۔ جو اس خمسہ ظاہری حیوانات مطلق میں بھی موجود ہے۔ جو اس ظاہری جو اس باطنی سے ایسے باہم متعلق و مربوط ہیں کہ جب جو اس ظاہری بعد طفولیت و کمال پران سالی میں موجود نہیں ہوتے ہیں یا بحالت دیوانگی ضعیف ہو جاتے ہیں تو جو اس باطنی میں بھی بڑا فرق آجاتا ہے۔ عقل اور طاقت کلام کرینگے وہ صفات انسانی ہیں کہ جنکے سبب سے آسمین اور حیوانات سے تمیز ہو سکتی ہے لیکن تاہم یہ کم و بیش اکثر حیوانات مطلق میں بھی موجود ہیں۔ قیاساً یہ تسلیم کیا گیا کہ مقام جو اس باطنی دماغ ہو دماغ بذریعہ عروق و جو اس دیگر مثلاً جو اس سامعہ و باصرہ و لامسہ جنسے وہ ملا ہوا ہے اپنا عمل کرتا ہے اور آسمین اثر پیدا ہوتا ہے۔ کمی و بیشی عقل کمی و بیشی مقدار دماغ پر منحصر نہیں اور نہ جو اس خمسہ ظاہری جسم کی کمی و بیشی پر موقوف۔ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ ابتداء سے پیدا شدہ مخلوقات میں جبکہ انسان حالت وحشت میں پڑا ہوا تھا۔ یہ علم اسکی ذات میں بدیہی تھا کہ آسمین روح ہو جو بعد فنا ہونے جسم کے زندہ رہے گی۔ وہ یقین کہ خود بخود دل میں

پیدا ہو کچھ تحصیل علم پر منحصر نہیں اور نہ علم بزرگی و قدرت کاملہ خالق لامنتہا ہی اور نہ کلامی و عمدگی کا رخاۂ آئمی پر موقوف۔ کیا یہ خیال اور حیوانات یا نباتات میں پیدا ہو یا وہ صرف مخلوقات انسان میں ہی محدود ہو۔ یہ خیال جو خود بخود سینہ انسان میں جاگزیں ہو اور اسکی ذات میں داخل اور ملحق صرف اسی امر واقعی پر محدود ہو کہ خدا واحد ہی اور خیال کثرت و جو و خالق قوت متخیلہ سے موافق مختلف اشیاء اور تعلیم ساکنین مختلف قطعات ارضی کی پیدا ہوا ہو حسب طرح کہ خیال وجود خالق میں پیدا ہوتا ہو اسی طرح یقین بزرگی و عظمت و شان باری تعالیٰ دل منقش ہوتا ہو اور بوقت مصیبت و خوف و اندیشہ و حالت بکیسی وہ بعد عجز و نیاز اپنے خالق کی طرف رجوع کرتا ہو اور دعائیں مانگتا ہو اور طالب اسکی مدد کا ہوتا ہو۔ پس یہ اصلی وسیلہ مخلوقات انسان کے رجوع کرنے کا خالق کی طرف ہو۔

چودہ گار عالم صرف مخلوقات انسان ہی کی خبر گیری نہیں کرتا ہو بلکہ وہ راقی کل مخلوقات کائنات کا ہو۔ وہ ہی تو انہی قدرت جو انسان پر اس دار فانی میں عمل کرنے میں جمیع حیوانات مطلق سے بھی متعلق ہیں اور اس سوال متذکرہ بالا کو ہم اسجا پھر داخل کرتے ہیں کہ آیا اشیاء غیر ذی روح و مخلوقات ذمی روح خواہ از قسم حیوانات ہوں اور خواہ از قسم نباتات اس امر واقعی کو کہ بچشم خود معائنہ یا محسوس کرتے ہیں یا نہیں۔

مضمون وحدانیت خالق سے در گذر کر ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ انسان نے اس کے جگہ مقبرہ کرنی چاہی ہو اور اس کے لیے ایک شکل قرار دی ہو۔ در باب مقام خالق بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہو کہ ہر فرد بشر یہ سمجھتا ہو کہ ذات باری ادراک و رسائی جو اس ظاہری و باطنی سے دور ہو اور وہ دیکھنے میں نہیں آتی ہو لیکن قوت متخیلہ ہر تنفس کی اس کے لیے اشکال گونا گون موافق اپنی اپنی احتیاجوں کے جدا گانہ اس

دار فانی میں مقرر کرتی ہو۔ بعض اُسکو بالکل کریم و خیر خواہ خالق و شفیق سمجھتے ہیں اور بعض اُسکو تمار جانتے ہیں۔ بعض کا یہ گمان ہو کہ تقدیر بدلتی نہیں ہو۔ یعنی جو کچھ کہ روز ازل سے پیشانی میں لکھا گیا ہو وہ ہی پیش آویگا۔ بعض اُسکو رحم سمجھتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اپنے اُون بندوں کی دعا کو جو اُس سے مستعدی رحم کے ہوتے ہیں بدرجہ اجابت مقرون کرتا ہو۔ وہ اُسکو قادر مطلق سمجھتے ہیں اور یہ بھی یقین کرتے ہیں کہ وہ تو انین قدرت کو بدل سکتا ہے اور بدلتا بھی رہتا ہو اور ہر طرح معجزات ظہور میں آتے ہیں۔

زیادہ برین وہ یہ بھی یقین کرنے ہیں کہ جو خدا رسیدہ ہیں اُنکو وہ طاقت عطا کر فکلی عطا کرتا ہو پس وہ بھی ذات پاک باری تعالیٰ کے تو انین قدرت کو توڑ کر معجزات دکھا سکتے ہیں۔

علاوہ اس ترکیب کے حضور سی خالق اور تعلق باہمی براہ راست فیما بین ارواح خالق و مخلوقات انسان بکے بہت سے اشخاص خصوصاً متوطن ممالک مشرقی جہان از روئے تواریخ زمانہ قدیم انسان اول اول پیدا ہوا تھا یہ یقین کرتے ہیں کہ عبادت کی برکت اور اُسکے نام کی مالا جینے سے انسان اُسکے نزدیک آتا جاتا ہو۔ اُسکے عمل میں لانے کے لیے طریقے اور قواعد مقرر کئے گئے ہیں۔ چونکہ وہ طریقے با تخصیص ممالک مشرقی میں مروج ہیں اسلئے وہ ان کے فقر کے حالات مندرجہ ذیل سے کیفیت اُسکی کچھ کھلکا دیگی۔

خیالات اکثر فرقہ مابے فقر و اہل اسلام خیالات مندرجہ انجیل و تواریخ عیسائی و لیون پر مبنی ہیں۔ یا وہ دونوں ایک ہی قسم کے ہیں۔ ایک ہی طرح کے خیالات فقر و اہل اسلام و عیسائی و لیون کے دونوں میں جذبات پیدا کرتے ہیں اور مطالب اُنکے اُنسے افعال سرزد ہوتے ہیں اور اس سبب سے اکثر لوگ اُنکی صحت

اورستی پر اعتبار کئی رکھتے ہیں۔ جب کوئی خدا کے صفات پر خوب غور و تامل کرے
 دیکھتا ہو کہ وہ خالق جمیع مخلوقات عالم کا جو خواہ مادی ہو اور خواہ روحانی اور
 وہ قادر مطلق اور مالک کائنات ہو اور روح انسانی جاودانی ہو تو وہ تواریخ
 الہامی نسل انسان کو الہامی نہیں سمجھتا ہو اور اسکی محبت پر اعتبار نہیں کرتا ہو۔
 وہ مختلف طریقے پرستش و عبادت کے جو ہماری نگاہ میں صرف بسبب اسکے کہ
 موجد انکا آپ کو نسبت اور اشخاص کے خدا رسیدہ بیان کرتے ہیں پاک متصور ہوتے
 ہیں جزوی و ناجیز و غیر ضروری بتاتا ہے۔ وہ طریقے صرف اسلئے بہر اور قابل
 قدر و منزلت و التفات متصور ہوتے ہیں کہ وہ خیالات ان اشخاص کے ہیں جنکا
 ہم ادب کرتے ہیں بدیوہ کہ وہ خیر خواہ خیالات ہیں اور انکا ارادہ یہ ہو کہ لوگ بہت
 چھوڑ کر متوجہ بطرف پرستش و عبادت مجبور حقیقی کے ہو جائیں اور بدیوہ تو انہیں
 سفیدہ اپنی جہالت کو دور کر کے عقل ناقص کو راہ صواب کی طرف جو باعث حصول
 بہشت برین ہو مائل کریں۔ اگرچہ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انسان کی ذات
 میں خود بخود بے تعلیم و تلقین خیال و وجہ و خالق دل میں جاگزیں ہے۔ لیکن اس سے
 یہ دریافت نہیں ہوتا ہو کہ بعد وفات روح کی کیا صورت و حالت ہوگی۔ اور
 عقبی میں اُسکو کیا پیش آویگا۔ باوجود اسکے وہ خیال یہ بتاتا ہو کہ نیک و بد و
 عدل و انصاف و ظلم و شتم کیا ہیں اور اس امر سے مطلع کرتا ہو کہ روز حشر نیکوں کو
 انکے افعال نیک کے واسطے سے انعام ملیگا اور بدوں کو ارتکاب افعال شتم و قبیح
 کے سبب سے سزا ہوگی۔ قصائص تواریخی مندرجہ انجیل بمقابل حالات روحانی
 انسان کچھ بھی نسبت نہیں رکھتے ہیں۔ ان قصائص میں صرف یہی بیان ہو کہ
 انسان ضعیف البنیان ہو اور جذبات کے اس دار فانی میں غلبہ رکھتے ہیں اور
 روح کو معلوب کرتے ہیں اور روح انسانی اس پہنچی تیرے میں بدون ادا ہو

بڑی ضعیف و ناتوان و بیکس ہے۔ انہیں کہیں کہیں بیان افعال نہایت قبیح و رشت
 کا جو انسان سے اپنی حین حیات سرزد ہوتے ہیں درج ہے۔ یہ قیاس نہیں چاہتا
 کہ وہ حالات الہامی ہوں اور نہ چاہیے کہ ہم انکو خدا کی طرف منسوب کریں اگرچہ
 انکے مصنفون و مؤلفون کو واسطے قلمبند کرنے اُن حالات کے کسی خاص مطلب
 سفیدہ کے لیے الہام ہوا ہو۔ صرف تواریخ روح انسان قابل دیدہ ہو اور ہم کو
 بدل و جان و ہمہ تن اوسط و متوجہ ہونا چاہیے۔ مطالعہ اُن حالات سے متحقق ہوتا
 کہ کوئی طریقہ ظاہری عبادت محبوب حقیقی کا جو مختلف اشخاص نے بحیال ضعیف
 ذات انسان کی ضرورت ادا کیہ و فی تصاویر و اشکال و اثر مزدست الہی
 بزمانہ قدیم و جدید مقرر کیا ہو ضروری نہیں۔ کتنے ہی زن و مرد نے اس یقین سے
 کہ خالق نے انکو بطور پیغمبری بھیجا ہو یہ ظاہر کیا ہو کہ ہم کو الہام ہوا ہو اور اس کلام
 کی صداقت کے لیے وہ رجوع بطرف کرشمات لائے ہیں۔ ہم انکا وقائع دیکھ کر
 متعجب و متحیر ہیں بدینوجہ کہ اسیں و دونوں افعال نیک و بد جو انکی حین حیات اُسے
 سرزد ہوئے ہیں درج ہیں اور انکا انجام بخیر نہیں ہوا ہو۔ اس امر کا یقین نہ لینے
 پیدا کرنے کے لیے کہ پیغمبری جو انھوں نے اپنے لیے قرار دی ہو صحیح ہو لوگ سعی
 بیفائدہ عمل میں لاتے ہیں۔ دیکھئے میں آتا ہوں کہ بعض اشخاص اپنی تمام عمر تحصیل
 علم مذہبی میں صرف کرتے ہیں اور اسی لیے لوگ انکا بڑا ادب کرتے ہیں اور
 انکو معزز و ممتاز سمجھتے ہیں۔ ان باتوں سے دعوے الہام غیبی نہیں ہو سکتا ہو
 بدینوجہ کہ مشاہدہ و معائنہ میں آتا ہو کہ اکثر ناخواندوں نے ایسے انقلاب پیدا کیے
 ہیں جو نتیجہ نتائج نیک ہوئے ہیں اور انکا پائدار رہا ہو۔ بسبب انکی نیک غرضی
 و خدا پرستی کے بعض انکو قابل ادب و معزز بیان کرتے ہیں پس کہ ہم نہ تو انکے علم
 کے باب میں کچھ شک و شبہ کرتے ہیں اور نہ انکے دعویٰ پیغمبری کے باب میں محض

بدین دلیل ظاہر ہے کہ ارادہ انکساریک ہی اور کہ وہ اپنے ہمنمون کو نیک کیا چاہتے ہیں
 تما ملک شرقی میں ایک اور فرقہ فقر اکا موجود ہے جو بکایہ دعویٰ ہے کہ ہم
 اپنی سعی و کوشش سے بڑے خدا رسیدہ ہو گئے ہیں اور طاقت معجزہ و پیشین گوئی
 کی جو صرت الہام غیبی سے پیدا ہو سکتی ہے ہلکو حاصل ہو گئی ہے۔ یہ فرقہ پیغمبری کا قائل
 اور جتنے پیغمبر خواہ مرد ہوں اور خواہ زن جو اُسے پہلے گزر چکے ہیں انکو وہ مانتے
 ہیں بسبب اپنی پاکی خصلت و عبادت و نیکی وضع کے وہ بعد وفات مختلف مدارج
 کے ولی بن بیٹھتے ہیں اور اُسکے چیلے اور اُنکے پیرو اپنے مطلب آری کے لیے انکا نام
 لیکر نیکے پکارتے ہیں اور یاد کرتے ہیں اور اُسے امداد و اعانت چاہتے ہیں اور
 دعائیں مانگتے ہیں۔ یہی حال بعض فرقہ عیسائیوں کا ہے۔ وہ اپنے ولیوں کو ایسا
 مانتے ہیں اور انہیں ایسا اعتقاد رکھتے ہیں اور انکی طرف ایسے شاغل ہو جاتے ہیں
 کہ گویا پرستش و عبادت خالق کی کچھ ضرورت نہیں۔

مذہب الہامی اعتقاد کامل چاہتا ہے۔ اُس مذہب میں عقل کو کام میں لانے کے لیے
 اجازت ہے۔ عقل ایک ایسی جو ہر بے باجو کہ اُسکے سبب سے انسان شرف و بلوغ
 کہلاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود ذات الہی میں سے نکلی ہے۔ سادہ اور
 اصلی مذہب جو انسان کی ذات میں خود بخود بے تعلیم و تلقین پیدا تھا زمانہ جاہلیہ
 ایسا خراب و اتر ہو گیا ہے کہ اُسکا مسئلہ بزرگ جو خیر خواہی کمال خلاق کی ہو اُسکے
 صفحہ خاطر سے محو ہو گیا ہے اور اُسکے دل میں اثر نہیں پیدا کرتا ہے۔ وہ مختلف شرکات
 پلٹ کر ایسی نئی نئی صورتیں نکال لاتا ہے کہ وہ مرضی خالق کے صاف خلاف معلوم
 ہوتی ہیں۔ مرضی خالق سوائے اُسکے کچھ اور نہیں ہو سکتی ہے کہ انسان میں باہم
 الفت رہے اور وہ طریقہ انصاف پر چلیں۔ مذہب الہامی سے ایسا واضح ہوتا ہے
 کہ فرشتے جو ارواح پاک و آسمانی ہیں قرب حضہ معبود حقیقی کا رکھتے ہیں۔ وہ

ایسے زمانہ قدیم سے کہ بیرون از وہم و گمان و قیاس ہو و مان موجود ہیں۔
 انکی اصلیت کا حال کہ کیونکر اور کب پیدا ہوئے معلوم نہیں لیکن ہمیں شک نہیں
 کہ وہ انسان اور انسانی اولاد سے مختلف طور سے پیدا ہوئے ہونگے۔ وہ ملائکہ
 مقرب اور فرشتے کہلاتے ہیں۔ بعضوں کے نام سے ہم آگاہ ہیں مثلاً میکائیل
 وجبریل وغیرہ اور زمانہ جدید و حال میں عرش برین ان دیوں سے آباد ہو گیا
 ہو جو کہ اس دار فانی سے گذر کر اور بہ لباس روحانی ملبوس ہو کر و مان جا پونچے
 ہیں اور جس نام سے کہ وہ اس سنیچی سے اسے میں نامزد تھے اب بھی اسی نام سے
 معروف ہیں۔

رموز و اسرار و نکات مذہبی میں سے جو بعید از رسائی عقل و فہم و ادراک ہیں
 بذریعہ مذہب الہامی اکثر وں کی عقدہ کشائی ہو جاتی ہے اور دل کو انکی طرف
 سے تشفی حاصل ہو جاتی ہے۔ جو عقائد کہ بطور اسرار مذہبی معلوم ہوتے ہیں مذہب
 الہامی سے منکشف ہو جاتے ہیں اور جب معتقدین اس مذہب کے انپرا اعتبار
 کلی رکھتے ہیں تو انکا دل مطمئن ہو جاتا ہے اور کسی طرح کا وسوسہ نہیں رہتا ہے
 جب ایمان اور اعتقاد کسی امر کا دل پر مستحکم ہو جاتا ہے خواہ وہ غلط ہو اور
 خواہ صحیح معتقد کے دل کو آرام و تشفی دیتا ہو۔ بعد استحکام ایمان کے خواہ یہودی
 ہو خواہ عیسائی خواہ مسلمان خواہ بت پرست یا آتش پرست ہر ایک اپنے اپنے
 طریق میں مست و سرور رہتا ہے اور بوقت دم واپسین مخوف نہیں ہوتا ہے
 اور اپنے ایمان کے بھروسے سے امید انسانی بنی رہتی ہے۔ مذہب کے معنی مزاج
 و مستعملہ روزمرہ اظہار اعتقاد دلی ہے جس طریقہ سے مقررہ عبادت و رسوم
 ظاہری۔ جو اشخاص کہ خدا پرست ہیں اور عبادت روحانی میں مشغول۔ وہ
 رسومات ظاہری کو ضروریات سے تصور نہیں کرتے ہیں۔ وہ تصوف و عبادت

دلی و دماغ کو وسیلہ قرب ذات باری تعالیٰ سمجھتے ہیں۔ عبادت جودل میں ہوتی ہو
 و وطرح کی ہو۔ ایک تو وہ جودل میں ہی جہتی ہو یعنی آواز اسکی کان تک نہیں
 پہنچتی ہو۔ اور دوسری وہ جسکی آواز گوش زد ہوتی ہو۔ یہ دونوں درجے ہیں
 مساوی ہیں بدینہ کہ کوئی شیخ عالم الغیب سے محلی و معجب نہیں ہو۔ رسمیات
 ظاہری باب مذہب میں اسی لیے اشخاص انسان سے تصور ہوتی ہیں۔ اُنکے
 جودل کا مطلب اصلی انکی تحریر سے نہ صرف یہ ہوگا کہ وہ پرستش کنندگان کے
 دلوں پر اثر پیدا کریں اگر یہ تصور لیا جاوے کہ رسمیات ظاہری خالق کی نگاہ میں
 محض احمق و لاتعلل ہیں تو یہ بھی قریب عقل ہو کہ انکا عمل میں لانا کچھ موجب حجت
 نہیں اور نہ داخل گناہ ہو۔ لیکن ایسا سو کہ وہ پرستش کنندگان کو معبود حقیقی کی
 پرستش سے بطرف پرستش مخلوقات ایجاویں۔ یہ تصور کرنا بیدار فہم ناممکن
 ہو کہ معبود حقیقی اس شخص کی عبادت دلی کی طرف متوجہ ہو۔ اب حق دلی اور
 بعد عجز و نیاز اس سے طالب و مستعدی اور اور حم کا ہو۔ یہ بھی خارج از دائرہ
 عقل سے ہو کہ خالق نے مغفرت کسی شخص کی کسی بشر کے ماتھے میں رکھتی ہو اس طرح
 کہ چاہے تو وہ اسکی مغفرت کرے اور چاہے نہ کرے۔ قوانین قدرت سے یکے لیے
 مساوی ہیں۔ اور کبھی خارج دائرہ ایضاف سے نہیں ہو سکتے ہیں۔ جو کچھ کہ خلا
 اسکے بیان ہوگا وہ ایجاد قوت تخیل سے تصور ہوگا اور یہ سمجھا جاوے گا کہ بسبب
 خام خیالی و قصور فہم کے کہ لازمہ بشریت ہو انسان پیدا ہوا ہو۔ بعض اشخاص تو
 نیک صرف اپنی ذات کے لیے ہوئے ہیں لیکن بعض صرف بذات خود ہی نیک
 نہیں ہوئے ہیں بلکہ انھوں نے تمنا میں و ترغیب و بیکار و رون کو بھی مثل اپنے جہان نیک
 کہ بشریت تقاضا کرتی ہو نیک کرنا چاہا ہو اور مفاد عام ہمیشہ اُنکے مکنون خاطر و
 اند نظر رہا ہو۔ یہ طریقہ غیر خواہی خلافت کا باعث انکی بزرگی کا آخر ہوا ہو کہ من کی

ذات میں وہ عقیدے یہودی خلافت و مفید عام جاگزین نہیں ہیں جو مذہب کہ اس عقیدے پر مبنی ہو گا مثل کو مستحکم و قائم رہیگا اور اپنی جاسے نہ ٹلیگا اور اسمین لغزش نہ آویگی اور وہ بخائب خالق سمجھا جاویگا۔ لیکن جس مذہب کی بنا کہ فساد و براہین پر مبنی ہوگی وہ مخالفت ارادہ خالق زمین و آسمان و حقیقی کے متصور ہوگا۔ موسیٰ نے فرقہ یہود کو اول تو مسئلہ وحدانیت خالق و موم اصول نمبر نیاک و بدیعہ خیر خواہی خلافت و مفاد عام میں جو قانون سازوں بڑے زمانہ قدیم سے چلے آئے ہیں تعلیم و تلقین کیے۔

مطلب بزرگ مؤلف کا تالیف اس کتاب سے مجاہد کرنا مضامین حافی کا ہو کسی شخص نے اب تک انگریزی میں کوئی کتاب ایسی نہیں لکھی ہو کہ ہمیں سوجھے حال فقیرون کے کچھ اور درج نہ ہو کچھ نامی فقیرون کا خصوصاً ظاہری طریقے انکی پرستش کے مختلف کتب و تواریخات میں موجود ہیں لیکن کسی نے ماسوا سے اسکے یا وقایع بڑے بڑے نامی فقیرون کے کچھ اور نہیں لکھا ہو۔

یہ مضمون کچھ نیا نہیں۔ وہ تواریت و انجیل و قرآن میں پایا جاتا ہو۔ کچھ یقین نکلی ہو کہ اہل ہند کے فضل بالخصوص اس سے خوب واقف ہیں۔ ہند سے وہ علم عرب و ایمان میں داخل ہوا۔ یہ علم اس اعتقاد دلی سے پیدا ہوا ہو کہ روح انسان خدا کی ذات میں سے نکلی ہو اور خاص صورتوں میں وہ داخل الوہیت رکھتی ہو۔ وہ خاصہ کچھ جسم سے تعلق نہیں رکھتا ہو اور اسی لیے وہ بالکل ہسکی روح سے متعلق ہو۔ وحدانیت ذات باوجود تعالیٰ عقیدہ یونانیون اور یہود کا ہو۔ یونانی اور اہل ہند کا یہ اعتقاد ہو کہ دیوتا ذات باری تعالیٰ میں سے نکلے ہیں۔ جو دیوتا یون کا بڑا دیوتا ہو اور برہم ہند کا۔ یہودی بھی وحدانیت کے قائل ہیں اور اہل عرب بھی اسی عقیدے کے معتقد ہیں۔ اگرچہ وہ یہ کہتے ہیں کہ جو بڑے عابد و خدا پرست ہیں انکو بالخصوص

روح اللہ ملتی ہو اور انکی روح پاک اللہ سے نکلی ہوئی ہو نہی اہل اسلام مسئلہ
ثبوت مذہب عیسائی سے ازسبب تنفر ہیں۔ قرآن کے باب ۱۱۲- مین وہ اس
مسئلہ کی تردید اس بنا پر قائم کرتے ہیں کہ خدا واحد ہو۔ نہ تو وہ خود پیدا ہوا ہو اور
نہ وہ اپنے لیے اولاد پیدا کرتا ہو۔ اسکا کوئی ثانی نہیں۔ اگرچہ اہل اسلام الوہیت
حضرت مسیح کے قائل نہیں لیکن وہ اس بات کے معتقد ہیں کہ وہ معجزے سے پیدا ہوئے
یعنی بے باپ کے تولد ہوئے حضرت مسیح کو اہل اسلام روح اللہ کہتے ہیں۔ وہ اس
کے قائل نہیں کہ حضرت مسیح ہمارے گناہوں کے لیے کفارہ ہوئے اور وہ مسئلہ صلیب
کے بھی قائل نہیں اور نہ انکا یہ اعتقاد ہو کہ حضرت مسیح شفیع الانام ہیں لیکن وہ انکو
انبیاء و نین داخل کرتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جو غفور و رحیم و کریم سے مستند
رحم کے ہوتے ہیں انکے لیے انکی امداد و اعانت فائدہ بخش تصور ہو۔

اس مضمون کے ثبوت کے لیے یہ مناسب تصور ہوتا ہو کہ کیفیت جو مسٹر گارسن
وی ٹیسی صاحب نے اپنے دیباچہ ترجمہ اشعار میٹاک اٹاٹرین لکھی ہو
ہو ہو اسجا نقل کیجاوے۔ وہ کتاب مالک مشرقی کے علم تصوف و حالات روحانی
کے باب میں لکھی گئی ہو۔ اسرار قدرت الہی مختلف حکیموں نے مختلف طور سے بیان
کیے ہیں۔ مختلف زمانوں میں بڑے بڑے صاحب استعداد و لیاقت و ذکی طبع و
عالی فہم پیدا ہوئے ہیں اور انکے خیالات اس مضمون پر فراہم کر کے ایک طریقہ بنایا گیا
ہو اور لکھو کھا اشخاص انکو پڑھ کر انہیں اعتقاد لائے ہیں اور سب طرح انکے پیسے بن گئے
ہیں باوجود اسکے اس اسرار الہی کی صحیح صحیح تشریح ضرور مطلوب تھی تاکہ قلب کو کشفی اور
دل کو اطمینان حاصل ہو جاوے۔

لہل اسلام نے اس اسرار قدرت الہی کے بیان کرنے میں بڑا سیان پن دکھایا ہو
باب حکمت اور الہام غیبی میں انھوں نے باہم ربط دکھانا چاہا ہو۔ انکے صوفی

حکیموں نے جو ہند کے جوگیوں اور قرآن سے واقف تھے ایک مذہبی مدرسہ
 موافق خیالات اہل اسلام مقرر کیا۔ وہ مسائل ویدانت و سنیکیا سے کچھ مختلف
 ہیں اگرچہ وہ ہی غلطیاں ویدانت و سنیکیا کی انہیں موجود ہیں۔ جو خیالات کہ
 نسبت باب اخلاق ان حکما کے ہیں جو پیدائش روح کو بناوٹ جسم پر منحصر رکھتے ہیں
 ویسے ہی خیالات صوفیوں اور ویدانتیوں کے مسائل مذہبی سے نکلتے ہیں۔ وہ
 خیالات یہ ہیں کہ انسان فعل کا مختار نہیں ہو اور نیک و بد کچھ نہیں ہو اور تمام
 دنیوی عیش و نشاط جائز ہیں۔ از روئے اس طریقے کے سب خدا میں الازات
 باری تعالیٰ بدینو کہ اگر یہ استثنائیں دخل نہ تو اسکی خدایت جاتی رہتی ہو۔
 صوفیوں کے خیالات روح کے باب میں اگرچہ ان حکما کے خیالات سے مختلف
 ہیں جو اسکی پیدائش کو بناوٹ جسم پر منحصر رکھتے ہیں لیکن حقیقت وہ باسم ایک
 سے ہیں۔ مسائل صوفیوں کے درباب ارواح انسانی اگرچہ حکما سابق الذکر
 کے خیالات سے زیادہ معقول نہیں لیکن وہ عالی ہیں اور شاعرانہ۔ بعض صوفی
 مصنفوں نے مسائل مذہبی اہل اسلام کو اپنے اصول مذہبی سے مطابق کرنا چاہا ہے
 بدخیال کہ انکے ایمان میں فرق نہ آوے اور وہ کافروں میں داخل نہ سمجھے جائیں
 مسائل صوفی اہل اسلام میں قدیم سے چلے آئے ہیں اور بہت پھیل گئے ہیں تخصیص
 طرف اران و معتقدان حضرت علیؑ خلیفہ چہارم میں۔ اسی سبب سے معتقدان
 حضرت علیؑ میں یہ یقین پیدا ہوا کہ الوہیت علیؑ کی ذات میں شامل تھی
 اور اسی وجہ سے وہ جمیع پند و نصائح و رسمیات مذہبی کی تشریح تمثیلاً و مجازاً
 کرتے ہیں۔ اہل اسلام کا ایک مصنف یہ بیان کرتا ہے کہ اول شخص جس نے اپنا نام صوفی
 رکھا ابو ہاشم سائرین کوفہ تھا۔ وہ آٹھویں صدی میں پیدا ہوا تھا۔ ایک اور
 اہل اسلام کا یہ اظہار ہے کہ تم مذہب صوفی حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے

بویا گیا تھا۔ حضرت نوحؑ کے عہد میں اُسے نشوونما پایا۔ غنچہ اُسکا زمانہ حضرت ابراہیمؑ میں کھلا اور اُس وقت نے بعد حضرت موسیٰؑ کے میوہ پیدا کرنا شروع کیا۔ وہ میوہ حضرت مسیحؑ کے وقت میں پختگی پر آیا اور زمانہ نبی اہل اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پاک و صاف شراب دین اُس سے پیدا ہوئی۔ فرقہ اہل اسلام میں سے اُن صاحبوں نے جو اس شراب کے خواہان طالب تھے اس قدر نوش کیا کہ وہ اُسکے نشہ میں محو ہو گئے اور اپنے آپے میں نہ رہے اور بہ آواز بلند انا الحق کہنے لگے۔

یہ یاد رکھو کہ لفظ صوفی اُس لفظ زبان یونانی سے نہیں نکلا ہے جسکے معنی عقلمند کے ہیں بلکہ یہ لفظ عربی لفظ صوف سے جسکے معنی اُن کے ہیں آیا ہے۔ صوفی کے معنی پارچہ اونی ہیں جو درویش و فقیر ہونا کرتے ہیں۔ ابفاظ صوفی و متصوف اُسی سے نکلے ہیں۔ متصوف کے معنی بالخصوص اُس طالب کے ہیں جو صوفی بنتا چاہتا ہے۔ اُس طالب کو سالک یعنی رہبر و مذہب و طریق روحانی بھی کہتے ہیں۔ اس لفظ کے معنی انسان کے بھی آئے ہیں۔ وہ عبودیت کو غلامی یا خدمت معبود حقیقی کی بھی کہتے ہیں اور جو شب و روز بدل و جان خد متکذاری خالق میں مصروف رہتا ہو اور عابد کہلاتا ہو۔ عارف کے اصلی معنی جاننے والے کے ہیں۔ جو شخص کہ خالق کی یاد میں مصروف رہتا ہو اور علم ذاتِ باری تعالیٰ کے خیال میں محو ہو وہ عارف کہلاتا ہے۔ مرافات کے معنی علم الٰہی ہیں جسکو عارف سوچتا رہتا ہے اور اُسی طرف اُسکا خیال بندھا رہتا ہے۔ جس کسیکو وہ علم حاصل ہوا وہ ولی کے درجے چاہو پنا اور ولی کہلاتے لگا۔ ولی کے معنی حضور رس یا مقرب خالق ہیں۔ جذب کے معنی کشش محبت خالق ہے۔ یاد آہی میں جو جوش آتا ہے اور سرور حاصل ہوتا ہے اُسکو حال کہتے ہیں اور اُسکے مدارج کو مقام بولتے ہیں۔ خدا کی ذات میں بلحاظ نیکو جام کہتے ہیں اور اُس سے جدا ہونے کو فرق اُسکے ساتھ رہنے کو سکنا بولتے ہیں۔ جو شخص کہ واقف اسرار

اتنی نہیں اور نہ اس طرف شاغل اُسکو وہ جاہل کہتے ہیں۔ عشق اللہ محبت دنیوی سے مختلف ہے۔ دوستی کے معنی محبت کے ہیں اور شیوک کے معنی خواہش کے اور اشتیاق کے معنی گرجوشی اور وجد کے معنی بخودی و غایت درجہ خوشی کے ہیں۔ اہل اسلام کے فقر اور رویش خدا دوست الفاظ مذکورہ بالا اکثر زبان پر لاتے ہیں۔ ماسوائے اسکے اور بھی الفاظ ہیں جو ان کے ہر زبان رہتے ہیں لیکن وہ اسجا بیان نہیں ہو سکتے ہیں۔

مضامین چند اشعار تصوف سے جو منتخب ہو کر ذیل میں درج ہوئے ہیں معلوم ہو جائیگا کہ خیالات درویش نسبت خالق و مخلوقات انسان کیا ہیں۔

خالق کی جمیع مخلوقات میں انسان سب سے کامل و اشرف المخلوقات ہے۔ مخلوقات کا وہ شہنشاہ ہے بدین وجہ کہ سب میں سے صرف وہ ہی اپنے تئیں پہچانتا ہے اور اسے طرح علم خدا شناسی حاصل کرتا ہے۔ وہ ہی الہامِ نبوی کے سمجھنے کی قوت و قدرت رکھتا ہے۔ بعض خدا کو آفتاب سے جسکی شعاعیں پانی پر منعکس ہوتی ہیں تشبیہ دیتے ہیں۔ یہ انعکاس روشنی کا سوائے روشنی کے کچھ اور نہیں ہے۔ اسوجہ سے درویش و فقر اپنا لہ شراب محبت تھوڑا پیتے ہیں مدہوش ہو کر انا الحق کہتے ہیں۔ و حقیقت صفات ذات انسان صفات ذات باری تعالیٰ سے ملتی ہیں اور میں کیا کہتا ہوں اسکی ذات بھی ذات باری تعالیٰ ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ وجود انسان تو عارضی ہو اور وہ واجب الوجود ہے۔

صوفیوں کے مسائل جنکے درویش معتقد ہیں ذیل میں درج ہیں۔

۱۔ صرف خدا ہی خدا موجود ہے۔ وہ سب میں ہے اور سب اُس میں۔

۲۔ جمیع موجودات خواہ دیکھنے میں آئے یا نہ آئے ذات خالق سے نکلے ہیں اور حقیقت اسکی ذات سے جدا نہیں یعنی اُس میں اور اُس میں فرق نہیں۔ مخلوقات عالم

خدا کا کھیل و تماشہ ہو

۳۔ بہشت و دوزخ و جمیع مسائل مذہبی صرف موز و اسرار ہیں جو صرف صوفیوں ہی کو معلوم ہیں۔

۴۔ مذہب کچھ خیر نہیں۔ البتہ وہ وسائل منزل حقیقت پر پہنچنے کے ہیں حصول اس مدعا کے لیے وہ کم و بیش مفید ہیں۔ انہیں سے ایک مذہب اسلام ہو۔ مسائل صوفی اس کا باب حکمت ہو۔ جلال الدین رومی مصنف مثنوی شریف جس پر فرقہ سیو کیوس چلتا ہو اس مضمون پر اپنے ایک شعر میں یوں لکھتا ہو کہ جس جگہ اور جہان کہیں ہم قدم رکھیں ہم تجھ سے کبھی باہر نہ نکلے اور ہمیشہ مالک بنے رہینگے جس جگہ یا جس کونڈ میں ہم خمیہ زن ہونگے ہمیشہ تیرے قرب ہی رہینگے شاید ہم یہ کہنے لگیں کہ کوئی راستہ ایسا ہو جو اور طرف لیجاتا ہو لیکن حقیقت یہ ہو کہ کوئی کسی راستے سے جاوے ہمیشہ بلا شک و شبہ تیرے پاس پہنچے گا۔

۵۔ نیک و بدین کچھ حقیقی فرق نہیں اس لیے کہ آخرین سب ایک ہو جائینگے حقیقت خالق فاعل افعال انسان ہو۔

۶۔ خدا انسان کی خواہشوں پر عمل کرتا ہو اور ان کو مقرر پس اس صورت میں انسان فعل مختار ہو۔

۷۔ جسم سے پہلے روح کا وجود تھا۔ روح جسم میں اس طرح پھنسی ہو جس طرح کہ جانور پنجرے میں بند ہوتا ہو۔ اسی لیے صوفی موت کو پسند کرتے ہیں اور اچھا سمجھتے ہیں۔ موت باعث مراجعت روح بجانب خالق ہوتی ہو۔ اس کے ذریعے سے وہ وجود خالق سے جبین سے کہ وہ کلی تھی پھر لمبائی ہو۔ اور وہ ذات باری تعالیٰ میں نیست ہو جاتی ہو۔ پروان مذہب بدھ اس کو نروانا یعنی محو ہونا ذات باری میں کہتے ہیں۔

۸۔ اس ادالوں سے روح پاک ہو کر لائق شامل ہونے کے ذات باری میں پہنچتی ہو۔

۹۔ بڑا کام صوفی کا یہ ہو کہ وہ وحدانیت ذات باری تعالیٰ پر سوچتا رہتا ہو اور

اُس راہ میں اپنی ترقی مد نظر رکھتا ہو اس طرح کہ رفتہ رفتہ درجہ کمالیت پر پہنچے اور بعد وفات کے خدا کی ذات میں تلین ہو جائے

۱۰۔ بدون فضل باری تعالیٰ کے کہ جسکو وہ فیض اللہ کہتے ہیں وہ رتبہ عالی کسیکو نصیب نہیں ہوتا ہو۔ لیکن اُنکا یہ بقولہ ہو کہ حصول فیض اللہ ممکن ہو بدینوجہ کہ خالق اپنے حقیقی عابدوں کی دعا کو مسترد نہیں کرتا ہو اور جو اُس سے طالب امداد ہو ہیں اُنکی وہ دستگیری کرتا ہو۔

اچھڑی میسی صاحب کا یہ بیان ہو کہ یورپ کے عیسائیوں میں بھی بعض ان مسائل کے معقد تھے۔ فرقہ ایڈی مانیس ان مسائل کی تعلیم و تلقین کرتے ہیں کہ روح انسان ذات باری میں سے نکلی ہو اور وہ اعضا سے رئیسہ جسم میں مقید ہو جسمین سے آخرت میں وہ خلاص ہوگی اور اعمال و افعال جسم خواہ وہ نیک ہوں خواہ بد روح پر کچھ اثر نہیں کرتے ہیں۔ ساتویں صدی میں بعض کا یہ قول تھا کہ خدا تمام مخلوقات عالم میں موجود ہو اور اُنکی ذات باعث اُنکی حیات کی ہو۔ بعض کا یہ اعتقاد ہو کہ ذات باری میں تلین کرنے کے لیے روح کو اُسکی صفات سے جدا کرنا ضروریات سے تھا۔ یہ مطلب صرف ثق و ذات باری تعالیٰ کرنے سے اور اُسی فکر میں غرق رہنے سے حاصل ہو سکتا ہو۔ اکثر اشعار مذہبی شاعران ممالک مشرقی اسی مضمون پر تحریر ہوئے ہیں۔ اُن اشعار کے مضامین سے ایسا واضح ہوتا ہو کہ اگرچہ مصنف اُنکے برائے نام اہل اسلام میں سے تھے لیکن حقیقت وہ پابند کسی مذہب و روجہ کے نہ تھے۔ رسمیات و مسائل مذہبی اُنکے نزدیک بمقابل خیالات بزرگی خالق و فضل و کرم کار ساز حقیقی کچھ حقیقت نہیں رکھتے تھے۔ اُنکے نزدیک ایک ہی کتاب قابل تحقیقات و تلاش ہو۔ وہ کتاب قدرت ہو جسکے ہر صفحہ میں وہ وحدانیت قدرت و کمالیت ذات باری تعالیٰ انجمن خود معائنہ کرتے ہیں اور پڑھتے ہیں۔ اس سفر

زندگانی میں بہت سے مختلف راستے ہیں جو نسب کجا آنکر متفق ہو جاتے ہیں۔ یعنی جسم فنا ہو جاتا ہو اور روح باقی رہتی ہو اور جاودانی ہو اور آخرت وہ ذات باری تعالیٰ میں بلجانی ہو۔ بہت سے اشعار در باب خیالات درویشان نسبت ذات باری تعالیٰ اہم مختلف کتب سے منتخب کر کے نقل کر سکتے ہیں لیکن مضامین اشعار مندرجہ ذیل مصنف کتاب ہذا کی دانست میں سب سے اعلیٰ ترین جو اسکی نظر سے گزرے ہیں۔ طرز تحریر انکی بھی بالخصوص موافق طرز اشعار ممالک شرفی ہو۔

خدا

او تو چو ازلی وابدی ہو اور جسکے حضور کی روشنی سے تمام ظلیہ ہو رہنما سے حرکت و سکنا کا ہو۔ تو ہی صرف خدا ہو جو زمانے کے اثر سے کہ غارت کرتا ہو اجلہ جلد گذر جاتا ہو محفوظ و مبرا ہو اور بدلتا نہیں۔ سو اسے تیرے کوئی اور خدا نہیں۔ موجودات میں تو سب سے اعلیٰ ترین وجود ہو۔ تو بڑا فاعل و مطلق و قدیر ہو اور سبکی فہم سے باہر کوئی بتلاش تجسس تیرا کھوج نہیں لگا سکتا ہو۔ نام موجودات صرف تیری ہی ذات سے پڑ ہو۔ سب تجھی میں ہو۔ اور سبکو تو ہی مدد دیتا ہو اور انکی پرورش کرتا ہو اور سب پر تو ہی حاکم ہو۔ تجھکو ہم خدا کہتے ہیں اور سو اسے اسکے در باب تیرے ہم کچھ اور نہیں جانتے ہیں۔ اعلیٰ ترین باب حکمت سمندر وک کی چپائش کیا کرے اور دانہ ہلے ریگستان اور تعداد خطوط شعاع آفتاب گنا کرے لیکن اسی خدا ہی تعالیٰ تو پیمائش اور وزن سے مبرا ہو۔ کوئی تعداد تیرے اسرار کی شمار نہیں کر سکتا ہو۔ باوجودیکہ شعلہ عقل تیری ہی ذات کی روشنی سے مشتعل ہوا ہو۔ لیکن اسکو کہاں طاقت کہ سبعی و کوشن تیرے اسرار اور تیری حکمت کا ملہ کو جو لا انتہا ہو اور بعید و ابرہ عقل و فہم سے ہی سمجھ سکے۔ اور قوت تخیلہ اس زمانہ گذشتہ کہ خیال میں ہو جو روز ازل تک چلا جاتا ہو بے پروا گر داب حیرت میں پڑ جاتی ہو۔ تو عدم سے

اول عالم بیولانی اور من بعد عالم موجودات کو وجود میں لایا۔ اسے خالق مخلوقات
 تو نے ہی روز ازل کی بنا ڈالی ہو۔ تمام تجھی سے پیدا ہوئے ہیں۔ روشنی و خوشی و
 موافقت و اتحاد تیری ہی ذات سے نکلے ہیں۔ زلیست اور خوبصورتی تیری ہی
 عطیات سے ہیں۔ تو نے ایک لفظ سے تمام مخلوق پیدا کیے ہیں اور اب بھی پیدا کرتا
 جاتا ہو۔ تمام خلد تیری ہی الوہیت کے شعاعوں سے پڑے۔ تو ہی ہمیشہ سے تھا اور
 ہمیشہ شان دار و بزرگ رہیگا۔ تو ہی ہمیشہ زندگی و بتا رہیگا۔ اور رزاق و قادر
 بنا رہیگا۔ تیری زنجیر عالم لاینتہا ہی کو محدود کرتی ہو۔ تیرے ہی سبب سے وہ قائم
 ہوئے اور تیرے ہی دم کی برکت سے وہ موجود۔ تو نے ہی ابتدا کو انتہا تک محدود
 کیا ہو اور حیات و ممات کو ایسا خوبی سے مخلوط کیا جو بسطرح کہ چنگا ربان آگ کی
 شعلہ آتش سے نکل کر بالا صعود کرتی ہیں اسی طرح آفتاب اور اسی طرح مختلف دنیا
 تجھ میں سے نکلی ہو۔ بسطرح کہ شعاعیں آفتاب کی سفید چاندی سی برف پر پڑ کر چمکتی
 ہیں اسی طرح آسمانی فوج کا گروہ تیری حمد و سپاس میں چمکتا ہو۔ لاکھوں شعلہ
 جو تیرے ماتھے سے روشن ہوئی ہیں شب و روز بے تکان زیر گنبد نیلی رواق متحرک
 ہیں۔ وہ تیری قدرت کی قائل ہیں اور تیرے حکم کی فرمان بردار۔ وہ زندگانی
 حیات سے شاد و شاد ہیں اور سعادت مندی سے رطب اللسان۔ ہم انکو کس نام سے
 نامزد کریں۔ آیا انکو مجموعہ روشنی بلورین کہیں یا مجموعہ شاندار سنہری شعاعوں سے
 انکو تصور کریں۔ کیا وہ چراغ آسمانی ہیں جو تابندہ روشنی سے چمکتے ہیں۔ کیا وہ
 آفتاب ہیں جو مختلف نظام مائے شمسی کو اپنی چمکدار شعاعوں سے روشنی بخشتے ہیں
 لیکن جیسا کہ چاند شب تاریک کے لیے ہو ویسا ہی اسی خالق کائنات تمہارے واسطے
 ہو۔ جیسا کہ قطرہ آب بمقابلہ کل آب بحر ہو ویسا ہی اُن تمام کی شان و شوکت
 بمقابلہ تیرے کچھ حکومت نہیں رکھتی ہو۔ اور گرم و نیست ہو جاتی ہو۔ ہزاروں دنیا

مقابل تیرے کیا حقیقت رکھتی ہیں۔ جبکہ بیشمار اجرام فلکی کہ نہرا نہرا رہیں اور بڑی نشان و شوکت سے آراستہ تیری قدرت کا ملکہ کے مقابل مثل ذرہ ریگ بہ ترازو ہیں تو پس میں کیا چیز ہوں اور کیا حقیقت رکھتا ہوں۔ میری نسبت تو لامنتہائی کے ساتھ وہ ہی ہو جو سفر کو لامنتہا کے ساتھ ہو۔ پس اس صورت میں میں کیا ہوں۔

وحقیقت محض ناچیز و حقیر۔ لیکن تیری روشنی الوہیت کی ذات جو تمام دنیا کو اپنے پھیلی ہوئی ہو میرے سینے میں بھی پہنچی ہو۔ مان میری روح میں تیری روح پا اسی طور سے چمکتی ہو جیسے کہ قطرہ شبنم میں شعا عین آفتاب کی تابندہ معلوم ہوتی ہیں اور ناچیز و حقیر میں کیونکر ہوں۔ میں زندہ ہوں اور امید کے بازو و فیسے اور نام ہوں اور تیرے حضور کا مشتاق ہوں بدین وجہ کہ تیری ذات میں زسیت بسر کرتا ہوں اور روم لیتا ہوں اور قیام رکھتا ہوں آرزو و خواہش درجہ اعلیٰ ترین رکھتا ہوں جنہی کہ تیری ذات و تخت الوہیت پہنچنے کا کمال مشتاق ہوں آخلاق زمین و زمان میں موجود ہوں اور بلا شک شبہ تو بھی ضرور موجود ہو گا تو سب کا مادی رہنما ہو اور تو موجود ہو پس تو میری طبیعت و نعم کو اپنی طرف مائل کر اور میری روح کو برائیوں سے روک کر مستحکم و مضبوط کر اور میرے سرگشتہ پریشان دل کا مادی رہنما ہو۔ اگرچہ میں بمقابل کل کارخانہ آہی کہ بے پایاں ہو مثل ایک فتنہ کے ہوں لیکن تاہم میں کچھ چیز ہوں جسکو تیرے ماتھے نے بنایا ہو۔ مابین درجہ زمین و آسمان میں درجہ اوسط پر ہوں۔ میں موجودات ذمی روح فانی کے کنارے پر قائم ہوں اور متصل اُس سلطنت کے رہتا ہوں جہاں کہ فرشتگان پیدا ہوئے ہیں اور جو بعینہ مقامات ارواح کی سرحد پر واقع ہو۔

سلسلہ موجودات عالم مجہر آنکر ختم و کامل ہوا ہوا درزنجیر سلسلہ اشیاء و اجسام مادی مجہر ختم ہوتی ہو اور من بعد سلسلہ ارواح شروع۔ اسے خالق کائنات میں کبلی کو اپنے زیر حکم کر سکتا ہوں اور اس پر اختیار کر کہ سکتا ہوں لیکن میں خاک ہوں

میں بادشاہ ہوں۔ اور غلام بھی۔ میں کیڑا ہوں اور خدا بھی۔ کیونکر اور کہاں سے میں اس پردہ دنیا پر آیا۔ ایسا عجیب بنا ہوں اور پیدا ہوا ہوں۔ لیکن معلوم نہیں کہ کیونکر بنا اور کیونکر پیدا ہوا۔ یہ مٹی کا ڈھیلہ بیشاک و شبیر کسی بڑے صاحب اقتدار کی طاقت کے سبب زندہ ہو اور اوقات بسر کرتا ہو اس لیے کہ یہ خارج دائرہ امکان سے ہو کہ وہ خود بخود صرف اپنے زور سے پردہ عدم سے وجود میں آیا ہو۔ مان تو خالق ہو۔ تیری حکمت و دانائی اور تیرے کلمے سے میں پیدا ہوا ہوں۔ تو چشمہ خیر و خوبی و حیات ہو۔ تیری روح پاک میری روح کی روح ہو اور تو میرا مالک ہو۔ تیری روشنی اور تیری محبت نے کہ بدرجہ غایت ہو مجھ میں روح جاودانی بھردی ہو تاکہ وہ بحر قہار موت سے گذر جاوے اور لباس حیات ابدی پہنے اور اس دار فانی سے نکل کر اپنے چشمہ سے یعنی اپنے خالق سے جا ملے۔ آجوت شعلہ و مبارک بینائی و بشارت اگرچہ ہمارے خیالات در باب تیرے بیچ و پوچ ہیں لیکن تاہم تیری تصویر ہمارے سینے میں جاگزین رہیگی اور اسکی اطاعت کو خالق تک لیجاو گی۔

اے خالق زمین و زمان میرے خیالات بہت صرف بہانہ تک ہی بلند پروازی کر سکتے ہیں اور یہ طرح تیری حضور کے مشتاق و متلاشی ہیں۔ تیرے کارخانہ قدرت لا انتہائی میں روح تیری پرستش و اطاعت کرے اور تیری حمد و در زبان رکھے اور جب زبان فصاحت بیان جاتی رہیگی اور معدوم ہو جاو گی روح اشک احسانندی سے اپنا اظہار کیا کرے گی۔

بعض درویش تو مثل فرقہ ہاشمیش جبکا ذکر کسی مقام پر آگے آوے گا مذہبی و لسوزی پیدا کرنے کے لیے محرک اندرونی استعمال میں لاتے ہیں اور انکا یہ عقائد اولیٰ ہو کہ فوت تنجید ایسے جسمانی وسائل سے کچھ خوشی روحانی محض حاصل کرتی ہے

اور بعض درویش بذریعہ محرک جسمانی جو اس اندرونی کو تیز کرنے ہیں۔ موافق اس اعتقاد کے وہ جسم کو جو سن میں لا کر اور ذکر حق کر کے ایک دوسرے میں باہم جو سن پیدا کرتے ہیں۔ بعض فقرا مثلاً فرقہ مولیو سن کی یہ رائے ہو کہ آواز شیریں اور خوش الحانی کے ذریعے سے جو اس سامعہ جو سن میں آتا ہو۔ یہ درویشان کا چھوٹا سا نمائشگاہ ہو۔ وہ زیادہ تر آسودگی و خموشی و آرام کے لیے کام آتا ہو نہ کہ تحریریں و ترغیب کے واسطے بعض وسائل کے ذریعے سے جو اس غایت درجہ جو سن پر آجانے ہیں اور بعض وسائل کے ذریعے سے وہ ایسی حالت پر آجاتے ہیں کہ گویا سیرکت ہو جاتے ہیں۔ یہ مضمون طریق درویشان اثر پند و نصائح شیخ یا مرشدگان بابا خلاق میں پنجویں و مفصل بیان ہوا ہو اور مریدوں کا اعتقاد کامل اپنے مرشدوں پر مشاہدہ کرنے والے کے دل میں صحت اسکی یقین پیدا کرتی ہو کہ مرشد کی ہدایت و مرضی مرید پر بڑا اثر رکھتی ہو وہ قوانین قدرت کے تحصیل کرتے ہیں اور سمجھتے بھی ہیں لیکن عقدہ وجود و حیات روح کا ویسا ہی مالاخیل ہو جیسا کہ وجود انکے خالق کا بیرون از وہم و قیاس ہو۔ انکے خالق میں بعض صفات ایسے بھی ہیں جنکا حال عالموں فرقہ بہتر پر اب تک روشن نہیں ہوا ہو باوجود اسکے بعض اشخاص اکثر فہم تعلیم یافتہ یقین کرتے ہیں کہ کچھ روشنی ان صفات کی ان تک پہنچتی ہو اور بسبب اس ادراک کے خیالات جو قوانین قدرت سے بالکل مختلف ہیں پیدا ہوئے ہیں اور اسی لیے ان قوانین کو بنام قوانین روحانی نامزد کرنا چاہیے۔

مضمون مندرجہ ذیل سے کچھ کتاب فلسفہ من تصنیف حمی الدین العربی سے منقول ہو اہو صاف روشن ہو جائیگا کہ خیالات اہل اسلام در باب مضمون مرقومہ بالا کیا ہیں خالق نے انسان کو کرہ زمین کی عمدہ و تحفہ منئی سے بنایا اور مختلف خواص مختلف نباتات خود روا اور مختلف اقسام اشیا کہ جو چار عناصر خاک و باد و آب و آتش سے

بنے ہیں اُس میں پیدا ہوئے اور صفات حیوانات و نباتات و معدنیات اُس میں
موجود ہوئیں۔ عمدہ سی عمدہ شکل انسان کو عطا ہوئی۔ اور مادہ جسم انسانی میں
نسبت مادہ باقی حیوانات کے زیادہ تر خوبیان ڈالی گئیں۔ انسان کو بنا کر خالق
نے اپنی روح پاک اُس میں ڈالی اور طاقت کلام کرنے کی اُس کو عطا کی اور قوائے
عقلی اُس کو بخشے بسبب صفات خالق اُس میں پیدا ہوئیں۔ یہ عطیات عظمیٰ اس لیے
انسان کو عطا ہوئیں کہ وہ صنعت کارخانہ انہی کو سمجھ سکے اور اس کی حمد و سپاس کرے
جب حضرت آدم علیہ السلام اس طرح صفات بخشش الہی سے متصف ہوئے اُن کو
اجازت ہوئی کہ وہ اپنی اولاد سے بزبان پیشین گوئی تکلم کریں اور اُن کو بطرف
عبادت خالق کائنات ہدایت کریں جو کچھ کہ حال اُن کو درباب خالق و مخلوقات
معلوم تھا بذریعہ اُنکی اولاد کے ہم تک پہنچا ہو۔ خدا نے اُن کو کل کائنات پر حسین
وہ پیدا ہوئے تھے اختیار دیا اور عقل و فہم جو اُن اشیاء کے علم کے حاصل کرنے کے لیے
کہ اُس کے گرد و پیش تھیں ضروری ہی عطا کیں۔ خدا نے انسان سے برتر و اعلیٰ تر
وجودوں کو کہ گروہ آسمان میں مقیم ہیں وہ علم عطا کیا ہے جو مشیت ایزدی اُن کے
لیے مناسب سمجھا ہو۔ طاقت و قوائے عقلی کے جو حضرت آدم علیہ السلام کو عطا
ہوئے تھے اپنے سے بالاتر سمجھا کر فرشتگان افلاک پرستش کرنے لگے باوجودیکہ اُن کو
علم راز الوہیت نسبت اُس کے کہیں زیادہ تر حاصل تھا۔ وہ اُن صفات باری تعالیٰ
کو جن کا نام ہی انسان کو معلوم ہو مشاہدہ کرتے ہیں اور بسبب اُس کے کہ اُن کو ذات باری تعالیٰ
سے قرب حاصل ہے وہ اُن صفات کو مخلوقات میں مستعمل ہوئے دیکھتے ہیں انسان
کو استعداد روحانی عطا ہوئی ہے۔ کیونکہ اُس کو علم صفات بزرگ خالق اور اپنی پیدائش
کا حاصل ہے۔ مطلب پیدائش انسان بجز اُس کے کہ وہ اپنے خالق کی پرستش کیا کرے
اور بسک کچھ اور معلوم نہیں ہو اور نہ تلاش کرنا راز مشیت ایزدی کا جس کے کلمہ کن سے

دنیا وجود میں آئی لائق اُسکے ہو در باب طریق خالق دنیا اور عجبی میں اور بظاہر کیفیت فرشتگان کہ آسمان میں رہتے ہیں مختلف راہیں پیدا ہوئی ہیں۔ بعضوں کا یہ اعتقاد ہے کہ جو کچھ بظاہر نظر آتا ہے صرف وہی موجود ہے لیکن بعضوں کا یہ خیال ہے کہ بہت سی چیزیں الہی ہیں جو نگاہ سے مخفی ہیں۔ جس قدر کہ انسان اپنے خالق سے قرب حاصل کرتا ہے اسی قدر وہ دکھائی دینے لگتی ہیں اور یہ قوت صرف اُنکو حاصل ہوتی ہے جو کہ معبود حقیقی کی پرستش میں بدل و جان مصروف رہتے ہیں اور اسی کے خیال میں شب و روز غرق ہیں اور اُسکی ذات پاک سے قرب رکھتے ہیں۔ پس اس صورت میں وہ دو گروہ میں منقسم ہیں۔ اول وہ جو صورت و ظاہر پرست ہیں یعنی انھیں چیزوں کے مقتدر جو بظاہر دکھائی دیتی ہیں۔ دوم وہ جو پردہ اسرار الہی میں گھسا چاہتے ہیں اور صرف روحانی باتوں کی تلاش میں ساعی و سرگرم ہیں۔

ان دونوں فرقے میں سے فرقہ اول میں شیخی کی تشریح جو بظاہر نظر آتی ہے یا مخفی ہو نزد عقل انسانی کرنا ہے۔ اس فرقہ کو اصحاب علم ظہور کہتے ہیں۔ اور فرقہ دوم راہ اسرار الہی میں قدم رکھتا ہے اور اسی میں سرگرم رہتا ہے۔ اور وہ مادی و رنہا ان راستوں میں ہوتا ہے جبکہ ذریعے سے علم اسرار الہی حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ فرقہ بنام اصحاب علم باطن نامزد ہے۔ خدا کہ رحیم و رحمان ہے اپنے نام و صفات کی برکت سے خواب روحانی میں اُنکو ہدایت کرتا ہے۔ اُنکی امید قرآن کے اس فقرے پر کہ ذیل میں درج ہو ملتی ہے۔ تم امنین سے ہو جو مجھ سے قرب رکھتے ہیں۔ تم امنین سے ہو جن کا ورثہ بہشت ہے اور جو مدام امنین رہینگے۔ اس بات کا بیان کرنا کہ کیونکر انسان کے دل میں اعتقاد پیدا ہو اخرج از لطف نہیں۔ از روئے بایں کہ توارخ جو سب سے قدیم ہے صاف واضح ہے کہ انسان اول اول صورت و حدائیت خالق کا مقتدر تھا اور جو فرشتگان کا کہ اس دنیا کی پیدائش سے پہلے موجود تھے یہ

ہیشک و شبہ آدم سے لیکر ہم تک پہنچا ہوا اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ علم اسکا اسکو بر قوت
 اسکی پیدا اسش کے الہام عقیبی سے حاصل ہوا ہو گا علاوہ اسکے علم کامل نیک و بد اسکو
 حاصل ہوا اور بسبب اسکے اعتقاد سزا و انعام عقیبی پیدا ہوا۔ اعتقاد سزا و انعام
 عقیبی کہ مسئلہ مرقومہ بالا پر مبنی ہو کسی تنفس کو دوسرے پر بزرگی نہیں دیتا ہو
 ہر تنفس اپنے اعمال و افعال کا کہ اس دنیا میں اس سے سزا و ہوتے ہیں خالق
 کو جواب دہ ہوتا ہو اور عالم الغیب و قادر مطلق کہ منصف حقیقی ہو جو جب اسکے اعمال
 و افعال کے اسکو انعام یا سزا دیتا ہو۔ جو بدل قوبہ کرتے ہیں ان پر رحم خالق کا مدام تدا
 ہو۔ خدا ہی جج و منصف حقیقی ہو۔ اسکا فیصلہ قطعی ہو اور ناقابل اپیل اور کوئی
 عقیبی میں شفاعت نہیں کروا سکتا ہو۔ قربانی جو بطور علامت قوائین حضرت موسیٰ
 علیہ السلام میں درج ہو دال اس امر پر ہو کہ مابین خالق و مخلوقات انسان کے
 مقرر ہونا کسی شافع کا ضرور ہی متصور ہو اور کہ زمانہ جدید میں انسان کے جذبات
 مائل بطرف گناہ بہت ہو گئے ہیں اور انسان کی خصلت ذاتی و جبلتی اسی سبب سے
 ضعیف ہو گئی ہو۔ ان رومیوں اور یونانیوں میں جو مذہب الہامی سے ناواقف
 تھے شاعر اپنے خیالات شاعری میں مختلف ارواح آسمانی مقرر کرتے تھے اور
 اس سے واضح ہوتا ہو کہ انکے نزدیک ہر عنصر زیر حکم ایک ایک مختلف خانگی دیوتا
 کے ہو۔ تعداد ان دیوتاؤں کی گاہ گاہ زیادہ ہوتی چلی گئی۔ بعض دیوتا تو درجہ اول
 پر اور بعض درجہ ادنیٰ پر مقرر کیے گئے۔ وہ تمام ایک دوسرے سے متعلق تھے بدینو جب کہ
 وہ تمام بزرگترین وجود سے جو تمام پر حکمرانی کرتا ہو نکلے ہیں۔ انسان کے جذبات و صفات
 ان دیوتاؤں کے لیے بھی مقرر کیے گئے ہیں پس کہ یہ طریقہ دیوتاؤں کا جو انھوں نے
 قرار دیا ہو صاف معلوم ہوتا ہو کہ خلاف و ناموافق صفات باری تعالیٰ کے ہی
 علاوہ برین ان دیوتاؤں میں سے اکثر تو انسان کی توت متخیلہ سے پیدا ہوئے ہیں

مختلف گروہ انسان کے دل میں یہ گزرا کہ ہم کسی خاص تنفس کو دیوتا بنا کر اسکو سرفراز کر سکتے ہیں اور اسکا مقام آسمان میں مقرر کر کے اسکو درجہ اعلیٰ دیوتا پر پہنچا سکتے ہیں یہ ہی بڑا عقیدہ حالات دیوتا سے اقوام رومی و یونانیوں میں پایا جاتا ہے۔
ان دیوتاؤں کی خصلت مختلف قرار دی گئی ہو اور بعض عناصر پر انکا اختیار جدا جدا سمجھا گیا ہو۔ جب وہ خوف و خطر میں پڑ جاتے تھے وہ ان دیوتاؤں سے طالب مدد ہوتے تھے اور اپنی حمایت و حفاظت کے لیے استدعا کرتے تھے۔ اور جب کبھی ضرورت دریافت حالات آئندہ جو انسان کی نگاہ سے مخفی ہیں انکو پڑتی تھی وہ ان دیوتاؤں سے پوچھتے تھے اور انکی صلاح اسباب میں لیتے تھے۔ پس اسبطر دیوتا اور دیو مزنی اشخاص سادہ لوح بن گئے۔ ہر ایک کے لیے خاص شکل مقرر کی گئی جو اس عند پتھرون پر لکھی آئی تھی۔

بیان گذشتہ سے ظاہر ہوگا کہ طریقہ پرستش ولی خواہ مرد ہو خواہ زن ایسا زمانہ حال سے ہو اور وہ درحقیقت اسلی مذہب حضرت آدم علیہ السلام اور انکی اولاد سے جسکے پاس کہ مذہب الہامی تھا بالکل مختلف ہو۔ وہ طریقہ دیوتاؤں کے حال سے ملتا ہو اور اس سے متعلق۔ مشابہت ان دونوں میں ایسی ہو کہ بعید از قیاس ہو کہ کوئی اور وجہ سوائے اسکے ایجاد اس طریقے کے لیے مقرر ہو سکے۔

یہ طریقہ جدید پرستش اولیا مختلف گروہ اشخاص میں مختلف ہو اور جس درجے پر کہ درویش و مسلمان اس طریقہ جدید کے پابند ہیں کیفیت اسکی باہم آئندہ میں درج ہو۔ درویش و مسلمان اولیاؤں سے یہ مستدعی ہوتے ہیں اور دعا مانگتے ہیں کہ وہ پیغمبروں سے انکے حق میں سفارش کریں اور یہ بھی استدعا رکھتے ہیں کہ وہ خالق کو انکی طرف مائل کریں کہ وہ اپنے مہربان ہو جائے چونکہ یہ اکثر ان کا اعتقاد ہو کہ روح انسانی خالق رحیم و کریم کی حضور سے دور ہو کر مدام کے لیے حالت تباہی غرانی

میں نرسبگی تو اُنکے حق میں جو بسبب گناہوں کے سختیاں اٹھا رہے ہیں اور دوزخ میں پڑے ہیں خدا سے دعائیں مانگتے ہیں بدین امید کہ اُنکی دعا قبول ہوگی اور خالق کو اُنکی معافی پر آمادہ کریگی۔ اُنکے لیے جو زندہ ہیں دعائیں صرف اُنکی دولت ترقی درجات کے واسطے جو متعلق بہ انحراف اس دار فانی کے ہو بدون خیال اُنکی بہبودی عقیدے کے مانگی جاتی ہیں اگرچہ اُنکی خواہش دلی یہ ہو کہ وہ ایسے چال و چلن سے زندگی بسر کریں کہ عقبتہ میں مستحق انعام ہو ورنہ ہوں۔ مذہب الہامی یہ تعلیم دیتا ہو کہ عابد و خدا پرست زندوں کے حق میں دعائے خیر مانگا کریں اور امید قوی رکھیں کہ اُنکی دعائیں بدرجہ اجابت مقرون ہونگی۔ مجھے یقین ہو کہ کتاب الہامی سے ثابت ہو کہ مردوں کے حق میں دعائے خیر کچھ موثر نہ ہوگی۔ مردے تو جو ابد ہی کر کے راہ جو ابد میں داخل ہو گئے ہیں اسی سبب سے یہ یقین پیدا ہوا ہو کہ اولیاءوں کو خواہ مردوں خواہ زن کہ آسمان میں تقرب حضور خالق مقیم ہیں اپنا طرفدار کرنا اور طالب اُنکی سفارش کا ہونا ضروریات سے مستصواب۔

مضامین مندرجہ بابہا سے آئندہ سے وہ خیالات پیدا ہوئے ہیں جو اوپر قلمبند ہو یہ ضرور نہیں کہ وہ کل خیالات متعلق درویشوں سے ہوں۔ شاید مجھے اس باب میں عذر کرنا چاہیے کہ کیوں میں نے اپنے خیالات نسبت اُنکے بیان کیے۔ اور ناظرین کی رسا پڑھ چھوڑے کہ وہ کل مضامین کو جو میں نے اس کتاب میں جمع کیے ہیں پڑھ کر جو کچھ نتجہ کہ اُنکے خیال میں اُن سے پیدا ہوتے نکالتے۔

ان کل خیالات کا مطلب اصلی یہ ہو کہ خدا ایک ہو جو خالق کل کائنات کا ہو۔ جب خدا نے انسان کو پیدا کیا اُسکو وہ طاقتیں عطا کیں جو کسی اور مخلوقات میں پائی نہیں جاتی ہیں۔ یہ طاقتیں ہر فرد بشر کو عین جوانی میں مرحمت ہوتی ہیں کہ اپام خود رسالی میں۔ وہ طاقتیں بعد ازاں رفتہ رفتہ قوی ہوتی جاتی ہیں۔

جیسا کہ اب بھی مشاہدہ و معائنے میں آتا ہو۔ وہ طاقتیں یہ ہیں عقل و کلام و گفتگو انسان کو بروقت پیدا اسن علم کامل اپنی پیدائش کا حامل تھا اور اسکو طاقت سوچنے اور دلائل لانے کی اس مضمون پر چل تھی سو اسے اسکے اسکو یہ بھی طاقت تھی کہ جو کچھ علم کہ اس باب میں اسکو حاصل تھا اپنی اولاد کو سکھاوے چنانچہ اسنے ویسا ہی کیا اور اسطریق سے وہ علم اس عہد تک متواتر چلا آیا ہو۔ خدا نے انسان کو ایسی حیات بخشی ہو جو بدانت مخلوقات کسی انسان اور مخلوقات کو عطا نہیں ہوئی ہو۔ اپنی حیات کے موافق اسنے انسان کو بھی حیات عطا کی ہو۔ انسان اس دار فانی ہی میں زندگی بسر نہ کرے بلکہ عقبے میں بھی موجود رہے گا۔ کہنے ہیں کہ انسان فرشتوں سے بھی درجہ بزرگی کا رکھتا ہو۔ لیکن معلوم نہیں کہ وہ بزرگی اسکو کس باب میں ہو معلوم نہیں کہ آیا وہ اسکو بزرگی سمجھنے ہیں کہ انسان اور حیوانات پر حکومت رکھتا ہو اور اشیائے غیر ذمی روح اس کے اختیار میں ہیں یا کسی اور چیز کو۔ اس حیات کو کہ انسان اس سہنجی سر اسے میں بسر کرنا ہو ظہور روح انسان کہتے ہیں جسطریق سے کہ روح اس دنیا میں زندگی بسر کرتی ہو اس سے یقین پیدا ہوتا ہو کہ وہ انسان کی روح سے مدد اعلیٰ پر ہو اور اسی لیے بالضرور وہ الوہیت سے متعلق ہوگی۔ مسالک مشرقی کے دقیقہ شناس مذاہب کا یہ اعتقاد ہو کہ روح انسان خدا کی ذات سے نکلی ہو اور وہ قوت تنفس سے کہ جمیع حیوانات کو بروقت پیدا اسن مخلوق کا حامل عطا ہوئی تھی مختلف ہو۔

اہم اب ایک اور سوال پیش کرتے ہیں جو لا جواب ہو۔ وہ سوال یہ ہو کہ کیا روح انسانی خالق سے نکلا اس سے بالکل جدا ہو گئی ہو یا اب بھی کچھ تعلق اس سے رکھتی ہو۔ جب ہم بدل و بخواس تمام خدا کی عبادت کی طرف مشغول ہوتے ہیں ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہم خالق کے نزدیک آنے جاتے ہیں اور کہ ہم اس سے ہم کلام

ہونے ہیں اور کہ وہ ہماری درخواست و استدعا کو سنتا ہو اور بدرجہ اجابت مقرون کرتا ہو اور ہم کہ اسطریق سے اپنی روح کو اسکی روح سے دوبارہ شامل کرنے ہیں لیکن اعمال بد و افعال زشت جو انسان کے جذبات سے پیدا ہوتے ہیں ہکو خدا سے جدا کر دینے ہیں اور وہ اعتقاد دلی جو خالق کی امداد سے فوائد کثیر حاصل کرتا ہو یکفہم جاننا رہتا ہو۔ یقین امداد خالق انسان کو اس دنیا میں خوش رکھتا ہی و نفع سرور قلب عقبی میں جبکہ حال ہکو چند ان معلوم نہیں اس سے بنی رہتی ہو یہ ظاہر ہو کہ صرف وہ ہی توارخ پیدائش انسان جو موسیٰ نے لکھی ہو صحیح و درست ہو۔ بدنیو جب کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام سے زبانی اسکی اولاد میں چلی آئی ہو۔ ہم یہ سوال اور اعتراض نہیں کر سکتے ہیں کہ کیسواسطے اس توارخ کے بعض بعض مضامین جبارت کنایہ و رنگینی مخفی کیے گئے ہیں۔ ہکو صرف یہ خیال کرنا چاہیے کہ کسی وجہ مقول اور مفید کے لیے وہ مضامین بہ تشریح بیان نہیں کیے گئے ہیں۔ اس توارخ کو الہامی نہ سمجھنا چاہیے بلکہ یہ خیال کرنا چاہیے کہ خالق نے اسکو کسی طوع سے انسان پر ظاہر و آشکار کیا۔ اس امر کا تحقیق کرنا کچھ ضروری نہیں کہ کس طرح خالق نے توارخ پیدائش آدم اسپر ظاہر کی۔ اگر خدا نے وہ علم اسپر ظاہر نہ کیا تو کیونکر اسنے اسکو حاصل کیا۔ اس بات سے شکر ہونا کہ خدا نے علم اسکی پیدائش کا اسپر ظاہر کیا و حقیقت وجود خالق و پیدائش مخلوقات انسان سے شکر ہونا ہو۔ اس طرح کے خیالات سے قوت متخیلہ پریشان ہوتی ہو اور بتلاش پیدائش مخلوقات خود و دوسرے گردان پھرتی ہو اور آخر میں یہ ہی دل میں یقین پیدا ہوتا ہو کہ بالضرور کوئی وجہ ضروری ہو گا اور سو اسے قادر مطلق کے کوئی اور نہیں ہو سکتا ہو۔ علاوہ علم پیدائش مخلوقات ہکو یہ بھی یقین ہو کہ ابتداء سے پیدائش میں انسان نیک و بد و خطا و ثواب سے بخوبی واقف تھا اور اعتقاد ان مسائل کا اسنے دل میں

جاگزین تھا۔ لیکن جب جذبات انسان پر غالب ہوئے اُس علم میں سے کہ بروقت پیدا شدہ عالم اُسے عطا ہوا تھا بہت سا اُسکے صفیہ خاطر سے محو ہو گیا۔ جیسے کہ وہ جذبات باعث اُسکی جدائی کے خالق سے ہوتے ہیں ویسا ہی اُسکی روح خدا کے قرب کی طرف اُسکو مائل کرتی ہو خدا کے نام پاک کو در زبان رکھنے اور اُسکی حمد و سپاس میں مصروف و مشغول رہنے سے وہ اپنی زندگانی اس دار فانی میں مثل فرشتگان افلاک بسر کرتا ہو۔ اس بات کا دریافت کرنا کچھ ضروری نہیں کہ کیوں خالق نے وہ ایسی مختلف ضدین و خصلتیں اُس میں پیدا کیں کیونکہ یہ ظاہر ہو کہ اُسے علم حاصل ہوتا ہو اور جہالت پیدا ہو اور اُسے نیک و بد پتا لگا ہی ہوتی ہو اور ریاضت و نالیاقتی اُسے ظاہر ہو جاتی ہو۔ بدون اُنکے وہ علم میں کامل ہوتا اور صفائی باطنی میں مکمل۔ اُصورت میں سوائے اُسکے کہ خدا کی حمد و سپاس میں مصروف و مشغول رہے کوئی اور فرض نسبت خالق اُس پر نہوتا غرضکہ اُصورت میں تمام خصائص و صفات خالق کے اُس میں موجود ہوتے اور وہ بالکل منزہ روح زمین پر مقیم ہوتا۔

اعتقاد پیغمبروں اور ولیوں پر متعلق بہ الہام غیبی ہو اور اسی لیے وہ ایک میدان وسیع و فراخ قوت تخیل کے استعمال کے لیے موجود ہو۔ قطع نظر اس تاثر کے کہ جو کہتے ہیں کہ روح پاک خالق انسان پر اپنا عمل کرتی ہو ممالک مشرقی کے عابد و عارف و واقفان اسرار الہی بیان کرتے ہیں کہ اشخاص نیک ذات و خدا شناس صرف اس سبب ہی سراسرے میں ہی اُن پر اثر پیدا نہیں کرتے ہیں بلکہ جو کوئی بعد اُنکی وفات کے بھی طالب اُنکی امداد کا ہوتا ہو اُسکو وہ بطریق الہام واسطے کارنامے مفیدہ کے مدد دیتے ہیں۔ یہ مضمون اسی لیے نسبت علم پیدا شدہ مخلوقات انسان و عطیہ عظمیٰ روح جاودانی بدرجہ اولیٰ منظور ہو۔ یہ اعتقاد ولی کہ معبود حقیقی ہماری درخواست

استدعا کو سنیکا اور اسکو بدرجہ اجابت مقرون کر لیا اور ہم بذریعہ پوجا و نماز کے اس سے قرب حاصل کر نیکی وال اس امر پر نہیں کہ خالق بالضرور کسیکو الہام دیتا ہو۔ البتہ نماز و روزے سے جو شجذبات فرو ہو جاتا ہو۔ اور ظہور پاک جذبات روح کا کوئی عارض نہیں رہتا ہو۔ ہماری بیکسی و ضعیف انبیائی کا یقین طالب الہاد و حمایت ایسے وجود کا ہونا ہو جو لائق ایسے کام کے متصور ہوتا ہو۔ ہمارا دل گواہی دیتا ہو کہ صرف خدا ہی قابل ہماری امداد و اعانت و حمایت کے متصور ہو۔ ہم صرف اپنے لیے ہی نہیں بلکہ انکے واسطے بھی جنگو ہم فائدہ پہونچایا چاہتے ہیں یا جنگو ہم مدد دیا چاہتے ہیں طالب امداد و اعانت و حمایت کے معبود حقیقی سے ہوتے ہیں اسلئے کہ وہ ہی خالق جمیع مخلوقات کا ہو اور وہ ہی رزاق۔ کیا اس جذبے کو تاخیر روح پاک خدا یا الہام غیبی سے منسوب کر سکتے ہیں۔ در جواب اسکے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مذہب الہامی یہ تلقین کرتا ہو کہ روح پاک خدا انسان کے ساتھ کوشش کرتی ہو اور اسکو یہ تحریص و ترغیب دیتی ہو کہ خواہش نفسانی و شیطانی سے باز رہو اور راہ نیک پر جو باعث بہبودی دنیا و عقبی ہو چلو۔ کیا وہ اشخاص جو فرمان الہی کو تسلیم کرتے ہیں اور انپر عمل اس دنیا میں انسان کی خصالت سے بالاتر ہو جاتے ہیں اسی سبب سے وہ پاک باطن و پاک صفات ہیں۔

مطالعہ وقائع و تواریخ پیغمبران سے ایسا واضح ہوتا ہو کہ اگرچہ وہ ہمیشہ بے خطا و بیگناہ نہ تھے تاہم وہ انسان کے فوائد کے لیے سعی و کوشش عمل میں لاتے تھے اور اس مطلب کے لیے انکو الہام ہوتا تھا جو کوئی کہ خصالت و صفات خالق بدرستی تمام سمجھتا ہو۔ اس میں شک نہیں کہ وہ اس سلسلہ سے منکر نہیں ہو سکتا ہو کہ خالق نیکی کو پسند کرتا ہو اور بدی سے متنفر ہوتا ہو۔ لیکن کل تواریخ انسان سے ایسا روشن ہوتا ہو کہ فوائد اطاعت فرمان الہی اس دنیا سے متعلق نہیں بلکہ عقبات سے تعلق

رکھتے ہیں۔ نہایت عابد و عارف و خدا پرست اس دنیا میں بہت ہی کم درجہ عروج پر پہنچے ہیں اور نہایت بی رحمی و تکلیف سے جان بحق ہوئے ہیں۔ اگر نذرِ عہد الہامی عیبی انسان کو طاقت بالائز حد بشر سے حاصل ہوئی ہوتی تو یہ قیاس چاہتا ہو کہ وہ اس طاقت کو اپنی محافظت جان کے لیے استعمال میں لاتے چونکہ حال زمانہ آئندہ ہلکو معلوم نہیں اس لیے ہم خالق سے طالب اشیاء کے مایحتاج و حمایت و حفاظت ہوتے ہیں یا یہ کہو کہ ہم یہ دعا مانگتے ہیں کہ خدا ہماری محنتوں کا ثمرہ بخشے اور جو ہمارے لیے سعی و کوشش کرتے ہیں وہ اپنے مطلب پر فائز ہوں اور اپنی مراد کو پہنچیں جب یہ آرزو ہماری برآتی ہو ہم کہتے ہیں کہ ہماری دعا قبول ہوئی اور اسی کے سبب سے ہماری مراد حسب دلخواہ برآئی۔ جب ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ ہماری دعا بدرجہ اجابت مقرون نہ ہوئی یا خالق نے ہماری درخواست و استدعا کو نہ سنا۔ انسان کا یہ بھی اعتقاد ہو کہ اورونکی دعا دوسرے کے حق میں کارگر بھی ہوتی ہو۔ کیا دعائیں نیک شخص کی زیادہ تر بدرجہ اجابت مقرون ہوتی ہیں یا بدون کی چونکہ انسان کا یہ اعتقاد ہو کہ دعائیں اشخاص نیک ذات کی زیادہ تر موثر ہوتی ہیں اسی لیے وہ اولیاء کو جو زندہ ہوتے ہیں اور جو بسبب پاکی طہنت و صفائی باطن کے خدا کی درگاہ میں زیادہ تر اختیار رکھتے ہیں اپنا وسیلہ گردانتے ہیں۔ اس سلسلہ سے انکار کرنا درحقیقت بہت سی مثالوں مندرجہ کتاب مذہب الہامی سے منکر ہونا ہو۔ درویشوں کے نزدیک ہی نہیں بلکہ ازروے اور مذاہب کے بھی متحقق ہو کہ اشخاص نیک ذات و عابد و خدا پرستوں کو وہ قدرت حاصل ہو جاتی ہو جو قافراً مطلق سے ہی متعلق ہو۔ اس صورت میں ان کے چیلے انکی پرستش کرنے لگتے ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے کہ انکا درجہ زیادہ سے زیادہ صرف یہ ہو کہ ان کے ذریعے سے خدا کی مہربانی ہم پر پہنچتی ہو۔ وہ گمان کرتے ہیں کہ عابد و عارف معجزے کر سکتے ہیں

بعض اشخاص عقیل و فہیم یہ یقین کرتے ہیں کہ مردہ عابدوں و عارفوں کی ہڈیوں سے معجزات ظہور میں آتے ہیں اور انکا یہ اعتقاد ہو کہ بذریعہ ان ہڈیوں کے تو انہیں قدرت بدل سکتے ہیں۔ اس طرح سے دیکھنے میں آتا ہو کہ مسئلہ الہام یہ اعتقاد پیدا کرنا ہو کہ انسان کا جسم روح پر غلبہ رکھتا ہو یعنی اشیاء غیر ذمی روح وہ کام کرتی ہیں جو روح سے نہیں ہوتا۔ پس اس صورت میں خیالات علم مذہب روحانی بدل جاتے ہیں اور برعکس ہو جاتے ہیں۔

درویش اولیاء کو بڑے درجہ اعلیٰ پر سمجھتے ہیں۔ انکا اعتقاد نکلی یہ ہو کہ بعض عابد و خدا پرست اس دنیا میں ہی بڑی طاقت روحانی رکھتے ہیں اور جو انکی ہدایت و رہنمائی پر کار بند ہوتے ہیں اگرچہ وہ تمام ایک ہی معبود حقیقی کی پرستش کرتے ہیں انکے وسیلے و ذریعے سے درگاہ اتنی میں فائدہ اٹھا سکتے ہیں درویشوں کا اعتقاد یہ ہو کہ ہمیشہ ارواحیں نیک اولیاء کو کی ہمارے گرد و پیش رہتی ہیں اور وہ بھی مثل خالق کہ حاضر و ناظر ہو کسی خاص مقام پر محدود نہیں پس اس صورت میں جہاں کہیں چاہیں انکو یاد کر سکتے ہیں اور انکی مدد طلب کر سکتے ہیں۔ باوجود اسکے کہ انکے قبروں کی جنکو وہ پاک سمجھتے ہیں پرستش کرتے ہیں انکا یہ اعتقاد نہیں کہ مردہ اولیاء کی ہڈیوں سے معجزات ہو سکتے ہیں۔ انکے نزدیک الہام غیبی نتیجہ عبادت و پرستش و نیک ذاتی کا ہو اور اکثر بحالت خواب جبکہ جو اس بیرونی بھارت و بے عمل ہو جاتے ہیں خیالات پیدا ہوتے ہیں اور خدا کی مہربانی کا اثر پیدا ہوتا ہو اور خالق انکو جو کچھ کہ آئندہ ہو نیوالا ہو انپر ظاہر کر دیتا ہو۔ ایسی ہی حالت میں یہ غیر مردہ کو خدا کا حکم ہوتا تھا کہ بعض احکام اتنی کو جو انسان کی خوشی آئندہ کے لئے ضروری منظور ہیں مشتہر کرو اور خلق اللہ کو انسے آگاہی دو وہ امور اتدقی فی الحقیقت صحیح و درست تصور ہیں اور اسی لیے مختصر عبارت میں بطور مقولون اور

سلوک کے بیان ہوئے ہیں پس انکی تفصیل فرامضات سے ہو۔

حضرت ابراہیم و محمد علیہما السلام

اس کتاب کے بعض مقامات میں جہاں کہ کیفیت و اسے لکھی گئی ہو بعض خاص اصول کا ذکر درمیان آیا ہو جو قرآن سے نکلتی ہیں لیکن نہ تو تورات و نہ انجیل سے اسیں منقول ہوئے ہیں پس اس صورت میں غور طلب ہیں۔ اہل اسلام کے نزدیک کہ جنکا اعتقاد قرآن پر ہو وہ تمام الہام سے تحریر ہوئے ہیں۔ انہیں بعض خیالات تو بیشک و شبہ اعلیٰ ہیں۔ جناب پیغمبر اہل اسلام خیالات صفات باری تعالیٰ جیسے ہی اعلیٰ رکھتے تھے جیسے کہ راگ داؤد پیغمبر علیہ السلام میں بیان ہوئے ہیں۔ وہ نہ تنہا فرقہ مذہبی ابراہیم علیہ السلام سے تصور کرتے تھے اور ہیطرح ہیں۔ مذہب ابراہیم علیہ السلام اور مذہب یو دیوں کے فرق پیدا کرتے تھے۔

قرآن کے دوسرے پارہ میں بیان مندرجہ ذیل درج ہو۔

قرآن میں آیا ہو کہ کہو کہ ہم خدا پر اعتقاد رکھتے ہیں اور ان احکام و مسائل پر جو خالق نے ابراہیم و اسمعیل و اسحاق و یعقوب اور اسکی بارہ قوموں کو بھیجا ہیں۔ ہم ان کتب پر اعتقاد رکھتے ہیں جو موسیٰ و عیسیٰ اور اوپر پیغمبر و نکو خدا نے بھیجی تھیں۔ ہم انہیں کچھ فرق نہیں سمجھتے ہیں اور ہم اپنے تئیں خدا کے سپرد کرتے ہیں۔ کیا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ ابراہیم و اسمعیل و اسحاق و یعقوب اور وہ باہ قوم یو دی بھی یا عیسائی۔ پس کہو کہ خدا زیادہ جانتا ہو یا تم۔ اور کون اس سے زیادہ تر گنہگار ہو سکتا ہو جو ان امور و واقعی کو کہ خالق نے انکی تحویل میں سپرد کیے ہیں چھپاتا ہو۔ اور مخفی رکھتا ہو۔ جو کچھ تم کرتے ہو اسکی نظر سے مخفی نہیں یہ تسلیم گذر گئی ہیں اور انہوں نے اپنے اعمال و افعال کا اجر پایا ہو اور تم

اپنے اعمال کا نتیجہ دیکھو گے۔

باب سوم قرآن میں حال مندرجہ ذیل درج ہو کہ ابراہیم نہ تو یہودی تھا اور نہ عیسائی وہ ہمہ تن و بدل عبادت معبود حقیقی کی طرف مصروف و مشغول رہتا تھا اور سو اسے وحدانیت خالق کے تثلیث کا قائل نہ تھا یعنی اس کے نزدیک خدا واحد و لاشریک ہو جو ابراہیم علیہ السلام کے مذہب کو درست سمجھتے ہیں وہ اس پر چلتے ہیں۔ پیغمبر مومنین بھی انھیں مین سے ہیں اور جو کوئی اس کا پیرو ہو خدا اس کا حامی و مددگار ہو جاتا ہو۔ اس فقرے سے پہلے فقرے میں لفظ جو قرآن میں یہود سے تعبیر ہوا ہو اور لفظ اگرچہ نصرانی یعنی ساکن نظر اسے اور وہ لفظ جسے کہ ابراہیم علیہ السلام کو خدا پرست بنایا گیا ہو۔ حقی مسلمان سے تعبیر ہوا ہو اور بعض مترجموں نے اس کا ترجمہ مسلمان پرور سمجھا حقی کیا ہو۔ آج کل یہ سوال پیدا ہوتا ہو کہ کیا ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں کوئی ایسا فرقہ تھا (جو نہ تو یہودی اور نہ عیسائی اور نہ بت پرست تھا) جس کے اصول کو ابراہیم علیہ السلام نے اپنا خاص اصول بنایا۔ اگر تھا تو وہ اصول کیا ہیں اور کہاں سے وہ نکلے ہیں۔

اقوام ممالک مشرقی کی زبانی روایات میں حال حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زیادہ تر مفصل و شرح نسبت بائبل کے درج ہو۔ کہتے ہیں کہ وہ بعد سلطنت شاہ نمرود پیدا ہوئے تھے اور ان کا باپ آزر نمرود کے معتد ملازموں میں سے تھا شاہ نمرود اور اس کی رعایا بت پرست تھی۔ اس عہد میں یہ زبانی روایت مشہور تھی کہ ایک ایسا لڑکا پیدا ہو گا جو باعث بربادی سلطنت نمرود ہو گا۔ اس پیشین گوئی کے اثر کے روکنے کے لیے شاہ نمرود نے یہ حکم صادر کیا کہ شہر بئیل کے تمام مرد و فیصل کے باہر نکالے جاویں اور عورتیں شہر کے اندر رہیں۔ لیکن چونکہ آزر شاہ نمرود کے افسروں میں سے تھا اور ایک دروازہ شہر کا تھا۔ اس کی بی بی اس کے پاس نکر اس سے

ہم صحبت ہو گئی۔ منجمان شاہ نے اس امر واقعی سے مطلع ہو کر خبر اسکی شاہ کے
 کان تک پہنچائی۔ پس اس صورت میں لڑکا جو آزر کا پیدا ہوا ایک غار میں چھپا
 گیا اور وہاں وہ پرورش پاتا رہا جب تک کہ وہ سن بلوغت کو پہنچا۔
 جب وہ غار سے نکلا وہ شان و شوکت دنیا و اجرام فلکی دیکھ کر حیران و متعجب
 ہوا اور بیت پرستی سے متنفر ہونے سے بتوں کی پرستش کرنے سے ہمیشہ انکار کیا اور
 اسی وجہ سے وہ مورد عتاب شاہ عمرو و دہوا جب وہ شاہ کے حضور میں طلب ہوا
 اسنے خجوت و خطر بہادرانہ یہ جواب دیا کہ شاہ کے بہت صنعت و دستکاری انسان
 سے بنے ہیں اور صرف خالق کائنات اصلی خدا جو انسان کو وجود میں لایا ہو
 اور اسی وجہ سے وہ ہی لائق پرستش کے ہو۔ موقع وقت پا کر اس لڑکے نے تمام
 بتوں کو ہر ایک کے جو سب سے بڑا تھا توڑ کر برباد کر دیا اور جس کو ہاڑمی سے کہ اسنے
 بتوں کا سر کاٹا تھا اسکو بڑے بہت کے ٹھہر میں رکھ کر کہنے لگا کہ غالباً اسنے باقی
 بتوں کا سر کاٹا ہو۔ اسکی پرستش کرنے والوں کو یہ دلیل معقول معلوم ہوئی۔ ایک
 اور موقع پر اسنے شاہ سے کہا کہ جس خدا کی میں پرستش کرتا ہوں وہ انسان کو
 صرف اس دنیا میں ہی وجود میں نہیں لایا ہو بلکہ عقبیٰ میں بھی وہ اسکو حیات بخشنے
 دیتا ہو پس تم میں کون سی طاقت ہو تم محبکو دکھاؤ۔ یہ سن کر شاہ نے دو مجرم طلب
 کیے ایک کو حکم قتل کا دیا اور دوسرے کو رہائی کا۔ مطلب اسکا یہ تھا کہ جسکو میں
 چاہوں قتل کر سکتا ہوں اور جسکو چاہوں زندگی دے سکتا ہوں حضرت ابراہیم
 علیہ السلام نے تب یہ سوال شاہ سے کیا کہ جیسا خدا ہر روز آفتاب کو طلوع و غروب
 کرتا ہو اور ستاروں کو نمودار و بیاہی تم بھی کر دکھاؤ چونکہ ظہور اس امر کا شاہ سے
 ناممکن تھا اسلیے جو شغضب زیادہ تر اسکے چہرے پر آیا اور اسنے ارادہ قتل کا
 حضرت کے بدل مصمم کیا۔ اس مطلب کے لیے اسنے بڑی آگ تیز روشن کروائی اور

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُسکے اندر ڈال دیا۔ خدا نے فوراً اپنے پرستش کنندہ کی مدد کو فرشتہ جبریل کو بھیجا تاکہ وہ اُسکو اس بلا سے خلاص کرے۔ جب شاہ اور اُسکی رعایا نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام زیر حمایت ایک ایسے وجود کے جس سے وہ اب تک محض نادراقت تھے اثر آتش سوزان سے محفوظ رہے رعایا میں سے اکثر و نئے مذہب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اختیار کیا اور وہ پرستش معبود حقیقی کی طرف متوجہ ہوئے۔

یہ وفاداری جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت خالق باوجود محیط ہونے کے وہ کثرت پرستوں کے ظہور میں آئی موجب عطائے خطاب خلیل ہوئی۔ خلیل کے معنی دوست و بدل جانب دار خالق ہو اور اسی خطاب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام مسلمانوں میں اب تک مشہور و معروف ہوئے۔

تھوڑے عرصے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سہراہ سے جسکے معنی پسندیدہ بن شادی کی چونکہ وہ عورت باج نکل اسیلے موافق رسم ممالک مشرقی کے اپنی کنیز میجر یا ہیگر کو اپنے شوہر کے حوالے کیا کہ وہ اُس سے صحبت کیا کرے۔ لفظ ہیجر ہجری سے نکلا ہو جسکے معنی بھاگنے کے ہیں۔ جب پیغمبر اہل اسلام بھاگے تھے اسی وقت سے مسلمانوں میں سنہ ہجری شروع ہوئے ہیں۔ جب ہیجر کے ابراہیم سے بیٹا اسمعیل پیدا ہوا تو اُسکی مالکنی اُسپر حسد لے گئی اسی وجہ سے حضرت ابراہیم ہیجر کو بنا چاری وہاں ملک بعید عرب میں لے گئے۔ اُس ملک میں خدا نے ہیجر کی آواز کو سنا اور اُسکی جان کو تشنگی اور گرسنگی سے محفوظ رکھا۔ ایک کنواں موسوم بہ زمزم بمقام مکہ خاص اُسکے فائدے کے لیے بنوایا گیا۔ اہل اسلام اُس کنوین کا بڑا ادب کرتے ہیں۔ جب حضرت ابراہیم ہیجر اور اسمعیل کو ملک شیم سے جہان وہ مسکون تھے اس قطعہ زمین پر لے گئے جہاں کہ مکہ بنا ہوا فرشتہ جبریل انکا ناد دی و رہنا ہوا اور اسے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُس مقام پر ٹھہرایا جہاں کہ مشہور و معروف چاہ زمرم اب بھی موجود ہو۔ اسی وقت ایک دخت آنکو تپش آفتاب سے محفوظ رکھنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ ابراہیم ہیجو اور اسمعیل کو وہاں چھوڑ کر جانے لگے۔ تب ہیج نے معجزتِ م آئسے کہا کہ مجھے اور میرے بکس اڑکے اسمعیل کو ایسی ویران جگہ میں چھوڑ کر بھاؤ۔ اگرچہ اُسکا عجز اُنکے دل میں مؤثر ہوا لیکن اُنھوں نے کہا کہ مرضی خالق کی یوں ہی ہو جو مجھ پر خواب میں ظاہر ہوئی ہو۔ یہ سنکر وہ صابر و قانع ہوئی اور اُسے اپنے تئیں خالق کی مرضی پر چھوڑا۔ حضرت ابراہیم نے اُسکو متصل بیت الحرم اُس مقام پر چھوڑا جہاں کہ من بعد کعبہ تعمیر ہوا تھا۔ اُسوقت تک کعبہ کا وجود نہ تھا۔ بیت الحرم کے معنے مکان پاک کے ہیں اور کعبہ کے معنے شکل کعب کے ہیں۔ قصاص ممالک مشرقی میں حالت تباہ ہیجو حضرت اسمعیل ایسے بیان ہوئی ہو کہ دل بے اختیار دروین آتا ہو۔ اور رحم پیدا ہوتا ہو۔ اُنکی حالت سے کوئی اور حالت زیادہ تر تباہ و اثر بخش نہیں۔ اَلَا وہ جبکہ حضرت ابراہیم نے موافق حکم الہی اپنے فرزند اسمعیل کو قربان کرنا چاہا۔ کہتے ہیں کہ جب وہ توشہ جو حضرت ابراہیم اُنکی پرورش کے لیے چھوڑ گئے تھے۔ صرف ہو چکا گرسنگی و تشنگی کے سبب دو دیو چڑھ کر اُدھک ہو گیا اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُسکا فرزند اور وہ خود تشنگی و گرسنگی کے سبب جان بحق ہوگی اور کوئی اُسکی مدد کو نہ پہنچے گا۔ وہ کوہ صفا پر چڑھ کر ارد گرد اپنے دیکھنے لگی۔ جہاں تک کہ اُسکی نگاہ جاتی تھی وہاں تک کوئی علامت زراعت یا چشمہ آب کی نظر نہ آتی تھی۔ وہاں میں کھوہ خوب دلی اور اپنے بھوکے پیاسے اڑکے کو دیکھ کر بصدر رنج و اہم بہ آواز بلند طالب امداد ہوئی۔ کوہ صفا سے اتر کر اور جلد ہیج کی گھاٹی کو طو کر کے وہ پہاڑ میریہ پر چڑھ گئی اور وہاں سے بھی اُسکی نگاہ دور دور تک پہنچی۔ وہاں سے بھی نہ تو کوئی مکان بود و باس اور نہ کوئی چشمہ آب اُسکے نظر پڑا۔ بحالت کمال رنج و اہم

اُس نے سات مرتبہ باہین اُن دونوں پہاڑوں کے اُس مقام پہ جہاں کہ زمانہ حال میں حاجی کپوڑا لے جاتے ہیں اور اُترتے ہیں آمد و رفت کی۔ راہ میں وہ جا بجا اس نظر سے ٹھہرتی تھی کہ اپنے فرزند غور و سال کو دیکھے اور اُسکی محافظت جنگلی حیوانوں کی گھسانے سے کرے۔ آخر سن اُسکو ایسا معلوم ہوا کہ کوہ میرو سے آواز آتی ہو۔ وہ آواز ایسے فاصلے سے اور ایسی مہم آتی تھی کہ وہ بالتحقیق یہ دریافت نہیں کر سکتی تھی کہ وہ اُن گمان سے نکلتی ہو۔ آخر سن اُسکو یہ معلوم ہوا کہ وہ آواز اُس مقام سے آتی ہو جہاں اُس نے اپنے فرزند کو چھوڑا تھا۔ بسرعت تمام وہ اُس مقام پر جا پہنچی اور ایک چشمہ آب روان دیکھا۔ بڑی شاد و شاد ہوئی۔ بعضوں کا یہ گمان ہو کہ وہ چشمہ آب آجکل سے نکلا جہاں کہ وہ لڑکا آں کر کھڑا ہوا تھا اور بعضوں کی یہ رائے ہو کہ وہ ہی فرشتہ جو بروقت فرار ہونے کے اُنکے ہمراہ تھا اسوقت بھی اُنکی محافظت کر رہا تھا اور خدا نے آہ و زاری والہ و فرزند مصیبت زدہ کی سنکر انپر رحم کیا اور زمین کو چھو کر اُس میں سے چشمہ آب جو بچا اور موجود ہو نکالا۔ آب تازہ سے عورت نے اپنی اور اپنے لڑکے کی تشنگی بجھا کر ایک برتن پانی سے بھرنا چاہا لیکن اُسی آواز غیب نے اُسکو اس امر سے منع کیا اور کہا کہ اندیشہ مت کر چشمہ مدام بہتا رہیگا۔ اُس نے بھی ارادہ کیا تھا کہ ایک بند باندھ کر پانی کی ٹھار کو اوپر چھادے لیکن اس امر سے بھی اُسکو ممانعت ہوئی اور اظہارِ وحی کہی کہ ابراہیم و اُپس آنکر اس مقام پر ایک خانہ خدا تعمیر کر چکا اور وہ مدام کعبہ نما رہے گا۔ لاکھوں بادشاہ و رعایا اس طرف منتھ کر کے معبود حقیقی کی پرستش کیا کریں گے۔ اُسکو اس امر سے بھی مطلع کیا گیا تھا کہ تیرا فرزند غنیمت نینگا اور انسان کا صحیح و درست طریقہ مذہب پر رہنا و مادی ہوگا۔ ہیجربت اہل کتاب اس حالت تباہی میں رہی۔ ایک فرقہ اہل عرب جو بنام بنی جرکم مشہور و معروف ہو اُس آب روان کے ارد گرد جانوران پرندہ کو دیکھ کر بے

خوش ہوئے کہ ہماری اور ہمارے چار پاپون کے لیے یہاں خوش کافی بہم ہو جاوے گی
یہ حضرت ابراہیم کے رشتہ دار عبید تھے لیکن انکو اس بات سے اصلاً آگاہی نہ تھی کہ
وہ ہجرا اور حضرت اسماعیل کو اپنے ہمراہ لیکر فرار ہو گئے ہیں اور انکو یہ بھی معلوم نہ تھا
کہ جس مقام پر کہ انھوں نے پہلے صرف زمین خشک دیکھی تھی اب وہاں چاہ زفرم
موجود ہو ٹھوسے عرصے کے بعد تواریخ و قایع ہجرو اسماعیل سن کر جبرہم مع تمام
اپنے رفیقوں اور ریوڑ کے اُس مقام پر مقیم ہوا جہاں کہ اب مکہ موجود ہو وہ اقوام
کثیرا و قزاقین بن عمرو کو جنکا سرگروہ کہ سیدی بن عمر تھا اپنے ہمراہ لائے تھے اور
اُس شہر میں اول اول وہی رہنے لگے اور حضرت اسماعیل انہیں پرورش پاتے لگے
حضرت اسماعیل نے اُسے زبان عربی سیکھی۔

بدر بچہ فرشتہ جبریل حضرت ابراہیم کو خبر ہو چکی کہ ہجرا اور حضرت اسماعیل اچھی
حالت میں ہیں حضرت ابراہیم ہر سال ایک مرتبہ اسپ نیز و براق پر اُنکی ملاقات
کے لیے آتے تھے۔ براق برق سے نکلا ہوا اور برق کے مننے بجلی کے ہیں۔

یہ اُسی نام کا گھوڑا جو جسپر کہ پیغمبر اہل اسلام صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں
سوار ہو کر آسمان پر چڑھ گئے تھے اس شب کو نہایت ہی قلیل زمانے میں وہ
ساتون آسمان سے گزر گئے اور بہت کچھ دیکھتے اور سنتے گئے۔ عقیل و فہیم و عالم
و فاضل مسلمانوں کے نزدیک حالات معراج مثل الہام تینا بمنزلہ خواب ہیں۔

اسپ نیز و براق پر سوار ہو کر حضرت ابراہیم ہر سال ہجرا اور اسماعیل کی ملاقات
کے لیے آتے تھے جب حضرت اسماعیل پندرہ برس کے ہوئے اُنکی والدہ اس جہان فانی
سے رحلت کر گئیں اور بہ امداد فرقہ بنی جبرہم اُسے اپنی والدہ کی نفس کو کٹے میں متصل
سنگ سیاہ جسکا اہل اسلام بڑا ادب کرتے ہیں دفن کیا۔ اپنی والدہ کی وفات
نے جس سے وہ کمال محبت و الفت رکھتے تھے حضرت اسماعیل کو بدرجہ غایت رنج و

الم دامنگیر ہوا۔ بعد اسکے انھوں نے یہ ارادہ کیا کہ اُس ملک کو چھوڑ کر کسی اور طرف
مکل جائیے لیکن اُنکے دوستوں نے اُنکو اس ارادے سے باز رکھنے کے لیے اُنکی
شادی ایک لڑکی عالیخانہ ان فرقہ مذکورہ بالا سے کروادی۔

یہ بات از روئے زبانی روایات معلوم ہوئی ہو کہ اسمعیل بڑے شہسوار اور چالاک
شکاری تھے۔ ایسا اتفاق ہوا کہ ابراہیم اسی سال حسب معمول مکے میں آئے اور
جب اسمعیل بتلاسن شکار باہر گئے تھے وہ اُنکے دروازے پر آئے جبوقت کہ اُنھوں نے
دروازے پر دستک دی اسمعیل کا قبیلہ گھر سے باہر آیا چونکہ وہ اُس سے محض تاوقف
تھی وہ دواب و آداب کہ اُسکے لیے واجب تھا عمل میں نہ لائی۔ اس بات سے ابراہیم
رنجیدہ خاطر ہو کر چلے گئے اور یہ کہ گئے کہ بروقت آنے اپنے شوہر کے اُسکو اس امر
سے مطلع کرنا اور یہ کہدینا کہ اپنے دروازے کے محافظ کو بدل دینا۔

جب یہ واردات گوش زد حضرت اسمعیل کے ہوئی اُنھوں نے جہاناکہ حضرت ابراہیم
میرے والد یہاں آئے ہونگے۔ اور چونکہ یہ حکم دے گئے تھے کہ اپنی قبیلہ کو نکال دینا تو
اُسے فوراً اسپر عمل کیا۔ اُسے بعد ازان ایک اور شادی دختر خاندان اسی فرقے سے
کی۔ جب حضرت ابراہیم مراجعت کر کے پھر اُنکے گھر میں آئے تو وہ اس بات سے بڑے
شاد شاد ہوئے کہ میرے فرزند نے تعمیل میرے حکم کی بخوبی کی۔ دوسرے سال کی ملاقات
میں وہ حضرت ابراہیم کی خاطر داری و تواضع میں بدرجہ غایت مصروف ہوئی
اور بڑی مہمان نوازی کی اور باصرار تمام کہا کہ ماہض میں سے کچھ تناول فرمائیے۔
سواری سے اُتر کر کھانے پر بیٹھنا تو حضرت ابراہیم نے منظور نہ کیا پس اُسی سواری پر
کھانا کھایا۔ وجہ اس انکار کی یہ تھی کہ حضرت ابراہیم نے سیرہ سے بروقت اپنی ملاقات
کے سبب اور حضرت اسمعیل سے یہ اقرار کیا تھا کہ میں سواری سے نہ اُتر ونگا بعد تناول
مقام حضرت ابراہیم کے سالے نے پانی لا کر اُنکے دست و پا دھوئے اور اُنکے پاؤں پر

کنگھی کی جب قدر زیادہ کہ وہ سواری سے اترنے کے لیے ملتجی ہوتے تھے اسی وقت
حضرت ابراہیم زیادہ تر انکار کرتے جاتے تھے اور اپنی بات پر زیادہ تر مصرعہ دیتے جاتے
تھے لیکن آخر میں حضرت ابراہیم نے اُنکے کہنے سے ایک پانوں اُنکی دہلیز کے چھپرے پر
رکھا اور نقش پاکا اُس پر جم گیا۔ بروقت مراجعت کے حضرت ابراہیم نے اُسے کہا کہ
اپنے شوہر سے کہہ دینا کہ محافظہ دروازہ اچھا ہو تم اسیکو ہرگز بد لانا نہیں۔ یہ کیفیت سنکر
حضرت اسمعیل بہت خوش ہوئے اور اپنی قبیلہ سے انھوں نے کہا کہ وہ ہمان خلی تھے عظیم
مکرم و تواضع کی میرا باپ ابراہیم ہو گا حسب الحکم اپنے والد بزرگوار کے انھوں نے
اپنی حین حیات اُس قبیلہ کو جدا نہ کیا اور نہ کوئی اور شادی کی۔

تواریخ حضرت ابراہیم میں جسکے مذہب کو پیغمبر اہل اسلام علیہ السلام کہتے ہیں کہ
میرے مذہب کے مطابق تھا حال اُن فرزندوں کا کہ سترہ سے تولد ہوئے اسجا
قلبند کرنا مناسب متصور ہوتا ہو۔ نام اُنکا اسحاق و یعقوب ہو۔ کتاب روضۃ الصفا
سے جس سے کہ روایت مرفوعہ بالا بھی منقول ہوئی ہو واضح ہوتا ہو کہ سبب مہربانی
خالق ہیچ عورتوں میں نہایت مشہور و معروف ہوگی اور سترہ بھی بحال خواہش
و آرزو و بصد عجز و نیاز دعائیں مانگنے لگی کہ میرے بھی ایک فرزند پیدا ہوتا کہ نبوت
میری اولاد میں جاری رہے۔

اسی عہد میں حضرت جبریل مع چند دیگر فرشتگان بحکم اُسی بربادی رعایا سے
لوٹ کے اپنے لئے مشکل انسان وہ حضرت ابراہیم کے گھر میں بطور مہمان رہے اور
انھوں نے ایک موٹا تازہ بچھڑا اُنکی دعوت کے لیے ذبح کیا لیکن مہمانوں نے کہا
کہ جب تک قیمت بچھڑے کی معلوم نہ ہوگی تب تک ہم اُسکو نہ کھا دیں گے در جواب اُسکے
حضرت ابراہیم نے کہا کہ اول تو قیمت اسکی دعائے خیر و آئینہ ہو جواب بھی مسلمان
اور یا تخصیص در دین عمل میں لائے ہیں اور بعد کھانے کے خدا کو واسطے اسکی

نعمت کے شکر ادا کرتے ہیں۔ باوجود اس خدا پرستی کے جسکی حضرت جبریل نے بڑی تعریف کی فرشتوں نے اُنکے کھانے سے انکار کیا اور میزبان یعنی حضرت ابراہیم اس بات سے بڑے اندیشہ ناک ہوئے بدینوجہ کہ اس زمانے میں یہ قاعدہ مستعمل تھا کہ اگر نمان کوئی ارادہ ماصواب میزبان کی نسبت بدل رکھتا تھا تو وہ اُسکے کھانے سے پرہیز کرتا تھا۔

جب فرشتوں کو خوف و اندیشہ پر حضرت ابراہیم کے آگاہی ہوئی انھوں نے اُنسے صاف صاف بیان کیا کہ ہم کون ہیں اور مطلب ہمارے آنے کا پردہ زمین پر کیا ہو۔ جبریل نے اُنکو یہ خوشخبری بھی سنائی کہ خدا تمہارے رحم کر کے تمکو ایک فرزند تیرہ کے شکم سے عطا کریگا۔ تیرہ پس پردہ یہ خبر سنکر ہنسی اور اس بات کا ذکر قرآن میں یوں آیا ہو کہ ابراہیم کی بی بی جو اُسکے پاس کھڑی تھی یہ سنکر متحہ مارنے لگی۔ فرشتوں نے اُسکو یہ خوشخبری سنائی کہ اول تو اسحاق و بعد ازان یعقوب اُسکے شکم سے پیدا ہونگے۔ بعضوں کا یہ اظہار ہو کہ وہ اُسکے ہنسی کی یہ تھی کہ وہ تولد ہونا فرزند کا اپنے شکم سے ناممکنات سے تصور کرتی تھی اور بعضوں کی یہ رائے ہو کہ وہ جانتی تھی کہ یہ فرشتے ہیں اور رعایا سے گھنگار شہر لوط کی بربادی کے ایک اُنے ہیں اور اسی وجہ سے وہ ہنستی اور خوش ہوتی تھی۔ غرض کہ صورت حال کچھ ہی ہو اسمین شک نہیں کہ جو کچھ تیرہ کے دل میں گذرتا تھا فرشتے اُس سے بخوبی آگاہ تھے کیونکہ فرشتوں نے اُس سے مخاطب ہو کر یہ کہا کہ تو نہیں جانتی ہو کہ خدا نے آدم کو بے باپ و مان کے پیدا کیا اور اُسی سے یہ تمام نسل چلی آتی ہو۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد اس واردات کے تیرہ کے شکم سے حضرت اسحاق تولد ہوئے۔ بروقت ولادت اسحاق حضرت ابراہیم کی عمر پوری سو برس کی تھی۔ ازروے روایت زبانی ایسا واضح ہوتا ہو کہ جس شب کو حضرت اسحاق تولد ہوئے تھے

حضرت ابراہیم نے یہ خواب دیکھا تھا کہ ایک نہر شہابی آسمان میں اُنکی نگاہ کے سامنے سے گذر گئے تھے۔ اس خواب کی تعبیر حضرت ابراہیم نے حضرت جبریل سے چوٹی اور اُنھوں نے اُسکی تعبیر یہ بیان کی کہ تیرے اُس فرزند سے کہ ابھی تولد ہوا ہو ایک لڑکا پیغمبر پیدا ہونگے۔ بعد ازاں اُسے حمد و سپاس حضرت ابراہیم نے یہ استدعا کی کہ میرا فرزند اسمعیل بھی مورد مہربانی خالق ہو۔ در جواب اُسکے ایک آواز غیب سے آئی کہ اے ابراہیم اسمعیل سے ایک ایسا پیغمبر پیدا ہو گا جو سب پیغمبروں پر سبقت لیجاویگا۔ ہر پیغمبر کی امداد شفاعت کروانے کے لیے انسان تابہ قیامت طلب کرتا رہیگا حضرت ابراہیم نے خالق کی مہربانی و رحم کا شکر ادا کیا اور دیکھو قرآن کا پارہ ۱۴۔ آیت ۶۱۔ حمد و سپاس اُس خالق کو جو بچے جسے کہ بڑھاپے میں مجھکو دو فرزند اسمعیل و اسحاق عنایت کیے۔ میرا خالق عاجزون کی دعاؤں کو بدرجہ اجابت مقرون کرتا ہو۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کو ۹۹ برس کی عمر میں یہ حکم خالق سے بذریعہ الہام پہنچا تھا کہ تو اپنا ختنہ کر حضرت اسمعیل کا ختنہ عمر ۱۳ سال اور اسحاق کا ختنہ عمر یکسال ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت اسمعیل اسحاق سے ۳ برس بڑے تھے لیکن بعض کا یہ بیان ہو کہ اُنکی عمر میں چودہ برس کا فرق تھا۔ بعد اُس اطلاع کے کہ ان دونوں کی اولاد سے پیغمبر پیدا ہونگے حضرت ابراہیم کو یہ حکم آئی ہوا تھا کہ ان دونوں فرزندوں میں سے ایک کو قربان کر کے چڑھاوے۔

قربانی اسمعیل

قربانی حضرت اسمعیل کے باب میں راہین مختلف ہیں بعض اصحاب پیغمبر اہل اسلام علیہ السلام مثلاً عمر بن الخطاب و علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہما و دیگر تابعین کہل اُوسید بن جبیر و مسروق۔ و ابوزہریر و زہری و سید و غیرہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک

جسکو بطور قربانی پیش کیا تھا حضرت اسحاق تھے لیکن بعض اصحاب و تابعین کا یہ اظہار ہو کہ حضرت اسماعیل بطور قربانی پیش کیے گئے تھے۔ ان اصحاب و تابعین کی تفصیل یہ ہو۔ عبد اللہ بن عباس۔ ابو ہریرہ۔ عبد اللہ بن عمر۔ عباس۔ ابو ذر غفاری۔ عمر بن ویلہ۔ امام احمدی جعفر بن محمد بن صادق۔ سید بن المصیب۔ یوسف بن مہمان۔ مجاہد۔ شیبانی۔ یہ دونوں فریق بہت سے دلائل و اثبات اپنے اپنے ظہار کے پیش کرتے ہیں۔ مؤلف کتاب ہذا بیان کرتا ہو کہ اُن دلائل کو بغور و تامل دیکھ کر میری رائے یہ تقاضا کرتی ہو کہ اسماعیل ہی بطور قربانی پیش کیے گئے تھے اگرچہ عالم آفتاب ہی صحت اس امر کی جانتا ہو۔

کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نے یہ منت رکھی تھی کہ اگر کریم کار ساز مجھ کا فرزند عطا کریگا تو میں خدا کے نام پر ایک قربانی پیش کروں گا۔ بعد اس منت کے حضرت ابراہیم کے دو فرزند اسماعیل و اسحاق پیدا ہوئے۔ اس اثنا میں وہ اپنی منت کو بھول گئے تھے۔ ایک شب وہ مکے میں کہ جبے قربانی ہو سوتے تھے کہ یکایک خواب میں یہ آواز آئی کہ حکم الہی یہ ہو کہ تو اپنے فرزند کو بطور قربانی پیش کر۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوئے اور ہوش میں آئے سوچنے لگے اور آخر سن اُنکے دل نے یہ فیصلہ کیا کہ قربانی کا پیش کرنا کچھ داخل فرائض نہیں ہو۔ دوسری اور تیسری شب کو بھی وہی خواب دیکھا اور ایک آواز غیب خواب میں یہ آئی کہ کیا تو شیطان کے ورغلائے سے اطاعت فرمان خالق سے انحراف کریگا۔ خواب سے بیدار ہو کر انھوں نے سرف سے مخاطب ہو کر کہا کہ تو اسماعیل کے سر کو دھو ڈال اور اسکے بالوں میں تیل مل اور پوشاک نفیس اُسکو پہنا۔ بعد اسکے اسماعیل سے انھوں نے یہ کہا کہ میرے تحت جگر تھوڑی سی رستی اور ایک چاقو لیکر ہاڑوں پر لکڑیاں جمع کرنے کے لیے میرے ہمراہ چلو۔ من بعد وہ دونوں روانہ ہوئے۔ راہ میں اچیس شبکل انسان پیران سال اُنسے

دو چار ہوا اور پوچھنے لگا کہ کہاں جاتے ہو در جواب اُسکے حضرت ابراہیم نے کہا کہ
 زیر دامن کوہ کار ضروری کے لیے جاتا ہوں یہ سنکر ابلیس نے کہا کہ او ابراہیم شیطان
 نے تجھ کو ورغلا نا ہوا اور بہکا کر اس بات پر آمادہ کیا ہو کہ تو اپنے فرزند اسمعیل کو
 بطور قربانی پیش کر جو لا حاصل ہو۔ اُسکی نسل سے ساری زمین بھری جاوے گی۔ باوجود
 ان کلمات کے ابراہیم نے بزور اپنی پیغمبری اور امداد الہی کے جانا کہ یہ شیطان ہو
 لباس انسان کے پس وہ بہ آواز بلند کہنے لگے کہ او دشمن خدا تم یہاں سے چلے جا
 مجھے اسمعیل احکام الہی فرض ہو۔ جب ابلیس نے دیکھا کہ اُسکا فریب کار گر نہوا وہ
 مایوس و شرمندہ ہو کر ومان سے چلا گیا۔ تب حضرت اسمعیل کے پاس جا کر اُس نے کہنے لگا
 کہ تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ تم کو کہاں لیے جاتا ہو۔ لکڑی کاٹنے کے بہانے وہ تم کو
 قربانی کرنے کے لیے لیے جاتا ہو۔ شیطان نے اُسکو ٹھسلا یا ہو اور اُسکے دل میں یقین
 پیدا کیا ہو کہ خواب جو اُس نے دیکھا تھا خدا کی طرف سے ہے۔ در جواب حضرت اسمعیل
 نے کہا کہ کیا کوئی باپ اپنے فرزند کو قربان کر سکتا ہو جو کچھ کہ خدا نے اُسکو حکم دیا ہو اور
 وہ اُسکی تعمیل میں مستعد و آمادہ ہو اہو میں اُسکو بخوشی تمام منظور رکھوں گا اور اُسپر
 عمل کروں گا جب ابلیس نے دیکھا کہ نہ تو ابراہیم اور نہ اُسکا فرزند ورغلا سننے میں آیا ا
 اُسکا فریب کسی صورت کار گر نہوا وہ ہجیر کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ابراہیم لکڑی
 کاٹنے کے بہانے اسمعیل کو قربانی کرنے کے لیے لے گیا ہو۔ در جواب اُسکے ہجیر نے کہا کہ
 ابراہیم جو اپنے دشمنوں سے مہربانی سے پیش آتا ہو کیا اپنے فرزند کے حق میں ایسا جرم
 ہو سکتا ہو۔ خواہ تیرا بیان سچ ہو خواہ دروغ یہ امر ابراہیم سے متعلق ہو اور میرا یہ فرض
 ہو کہ میں اُسکی مرضی کے موافق عمل کروں۔ یہ سنکر ابلیس مایوس ہوا اور اس طرح خان
 نے ابراہیم اور اُسکے خاندان کو تحریص و ترغیب شیطان سے محفوظ رکھا۔
 کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم اُس مقام پر پہنچے جو نیکم شباب نامزد ہو اور وہاں

پہونچ کر انھوں نے کیفیت اپنے خواب کی حضرت اسمعیل سے بالفاظ سندرہ ذیل بیان کی
 او میرے تحت جگر بن نے خواب میں دیکھا کہ مجھ پر تیرا قتل کرنا فرض ہو۔ اس باب
 میں میری کیا رائے ہو۔ در جواب اسکے حضرت اسمعیل نے کہا کہ جو کچھ حکم آہی ہوا ہو
 اسکی تعمیل کرو حضرت ابراہیم نے کہا او میرے فرزند تم کیونکر اس سختی کو بصبر و عفت
 برداشت کرو گے۔ حضرت اسمعیل نے اسکے جواب میں یہ کہا کہ خدا مجھ کو قوت برداشت
 کی عطا کرے گا میرے دست و پا باندھو تا کہ جب میں ذبح ہوتے ہوں تو زپون تو میرا
 خون تپہ نہ کرے اور چاقو کو بھی خوب تیز کرو تا کہ جلد میرا کام تمام ہو اور تکلیف معلوم
 نہ ہو۔ اور میرا چہرہ بچنے کے رخ کرو تا کہ ایسا نہ ہو کہ میری تکلیف دیکھ کر بسبب محبت
 پدرانہ حکم آہی کی تعمیل سے باز رہو۔ میری ضعیف العمر و پیران سال والدہ کو یہ کہہ کر
 تشفی کرنا اور دلاسا دینا کہ میں نے اپنی زندگی خدا کی راہ میں بسر کی۔ یہ سن کر حضرت
 ابراہیم کے دل میں بڑا اثر پیدا ہوا اور وہ بہ آواز بلند یہ کہنے لگے کہ ادرکیم کار ساز بنے
 میری تمام زندگی میں ہمیشہ میری دعائیں اور عبادت آسمان میں تجھے تاک پہونچتی
 رہی ہیں اور ضعیفی میں مجھ کو تو نے ایک فرزند عطا کیا ہے۔ برسوں اور مہینوں میں
 اُسکے نہونے کے سبب مغموم رہا ہوں اگر اُسکا قتل کرنا حکم آہی ہو تو میں کون ہوں
 کہ اُسکے خلاف عمل کروں لیکن اگر وہ حکم آہی نہیں تو ایسے گناہ کبیرہ کے کرنے سے
 مجھے ہمیشہ ندامت و پشیمانی ہوگی۔ تمام فرشتے اور ارواحین زمین و آسمان اسلئے
 حضرت ابراہیم و حضرت اسمعیل دیکھ کر اور عبادت و ریاضت حضرت ابراہیم سن کر خوب
 روئے اور خوب چلائے۔

حضرت ابراہیم نے چاقو تیرا اپنے فرزند کے گلے پر رکھ کر خوب دبا یا لیکن چاقو تر چھپا
 ہو گیا اور اثر بخش نہوا اور اسی وقت ایک آواز غیب بہ آئی کہ تو خواب کی تعمیل
 کر چکا۔ ایک اور آواز غیب آئی کہ اپنے پیچھے دیکھو اور جیسپر کہ تمھاری نظر پڑے اسکو

بجائے اپنے فرزند کے قربان کرو۔ جب حضرت ابراہیم نے پیچھے پھر کر دیکھا تو ایک بڑا مینڈھا پہاڑ سے اترتا ہوا اُسکو نظر آیا۔ کہتے ہیں کہ یہ مینڈھا چالیں برسن تک باغِ جنت میں پرورش پاتا رہا تھا لیکن بعضوں کا یہ بیان ہے کہ یہ مینڈھا وہ ہی تھا جو ہیبیل نے قربانی میں پیش کیا تھا اور جسکو خالق نے اس خاص موقع کے لیے بچا رکھا تھا۔ ابراہیم مینڈھے کے پیچھے دوڑے اور اُسکو قربان کیا۔ حاجی کعبہ اب بھی یہ رسم عمل میں لاتے ہیں اور اسکو حجرہ کہتے ہیں اور اس موقع پر وہ پتھر شیطان کو مارتے ہیں اس لیے کہ جب حضرت ابراہیم نے مینڈھے کا تعاقب کیا تھا شیطان نے پتھر سے اُسکو بھگانا چاہا تھا۔ رسم حجرہ جو اہل اسلام عمل میں لاتے ہیں اُسکی بنا وہ ہے جو اوپر بیان ہوئی۔ رسومات حجرہ اہل اسلام میں تین ہوتے ہیں یعنی اول و دوم و سوم۔

کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نے سات پتھر مینڈھے کی طرف پھینکے تھے اور تیسرے حجرہ میں اُسکو پکڑ لیا تھا تب اُسکو پکڑ کر کتے میں بمقامِ حجرہ کہ قربان گاہ ہو قربانی کرنے لگے۔ اس اثناء میں حضرت جبریل اترے اور انھوں نے حضرت اسمعیل کے ہاتھ پاؤں کھول کر ان سے یہ کہا کہ جو کچھ تم خدا سے چاہتے ہو اسوقت بیان کرو کہ یہ وقت سعید ہے۔ تب انھوں نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی کہ اے خالق کائنات میں یہ عرض کرتا ہوں کہ تو اپنے صفوہ و فقر سے گناہ ان اشخاص کے جو تم پر یقین کرتے ہیں اور تیری وحدانیت کے قائل ہیں اور تیرے حکم کے فرمان بردار ہیں یا قلم محو کر دے۔

حضرت ابراہیم قربانی سے فارغ ہو کر اپنے فرزند اسمعیل کے پاس آئے اور وہاں آنکر دیکھا کہ حضرت جبریل نے ہاتھ پاؤں کھول دیے ہیں اور حضرت اسمعیل نے مومنوں کے حق میں دعاے خیر مانگی ہے۔ یہ خبر سنکر وہ بڑے غصہ مند ہوئے اور حضرت اسمعیل سے

مخاطب ہو کر یہ کہا کہ حقیقاً اے میرے فرزند خدا تیرا حامی و مددگار ہو۔ اسی وقت آواز غیب یہ آئی کہ ابراہیم نواسان میں سب سے زیادہ راست گو ہو اور راست باز اور اشخاص قانع و مبارک میں تو سب سے درجہ اعلیٰ پر ہو۔ تحریص و غریب تجھ پر اثر نہیں کرتی ہو۔ تیری عبادت و ریاضت کامل ہو۔ کیسی ہی تکلیف و مصیبت تجھ پر عائد ہو تو طریقہ صبر و استقلال میں قائم رہتا ہو اور مرضی الہی پر شک میں نہ آسی وجہ سے تیرے لیے بہشت میں درجہ اعلیٰ مقرر کیا ہو اور تیری وفاداری کو دنیا و عقبیٰ میں بزرگ منزلت کیا ہو۔ جو ریاضت و عبادت میں ثابت قدم رہیں انکے لیے یہ انعام تجویز ہوتا ہو۔ خدا ہر ایک کو دیکھتا ہو لیکن کوئی اسکو نہیں دیکھ سکتا ہو۔ ابراہیم تو میرا ایماندار اور وفادار خلیل ہو اور میرا پیامبر۔ میں نے تجھکو تمام مخلوقات پر ترجیح دی ہو۔ اور اسمعیل تو بڑا پاک طینت و میرا رسول ہو۔ بسبب صفائی تیرے قلب کے میں نے تجھکو ساکنین روئے زمین سے درجہ اعلیٰ پر مقرر کیا ہو۔ حضرت ابراہیم و حضرت اسمعیل نے یہ سن کر خدا کا شکر ادا کیا اور اسکی مہربانی کے ثنا خوان ہوئے اور حمد و سپاس کرنے لگے۔

مورخ طبری کا یہ بیان ہو کہ جب حضرت ابراہیم نے یہ آواز غیب سنی تھی کہ تو نے خواب کی تعمیل کی وہ نہایت خوف ہوئے اور کانپنے لگے۔ اور چاقو انکے ہاتھ سے گر پڑا۔ حضرت جبریل مینڈھے کا کان پکڑ کر جنت سے لے آئے اور اسی وقت آواز بلند اللہ اکبر کہنے لگے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم نے تکبیر پڑھی اسلئے کہ وہ مینڈھے کو دیکھ کر لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر پڑھنے لگے۔ حضرت ابراہیم نے تباہ فرزند حضرت اسمعیل سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے میرے نعت جگر تم اپنا سر اٹھاؤ اسلئے کہ کریم کا سر اٹھانے کے لیے تمہارا دل خوش کیا ہو۔ پس حضرت اسمعیل نے اپنا سر اٹھایا اور وہ دوڑا۔ حضرت جبریل اور مینڈھے کو دیکھ کر اللہ اکبر زمی الحمد کہنے لگے۔ کتاب منہج اطہر

میں بیان ہوا ہے کہ جعفر الصادق کا یہ اظہار ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیم کو قربانی
 اپنے فرزند عزیز سے باز رکھا اور بجائے اُسکے ینڈھے کو بطور قربانی قبول کیا اور
 اوسکو کفارہ بزرگ سمجھا۔ خلیل اس حکم خدا سے بڑے مغموم و متفکر و متروک ہوئے
 تھے اور خدا نے بذریعہ الہام اُنکو یہ خبر دی کہ وجہ بچانے اسمعیل کی قربانی سے یہ ہے
 کہ روشنی پیغمبری محمد اُسکی پیشانی پر ہے اور تمام پیغمبر آدم سے لیکر محمد خاتم المرسلین
 تک اُسی کی نسل میں سے ہونگے۔ حضرت خلیل نے خدا سے دعا مانگی اور وہ مستجاب
 ہوئی اور بذریعہ الہام اُنکو یہ پیام آیا کہ تمام پیغمبر جو مٹنے دیکھے ہیں تمہارے فرزند کی
 پشت سے تولد ہونگے۔ ان پیغمبروں میں حضرت ابراہیم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 اور علی بن ابی طالب اور فرزندان فاطمہ کو دیکھا۔ ابراہیم نے پوچھا کہ محمد کے
 پاس جو درجہ اعلیٰ پر کھڑا ہے وہ کون ہے تو جواب یہ آیا کہ وہ حسین فرزند علی
 بن ابی طالب ہے جو زمانہ اخیر میں روشنی جمیع پیغمبران ہوگا اور وہ فرزند خستہ
 محمد مصطفیٰ صلعم ہے۔ حضرت ابراہیم نے در جواب کہا کہ میں اُس شکل سے نسبت
 اپنے فرزند اسمعیل کے زیادہ تر الفت و محبت رکھتا ہوں اگرچہ وہ میرا اپنا فرزند ہے
 اور خدا نے اُس بات پر یہ کہا کہ میں نے بسبب ریاضت و عبادت اسمعیل کے حسین
 کو منظور نظر کیا۔ پس بموجب بیان امام جعفر قربانی بزرگ سے مراد قربانی حسین
 بن علی تھی اور ینڈھا علامت اُس قربانی کا تھا جو زمانہ آئندہ میں ہونیوالی تھی
 کیونکہ وہ اپنی کیفیت و اسے میں یوں بیان کرتا ہے کہ خدا قرآن مجید میں جو
 اُس قربانی کو بزرگ لکھتا ہے تو اُسکی مراد ینڈھے سے کیونکر ہو سکتی ہے۔ ینڈھا
 خدا کے نزدیک کیا حقیقت رکھتا ہے۔ دوسرا بیان اس مشہور واردات کا ہے
 کہ حضرت آدم علیہ السلام حقیقت بانی کعبہ تھے۔ بعد اُنکی وفات کے شیث
 نے اُسکی مرمت کی اور تمام انسان نے گرد اُسکے طواف کیا۔ عینہ اُسی طور سے

جیسا کہ اہل اسلام ہر وقت حج کے کیا کرتے ہیں۔ طواف کعبہ حکم الہی ہو۔ ہر وقت نزدیک زماں طوفان فوج بحکم الہی ایک فرشتہ آسمان سے اُترا اور اُس سنگ سیاہ کو جو آدم جنت سے لائے تھے مع اور پتھروں کے جو انھوں نے پہاڑ میں تعمیر کعبہ کے لیے جمع کیے تھے چوٹی پہاڑ پر لیگیا۔

کہتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام بسبب نافرمانی احکام الہی پشت خم ہوئے ردیکھو قرآن کے پارہ ۲۰۔ آیہ ۱۱۹ م وہ نہیں جنت سے اس دنیا میں نکالا گیا اور عرصہ دراز تک روتا اور اشک حسرت ڈالتا رہا اور حالت رنج و الم میں خالق کی طرف مخاطب ہو کر یہ عرض کرنے لگا کہ او خالق زمین و زمان تو ہر صورت میں انکی فریادوں کو سنتا ہو جو گریہ و زاری کرتے ہیں میں اب آواز فرشتوں کی سنتا نہیں اور یہ رنج مجھ پر سب سے زیادہ بھاری ہو۔ اس اثنا میں آواز غیب خدا سے آئی کہ او آدم واسطے تیری اولاد کے میں نے ایک مکان منبرک آسمان سے زمین بھیجا ہے اس کے گرد طواف کرنا اپنا فرض سمجھو بعینہ اُسی طور سے جیسا کہ فرشتے گرد تخت معبود حقیقی طواف کرتے ہیں۔ اس وقت تمہارا فرض یہ ہو کہ تم فوراً اُس مکان میں جاؤ۔ اُس مقام پر سو امیرے خیال کے کسی اور خیال کو دل میں جاگزین نہ کرو۔ حضرت آدم سب احکم خالق فوراً روانہ سمت کعبہ اقدس ہوئے۔ حاجی کعبہ راہ میں مالک اُس خانہ کے چہرہ دیکھنے کی آرزو رکھتے ہیں۔

چونکہ وہ کمال شوق سے روانہ ہوئے اُنکا ہر قدم پچاس فرسنگ سے کم تھا پس وہ جلد راہ طحی کر گئے اور اپنی منزل مقصود پر جا پہنچے وہاں جا کر انھوں نے ایک مکان سرخ چینی کا بنا ہوا دیکھا۔ اُس کے دو دروازے جو بجانب مشرق و مغرب تھے سبز زرد کے بنے ہوئے تھے۔ بحکم الہی ایک فرشتہ اُترا اور اُسے حضرت آدم کو ان رہسبات سے آگاہ کیا جو اُس مکان مقدس میں ضروری و فرائضات سے تھیں۔

جس وقت کہ حضرت آدم اس خیال میں مصروف تھے فرشتہ اُنکے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ اے آدم خدا تیرے اس چال و چلن سے راضی ہوا اور تیرے اس جج کے کرنے سے خدا نے تمام تیرے گناہ معاف کیے۔

کہتے ہیں کہ بروقت طوفان نوح فرشتے اس مکان کو آسمان پر لے گئے تھے۔ دوسری روایت اس باب میں یہ ہے کہ جب آب طوفان خشک ہوا مقام کعبہ بذریعہ تودہ مٹی سرخ نظر آیا اور اُسکے گرد لوگوں نے طواف کیا بسبب اداۓ اس رسم مذہبی کے خدائے اُنکی دعاؤں کو قبول کیا۔ آخر جس حضرت خلیل نے حکم الہی اُس مکان کو دوبارہ تعمیر کیا۔ محض اس نظر سے کہ خاندان خلیل کفیل خدمت کعبہ رہا خدا نے حضرت جبریل کو یہ حکم دیا کہ خلیل کے ہمراہ شیم سے مکے کو جاؤ اور اسمعیل اور اسکی والدہ کو اُس خدمت پر مقرر کرو۔ یہی طرح حضرت ابراہیم اور اُنکے فرزند نے جو مخلوقات انسان میں سب سے درجہ اعلیٰ پر ہیں بنا، اس مکان متبرک کی ڈالی اور تمام مخلوقات انسان کو وہاں طلب کیا۔

بروقت پہنچنے کے مکے میں حضرت خلیل نے حضرت اسمعیل کو تیر بناتے ہوئے دیکھا حضرت خلیل نے حضرت اسمعیل کو حکم الہی سے مطلع کیا اور اُنھوں نے اُسکو سب و شیم قبول کیا حضرت ابراہیم نے یہ ارادہ کیا کہ اُس مکان متبرک کو اُسی مقدار پر دوبارہ بنانا چاہیے جیسا کہ وہ سابق بنا ہوا تھا۔ اُنکو بخوبی معلوم تھا کہ ابعاد ثلاثہ اُس مکان مقدس کا بعد آدم کیا تھا۔ اس باب میں مختلف روایتیں ہیں۔ وہ تمام کتاب روضۃ الصفا میں درج ہیں۔ اُن سب روایتوں سے ایسا واضح ہوتا ہے کہ حضرت جبریل نے حضرت ابراہیم کو مقدار طول و عرض و بلندی مکان متبرک سے واقف و آگاہ کیا تھا۔ حضرت اسمعیل مٹی اور تھپھر لائے اور اُنکے باب نے اُس مکان مقدس کو تعمیر کیا۔ اس طور سے بلندی مکان کی اس درجہ پر پہنچی کہ حضرت ابراہیم مقبرہ

وہاں تک پڑھانے سکے۔ اسی وجہ سے وہ ایک پتھر پر چڑھ کر اُس مکان کو بنانے لگے
نقش اُنکے پاؤں کا اُس پتھر پر اتنا بنک نووا رہا۔ وہ پتھر بڑا نہ حال مقام ابراہیم
کہلاتا ہو۔ جب مکان اُس بلندی تک بن چکا جہاں کہ وہ سنگ سیاہ جسکو فرشتے
صد مہ طوفان نوح سے بچانے کے لیے چوٹی کو وہ ابوقبیس پرے گئے تھے رکھا ہوا تھا
وہ اُس پتھر کو لینے گئے اور حضرت ابراہیم نے اُسکو اس مکان میں اپنی اصلی جگہ پر
رکھ دیا۔ جسوقت کہ یہ پتھر محنت سے آیا تھا وہ برف و دود سے زیادہ تر سفید و براق
تھا لیکن بسبب اسکے کہ کفار و منافقین و ارباب ان احکام الہی کے ماتھ اور چہرے اُسپر
لگے وہ بد رنگ ہو گیا۔

ایک اور روایت یہ بیان کرتی ہے کہ جب وہ عمارت کسی خاص بلندی تک
نعمیر ہو چکی تھی حضرت ابراہیم نے حضرت اسمعیلؑ سے کہا کہ ایک تحفہ و نادر و خوشنما پتھر
لاؤ تاکہ وہ بطور یادگاری و علامت لوگوں کے لیے یہاں قائم کیا جاوے۔ جو پتھر
کہ حضرت اسمعیلؑ لائے حضرت ابراہیمؑ کے پسند خاطر ہوا پس وہ خود ایک اور تحفہ
لانے کے لیے روانہ ہوا چاہتے تھے کہ اس اثنا میں ایک آواز غیبی یہ آئی کہ او
ابراہیمؑ کو وہ ابوقبیس پر ایک پتھر تحفہ و نادر رکھا ہوا ہو۔ بموجب ہدایت اس
آواز غیب کے وہ خود وہاں گئے اور اُس سنگ سیاہ کو لائے اور چونکہ حضرت اسمعیلؑ
اُسوقت وہاں موجود تھے انھوں نے یہ امر واقعی زبانی اپنے باپ کے بروقت اُنکی
مراجعت کے اُس سفر سے سنا۔ جب وہ عمارت نعمیر ہو چکی حضرت ابراہیمؑ و حضرت
اسمعیلؑ نے خدا سے دعا مانگی کہ نمرہ ہماری محنت کا قبول ہو۔ وہ دعا انکی مستجاب
ہوئی۔ اُسوقت حضرت جبریلؑ اُترے اور انھوں نے رسمیات طواف و مناسک
یعنی قربانی و کوحسفات و رقی جمرہ و ساسی و شامی۔ جو حاجیان زمانہ حال میں
سنت میں اُنکو سکھلاتے ہیں۔

قبل از روانہ ہونے کے لئے سے بطرف شیم حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمعیلؑ کو اپنا خلیفہ یا خالفت یعنی اپنا جانشین مقرر کیا۔ کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ ۱۲۰ برس کی عمر پر پہنچ گئے تھے۔

حال وفات حضرت ابراہیمؑ

بعض کا یہ قول ہو کہ بعد وفات تیرہ حضرت ابراہیمؑ نے ملک کنعان میں ایک اور شادی کی۔ اس قبیلہ سے چھ فرزند تولد ہوئے۔ ان فرزندوں سے ایسی اولاد بڑھی کہ تعداد بیٹوں اور پوتوں اور اس قوم کی بکثرت بڑھ ہو گئی لیکن مغیرہ خاندان اسحاق و اسمعیل میں رہی۔ حضرت ابراہیمؑ کے پاس ریوڑ اور مویشی بکثرت تھے اور وہ اس سبب سے دولت مند ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ محالوفات انسان میں یہی شخص اول تھے جنکی وار بھی بسبب ضعیفی و پیران سالی سفید ہو گئی تھی۔ اس بات سے متعجب ہو کر انھوں نے خدا سے بذریعہ نمازیہ استفسار کیا کہ باعث اس وافعہ عجیب کا کیا ہو اسکے جواب میں آواز غیب یہ آئی کہ یہ علامت ادب اور سنجیدگی طبع کی ہو۔ تب انھوں نے خدا سے یہ استدعا کی کہ سنجیدگی طبع زیادہ ہو۔

کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے خدا سے یہ دعا مانگی تھی کہ جب تک میں خود نہ چاہوں تب تک اس وارفانی سے رحلت نہ کروں۔ یہ دعا انکی بدرجہ اجابت مقرون ہوئی۔ جب وقت انکی موت کا قریب آیا حضرت ملک الموت لبثکل انسان عمر رسیدہ انکے روبرو آئے۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے موافق طریقہ مہمان نوازی کے کھانا انکے سامنے رکھا انھوں نے کہا کہ میرے ماتھ بہت کانپتے ہیں حتیٰ کہ بسبب ضعیفی لقمہ منہم میں جانے کی جگہ ناک و کان کی طرف جاتا ہو۔ ماتھ میرے قابو کا نہیں رہا ہو حضرت ابراہیمؑ یہ تصور حال دیکھ کر بڑے متعجب ہوئے اور دانت پد چھپا کہ وجہ اسکی کیا ہو۔ در جواب اسکی

حضرت ملک الموت نے کہا کہ یہ نتیجہ پیران سالی کا ہو۔ حضرت ابراہیم نے تب یہ پوچھا کہ تمھاری عمر کیا ہو۔ حضرت ملک الموت نے جواب دیا کہ میری عمر ابراہیم کی عمر سے کم ہو۔ یہ سنکر حضرت ابراہیم نے کہا کہ میری عمر میں چند ان فرق نہیں اور تمھیں و شجب ہو کر یہ پوچھا کہ کیا میں بھی ایسا ہی ضعیف ہو جاؤں گا۔ حضرت ملک الموت نے جواب دیا کہ بیشک تم بھی ایسے ہی ضعیف ہو جاؤ گے۔ یہ سنکر حضرت ابراہیم چند لحظہ دریائے تفکر میں غرق ہوئے اور من بعد خدا سے یہ دعا مانگی کہ مجھے موت دے اور اس ضعیفی و ناتوانی سے خلاص کر۔ یہ دعا مانگتے ہی ملک الموت نے اُنکی روح قبض کر کے بہشت فردوس میں پہنچائی۔

ایک اور راوی کا یہ بیان ہو کہ جب حضرت ملک الموت حضرت ابراہیم کے سامنے آئے تو حضرت ابراہیم نے اُسے پوچھا کہ کیا ممکن ہو کہ دوست دوست کی جان قبض کرے۔ حضرت ملک الموت اُس سوال کو خدا کے پاس لے گئے اور واپس یہ حکم ہوا کہ در جواب اُسکے یہ کہو کہ کیا دوست دوست کی ملاقات کا بدل مشتاق نہیں ہوتا ہو اور اُسکے دیکھنے کی کمال آرزو نہیں رکھتا ہو۔ یہ جواب سنکر حضرت ابراہیم نے اس جہان فانی سے رحلت کرنا بدل منظور کیا اور میدانِ خیر و نیک میں قہر تشرہ مدفون ہوئے۔ اُس زمانے میں مہمان نوازی بہت ہو کر تھی مہمان کی منیران گھر میں ہی بڑی طرداری و تواضع نہیں ہوتی تھی بلکہ بروقت اُسکی روانگی کے توشہ راہ بھی اُسکے ہمراہ دیا جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم نے ایک شخص عمر رسیدہ کی دعوت کی اور وہ اُسکو اپنے گھر لے گئے۔ لیکن جب اُنکو دریافت ہوا کہ یہ کافر ہو اُسکے روبرو تحفہ و نذر کھانا نہ رکھا اور اُسکو اپنے گھر سے نکال دیا۔ یہ حال دیکھ کر خالق نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ ساٹھ سال سے یہ کافر میری نعمتوں سے بہرہ ور پاتا رہا ہو اور پھر بھی وہ بت پرستی کرتا ہی ہے اور اُسکے دین نے کبھی ایک روز بھی

ہسکی روزی بندہ کی پس چونکہ تو میرا دوست اور میرا حواری ہو تجھے لازم نہیں کہ تو ہسکی روزی بندہ کرے اور میرے رحم سے اسکو فائدہ نہ اٹھانے دے۔ یہ سنکر حضرت ابراہیمؑ اس شخص ضعیف العمر کی تلاش میں گئے اور اس سے بلکہ تمام سرگزشت بیان کی۔ اس بات نے کافر پیران سال کے دل میں بڑا اثر پیدا کیا اور وہ خوب رویا۔ تب اس کے دل میں یہ خیال گذرا کہ اگر شاہ اپنے دوست کو بوجہ ہسکی بد چلنی کے اپنے دشمن سے ایسی لعنت ملامت کرتا ہو تو وہ اپنے دوستوں پر کیسا مہربان ہوگا اور اثر اس خیال کا اس کے دل پر ایسا ہوا کہ وہ مومن بن گیا اور خدا پر اعتقاد دلایا۔

کہتے ہیں کہ دس کتابیں آسمان سے ابراہیمؑ کو اُتری تھیں۔ وہ تمام پند و نصائح و احکام مذہبی سے پُر تھیں۔ ان پند و نصائح میں سے ایک نیل میں درج ہو۔ او حاکم و منصفون و بادشاہوں کہ غریب پر حکمرانی کرتے ہو غریب شیطان و غریب نفسانی و طمع و نبوسی سے گمراہ نہ ہو اور طریقہ صواب کو چھوڑو۔ میں نے نکو باقی مخلوق سے اسلیئے منتخب نہیں کیا ہو کہ تم رعایا پر دست ظلم و قادی دراز کرو اور انکے مال مارو اور انکو ایذا پہنچاؤ۔ شاید تم یہ بھی خیال کرو گے کہ میں بھی ایسا ہی کرتا ہوں اور تم سے چاہتا ہوں کہ تم بیکسوں کو مجھ سے دعا مانگنے نہ دو۔ یہ خیال تمہارا غلط ہو۔ میں غریب اور بیکسوں کی دعاؤں کو ستر نہیں کرتا ہوں اگرچہ وہ کافر ہی ہوں۔ کہتے ہیں کہ بہت سے رسمیات مذہبی جو فی زمانہ حال مستعمل ہیں حضرت ابراہیمؑ کی ایجاد سے ہیں۔ وہ بھی مصنف بیان کرتا ہو کہ سنتوں میں یہ سب سے بہتر و اعلیٰ ہو کہ حضرت محمد صلعم جو فخر دنیا ہیں اپنی قوم میں سے ایک تنفس تھے۔ بہت سی سنتیں تو ان اہل اسلام میں فی زمانہ حال مستعمل ہیں۔

حالات مندرجہ بالا تعلقات باہمی مابین اہل حضرت ابراہیمؑ و حضرت محمد علیہ السلام بیان کرنے کے لیے کافی متصور ہیں مطلب اصلی یہ ہے اسلام کا اطاعت رضی خالق ہو۔ بڑی مثال

اسکی تواریخ انسان بین وہ فرمانبرداری حضرت ابراہیم کی ہو جبکہ حکم خالق وہ اپنے
فرزند کے قربان کرنے کے لیے آمادہ و مستعد ہوئے تھے۔ اصول بیگ ناشی بین جنگ
ذکر کسی مقام پر آگے آویگا یہ امر بخوبی درج ہو۔

در باب لفظ حقیقہ مشہور ہے ہٹو اڑٹوس عہد بیس آف کرن ڈی پرسی ول بین
کرنا ہو کہ اسکے معنی مذہب حضرت ابراہیم کے ہیں۔ اسی کتاب کی جلد اول صفحہ ۳۲۳
بین حال مندرجہ ذیل درج ہو۔

عبداللہ فرزند جہیش اگرچہ مکے میں مسکون تھا لیکن وہ فرقہ قریش میں سے تھا۔
وہ بلحاظ اپنی والدہ کے اسد فرزند قریبہ کی اولاد میں سے تھا اور اپنی والدہ اویہ
کی طرف سے جو دختر عبدالطلب تھی فرقہ قریش سے متعلق تھا۔ مذہب حضرت ابراہیم
پر مستقل ہونے کے لیے اُس نے کمال سعی و کوشش کی لیکن کچھ فائدہ ظہور میں نہ آیا یعنی
شک و شبہ اُس کے دل میں قائم رہا جب تک کہ حضرت محمد صلعم نے درس دینا شروع کیا
اُس وقت عبداللہ نے مذہب اسلام کو مذہب حقیقی سمجھ کر اختیار کیا لیکن تھوڑے ہی
عرصے کے بعد اُس سے منحرف ہو کر راجب بطرف مذہب عیسائی ہوا اور اُس مذہب
کو اُس نے اختیار کیا۔

یہ اُن چار اشخاص میں سے تھا جنہوں نے کہ ملک عرب کے بنو کے تیوہار کے
روز بر ملا عوام میں کھڑے ہو کر بیان کیا تھا کہ ہم یہ وایسے مذہب کے نہیں۔ ہمارے
ہم وطن گمراہ ہو گئے ہیں وہ مذہب ابراہیم پر چلتے نہیں۔ یہ بت کیا ہیں جبکہ لیے وہ
قربانی کرنے ہیں اور ارد گرد اُن کے سواری لیجاتے ہیں۔ وہ پتھر پین بے زبان و جیس
انہیں نیک و بد کو نہ کی طاقت نہیں ہو۔ ہمیں چاہیے کہ حضرت ابراہیم کے مذہب
کی تلاش کریں اور اُسکی تلاش میں اگر ہر ممالک غیر کرنا ضروری متصور ہو تو ہمیں
پہلو تہی نہ کرنا چاہیے۔ در باب مذہب اسلام کے ایم ڈی پرسی ول کا یہ بیان ہو

کہ وہ مذہب نیا تھا بلکہ مذہب حضرت ابراہیم بحالت اصلی بحال کیا گیا تھا۔ مشہور مصنف تواریخ عرب کو چھان کر اس امر واقعی کو مستحکم کرنا ہو کہ حضرت محمد صلعم نے بنا اپنے مذہب کی بوجہ روایات زمانہ قدیم مذہب حضرت ابراہیم پر ڈالی تھی۔ جو کچھ کہ مذہب حضرت محمد صلعم میں مطابق روایات مذہب حضرت ابراہیم متحقق ہو انکی تصدیق کے لیے اور روایات ولایت ہندو یونان تلاش کرنی چاہئیں یا جیسا کہ قرآن میں اکثر جگہ بیان ہوا ہو کتب الہامی میں دیکھنا چاہیے۔

اتم بودہ یا علم روح

اس کتاب کے ملاحظے سے جہین کہ حال مذہب صوفی درویشان درج ہوا ہو اور بھی چند اور باب کے دیکھنے سے جہین کہ حال فقرا قلیبند ہوا ہو۔ ناظرین پر ظاہر و باہر ہو گا کہ مسائل مذہب صوفی مسائل اہل ہند سے کہ ویدانت میں لکھے گئے ہیں بہت مشابہت رکھتے ہیں۔ جنرل ایسی ایٹاک پیرس مورخہ جنوری ۱۸۷۷ء میں بہت سے مضامین دلچسپ اس باب میں تحریر ہوئے ہیں اُن سے ظاہر ہو گا کہ طریقہ مذہب صوفی مصنفان زبان شاستری سے نکلا ہو۔ بیان کرنا چند مسائل متشابہ کا اسجا خالی از فوائد متصور نہیں۔ برہم جو وید یعنی کتب مقدس ہندو دین بڑا دیوتا ہوا ایک روح برتر و پاک ہو جس سے کہ اور ارواح نکلی ہیں۔ معتقدان برہم کے جمیع مسائل در باب دیوتا اسی سے نکلے ہیں۔

تمنا کے معنی علم آئی یا شوق تحصیل علم آئی یا از علم الہیات برہم ہیں۔ بڑا مسئلہ ویدانت کا یہ ہو کہ برہم قادر مطلق و وجود پاک ہو۔ جو اشخاص کہ باب مذہب کے درجہ چارم پر پہنچا چاہتے ہیں۔ یعنی سنیا سی بننے کی آرزو رکھتے ہیں ان پر فرض ہو کہ وہ اس مسئلہ سے واقف ہوں۔ مذہب برہم ایسا مجمل و مختصر و پیچیدہ ہو کہ آسانی

تشریح اسجا نہیں ہو سکتی ہو اور یہ مطلب اس کتاب کا اسکی توضیح و تشریح سے ہو۔
 ولایت یورپ کے متنفون نے اس مضمون پر اتقد ر لکھا ہے کہ اس سے زیادہ تر
 لکھنے کا دعویٰ کرنا داخل گستاخی ہو۔ اگر زیادہ تر تشریح و توضیح کسی مضمون کی اس نا
 بین مطلوب ہو تو ان کتب کو جو مختلف زبانوں ولایت یورپ میں موجود ہیں اور
 جنکی تفصیل لکھی جائیگی۔ دیکھو صرف یہ کہ بنا اسجا کافی ہو کہ طریقہ درویشان میں
 جو مسائل کہ تاریک و مخفی ہیں اور مسلمانوں کے مسائل سے ملتے نہیں وہ دیانت
 سے نکلے ہیں۔ بہ درویش شمالی قطعہ ہند سے ایران میں گذر کر تمام ایشیا میں جہان
 آنکا فرقہ پایا جاتا ہے پھیل گئے۔ یہ بھی قریب العقل معلوم ہوتا ہے کہ پرستش دیوتاؤں
 جو ہند میں پائی جاتی ہے قطعہ شمالی یورپ میں داخل ہوئی تھی۔ قصاص دیوتا
 و دیوی ہندوستان قطعہ شمالی یورپ میں پھیل گئے تھے۔ علم دیوتا سے ہندو
 طریقہ بت پرستی ساکنین قطعہ شمالی یورپ ہو گیا لیکن انہیں باہم موافق اختلاف
 آب و ہوا و اختلاف موسم و اختلاف پیدا سن نباتات بسبب اختلاف عرض مکان
 کچھ کچھ اختلاف ہوتا گیا۔ اثر زبان کا انسان کے دل پر اس سے زیادہ پیدا ہوتا ہے
 جیسا کہ بادمی النظرین ظاہر ہوتا ہے۔ زبان شناس تری جواب کسی ولایت میں
 بولی نہیں جاتی ہو از مخفی کے مفصل تفصیل کرنے کے قابل ہے۔ محاورات کے باب
 میں کوئی زبان دنیا کی اسکی ثانی نہیں۔ اس زبان میں کتب مذہبی ہندو لکھی گئی
 لیکن وہ زبان اہل ہند کی بولی نہ تھی۔ باب حکمت میں ہند نے یونان سے
 رقیبی کی ہے۔ مدارس ہندو یونان میں تعلیم باب حکمت کے لیے مقرر تھی اور اُستاد
 کامل درس دینے کے لیے موجود۔ لیکن دونوں روشنی و ہدایت خالق سے بے بہرہ تھے
 اگرچہ وہ بزور عقل امور متعلقہ عقبی کا حال جو انسان کی غرض سے لاحق ہو کھنے لگے
 اور اس میں بہت ترقی کر گئے تھے۔ زمانہ حال میں بھی اشخاص راز جو ان کتب کو

جو اٹھون نے بزور اپنی عقل کے لکھی تھیں سطلعہ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو باب ہند میں صد ہا سال بطور غلامی کے پھنسے رہے ہیں اور پابند خیالات بزرگان دین چلے آئے ہیں ان مسائل کی پیروی جو روشنی مذہب حقیقی کو تاریک کرتے ہیں چھوڑ نہیں سکتے ہیں۔ انسان کو دیوتا بنا کر اُسکو پاک تصور کرتے ہیں اور اُسکی پرستش افضل سمجھتے ہیں۔ مذہبِ یدانت صوفی میں اس خیال کو اس وجہ غایت پر لے گئے ہیں کہ وہ آسمین بیان کرتے ہیں کہ روح انسان بذریعہ گوشہ نشینی شغل خیالات خاتم زمین و زمان پاک و صاف ہو کر اس روح سے جہان سے و ذہنی ہو پھر ملکر ایک ہو جاتی ہو۔ پیروانِ طریقہ درویش میں سے نہایت عقیل و فہیم بھی یہ یقین کرتے ہیں کہ بذریعہ خاص طریقہ پرستش کے انسان خالق کے نزدیک آتا جاتا ہو اور یہی مطلب اُسکے نزدیک پرستش کا ہو۔ روح اُسکی ذات باری تعالیٰ میں تلین ہو جاتی ہو روح انسانی ذات باری تعالیٰ میں سے نکلا کر بیباں جسم انسانی جلوہ گر ہوئی ہو۔ روح انسانی پانچ حالت میں رہتی ہو یعنی حالت بیداری و حالت خواب و حالت نوم و حالت نصف و فات و حالت ممات۔ صورت اخیر میں وہ جسم سے بالکل جدا ہو جاتی ہو اور تعلق اُسکا اُس سے جاتا رہتا ہو۔ تیسری حالت یعنی حالت نوم یہ وہ خدا کی روح میں تلین ہو جاتی ہو۔ بعد وفات روح انسانی اور جسموں میں داخل ہو جاتی ہو۔ ارواح پاک و نیک تو اس دنیا کے احاطے سے بالاتر درجہ پر جاتی ہو اور اُسکو انعام اُسکے اعمال و افعال نیک کا ملتا ہو لیکن ارواح ناپاک گنہگاروں کی درجہ انسان سے پست تر درجے پر جاتی ہو اور جسم حیوانات میں حلول کرتی ہو۔ درویشِ قرآن کے باب ۱۶۔ فقرہ ۱۔ کا ترجمہ موافق مندرجہ ذیل کرتے ہیں۔ میرے لوگو تم عقبے میں گروہوں میں اٹھو گے۔ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اشخاص بشریہ بذاتِ جنہوں نے کہ اس دنیا میں انسانیت پر تہ لگایا ہو حیوان

تکبر چھڑا سوار فانی میں زندگی بسر کر نیکی طلب صلی انسان کا از روئے ویدانت
یہ ہو کہ عالم برہم میں جا کر قالب انسانی سے چھوٹے اور جہان سے نکلا ہو اسمین
تکلیں ہو جاوے۔ درویش خیال معبود حقیقی میں غرق ہو کر روح اللہ میں مل جاتا ہو
مثلاً پیر و فرقہ سیولی و سب بوجہ طریقہ مقررہ اپنے پیر کے چکر کھا کر یہ یقین کرتا ہو کہ
میں اس طریق سے خالق کے نزدیک آتا جاتا ہوں اور پیر و فرقہ روفائی ذکر حق
بہ آواز بلند کر کے یہ گمان کرتا ہو کہ میں اس طریق سے پاک ہوتا جاتا ہوں اور
روح اللہ میں جسکے ذکر میں مشغول ہوں تکلیں ہوتا جاتا ہوں کہراوانا۔ و منانا۔ و خدا دہیانا
و حقیقت میما۔ و مراقبہ۔ و توحید جوہ۔ و ذکر طریقہ درویشان ہو۔ برہمن کا بودھا
علم ہو۔ اور جنانا۔ درویشیوں کا مرافعت ہو بدون جسکی روح کا آزاد ہونا دائرہ
اسکان سے خارج ہو۔ فرقہ بیگنا شیس کا یہ اعتقاد ہو کہ خدا سب میں ہو اور
روح جب قالب انسانی سے نکلی جاتی ہو اور حیوانات میں حلول کر کے آتی ہو سوچ
سے وہ کسی جا نذر کو مارتے نہیں۔ وہ گمان کرتے ہیں کہ شاید روح کسی انسان
کی اسمین داخل ہوئی ہوگی۔ یہ عقیدہ برہم کا ہو جو سب میں موجود ہو۔ سناس
مناصر اربع مذہب صوفی ہو یعنی آتش و آب و خاک و باد چار عنصر ہیں جسے کہ
انگی دانست میں جسم بنا ہو اور قوت فہم پیدا ہوئی ہو۔ اور ادا پاو ہو۔ ایک لطیف
مائی ہو جو عنصر حیات کو طاقت بخشتا ہو اور پران یعنی دم سے مختلف ہو۔ درویش
اسکو نفس کہتے ہیں جو دراصل خالق سے نکلا ہو۔ نفس بند کر کے خالق کی یاد میں
مشغول ہو نیسے وہ پاک ہو جاتا ہو۔ عالم خیال برہمنوں کے طریقے کا بڑا جزو ہو۔
تمام چیزیں اس دنیا کی ناپائدار و وہمی و خیالی ہیں اور سواے برہم کے کوئی اور شی
اصلی یا موجود نہیں۔ صوفی برہم کو اللہ کہتے ہیں۔ برہم اشیائے دنیوی سے مشابہت
نہیں رکھتا ہو سواے برہم کے کوئی اور چیز موجود نہیں اگر سوائے اسکے کوئی اور

پیدا ہو تو وہ مثل معراج ریگستان وہی و خیالی ہوگی۔ علما و فضلا و واقفان علم الہی
 وجود خالق کو مثل درویش حی القیوم و زندہ و ابدی سمجھتے ہیں لیکن جس طرح کہ
 نابینا آفتاب کو نہیں دیکھ سکتا ہو اسی طرح چشم جاہل بھی خدا کو نہیں دیکھ سکتی
 ہوا ورنہ اس کا تصور دل میں باندھ سکتی ہو۔ جو اپنے تئیں پہچانتا ہو اور اپنی روح کا
 حج کرتا ہو سب اسرار اس پر کھل جاتا ہو۔ نہ تو صورت حال آسمان و زمین و زمان
 و نہ سردی و نہ گرمی اس کی خارج ہوتی ہو اور نہ اس پر اثر کرتی ہو۔ سرور دل اس کو
 مدام حاصل رہتا ہو اور تمام گناہوں اور ناپاکی سے وہ مبرا ہوتا ہو۔ کار و نبوی
 سے بالکل فارغ ہو کر وہ عالم الغیب ہو جاتا ہو اور سب جگہ حاضر و ناظر۔ روح
 اس کی فانی نہیں ہوتی۔ وہ جاودانی ہو جاتی ہو۔ جو کوئی ترک کار و باوقیعات
 و نبوی کر کے پرہیز نہ جاتا ہو۔ روح کی تیرت کرتا ہو اور عالم الغیب ہو جاتا ہو
 اور بسبب خواہش ذاتی روح بالکل آزاد و غیر فانی ہو جاتا ہو۔ وہ امور جو اوپر
 بیان ہوئے ان میں اصول مذہب برہم و صوفی باہم مشابہت رکھتے ہیں۔ وہ اصول
 بعض اہل اسلام کے طریقے میں داخل ہو گئے ہیں اگرچہ بعض فرقہ درویشان زمانہ
 حال اس کے متقدمین۔ کتاب منطق الطیر سن تصنیف فرید الدین عطار و مثنوی
 جلال الدین رومی سے واضح ہوتا ہو کہ ان مصنفان اہل اسلام نے اپنے خیالات
 خیالات مذہبی اہل ہندو سے نقل کیے ہیں جتنے بھی جو غزلین کہ اس مضمون میں
 تحریر کی ہیں وہ سب خیالات و مضامین خیالات مذہبی اہل ہندو سے منقول ہوئی ہیں

باب دوم

ایجاد گروہ درویشان۔ اصلی و اول گروہ درویشان۔ طریقہ
 پرستش و نماز۔ کلاہ درویشان وغیرہ۔ زبانی روایات فرقہ درویشان

در ویش لفظ فارسی ہو۔ وہ دو الفاظ در اور ویش سے مرکب ہو۔ در کے معنی دروازے کے ہیں اور ویش غالباً ویش سے نکلا ہو جسکے معنی خیرات مانگنے کے ہیں۔ ان دونوں الفاظ در اور ویش کے مختلف معنی قرار دیے گئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اسکے معنی محافظ دروازے کے ہیں اور بعض کے نزدیک ان اشخاص سے مراد ہو جو در بدر بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ بعض در کے معنی بچ کے لیتے ہیں اور ویش کے معنی خیال کے۔ پس انکے نزدیک در ویش کے معنی محو خیالات ہیں۔ میرے نزدیک در ویش کے وہی معنی ہیں جو فی الحال سب میں مستعمل ہیں یعنی اشخاص مفلس و غریب جو در بدر بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ یہی معنی اس لفظ کے ممالک شرقی و ہند۔ و تہران۔ و ایران۔ و ترکستان۔ یعنی روم و سمیریہ و مصر و غیرہ میں جہاں کہیں یہ فرقہ پایا جاتا ہو مستعمل ہیں۔ اگرچہ ان ممالک میں جنکی بولی عربی ہو در ویش سے مراد فقیر فقرا لیجاتی ہو۔ ترکستان میں در ویش کی جگہ لفظ فقرا اکثر مستعمل ہوتا ہو اگرچہ در حقیقت صیغہ واحد کی جگہ صیغہ جمع کا استعمال کرنا غلطی فاش ہو۔

در ویشون کا یہ بیان ہو کہ ابتدا میں وہ بارہ فرقہ زمین منقسم تھے۔ وہ اپنی ابتدا کا حال موافق مندرجہ ذیل بیان کرتے ہیں۔

اللہ یعنی خدا تعالیٰ۔

جبریل۔ یعنی فرشتہ جبریل۔

محمد صلم۔ پیغمبر۔

علی خلیفہ چہارم۔

ابو بکر خلیفہ اول۔

خلیفہ علی سے موافق انکے بیان کے اولاد مندرجہ ذیل پیدا ہوئی۔

حسن الجحیر -

مرونی کرہی -

سورائے کبھی -

داوی تانی -

جونادی بغدادی -

جلیبی اجمی -

ابوبکر شبلی -

ابومبارک محذومی -

عبدالقادر گیلانی -

(ابوبکر خلیفہ اول سے پیدا ہوا)

سلمان فارسی -

تفصیل بارہ فرقے درویشوں کی ذیل میں درج ہو -

۱- روفائی -

۲- سعیدی -

۳- سُہروردی -

۴- شبانی -

۵- میولیومی -

۶- قادری -

۷- نقشبندی -

۸- ویسی - انکو وہ دشمن مذہب محمد صلعم کہتے ہیں -

۹- جلونی -

۱۰- خلوتی۔

۱۱- بدادی۔

۱۲- دسولی۔

وہ درویش جسکے بیان کے موافق میں نے حال مرقومہ بالا قلمبند کیا ہے فرقہ قادری میں سے ہے اور چونکہ باہم ان فرقوں میں رعبی ہو تو یہ بعید از قیاس نہیں کہ اُسے انھیں کو فہرست مندرجہ بالا میں درجہ اعلیٰ پر لکھوایا ہو جسے کہ وہ اُپر بطور رکھتا ہو۔ بانی اُس فرقہ کا جس سے کہ میرادوست اور میرادوگامتعلق ہے شیخ عبدالقادر گیلانی ہیں۔ عبدالقادر کے معنی بندہ قادر مطلق ہے۔ گیلانی سے مراد یہ ہے کہ وہ ساکن صوبہ گیلان واقع ایران تھے۔ اہل اسلام کے نام مثلاً محمد۔ احمد۔ محمود۔ مصطفیٰ۔ اسمعیل۔ علی وغیرہ با معنی ہیں جیسے نہیں۔ ہر ایک کے معنی کچھ کم و بیش خدا کی صفات سے تعلق رکھتے ہیں اور اکثر مسلمانوں کے دونام ہونے ہیں اگرچہ دونوں میں سے کوئی نام خاندانی نہیں ہوتا ہے پیغمبر اہل اسلام کا نام محمد المصطفیٰ تھا جسے محمد برگزیدہ۔

بانی فرقہ روفانی احمد سعید روفانی تھے۔ اہل یورپ کے سیاح اُسکو درویش ولولہ دشور کرنے والے کہتے ہیں بدنیوجہ کہ طریق پرستش اُنکا خاص اُسی مذهب کا ہے۔ وہ حضرت عبدالقادر گیلانی کے بھتیجے تھے اور ایران کے اُسی قطعہ میں رہتے تھے جہاں کہ حضرت عبدالقادر گیلانی سکونت رکھتے تھے اُنکے مرید اُنکو بڑا ہی پاک تصور کرتے تھے حتیٰ کہ وہ خود کہا کرتے تھے کہ میرا پیر تمام اللہ کے ولیوں کی گردن پر ہے۔ فرقہ قادری میں عہدہ شیخ موروثی ہے۔ اور باپ سے بیٹے کو پہنچتا ہے اگر فرزند بد وقت وفات اپنے باپ کے خور و سال و نابالغ ہو تو اُس فرقے کے لوگ کسی کو اپنے میں سے منتخب کر کے قائم مقام اُسکا مقرر کر دیتے ہیں اور وہ اُس عہدہ

کا کام بطور قائم مقام دیتا رہتا ہو جب تک کہ فرزند پیش برس کی عمر پہنچتا ہو۔
زبانی روایات فرقہ قادری میں سے ہیں بیان سند درجہ ذیل نقل کرتا ہوں ^{نظر}
کہ وہ قول روحانی اُنکے بھتیجے کو تصدیق کرتا ہو۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ دختر پیغمبر اہل اسلام علیہ السلام نے یہ خواب میں
دیکھا کہ ایک شخص اُنکے باپ کے کمرے میں بڑی شمع ماتھ میں لیے ہوئے آیا۔
اُسکی روشنی مشرق سے مغرب تک پھیلی تھی۔ اُنھوں نے تذکرہ اس خواب کا
اپنے باپ سے اپنے خاوند علیؑ کے روبرو جو بھائی حضرت محمد صلعم کے تھے کیا۔ حضرت
نے تعبیر اس خواب کی یہ بیان کی کہ علیؑ کے بعد ایک اور آویگا جسکی پاکی ذات
مثل روشنی شمع کے ہوگی اور وہ تمام ولیوں میں درجہ اعلیٰ پر ہوگا۔ حضرت علیؑ
بہ آواز بلند کہنے لگے کہ یہ تعبیر غلط ہو میں سب اولیاءوں سے برتر ہوں۔ حضرت
محمد صلعم نے کہا کہ تم سب اولیاءوں میں بدرجہ اعلیٰ نہیں۔ وہ جس سے میں
مراد رکھتا ہوں اولیاءوں میں سب سے برتر ہوگا۔ اُسکا پیر تمام اولیاءوں کی گزشتہ
ہوگا اور وہ سب زیر حکم اُسکے ہونگے۔ جو کوئی اُسکا پانوں اپنے دوش پر
نرکھیکے اور اُسکے سامنے سرنگون نہوگا۔ تھیلے اپنے کندھوں پر لیجا بیٹھا بیٹھے فقیر ہوگا۔
علی رضی اللہ عنہ نے اس بات کو منظور نہ کیا اور کہا کہ میں اُسکی اطاعت
نکردنگا۔ اُسوقت محمد صلعم نے ازراہ معجزہ ایک لڑکا بالک پیدا کیا۔ وہاں اُسوقت
بلند الماری پر کچھ میوہ رکھا ہوا تھا۔ محمد صلعم نے علیؑ سے کہا کہ اُس میوہ کو اس
بالک کے لیے الماری سے اتار کر لاؤ۔ علیؑ نے اُسکو اتارنا چاہا لیکن ماتھ اُنکا وہاں تک
نہ پہنچا۔ پس محمدؐ نے اُس بالک کو علیؑ کی گردن پر رکھ دیا اور تب اُسکا ماتھ میوہ
تک پہنچا۔ چونکہ علیؑ نے اُسکا گردن پر سوار ہونا منظور رکھا تو محمد صلعم بہ آواز بلند
کہنے لگے دیکھو دیکھو اُس بالک کو جس سے میری مراد تھی مٹنے بھی اپنی گردن پر

سوار کیا ہو۔ وہ بالک خود عبد اللہ قادری تھے۔

اگر فی الحقیقت بارہوی اصلی فرقے درویشوں کے ہیں تو انکی شاخیں بہت ہیں۔ کہتے ہیں کہ بڑی بڑی شاخیں فرقہ درویشوں کی حسن البصری سے نکلی ہیں اور وہ ہی اکثر سلطنت روم اہل اسلام میں پھیلی ہوئی ہیں۔ بعضی شاخیں مسلمان فارسی سے نکلی ہیں۔ فرقہ مائے بولیوسس۔ دیکھی بندائیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول سے نکلی ہیں۔ تمام فرقہ بیکتاشی سید یعنی اولاد پیغمبر اہل اسلام سے ہیں۔ تسلیم نامش ایک پتھر جو جبکہ وہ اپنی گردن میں ڈالتے ہیں۔ وجہ اسکی یہ ہو کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ایسے کلام کیے تھے جن کے سبب سے پیغمبر اہل اسلام اُسے ناراض ہو گئے تھے اور آثار طلال اُنکے چہرے پر نمودار ہو گئے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی حسرت سے نادم ہو کر بیاوگاری کی۔ ایمان کے وہ پتھر اپنی گردن میں ڈال لیا تھا اور مسجد بنی امیر روبرو سے پیغمبر اہل اسلام کے اُسکو اپنے منہ میں رکھ لیا تھا تاکہ کوئی کلمہ خلاف زبان سے نہ نکلنے پاوے۔ بیکتاشی۔ انیدی درویش ہیں۔

فرقہ درویشان خلوتی سومان پہنتے ہیں بدینوچہ کہ جنگ بدیعہ بن پیغمبر اہل اسلام نے اُسکو پہنا تھا۔ اُس بات کی یادگاری کے لیے وہ بھی اُسکو پہنتے ہیں اور اُسکی بڑی حفاظت کرتے ہیں کہ وہ سیلا نمونے پاوے۔ سومان موزون کی شکل کے ہوتی ہیں۔ اور سیاہ چمڑے کے بنتے ہیں۔ ابتدا میں فرقہ مائے درویشان کے نام با خطاب زمانہ حال کے درویشوں کے نام یا خطاب سے مختلف تھے۔ اُس زمانے میں نام یا خطاب اُنکے مسائل یا اصولوں پر ہوتے تھے لیکن تھوڑے عرصے سے انھوں نے نام یا خطاب اپنا اپنے بانی کے نام پر رکھا ہو۔ میں چند ہی نام خطا

اصلی متصور ہو۔

- ۱۔ خلویہ۔ یعنی وہ جو خیال و یاد خالق میں مستغرق ہو کر ملمس ہو جاتے ہیں
۲۔ آتی مادیہ۔ یعنی وہ گروہ درویشان جو خالق کو حاضر و ناظر سمجھتے ہیں اور
اسکے پرستش کنندوں کو یہی تعلیم و تلقین کرتے ہیں کہ سوائے خدا کے
کوئی اور نہیں ہو۔



- ۳۔ دوسویہ۔ یعنی وہ گروہ درویشان جنکا
اعتقاد یہ ہو کہ مدام خدا کی یاد میں مستغرق
ہونے سے اس دنیا میں بھی خالق سے تعلق
خاص پیدا ہو جاتا ہو۔

- ۴۔ عاشقیہ۔ یعنی وہ گروہ جو مدام عشق خالق کا دل میں رکھتے ہیں۔
۵۔ تلقینیہ۔ یعنی وہ گروہ درویشان جو بذریعہ عبادت و نماز خالق کے
حضور میں رسائی رکھتے ہیں۔

- ۶۔ ذوقیہ۔ یعنی وہ گروہ درویشان جو اپنے بانی و شیخ کی یادگاری میں
مستغرق ہونے سے اسکی روح میں حلول کرتے ہیں اور اسمیں رہتے ہیں
۷۔ وحدتیہ۔ یعنی وہ گروہ جو مدام وحدانیت کا ذکر کرتے ہیں اور اسی خیال میں غرق رہتے ہیں
میں نے کمال سعی و کوشش اس امر کے تحقیقات میں کی کہ کس سبب سے بانی
فرقہ ہائے درویشان نے خاص خاص طریقے عبادت و لباس و پوشاک کے لیے
مقرر کیے لیکن کچھ فائدہ ظہور میں نہ آیا۔ بعض گروہ درویشان کلاہ مختلف وضع
و ڈھانچ کی پہنتے ہیں۔ اکثر کلاہ کئی گوشوں کی بنتی ہیں اور درویش انکو
ترک کہتے ہیں۔ مختلف گروہوں کی کلاہ کے گوشے تعداد میں مختلف ہوتے ہیں

مثلاً فرقہ بیگیتاشی پانچ سے سات گوشون تک کی ٹوپی پہنتے ہیں اور فرقہ
نقشبندی اٹھارہ گوشون کی۔ انکی بعض ٹوپوں پر نو اکثر آیات قرآن کھدی
ہوتی ہیں اور ٹوپیان شبکل گل گلاب بنتی ہیں۔ بعض فرقہ درویشان عمامہ
برنگ سیاہ یا سفید یا سبز باندھتے ہیں۔ انکی پوشاک کارنگ بھی مختلف ہوتا ہے
انکی نماز مختلف اقسام کی ہوتی ہے۔ اگرچہ اکثر تو وہ ہی نماز ہوتی ہے جو اور مسلمان
پڑھتے ہیں۔ بعد ازاں نماز معمولی وہ پیغمبر اور اسکے خاندان اور اسکے دوستوں
اور بانی اپنے مذہب اور اپنے شاہ کے لیے نماز پڑھتے ہیں اور وہ عارے خیر مانگتے
ہیں۔ الغرض مجھ کو اسی قدر تحقیق ہوا ہے کہ بنا انکی آنکھ پر سے ہوئی ہے اور وہ اسی
کی مرضی پر چلتے ہیں۔ بنا بعض رسوم و بعض پوشاک وہ معجزات پر بھی قائل
کرتے ہیں۔ وہ وجوہات اسمین شک نہیں کہ انکی تشفی خاطر بخوبی کر دیتے ہیں
بعض انہیں کے کھڑے ہو کر ذکر حق کرتے ہیں یا نام اللہ کا لیتے ہیں بعض بیٹھ کر
عبادت کرتے ہیں۔ بعض شبکل محیط دائرہ بنکر بیٹھتے ہیں اور ایک دوسرے کے
کندھوں پر دائیں بائیں ہاتھ رکھتے ہیں اور اپنے جسموں کو آگے پیچھے دھکیں
بائیں ہلاتے ہیں اور جیون جیون کہ ذکر حق میں آگے بڑھتے ہیں اتنا ہی زیادہ تر
جوش میں آتے جاتے ہیں۔ بعض ذکر حق بہ آواز بلند کرتے ہیں بعینہ اسی طرح
سے جیسا کہ اہل اسلام میں **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ و محمد رسول اللہ** پڑھتا ہے اور بانگ
دیتا ہے۔ لیکن بعض مثل فرقہ سبکیو بس جنکو کہ سیاحان اہل یورپ ناچنے والے
درویش کہنے ہیں دائرے میں حرکت کرتے ہیں اور دل میں ذکر حق کرتے ہیں
انکی عبادت میں سب خاموش بیٹھتے ہیں اور اسی وجہ سے وہاں عالم سکوت
ہوتا ہے۔ مجھ سے درویشوں نے بیان کیا ہے کہ یہ رسم اس فرقے کی حرکت یا قوال
کائنات کو بیان کرتی ہے اور ملائم راگ اس فرقہ کا علامت و نشان راگ

کہہ مائے افلاک ہو لیکن مجھے صحت اس بیان میں شک ہو۔

ذکر حق دل میں کرنا اور یاد الہی میں بحالت خموشی مستغرق رہنا موافق حکم پیغمبر صلعم کے ہے۔ پیغمبر صلعم نے حضرت ابو بکر کو جبکہ وہ دونوں غار کو وہ میں چھپے ہوئے تھے یہ حکم دیا تھا کہ ذکر حق ایسا دل میں کیا کرو کہ تمہارے تعاقب کرنے والے اور مرید تمہاری آواز نہ سنیں اور حضرت علی خلیفہ چہارم نے جب محمد صلعم سے یہ پوچھا کہ خدا کی مدد حاصل کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے تو انھوں نے جواب دیا کہ خدا کا نام متواتر بہ آواز بلند لینا چاہیے۔

یہ تمام طریقے پرستش کے مذہب اہل اسلام سے نکلے ہیں لیکن بہت سے اصول مذہبی فرقہ مائے درویشان زیادہ ترقیم زمانے سے چلے آتے ہیں اسی وجہ سے انکو متعلق بہ مذہب صوفی کہہ سکتے ہیں۔ مذہب صوفی کا حال آگے کچھ اور بیان ہو گا

یہ قاعدہ عام ہو کہ جو درویش کہ بعد از شیخ نامور نہین ہو اہو اپنی کلاہ کے گرد عمامہ باندھ نہیں سکتا ہو۔ اس عمامہ کو سارق و عمامہ و دستار بھی کہتے ہیں۔ شیخ کو اختیار ہو کہ وہ بہت سے خلیفہ یا جانشین اپنے ایسے مقرر کرے جنکو اختیار عمامہ باندھنے کا گرد کلاہ کے حاصل ہو۔ اس توپی کو اکثر فرقہ مائے درویش کلاہ کہتے ہیں

روحانی بارہ گوشون یا ترک کی کلاہ سہرہ پر دیتے ہیں۔

شیخ کا عمامہ بزرگ سیاہ ہوتا ہو۔ وہ ذکر حق کھڑے ہو کر کرتا ہو جس کمرے میں کہ وہ پرستش کرتے ہیں وہ بنام سہرہ خانہ نامزد ہو۔



فرقہ دیو لیبیس لمبی سفید یاز روزنگ کی کلاہ پہنتے ہیں آسمین کو فی گوشہ نہیں ہوتا ہوا اور
 آنکے شیخ کے عمامہ کا رنگ سبز ہوتا ہے بدینو جب کہ وہ اکثر سید یعنی اولاد پیغمبر صلعم اہل اسلام میں
 سے ہوتے ہیں۔ وہ نماز کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں جیسا کہ سابق مذکور ہوا اور بجا لیت
 نموشی مشرق بجانب مغرب چکر کرتے ہیں۔ اتوار اور جمعہ کے روز ایک گول حلقہ باندھ کر
 وہ نماز ایک ہزار و ایک مرتبہ پڑھتے ہیں۔ اُس نماز کو وہ اسم جلال کہتے ہیں اُس نماز میں صر
 نام اللہ کا لیا جاتا ہے۔ وہ کمرہ جسمین وہ نماز پڑھتے ہیں سیمی خانہ کہلاتا ہے۔



فرقہ قادری چو گوشہ کلاہ زرد دوزی کام کی ہوئی پہنتے ہیں۔ انکی شیخ کلاہ ہفت گوشہ سر پر دیتے ہیں اور اگر وہ ذات کے سید نمون تو انکی کلاہ سفید ہوتی ہو۔ وہ کھڑے ہو کر کمرے کے گرد چکر کرنے میں اس طرح کہ ہر ایک کے ہاتھ ایک دوسرے کے کندھوں پر پڑے ہوتے ہیں۔ پرستش گاہ انکی یعنی وہ کمرہ جہاں وہ عبادت کرتے ہیں بنام ترجید خانہ معروف ہو۔

فرقہ بدادی بارہ گوشوں کی کلاہ سر پر رکھتے ہیں وہ کلاہ برنگ شمس خ ہوتی ہو اور طریق پرستش انکا مثل طریقہ پرستش فرقہ روفائی کے ہو انکی پرستش گاہ بھی بنام ترجید خانہ نامزد ہو۔

فرقہ دسوی کلاہ گوشہ دار نہیں پہنتے ہیں۔ انکی کلاہ برنگ سفید ہوتی ہو اور وہ نماز کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں۔

فرقہ سعدی کی کلاہ بارہ گوشہ کی ہوتی ہو۔ انکا عمامہ برنگ زرد ہوتا ہو اور وہ نماز کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں۔

فرقہ خلوتی کی کلاہ بین گوشہ نہیں ہوتا ہو لیکن تاہم اسمین چار کونے نکلے ہوتے ہیں۔ انکی کلاہ برنگ سفید و زرد و سبز وغیرہ ہوتی ہو اور وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔

فرقہ نقشبندی کی کلاہ چو گوشہ ہوتی ہو۔ رنگ اسکا اکثر سفید ہوتا ہو اگرچہ وہ اور رنگ کی کلاہ بھی سر پر رکھتے ہیں۔ انکی کلاہ پر ہمیشہ کار زرد دوزی ہوتا ہو اور آیات قرآن اسپر منقش ہوتی ہیں۔ وہ بیٹھ کر ایک ہزار و ایک مرتبہ نماز پڑھتے ہیں۔ وہ نماز بنام اخلاص نامزد ہو۔



اس فرقہ میں یہ بات بالخصوص عمل میں آتی ہو کہ جب وہ نماز کے لیے یکجا جمع ہوتے ہیں وہ ایک ہزار و ایک کنکر باہم تقسیم کر لیتے ہیں اور جب ہر ایک انہیں سے ایک ایک مرتبہ نماز اخلاص پڑھ چکتا ہو وہ ایک ایک کنکر اس حلقہ میں بطریق یادداشت رکھ دیتے ہیں اور اس طرح عمل کرتے جاتے ہیں جب تک کہ کل نماز ختم نہ ہو جاوے۔

اشخاص فرقہ جلوئی بارہ گوشہ کی کلاہ سر پر رکھتے ہیں۔ کلاہ انکی بزرگ سبز ہوتی ہو اور ہر ایک کو انہیں سے عمامہ باندھنے کی اجازت ہو۔ وہ اپنے گھسنو پڑ جھک کر ذکر حق کرتے ہیں اور ہم جلال پڑھتے ہیں۔

اشخاص فرقہ حمزومی جنکو تلامیون بھی کہتے ہیں نہ تو کوئی خاص پوشاک و نہ کلاہ پہنتے ہیں اور نہ ٹپکا باندھتے ہیں۔ وہ بیٹھ کر چپ چاپ خیال و یاد حق میں مصروف و مشغول ہوتے ہیں اور بلبلاش نور انہی سر گرم رہتے ہیں۔ طریق فرقہ مائے بیرامی و شبانی وغیرہ کاشل طریقہ فرقہ خلوتی کے ہو۔

اشخاص فرقہ بیکتاشی کلاہ چہار گوشہ و دوازہ گوشہ سر پر رکھتے ہیں۔ انکی کلاہ بزرگ سفید و سبز ہوتی ہیں۔ انکی پرستش کا کوئی طریقہ خاص مقرر نہیں ہے۔

اور نہ اُنکی پرستش گاہ میں کوئی خاص طریقہ نشست معین ہو۔ لیکن کہتے ہیں کہ وہ نماز مثل اشخاص فرقہ نقش بند پڑھتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ تعداد فرقہ ہمارے درویشان ۶۰۔ ہو لیکن بعضوں کے نزدیک وہ تعداد میں ایک سو ہیں اور ہر ایک کا نام اُسکے بنا کرنے والے کے نام پر مشہور و معروف ہو۔ اُن سبکی تفصیل لکھنا اور انکا فرق باہمی بیان کرنا محض لا حاصل و تزییع اوقات متصور ہو۔ فرقہ سیکتاشی کی کسی شاخین ہیں اور قیاس چاہتا ہو کہ اسطرح اوروں کی بھی شاخین ہونگی۔ چند فرقہ درویشوں کو قسطنطنیہ میں جانیکی ممانعت ہو گئی ہو۔ مثلاً فرقہ سیکتاشی کو بسبب اسکے کہ وہ فرقہ جساری سے باہم کمال ربط و اخلاص و تعلق رکھتے ہیں شہر قسطنطنیہ میں جانیکی اجازت نہیں۔ وہ اکثر نیک نام نہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ دہریے و ملحد ہیں۔

اصول قرآن پر چلتے ہیں اور پیغمبر اہل اسلام علیہ السلام کے چند ان معتقد نہیں۔ وہ اکثر علیدی یعنی پیروان خالف علی بن سے ہیں اور اسی لیے وہ معتقد مذہب صوفی ہیں جنکا ذکر کہ اس کتاب میں بہت آگے بڑھ کر بہ بشریح بیان کیا جاویگا۔

میں نے اب تک نہ سنا ہو اور نہ دیکھا ہو کہ کسی شخص نے تواریخ یا حال مختلف گروہ ہمارے درویشان اہل اسلام قلمبند کیا ہو۔ یہ مضمون نہایت دلچسپ و دلپسند عوام معلوم ہوتا ہو خصوصاً سیاحان ممالک شرقی کے لیے جو کسی طور سے حال اُنکا دریافت نہیں کر سکتے ہیں وہ لوگ طریق پرستش درویشان دیکھ کر مشتاق تحقیقات حال ہوتے ہیں۔

طلباء ممالک شرقی اس بات سے بخوبی واقف ہونگے کہ امور واقعی نسبت حالات درویشان جمع کرنا کیسا کار سخت و دشوار ہو اور میرا دل گواہی دیتا ہو

کہ میں نے اس کام کے اختیار کرنے میں بڑی جرأت کی ہو اور میں نے اپنے حوصلے سے قدم باہر رکھا ہو۔ ہر باب میں اول اول ابتدا ضرور ہوتی ہو پس اس صورت میں اگرچہ یہ کتاب اس مضمون میں کامل متصور ہو تاہم وہ اُنکو جو آئیں گے اس باب میں سعی و کوشش کرنیگی مدد و اعانت دیو گی۔

میں نے حتی الامکان تحقیقات حال درویشان معتبر نوشتون قلمی و مطبوعہ و زبانی بیان سے کی ہو۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ میں اعتقاد درویشان اہل اسلام پر خمیں سے کہ اکثر قسطنطنیہ میں میرے دوست تھے مکنت جینی کروں یا نہ ہو توہمات اہل اسلام و عیسائیوں کو باہم مقابل کر کے دیکھوں اور اس سے نتیجہ نکالوں۔ عقیل و فہیم ناظرین کو اختیار ہو کہ وہ اُنکو پڑھا کر خود جو نتیجہ چاہیں نکالیں اور اُنکے پڑھنے سے جیسا اترے اُنکے دل پر پیدا ہوا سپر عمل کریں بعض کہتے ہیں کہ مذہب فرامشن اہل اسلام قسطنطنیہ میں کسی اور نام سے کسی خاص قطعہ ممالک شرقی میں پایا جاتا ہو لیکن میری دانست میں بیان اُنکا غلط ہو اگرچہ اُنکے راز و اسرار میں مذہب فرامشن کے راز و اسرار سے اتفاقاً مشابہت پائی جاتی ہو۔ میں ایک مسلمان سے جس نے بیان کیا کہ مذہب فرامشن اہل اسلام میں بھی پایا جاتا ہو واقفیت رکھتا تھا اگرچہ اسم میں اور مجھے میں ایسا ربط و اخلاص نہ تھا کہ باہم آمد و رفت ہوتی۔ اُس نے ایک فہرست اُن مقامات کی جہاں کہ مکانات فرامشن اہل اسلام اس ریاست میں اُسکے نزدیک موجود تھے طیار کر کے مجھے دی تھی اور اُس نے مجھ سے یہ بھی بیان کیا تھا کہ بڑا مکان فرامشن اہل اسلام جمیل ٹیریس واقع پلاٹائن پر موجود ہو۔ بعد مسما رہونے اور تسلیم کے وہ مکان وہاں سے جمیل ٹیریس پر منتقل کیا گیا تھا۔ پس اُس نے کہا کہ وہ مکان پہلے بھی موجود تھا اور اب بھی یہودیوں میں

بالضرور موجود ہو گا۔ مین نے اس باب میں بڑی تحقیقات کی لیکن افسوس ہو کہ باوجود کمال تلاش و تجسس کے کوئی نشان ایسا نہ ملا جس سے کہ بیان اس شخص کا پایہ تصدیق کو پہنچتا۔ مجھ کو اس مقام پر موقع تحقیقات بہت و بیشمار حاصل تھے۔ از بسکہ مجھ کو کمال اشتیاق تھا کہ مین اہل اسلام میں اپنے مذہب کا کوئی پاؤں بکمال سرگرمی اس امر کی تحقیقات و تلاش و تجسس میں مصروف و مشغول ہوا لیکن مطلب پر کامیاب نہوا۔ شاید کہ اور لوگ اس تحقیقات میں کامیاب ہوں اور اس شخص کا بیان پایہ تصدیق کو پہنچاویں۔

کہتے ہیں کہ مسلمان فرامشن نخباب ملا میون مشہور و معروف ہیں جسوقت کہ مین اس فرقہ درویشان اہل اسلام کا حال بیان کر دینا اسوقت ناظرین خود دیکھ لینگے کہ کسقدر بیان اس شخص کا لباس صدق سے معرا ہو۔ مین اسجا یہ بھی بیان کرتا ہوں کہ چند اہل اسلام نے کہ مجھے واقف تھے ولایت یورپ خصوصاً ملک فرانس میں مذہب فرامشن اختیار کیا ہو بعض اُنہیں کے عہدہ ہائے جلیلہ پر ممتاز ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو سلطاننہ و دیگر شہر و دیار اس ریاست کے مکانات مذہبی سے متعلق ہیں۔ ہند میں بھی بہت سے مکانات ایسے ہیں جن سے کہ ہندو مسلمان متعلق ہیں۔ یہ بات عجیب ہو کہ فرقہ درویشان بیکتاشی اپنے تئیں فرامشن میں سے سمجھتے ہیں اور اُن سے بھائی چارہ لگایا چاہتے ہیں۔

فرسی میسنری کو زبان ترکی یا روم میں فرامشن کہتے ہیں۔ اور یہ لفظ اُنہیں بڑے تہنگ و ملامت و حقارت کا ہو۔ اس لفظ کے معنی غایت درجہ کفر و وہر یا پن کے ہیں۔ فرقہ بیکتاشی کی بھی اس لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں بھیکو

وہ اہل اسلام میں را اگرچہ سبب اس کا مجھ کو معلوم نہیں (حقیر سمجھے جاتے ہیں اور اور فرقتے درویشوں کے بھی اُنکو اچھا نہیں جانتے ہیں۔ قسطنطنیہ میں کوئی ایسا شخص نہوگا جو فراموشی نہ کھاتا ہو اور لوگ اسکی تعظیم و تکریم کرتے ہوں۔ اسے طرح فرقہ پر دشمنیت میں جو کوئی مٹیھو ڈسٹ یا دو لٹیریں کھلاتا ہو اسکا کوئی عیسائی داب و آداب نہیں کرتا ہو۔

اہل عرب کو بت پرستی سے چھوڑنے کے لیے محمد صلعم نے پرستش خالق کائنات و معبود حقیقی کی تہنیت و تلقین کی اور لوگوں کو یہ سکھایا کہ خدا کی مرضی پر چلنا چاہیے اور اسی پر صابر و قانع رہنا چاہیے۔

قبل اسکے کہ محمد صلعم نے دعوتے پیغمبری کیا خالق کائنات بنام اللہ معروف ہوگا۔ یہ لفظ غالباً آلوہم سے نکلا ہو اور آلوہم لفظ زبان عبرانی ہو۔ یہ دو عربی الفاظ سے مرکب ہو یعنی ال اور لہ ہے۔ یہ دونوں ملکر لکھ کر اللہ لکھے جاتے ہیں ال حرف تعریف یا حرف تنکیر ہو۔ وہ زبان عربی میں چار حروف ا۔ ل۔ ل۔ ہ سے ملکر لکھا جاتا ہو اور یہ چار حروف اسرار کہلاتے ہیں جو خاص طور سے وجود خالق پر دلالت کرتے ہیں۔

ناظرین کی یاد دہی کے لیے یہ کہنا کچھ ضرور نہیں کہ زبان عربی زبان عبرانی سے نکلی ہو اور وہ زبان زبان سیمٹیک ہو۔ پس اسی لیے وہ زبان الفاظ اصلی و طبعی سے مرکب ہو۔ دو دو یا تین تین یا چار چار حروف ملکر موافق خاص قواعد صرف و کے تمام الفاظ اس زبان کے بن گئے ہیں۔

جو تعریف خالق کائنات کی کہ حسب الاستفسار ہیو دیون و عیسائیوں اور فرقہ پیچی و دیگر بت پرستوں کے محمد صلعم نے بیان کی ہو قرآن کے ایک باب میں جسکو اخلاص کہتے ہیں درج ہو۔ اسی محمد صلعم یہ بیان کرتے ہیں کہ خدا الانی ہو

اور غیر مخلوق اور وجود اسکا ضروری ہو۔ تمام مخلوقات کائنات اسی سے وجود میں آئی ہیں۔ وہ مثل مخلوقات ذی حیات نہ تو اولاد پیدا کرتا ہو اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہو اور موجودات میں کوئی اسکا ثانی نہیں ہو۔ اس خسر بیان سے ایسا واضح ہوتا ہو کہ محمد صلعم یہ سمجھتے تھے کہ عیسائی ممالک سمیرا و عرب کھلی اکے معقد ہیں یعنی وہ خدا کی وحدانیت کے قائل نہیں۔ یہ معلوم نہیں کہ مسئلہ تثلیث محمد صلعم کو پرستی و صحبت تمام سمجھا گیا تھا یا نہیں لیکن یہ ظاہر و باہر ہو کہ وہ مسئلہ مطبوع طبع انکے ہوا تھا اور تشکی و تشفی خاطر اس سے نہوئی تھی۔ وہ اپنے زمانہ پیغمبری میں مسئلہ تثلیث سے استفادہ منتظر رہے کہ وہ بارگاہ کرتے تھے کہ یہ طریقہ مذہب باطل کا ہو اور اسی لیے اس سے استفادہ پر ہین کرنا چاہیے جیسا کہ آتش پرستی و بت پرستی سے۔ وہ قرآن میں عیسائیوں کو مشرکین کہتے تھے یعنی عیسائی ذات واحد خدا میں اور خدا بھی شریک کرتے ہیں بت پرستوں کو وہ صنائم کہتے تھے بدنیو جب کہ انسان کے ماتھ کی بنی ہوئی بتوں کی وہ پرستش کرتے ہیں۔

اسکے اعتراضات نسبت اور مذاہب کے صرف وہ ہی تھے جو اوپر بیان ہوئے محمد صلعم کے مذہب کی تشریح جو کچھ کہ ایک بڑے مشہور و معروف مصنف نے کی ہو ذیل میں درج ہو۔

وہ خدا جسکی میں پرستش کرتا ہوں اور جسکی پرستش کل کائنات کو کرنی چاہیے لاثانی ہو اور ذات پاک اسکی واحد ہو اور بسبب صفات مخصوص کے جو اسی کی ذات میں پائی جاتی ہیں وہ جمیع مخلوقات عالم سے جدا برتر ہو۔ وجود اسکا ضروری ہو اور ذات پاک اسکی کسی کی محتاج نہیں اور تمام موجودات اسی کے جوہ سے موجود قائم ہیں۔ وہ اولاد پیدا نہیں کرتا ہو۔ یہ فقرہ یہودیوں کی

اس رائے کی تردید میں بیان ہوا ہے کہ تفسیر یا اسدرا اسدرا کا بیٹا تھا وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا یہ فقرہ عیسائیوں کے خلاف تحریر ہوا ہے بدینوجہ کہ حسیس کراسٹ یعنی حضرت مسیح جو شکم مریم سے بے باپ کے تولد ہوئے تھے انکے نزدیک خدا کے بیٹے ہیں۔ وہ لاثانی ہیں۔ یہ خلاف مذہب فرقہ بھی ساکن ایران و پیروان زور آسٹر و مینس کے ہیں۔ انکا یہ اعتقاد ہے کہ کائنات میں دو مساوی طاقتیں ہر جہ اعلیٰ ہیں ایک تو ادریس وس اور دوسری اہرن یعنی روح پاک و ناپاک دیوتا۔ یہ مسئلہ محمد صلعم کا خلاف ثبت پرستان ملک عرب کے بھی ہے بدینوجہ کہ وہ اس امر کے معتقد تھے کہ ارواح بناد و مائشا شریک و رفیق ذات باری تعالیٰ ہیں۔

در باب ذات خالق محمد صلعم کا یہ بیان ہے کہ اس کے لیے نہ ابتدا ہو اور نہ انتہا اور جو داسکا وجود جمیع مخلوقات معلوم ہے ایسا برتر ہے کہ اسکی عظمت و بزرگی خارج از دائرہ وہم و قیاس ہے۔ اگرچہ وجود اسکا ہر جزو کائنات میں موجود ہے لیکن وہ جسمانی آنکھوں سے جو فانی ہیں نظر نہیں آتا ہے اور اسکی طاقت و عظمت و بزرگی کا کچھ خیال صرف کارخانہ الہی دیکھا دل میں آتا ہے اور عقل کو حیران کرتا ہے۔ ایک بڑے مصنف کا اس باب میں یہ بیان ہے کہ جو کچھ خیالات کہ روح انسان و جو اس خمسہ وقوت متخیلہ در باب ذات و صفات خالق باندھ اور پیدا کر سکتے ہیں خواہ وہ انکے نزدیک کیسے ہی معقول و مستحکم ہوں لیکن عظمت و بزرگی و شان خالق کے روبرو محض ناچیز ہیں۔ ایک اور مصنف کا یہ بیان ہے کہ ذات و صفات باری تعالیٰ کا خیالی تصور باندھنا اور اس باب میں سعی و کوشش عمل میں لانا محض لاجل ہے۔ ایک مشہور مصنف اہل اسلام یہ بیان کرتا ہے کہ تصور خیالات و صفات خالق خارج از دائرہ امکان ہے بدینوجہ کہ اسکو

کسی سے مشابہ نہیں کر سکتے ہیں اور انسان کی زبان میں ایسے الفاظ نہیں جو اس کی عظمت و بزرگی و شان کو بیان کر سکیں۔ علی رضی اللہ عنہ خلیفہ چہارم جو اہل عباد میں بڑے فاضل تھے اور محمد معلم کے محقر یہ بیان کرتے ہیں کہ جو کوئی اپنے تئیں پہچانتا ہو خدا کو جانتا ہو۔ بیان مندرجہ ذیل تائیدِ مضمون مندرجہ بالا کرتا ہے۔

تیسری روح و دلیل ساطع و برہان قاطع وجود خالق ہے۔ دریائے غور و تامل و تفکر میں غرق ہو کر تو اپنے تئیں پہچانتا ہو اور یقین ہو جاتا ہو کہ تیرا وجود ایک نقش ہے اور بناوٹ اور اسی لیے نقش بند اور بنائے والا اس کے لیے ضروری متصور ہے۔

ایک اور مصنف کا یہ بیان ہے کہ چونکہ وجود و ذات خالق و دونوں ایک ہیں تو پس اس بات سے واقف ہو کہ تیری ذات جبکہ خالق عدم سے ہستی میں لایا ہو دلیل تیرے وجود و ہستی کی ہو۔

بانی فرقہ سیولویس و مصنف ثنوی شریف کہ بڑے مشہور و معروف ہیں یہ لکھتے ہیں کہ سعی و کوشش اس وجود کے سمجھنے کے لیے عمل میں لانی جو ترکیب و تمیز و امتیاز سے مبرا ہو محض لا حاصل و بیجا ہو۔ وہ مثل ایک ایسے درخت کے ہو جسکی نہ تو شاخیں ہیں اور نہ جڑ و نہ تنہ اور اسی لیے روح اس پر نہیں ٹھہر سکتی۔ وہ ایک معما ہے جو کسی سے کھلتا نہیں اور نہ اسکی تفسیر کسی طرح سے ہو سکتی ہو۔ کوئی اسکا بیان اس طرح نہیں کر سکتا ہو کہ تشفی خاطر ہو جائے۔ کیا کوئی کبھی اس کے وجود کو کسی سے کسی طور مقابل کر سکا ہو یا شبہ کر سکا ہو وہ ہماری فہم و قوت متخیلہ سے بدرجہ غایت باہر ہے۔ جب کبھی ہم اس کے سمجھنے اور پہچاننے کے لیے سعی و کوشش عمل میں لاتے ہیں ہم یہ وہ خیالات ہیں

مستغرق ہو کر حیران و پریشان ہو جاتے ہیں پس اس صورت میں اسکی ذات و صفات کو بدستی تمام بیان کرنے کے لیے الفاظ کا تلاش کرنا محض لاجمل ہو اور با و مہشت ہیو دن ہم سے صرف یہ ہی ہو سکتا ہو اور یہ ہی کرنا چاہیے کہ اسکی پرستش بجمال ادب کیا کریں اور چون و چرا کو اشمین و نل ندین بنظر زیادہ تر تشریح اس امر کے کہ محمد مسلم کے خیالات نسبت اللہ کے کیا تھے میں یہ بھی بیان کرتا ہوں کہ مضمون وحدانیت خالق قرآن کے باب ۸۹ - میں درج ہو۔ قرآن میں لکھا ہو کہ خدا نے زوج و غیر زوج کی قسم کھائی تھی۔ زوج سے مراد سجا مخلوقات ہو اور غیر زوج سے خدا۔ قرآن کی پاک آیت میں یہ آیا ہو کہ خدا نے تمام چیزوں کو دوڑ لگی و دو سہل و زوج پیدا کیا ہو لیکن ہم کہتے ہیں کہ خدا واحد و لائمانی۔

ایک ایرانی مصنف کا یہ اظہار ہو کہ کسی کو اپنے تئیں لفظ میں سے بیان کرنا پناہیے بدیو جب کہ اسکی صفت صرف خدا سے تعلق رکھتی ہو۔ ملک و مہینہ یثیل مشہور ہو کہ جو کوئی اپنے تئیں لفظ میں سے تعبیر کرتا ہو وہ شیطان ہو بدیو جب کہ یہ لفظ سوا اسے خدا کے موافق اسکے اصلی معنوں کے کسی اور پر صادق نہیں جتنا ہو۔ تمام چیزیں خدا سے نکلی ہیں اور اسی کی ذات میں ہیں اور اسی کے حکم کی مطیع و فرمانبردار ہیں۔ اسی کا وجود ضروری ہو اور بے امداد غیر موجود ہو ایک خدا پرست مسلمان جو بڑا نامور و مشہور و معروف تھا یہ کہا کرتا تھا کہ جب میں نے خدا کا نام لیا گو یا سب چیزوں کا ذکر کیا بدیو جب کہ جو چیز سوا اسے خدا کے ہو وہ نا چیز ہو اور تصور خواہش نفسانی باطلہ سے پیدا ہوئی ہو۔ ایک اور مصنف یہ کہا کرتا تھا کہ چونکہ میرا دل خدا کی طرف مائل و متوجہ ہو تو مجھ سے سوا اسے ذکر حق کے کچھ اور ذکر نہ کیا کرو۔

اللہ کی تعریف اسی سبب سے یہ بیان ہوئی ہو کہ وہ حاضر و ناظر ہی اور ہر ذرہ موجودات عالم میں موجود کسی جایہ بیان نہیں ہوا ہو کہ وہ کسی خاص جایہ میں محدود ہو۔
 تجھے یقین نکلی ہو کہ محمد صائم مسئلہ آواگون کے قائل تھے۔ انکا یہ اعتقاد تھا کہ روح انسان خدا کی ذات میں سے نکلی ہو لیکن وہ مابین حیات و نفس انسان و حیات و نفس باقی مخلوقات عالم امتیاز کرتے تھے اور ان دونوں میں باہم فرق سمجھتے تھے۔ اس باب میں ایک مصنف بطور روایت زبانی بیان کرتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے پوچھا کہ تم کہاں تھے تو در جواب اسکے یہ آواز آئی کہ جبوقت تم مجھکو تلاش کرتے ہو فوراً مجھکو پائے ہو۔

کہتے ہیں کہ جب ایک شخص ساکن گجستان عرب سے کسی نے پوچھا کہ تم کیونکر جانتے کہ خدا موجود ہی تو آئے در جواب اسکے کہا کہ سب طرح کہ نفقہ پا و قدم ریت پر بچھکر معلوم ہو جاتا ہو کہ یہاں سے آدمی یا حیوان گزرا ہو اسی طرح وجود خالق کا اسکے کارخانے سے دریافت ہو جاتا ہو کیا آسمان جو اجرام فلکی سے تابندہ و روشن ہو اور زمین جو میدان آہنگ زریریت آراستہ و پیراستہ اور مندرجہ بشمار لہرون سے مالا مال ہو اثبات وجود عظمت و بزرگی و شان و شوکت خالق کے لیے دلیل کافی متصور نہیں



ایک اور طفل سا کبریا گستان عرب نے در جواب اسی قسم کے سوال کے یہ کہا کہ کیا کسی قسم کی شمع روشنی در دراکو پہونچ سکتی ہے۔ اور اسی شخص نے اپنے ایک رفیق کو جو تختہ مشق شرم آسمان ہوا تھا اور حبیبی سعی و کوشش مصائب ناگہانی و آسمانی سے محفوظ رہنے کے لیے کارگر نہونی تھی یہ کہا کہ خدا است کوئی اور جا پناہ سوا ہے خدا کے نہیں ہے۔

در ویشون کے نزدیک سب بین اللہ ہی اللہ ہے۔ انکا اعتقاد دلی یہ ہے کہ ہر وقت و ہر لحظہ اس کا تصور کرنا چاہیے اور اسی کی عظمت و بزرگی و شان و شوکت میں مستغرق رہنا اور حین حیات اسی کے نام کے مالا جینے اور سہلی امداد و اعانت طلب کرنے اور اسی کی پرستش میں مصروف و مشغول رہنا اور اسی طرح سے مقدس و پاک ہونا اور طاقت روحانی حاصل کرنا انسان پر فرض الہم ہے۔ انکے نزدیک نام معبود حقیقی اکثر خواہ بہ آواز بلند اور خواہ دل میں لینا نہایت قابل تعریف ہے اور جتنا جلد جلد کہ نام خالق زبان سے نکلے اتنا ہی اُسکو وہ بہتر سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی تنفس نام اللہ کا ایک سو مرتبہ یا تینت بین کہتا ہو تو در صورتیکہ وہ اُسی نام کو اُسی عرصے میں دوسو مرتبہ کہ سکے تو وہ زیادہ تر مستحق تعریف تصور ہو گا۔ انکا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ عابدون کو جب وہ عبادت میں مشغول ہوتے ہیں اپنا ظہور خاص طور سے دکھلاتا ہے اور انکے دل میں فرائی جاوہ دیتا ہے وہ اس بات کے بھی مقتد ہیں کہ اسباب کثرت لفظ اللہ بلفانی تمام حروف میں قلب پر ایسا منقش ہو جاتا ہے کہ چشم روح عابد اُسکو بصفائی دیکھ سکتی ہو۔

نہ سب جو محمد صلعم نے اہل عرب میں مشہر کیا تھا بنام دین الاسلام نافذ تھا۔ وہ لفظ دین کو ہی ایمان حقیقی سمجھتے تھے اور اسی کو درست طریقہ

حصول سرور دائمی تصور کرتے تھے۔

لفظ اسلام کی تعریف کئی صورت سے کی گئی ہے۔ اول وہ سلامت نکلا ہو اور اس کے معنی امن و آسائش و آرام کے بھی ہیں۔ دوم لفظ سلامت سے وہ مشتق ہوا ہے جس کے معنی امان و نجات کے ہیں۔ اس سے مسلم بنا ہوا اور اس کا صیغہ جمع مسلمان ہے اس کا صیغہ مؤنث مسلمی ہے۔ ان سب کے معنی تمناعت و صبر بکرم خالق ہے اور تقدیر پر شاکر رہنا۔

مصنف کتاب ثنوی شریفین بیان کرتا ہے کہ خواہ ہم کسی جگہ پر ہوں ہم مالک زمین زیر حکم خالق ہیں۔ جہاں کہیں ہم ہوں ہم ہمیشہ تیرے ساتھ ہیں۔ ہم اپنے دل میں کہتے ہیں کہ شاید ہم کسی اور راہ پر چلنے نہ لگیں۔ یہ خیال کمینا ہیودہ و لغو ہی مذہب کہ تمام راستے ہمیشہ تیرے ہی طرف جاتے ہیں۔

باب اول قرآن ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔ اَوْنَالِقْ زَمِیْن وَ زَمَانْ مِہْکُو رَاہِ رَہْست یعنی راہ راست اسلام پر لیجا۔ اسی کتاب کے باب انعام میں خدایہ لکھتا ہے کہ یہ راہ راست ہے اس پر چلو اور کوئی اور راہ سوائے اسکے تلاش نہ کرو اس لیے کہ وہ شکوگراہ کرے گی۔

یہ بیان راہ راست و حقیقت بنا و طریقت درویشان ہے۔ یہ تمام مختلف راستے ہیں لیکن وہ سب بطرف اللہ ہی کے جاتے ہیں۔ ایک شاعر مالک مشرقی اسی مضمون کو بہ الفاظ مندرجہ ذیل بیان کرتا ہے۔

اگرچہ ہم مختلف کھڑکیوں سے نگاہ کریں لیکن وہ ایک نقاب ہے جو چشمہ روشنی و گرمی ہے سب کو نظر آویگا۔

قرآن کے باب ابراہیم میں بیان ذیل درج ہے۔
مذہب مثل ایک درخت کے ہو جسکی جڑ مثل بیج درخت کھجور زمین کے اندر دوڑے

چلی گئی ہو۔ اور جسکی شاخیں بطرف آسمان چلی جاتی ہیں۔ جبکہ آسمانی وقت معمولی پر وہ بارور ہوتا ہو۔ برعکس اسکے ناخدا پرستی مثل ناقص پودے کے ہر جسکی جڑ زمین کے باہر ہو۔ وہ اسی سبب سے یہ آسانی اُکھڑ سکتا ہو۔

ایک مصنف اہل اسلام کا یہ بیان ہو کہ پرستش کنندگان خالق چار اقسام کے ہیں۔ اول عقیل و فہیم جو سبب اپنی ذاتی نیکی کے فرمان آسمانی پر چلتے ہیں۔ دوم نوبہ کنندگان جو خوف سے عمل کرتے ہیں۔ سوم۔ عابد و پارسا جو شوق دل سے بیباک و معبود حقیقی مشغول ہوتے ہیں۔ چہارم صادق و راست باز جو خالق سے بدل محبت رکھتے ہیں۔ قرآن کے ایک باب میں یہ حکم درج ہو کہ کسیکو بحیرہ مذہب اسلام میں نہ لاؤ لیکن بعد ازان یہ حکم آیا ہو کہ جو لوگ مذہب اسلام کے معتقد نہوں انہر فوج کشی کرو۔ یہودیوں اور عیسائیوں اور فرقہ مارے مسیحی و ہنسی بین کو بحیرہ مذہب اسلام میں نہ لاؤ یا اُن سے محمد صلعم کے لیے جو انکا بنز لہ و نیوی شاہ کے ہر زر خراج و باج لو۔ از بسکہ حال فرقہ درویشان تواریخ پیغمبر اہل اسلام علیہ السلام سے بدرجہ غایت تعلق رکھتا ہو اسلئے کچھ بیان حال محمد صلعم اسجا مناسب ضرور متصور ہوتا ہو۔ کوئی ایسا تنفس نہوگا جو قرآن کو پڑھ کر محمد صلعم کو بڑے مصلح مذہب و قانون ساز فرقہ تصور نہ کرے گا خصوصاً جب وہ اس بات سے واقف ہوگا کہ وہ شتر بان تھے۔

مصنفان مذہب عیسائی یہی خطاب مذمت و ملامت نسبت اُنکے اکثر استعجال میں لایا کرتے تھے۔ دیکھو کہ اصلیت و بنیاد و تواریخ محمد صلعم کی اصلیت و تواریخ موسیٰ علیہ السلام سے کیسی مختلف ہو۔ حضرت موسیٰ شاہ فیرو کے دربار میں علما و فضلاء مصر کی صحبت میں تربیت پاتے رہے۔ مسلمان کہتے ہیں کہ محمد صلعم اُمی تھے یعنی لکھنے پڑھنے سے وہ محض ناواقف تھے۔ ہم کو اصلاً معلوم نہیں کہ عہد طفولیت رجوانی میں کبھی انھوں نے کسی مسائل مذہبی میں تعلیم پائی تھی خصوصاً ان عقائد

ندہی میں جو قرآن میں پائے جاتے ہیں اس صورت میں انکو نادیر مشہور شخص
 دنیا میں سے تصور کرنا قرین انصاف ہو جب وہ اس عمر پہ پہنچے کہ انسان کو
 اپنی رائے و عقل و تئیر پر اعتبار ہوتا ہو انکے دل میں یقین کامل ہو کہ خالق کائنات
 نے مجھکو بالخصوص مذہب اہل عرب کی اصلاح کے لیے بھیجا ہو۔ خالق کا یہ منشا ہو
 کہ میں اُن سے ثبت پرستی چھوڑاؤں اور پرستش معبود حقیقی کی طرف اُنکو راغب و
 مائل کروں۔ یہ یقین تادم مرگ اُنکے دل میں جاگزین رہا اور اُنھوں نے اپنے
 شیخ سواہ رسول اللہ کے جو کلمہ اہوں کو راہ راست پر لاوے کچھ اور نہ سمجھا۔
 پیغمبر اُنکو اس لحاظ سے کہتے ہیں کہ اُنکو الہام ہوا تھا لیکن اس باب میں جائے غم
 ہو اور شبہ۔ اعتقاد عیسائیوں میں مسئلہ تثلیث و ثبت پرستی اہل عرب کی انکی دہشت
 میں غلطی فاسخ تھی۔ پس موافق اپنے اعتقاد و یقین دل کے انکی اصلاح میں
 کوشش کرنا وال بیشک و شبہ نیکی ارادے پر ہو۔ اگر یہ نیک ارادہ خالق کی طرف
 سے اُنکے دل میں جاگزین ہوا تو کیونکر وہ اُنکے دل میں پیدا ہوا۔ یہ تسلیم کرنا کہ
 وہ کتب توریت و انجیل سے واقفیت تمام نہ رکھتے تھے و حقیقت اُنکے الہام براعترا
 کرنا ہوا اور اُنکو چھوٹا سمجھنا کیونکہ یہ قیاس کرنا قریب العقل ہو کہ اگر خدا نے اُنکو
 بھیجا ہوتا تو وہ اس نقص کو اُسمیں سے دفع کرتے۔

پس اُسکو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ باشندہ عرب تھے نا خواندہ و آبی محض۔ خدا نے
 اُنکو عقل نادر و عجیب عطا فرمائی تھی۔ وہ بڑے صاحب غزم و مستقل مزاج تھے اور
 اپنے ارادے پر قائم رہتے تھے اور تادم مرگ اُنکا یہ ہی حال رہا۔ باوجود اسکے
 نقص و عیوب انسانی بھی اُنہیں بہت اور بدرجہ غایت تھے۔ بلند نظری و نفست
 اُنہیں اس درجہ غایت پر تھی کہ جو کچھ وہ ارادہ کرتے تھے اُسمیں جہ تن مصروف
 ہو جاتے تھے۔ اُن مختلف گروہ و اشخاص کا انتظام جنگی ندہی اصلاح میں سرگرم

وہ بڑے حسن و خوبی و لیاقت سے کرتے رہے اس باب میں انکی بڑی لیاقت و استعداد ظاہر ہوئی۔ ابتدا میں جب انھوں نے دعویٰ پیغمبری کیا کوئی انکا شریک و رفیق نہ تھا۔ اسمین شک نہیں کہ وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہوئے یعنی انھوں نے اہل عرب سے بت پرستی چھوڑائی اور انکے مذہب کی اصلاح کی۔ اکثر اشخاص ساکن و لایتمائے ایشیا و افریقہ و یورپ اب بھی انکے مسائل کے پابند ہیں اور انکی بڑی عزت و توقیر کرتے ہیں۔ قرآن میں بعض مضامین اعلیٰ ایسے درج ہیں کہ اکثر اشخاص تعلیم یافتہ علم الہیات و سیے لکھتے تو انکو جابے فخر ہوتی پیران مذہب اسلام حسب بیان قرآن یہ توقع کرتے ہیں کہ محمد صلعم اس اللہ سے جسکی وہ پرستش کیا کرتے تھے انکی شفاعت کروا دینگے اور وہ انکے حامی و مددگار خدا کے روبرو ہونگے اگرچہ اس عہد میں اکثر اہل عرب بڑے لئق تھے جتنے کہ بہت سے انہیں شاعر بھی تھے لیکن انہیں کتب علمی و فضیلت موجود نہ تھے۔ وہ وسائل جن سے علم شائع ہوتا ہوا رہا اور پائدار انکے پاس بہت کم موجود تھے۔ از بسکہ عہد جوانی میں محمد صلعم کا کوئی مددگار نہ تھا اور سو اسے اپنے مایہ و پونجی کے انکے پاس کچھ اور نہ تھا وہ عقائد و اصول و دیانت و امانت و رہنمائی پر عمل کرتے تھے اور وہ ان سے کبھی منحرف نہوے۔ وہ اپنے آقا کے ہمیشہ معتد رہے اور کوئی کار خیانت ان سے ظہور میں نہ آیا۔ اس کے آقائے انکی شادی کر دی۔ عہد جوانی میں انکے آشنا رشتہ دار انکا ادب کرتے تھے اور یہ جابے تعجب ہو کہ باوجودیکہ وہ فوائد نوشتہ خواند سے بخوبی آگاہ تھے وہ اس طرف راغب مائل نہوے۔ کہتے ہیں کہ بطور تجارت ملک سریا میں وہ کسی مرتبہ گئے تھے۔ اس سفر میں وہ مسائل مذہب عیسائیوں ساکن یونان و مذہب قوم یہود سے واقف ہو گئے تھے۔ وہ مذہب عیسائی کو برا سمجھتے تھے جیسا کہ انکے بیان سے اس باب میں جابجا قرآن میں درج ہو ظاہر ہو

نائباً یونان میں عیسائیوں کو دیون کی تصویر کی پرستش کرنے ہوئے دیکھا ہو گا۔ مسئلہ تثلیث کا علم انکو وہاں حاصل ہوا لیکن وہ اسکو نجوبی سمجھے نہیں اور انکے دل نے گواہی دی کہ مذہب عیسائی و مذہب فرقہ یہود اچھا نہیں۔ کوئی دلیل معقول بہ اثبات اس امر کے موجود نہیں کہ محمد صلعم نے یونان یا عیسائیوں سے باب مذہب بن تعلیم پائی تھی۔ اسمین مشک نہیں کہ اہل عرب مضمون توریت و انجیل و تفسیر توریت سے واقف تھے اور بہت سی روایتیں درباب توارخ قدیم انسان انکو معلوم تھیں اگرچہ انہیں اور بیان مندرجہ بائبل میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس خیال سے کہ قرآن میں حال انجیل بہت کم درج ہوا ہو ایسا لگان کیا جاتا ہے کہ اس عہد میں کتاب انجیل کی جلدین بہت کم وہاں موجود ہونگی۔ محمد کے پیشمار دلائل مذہبی مولفان بائبل کے دلائل سے بالکل مختلف ہیں۔ یہ بیان لوگوں کا محض بے بنیاد و غلط ہے کہ جو مضامین کتاب انجیل قرآن میں درج ہیں وہ محمد نے ایک یہودی سے دریافت کیے تھے۔ وہ بیان بدخواہان مذہب اسلام کی ایجاد سے متصور ہوتا ہے۔ کوئی دلیل ایسی موجود نہیں جس سے ثابت ہو کہ مضمون مندرجہ قرآن کسی کتاب سے منقول ہوا ہو۔ جو کچھ کہ اسمین درج ہو خواہ نیک ہو خواہ بد اس کے اپنی ذات والہام سے ہے۔

توریت و انجیل محمد صلعم کو نامقبول تھی۔ وہ ان پیغمبروں کو مانتے تھے جو ان سے پہلے گزرے تھے اور انکا یہ اعتقاد تھا کہ ہر پیغمبر اپنی اپنی کتاب اپنے بعد چھوڑ گیا ہے جو حال کہ ان کتب میں موافق انکے بیان کے پایا نہ جاتا تھا وہ یہ کہا کرتے تھے کہ نقل نویسوں نے اسکو بدل دیا ہے۔ درباب انجیل انکا یہ اعتقاد تھا کہ عیسائیوں نے اسمین دانستہ تحریف کی ہے اور عیسیٰ کے باب میں وہ باتیں لکھ دی ہیں جو ہر اے صدق سے عاری ہیں۔ یہ بیان دیکھ کر اکثر مسلمان یہ یقین کرتے ہیں کہ انجیل

ایسی بھی موجود ہوگی جس میں کہ ایسی تحریف نہ ہوئی ہوگی۔ میری دانست میں سمجھنا
 ذرا بھی شک نہیں کہ فی الحقیقت مسلمان یہ یقین کرتے ہیں کہ انجیل میں
 تحریف ہوئی ہو۔

محمد صلعم کا یہ اظہار ہو کہ حضرت عیسیٰ معجزے سے پیدا ہوئے تھے یعنی وہ بچہ پانچ
 مہینہ عورت کے شکم سے تولد ہوئے تھے اور وہ پیغمبر و روح القدس تھے اور جو
 وہ انکی الوہیت سے انکار کرتے ہیں۔ محمد صلعم کا یہ بھی بیان ہو کہ عیسیٰ خدائے
 کہ بعد میرے ایک تشریف دہندہ آویگا۔ یہ مضمون باب صف قرآن میں درج ہے
 اسجایہ لکھا ہو کہ عیسیٰ یہودیوں سے کہتا ہو کہ او فرزند اسرائیل مجھ کو خدا سے
 باتوں کی تصدیق کے لیے بھیجا ہو جو تو ان میں موسیٰ بن درج ہیں اور بعد سے
 ایک اور پیغمبر آویگا جو بنام احمد نامزد ہوگا۔

محمد صلعم اپنے متبعین خاتم المرسلین بیان کرتے ہیں۔ قرآن کے تیسرے باب میں
 یہ درج ہو کہ فرشتہ جبریل مریم کے پاس آکر خدا سے یہ خبر لایا کہ تیرے شکم سے سبج جو
 کلہ خد اہو تولد ہوگا اور وہ اس دنیا اور عقبے میں لائق ادب تعظیم و مکرم و معزز
 و مقرر ہوگا۔ اسی باب میں یہ بھی درج ہو کہ او مریم تو جہان کی عورت میں سے
 سب سے بالاتر و پاک و صاف و با تحفہ جس منتخب و برگزیدہ ہو۔ او مریم تو معبود
 کو سجدہ کر اور اسکی مرضی پر شا کر و صابہ ہو اور اسکی پرستش میں مشغول ہو یہ
 بزار از اسرار جوچہ بین تجھ نظر ظاہر و آشکار کرتا ہوں۔

قرآن کے اس باب میں جو بنام ناسا معروف ہو بیان ذیل درج ہے۔
 عیسیٰ فرزند مریم سبج و پیغمبر ہو۔ وہ کلہ خد اہو جسکے پیدا ہونیکے خبر مریم کو دی گئی تھی
 روح سبج خدا کی ذات سے نکلی ہو۔
 ایک مصنف ساکن مالک مشرقی کا یہ بیان ہو کہ لفظ روح سے مراد اسجایہ

وہ روح ہو جو بے وساطت غیرے ذات باری تعالیٰ میں سے نکلی ہو۔

باب ناسا میں ایک ایسا مضمون درج ہو جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ محمد صلعم حضرت عیسیٰ کو صرف خدا کی مخلوقات میں سے سمجھتے تھے یعنی انکی الوہیت کے وہ قائل تھے۔ وہ مضمون یہ ہے۔ مسیح کو مثل اور فرشتگان قرب حضور خالق کے اپنے تئیں بندہ خالق کئے سے عار تھا۔ محمد صلعم نے دعویٰ پیغمبری چالیس برس کی عمر میں کیا تھا اور اس وقت سے وہ باب مذہب میں درس دیتے تھے۔ جو کچھ عہد علم الہام سے انکو حاصل ہوتا تھا وہ انکے حافظے میں کالقبش فی البحر ہو جاتا تھا اور لوگ تو ان سے سنا کر اسکو بھول جاتے تھے لیکن محمد صلعم کے حافظے میں سے وہ نکلتا تھا۔ محمد صلعم لوگوں کو اکثر مسکی یاد دلانے رہتے تھے اور ان سے ثابت ہوتا تھا کہ انکا حافظہ بڑا تیز ہے۔ جو کچھ علم کہ انکو الہام سے حاصل ہوتا تھا علی اور عثمان کرم انکی وفات کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے تھے اسکو قلمبند کیا کرتے تھے۔ ہر طرح سے قرآن ۲۳ سال میں ختم ہوا تھا جو کوئی قرآن کو مطالعہ کرتا ہو وہ اسکی فصاحت و بلاغت اور اسکی صرف و نحو کی تعریف کرتا ہو اور کہتا ہو کہ شاعری کی خوبیاں سب اسمیں بھری ہوئی ہیں۔ اگرچہ قرآن نثر میں ہے لیکن قریب قریب نظم کے قافیہ بندی اسمیں موجود ہے۔ لفظ قرآن لفظ عربی قرآن سے بنا ہے اور قرآن کے معنی پڑھنے کے ہیں اور موافق قاعدہ صرف و نحوی بان عربی کے جس چیز کو پڑھتے ہیں اسکو قرآن کہتے ہیں پس مراد اسکی کتاب سے ہو۔ محمد صلعم کا یہ اظہار ہو کہ کتاب قرآن رمضان کے مہینے میں بشب لیلة القدر جبریل آسمان سے لائے تھے خدا پرست مسلمانوں میں خصوصاً بعد خلقائے طرفدار عباسیان اس باب میں تکرار واقع ہوئی ہو کہ آیا قرآن مثل اور مخلوقات بے وساطت غیرے خدا سے پیدا ہوا ہے یا نہیں۔ علی کا یہ اعتقاد تھا کہ وہ مثل اور مخلوقات عالم خدا سے نکلا ہو اور چونکہ وہ پیغمبر اہل اسلام کے عمر تھے

اور قرآن کو لکھتے جاتے تھے تو یہ حال انکو خوب معلوم ہو گا۔ بعد وفات محمد صلعم باب و آیات قرآن بہت پریشان منتشر ہو گئے تھے اور ابو بکر خلیفہ اول نے انکو یکجا جمع کر کے ایک جلد میں مترتب کیا تھا۔ اور اسکا نام انھوں نے شافہد کھا تھا۔ اکثر لوگ قرآن کو اسی نام سے نامزد کرتے ہیں۔ قرآن کے شارحین کا یہ بیان ہے کہ سات نقلیں بنی صلیٰ ہین تفصیل منگی ذیل میں درج ہے۔

و نقلیں مدینہ میں ایک مکے میں ایک کوفہ میں ایک بصرہ میں ایک یا شام میں ہوئی تھیں۔ اور ایک نقل بنام ولگیت معروف ہے۔ و نقل قرآن جو ابو بکر نے کی تھی سب سے اصلی سمجھی جاتی تھی اور مسمیٰ ستہ اور ونگو مقابلہ کر کے منگی تصحیح کرتے تھے۔ خلیفہ عثمان نے ایک نقل قرآن کی اپنے ہاتھ سے کی تھی اور بھی ایک نقل علی نے محمد صلعم کے ایک دوست کی مدد سے کی تھی۔ بہت سے باب اسمین سے منسوخ و مسترد کی گئے تھے جو باب کہ منسوخ و مسترد ہو کر نکالے گئے ہیں انکو یکجا فراہم کر کے ایک جلد میں مترتب کیا ہے اور وہ جلد بنام منسوخۃ یعنی منسوخ کردہ شدہ نامزد ہوئی ہے۔ ایک درویش نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ ایک نقل اس جلد کی بادشاہی مسجد سلطان بیازو شاہ فسطاط میں اب بھی موجود ہے۔ ماسوائے اسکے اور بھی نقلیں اصلی ہیں جو ابھی چنانچہ ایک نقل اسکی شہر بصرہ میں ہے۔ اگر ترجمہ اسکا کسی زبان مروجہ یورپ میں کیا جائے تو بہت مناسب ہو گا لہذا وہ جلد قابل دیدن صورت ہے۔

بعد وفات محمد صلعم اسکا کوئی فرزند جو وارث ہو نہ تھا۔ یہ تحقیق نہیں کہ آیا محمد صلعم کو خواہش خاندان بنانے کی تھی یا نہیں۔ ظاہر اوہ اپنے داماد اور بھائی علی سے بڑی الفت و محبت رکھتے تھے چار خلیفہ صلیٰ یعنی ابو بکر و عمر و عثمان و علی جو خلیفہ رشید کہلاتے تھے بعد وفات محمد صلعم انکے جانشین تہ ترتیب ہوئے

اہل اسلام ساکن مدینہ نے انکو منتخب کیا تھا۔ وہ چاروں بڑے لائق و صاحب استعداد تھے قراج انکا سادہ تھا اور طریقہ انکا کفایت شعاری۔ وہ محمد صلعم کے جانشین ہونے کے لائق تھے اور ان اصول و عقائد کے شایع کرنے کی جو محمد صلعم نے اپنی حیات میں یقین کیے تھے لیاقت بدرجہ کمال رکھتے تھے۔

مصنفان ممالک شرقی بیان کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے بعد وفات محمد صلعم یہ ارادہ کیا تھا کہ میں اُسکا جانشین ہو جاؤں۔ چونکہ علی رضی اللہ عنہ نے حین حیات محمد صلعم میں بطریق اہل قلم و اہل سیف انکی بڑی خدمتگزاری کی تھی نو اُسہیں شک نہیں کہ انکی جانشینی حسب خواہش طبع محمد صلعم کے ہوتی۔ لیکن لوگ دعویٰ حقدار پر نظر نہ کر کے موافق انقلاب زمانہ اپنی رائے کو بدل ڈالتے ہیں اور جو مستحق لائق ہوتے ہیں انکو وہ عہدہ مائے مغرر پر سرفراز کرتے ہیں اشخاص لعین و صاحب تعدد مایوس ہو کر جان بحق ہو جاتے ہیں اور اکثر یادگاری انکے کارنامے نمایان کی انکے دل میں ہی رہ جاتی ہو اور ہنگام مصیبت و خوف و اندیشہ و مثل قطرات خون اہل قبر سے اپنے اُن ہموطنوں کے دل میں جھوننے کے انکی حین حیات انکی حق تلفی کی ہوتی ہو بڑا ہی اثر پیدا کرتے ہیں اور انکو ترسان و لرزان رکھتے ہیں۔ یہ ہی بات نسبت علی رضی اللہ عنہ ظہور آئی۔ بسبب اس حق تلفی کے اہل اسلام اب تک دو فریق مختلف و مخالفت میں منقسم ہو گئے ہیں۔ اکثر درویش طرفدار فرقہ عسلی رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ وہ حضرت علی کو بحمال ادب یاد کرتے ہیں اور انکی حق تلفی کا افسوس کرتے ہیں۔

اُس عہد میں اشخاص ذوی الاقتدار شہر مدینہ میں فرقہ انصار یعنی مددگاران نبی اہل اسلام تھے۔ یہ وہ محمد صلعم موسوم بہ عاکثہ اسوقت تک مدینہ میں رہتے تھے اور پیر و ان مذہب اسلام پر بڑا اختیار رکھتی تھیں۔ یہ عورت دختر ابو بکر علیہ السلام

تھی۔ یہ بات قابل بیان ہو کہ عیسائی اور نبت پرست بھی محمد معلم اور ان کے جانشینوں کی ملازمی میں سفر ازم تھے اور کہیں دیکھنے میں نہیں آیا ہو کہ اہل اسلام اپنے مذہب مسلمانانی اختیار کرنے کے لیے جبر کرتے تھے۔

درویشوں کا یہ اظہار ہو کہ محمد معلم حضرت علی کو اپنا جانشین مقرر کیا جاتے تھے اور وہ ان دونوں کا اخلق باہمی بہ عبارت رنگین و کنایہ بیان کرتے ہیں درویشوں کا یہ بیان ہو کہ محمد صائم بارگاہ کرتے تھے کہ میں بمنزلہ مکان ہوں اور علی میرا دروازہ ہو۔ اُنکا یہ بھی اظہار ہو کہ جتنے مسائل مذہبی کہ مذہب اسلام میں پائے جاتے ہیں ان سب کے موجد حضرت علی تھے۔ بعض درویش حضرت علی کے اس قدر جانب دار ہیں کہ وہ اُنکو اس باب میں محمد صائم پر ترجیح دیتے ہیں بڑے پیر و ان مذہب صوفی حضرت علی کو علی الالہی کہتے ہیں۔

بعد وفات حضرت عمر کے مسلمانوں نے جمع ہو کر حضرت عثمان کو اُنکا جانشین منتخب کیا اگرچہ حضرت علی نے اس وقت بھی اپنے حق کے باب میں بہت تکرار کی۔ جب اُنھوں نے دیکھا کہ لوگ میرے خلافت میں وہ صبر کر گئے اور اُنھوں نے اپنے رقیب کی اطاعت سے جسکو لوگوں نے منتخب کیا تھا سحر پھر نامناسب سمجھا۔ علی کے رفیق و طرفدار اس بات سے بڑے مایوس ہوئے اور اُنھوں نے متفق ہو کر بہ ادا دیوہ نبی اہل اسلام نارہ فساد مشتعل کیا۔ اس وقت مسلمانوں میں باہم فساد برپا ہوا اور اثر اُسکا باب سیاست و مذہب میں بڑا مصرت بخش پیدا ہوا۔ قرآن کے اکثر فقرات کا ترجمہ بھی مختلف ہونے لگا اور جدا جدا فرقے اہل اسلام میں کھڑے ہونے لگے۔

بر وقت اپنی جانشینی کے بعد وہ خلافت حضرت علی نے تمام ان عہدہ داروں کو کہ اُنکے سابقین نے بدون استحقاق خدنگواری سابقہ ولایت و استعداد

مقرر کیے تھے کہ قلم برطرف کر دیے۔ یہ امر اُن سے خلافت صلاح و مشورہ دوستانہ و پند و نصائح اشخاص عقل و فہم ساکن مدینہ ظہور میں آیا وہ یہ کہتے تھے کہ یہ امر بناؤ فساد باہمی ہو جاویگا اور فتنہ و فساد برپا ہونے لگیگا۔ جو تنہا ہی کہ علی اور اُس کے خاندان پر نازل ہوئی ناظرین تواریخ ممالک شرقی و جنوبی جانتے ہونگے۔ معاویہ نے جو اہل عرب کا ایک جنرل تھا حضرت علیؑ کو مع قریب تمام اُن کے خاندان کے یہ تیغ بیدریغ کیا اور وہ بدو و منظور سی رعایا عمدہ خلافت پر بزور قیاض ہوا۔ اسی فساد کے سبب سے اہل اسلام دو فریق شیعہ و سنی میں منقسم ہوئے اور اُن سے مختلف شاخیں بھی نکلیں۔ انھیں شاخون میں فرقہ ہائے درویشان بھی شمار کیے جاتے ہیں۔

در باب خصلت خلیفہ حضرت علیؑ کے اسچا کچھ کیفیت لکھنی میری دانست میں ضروریات سے متصور ہو بدین وجہ کہ انکی تواریخ حال فرقہ ہائے درویشان سے متعلق ہوا نکاح و قایع درویشوں نے عجیب و ناقابل اعتبار لکھا ہے۔ حالات جو اُن کے قایع میں درج ہیں اُن سے ایسا واضح ہوتا ہے کہ وہ نبی اہل اسلام کے درجہ نبوت میں ثانی تھے بلکہ انہر بھی سبقت لے گئے تھے۔ جو کیفیت کہ حضرت علیؑ نے درج محمد صلعم لکھی ہو اُس سے قایع حضرت علیؑ دعوتِ ہمسری کرتا ہو بلکہ اُسکو گرد و کشتہ اور اس پر سبقت لیجاتا ہو اگر شتمہ بھی اُسمین سے جو انھوں نے نسبت حضرت علیؑ کے بیان کیا ہو سچ ہوتا تو محمد صلعم بیشک اُنکو اپنی حیات ہی اپنا جانشین مقرر کرتے۔ حضرت علیؑ بعد پیغمبر بڑے جنگی تھے۔ محمد صلعم اُنکو شیر اللہ کہتے تھے۔ وہ ہمیشہ کہ محمد صلعم نے اُنکو عطا کی تھی ہر جگہ اہل اسلام میں اُسکی بڑی تعظیم و تکریم ہوتی تھی اور بنام ظلِ فرقان معروف تھی۔ شاہ ایران کے سلج خانے میں یہ یادگار ہے۔ حضرت علیؑ ایک شیر بخون میں تلوار لیے ہوئے موجود ہیں۔ کہتے ہیں ایک مرتبہ

محمدؐ نے اپنا لہادہ اپنے اور حضرت علیؑ کے گرد لپیٹ لیا تھا کہ ہم دونوں یکجان ہو دو قالب ہیں۔

ایک اور موقع پر محمدؐ صلعم نے یہ بیان کیا تھا کہ علیؑ میرا مددگار ہو اور میں علیؑ کا جیسا کہ مارون موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھا ویسا علیؑ میرے لیے ہو۔ بن سثل اس شہر کے ہوں جو تمام علم سے پر ہو اور علیؑ اس کا دروازہ ہو۔

اہل اسلام میں جو بڑے نمازی و عابد و پارسا ہیں ان کا یہ اعتقاد ہو کہ اولاد علیؑ میں سے امام مہدیؑ پھر پردہ زمین پر بھرا ہی پیغمبر ابلیس بروقت ظہور عیسیٰؑ بار دوم آؤنگے جو مسئلہ آداکون کے قائل ہیں ان سے یہ اعتقاد تعلق رکھتا ہو معتقدین مسئلہ آداکون میں سے فرقہ بیگیتاشی فرقہ درویشان میں بڑا نامی گرامی ہو۔

مسلمانوں میں شیعہ خلافت ابو بکر و عمر و عثمان کے قائل نہیں۔ وہ حضرت علیؑ کو امام اول سمجھتے ہیں۔ بعد اُسکے گیارہ اور امام وہ شمار کرتے ہیں اور اس طرح

کل تعداد اماموں کی بارہ قرار دیتے ہیں۔ اماموں میں امام مہدیؑ سب سے اخیر ہیں۔ فرقہ ڈروس کا یہ اظہار ہو کہ حاکم نبی امر اللہ بانی اُنکے مذہب کے امام تھے جو پردہ زمین سے عجیب طور سے غائب ہو گئے اور پھر کبھی نئی شکل میں دوبارہ

ظہور کریں گے۔ مضمون قرآن پر صابر و قانع نہو کر یہ وان مذہب اسلام نے بعد وقت محمدؐ صلعم اُنکے اقوال کو یکجا جمع کر کے انکو بنام حدیث نامزد کیا۔ اہل اسلام کے نزدیک

حدیثیں وہی معتبر ہیں جیسی کہ آیات قرآن۔ وہ حدیثیں کچھ فرقہ انصار و اصحاب کی زبانی سن کر قلمبند نہیں ہوئی ہیں بلکہ اُن اشخاص کی زبان سے سنی گئی ہیں جنہوں نے کہ اورون سے سنی تھیں غرض کہ یہ بیان اُنکا بحشم خود ویدہ نہیں بلکہ شنیدہ ہو۔

حضرت علیؑ کے دوستوں نے بھی اُنکے اقوال کو یکجا فراہم کیا ہو اور وہ اُنکا بڑا

اعتبار کرتے ہیں۔ میرے نزدیک تو انہیں کوئی بات مذہبی یا اسرار کی پائی نہیں جاتی ہو بسکہ وہ لائق اس درجے کے نہیں جو ان درویشوں نے کہ طرفداران علی سے ہیں اسکے لیے مقرر کیا ہو۔ چند اقوال حضرت علی کے ذیل میں درج ہیں جس کسی نے مجھ کو ایک حرف بھی سکھا یا ہو میں اوس کا غلام ہوں۔ اپنی اولاد کو علم سکھاؤ۔ جو کچھ کہ کبھی قلمبند ہوا ہو وہ ہمیشہ رہیگا۔ جب کبھی امور دنیوی میں متفکر و متردد ہو تو اس خوشی کو کہ ماہین سہولیت و آرام و تکلیف و مشکلات ہوتی ہو یاد کرو۔

اس باب کے اختتام میں میں یہ بیان کرتا ہوں کہ قرآن کے شارحین جو ابتداء مذہب اہل اسلام میں پیدا ہوئے تھے قرآن سے وہ قوانین و ہند و نصائح مذہبی نکالتے ہیں جو مسلمانوں میں بنا و علم فقہ ہیں۔ وہ قوانین وغیرہ ایک چھوٹی کتاب ملتقہ میں درج ہیں۔ نام ان شارحین قرآن کے جنہوں نے کہ ان قوانین وغیرہ کو قرآن سے اخذ کیا ہو ذیل میں درج ہیں۔

ابوحنیفہ جو کوفہ میں سنہ ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔ اور سنہ ہجری میں بغداد کے جیلخانے میں وفات کی۔ شافعی جو سنہ ہجری میں غازی واقع پیکستان میں پیدا ہوئے تھے اور سنہ ہجری میں مصر میں وفات پائی۔ حنبل جو سنہ ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے تھے اور سنہ ہجری میں اسے مقام پر فوت ہوئے۔ مالک جو سنہ ہجری میں مدینہ میں پیدا ہوئے تھے اور اسے مقام پر سنہ ہجری میں فوت ہوئے۔

ہر ایک کے انہیں سے طرفدار ہیں اور وہ ایک دوسرے سے ایسے مختلف اقل ہیں جیسے کہ فرقہ مائے درویشان باہم مختلف ہیں۔

باب سوم

دون سیمیر جو مطالعہ کتب زبانہائے ممالک مشرقی میں بڑا مشہور و معروف تھا
در باب فرقہ درویشانہ یون بیان کرتا ہے کہ ریاست ملک روم میں جن شیون
و درویشوں نے کوئی نیا فرقہ بنا کیا ہوتا ہے یا جو کوئی انہیں سے بڑا عابد و پارسا
و خدا پرست ہوتا ہے انکی قبروں کی زیارت ویسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ خازینوں
و کشور کشاؤن کی۔

بعد سلطان عثمانیہ پر گروہ درویشان اسلام زیادہ تر طاعت مند اور قومی تھا
نسبت علماء زمانہ مابعد پیغمبر اہل اسلام علیہ السلام کا یہ قول تھا کہ مذہب اہل اسلام
میں کوئی درویش نہیں۔ یہ مقولہ محمد صلعم کا چاہیے تھا کہ اہل اسلام کو ہندوؤں
اور یونانیوں کے درویشوں کی نقل کرنے یا انہیں کیسی طرح کا انقلاب کرنے سے
باز رکھتا لیکن اہل عرب کا میل ذاتی اس قدر بطرف گوشہ نشینی کے تھا کہ وہ جلد
اس مقولے کو بھول گئے اور قرآن کے اور مضامین بھی جو اس باب میں تھے
انکے صفحہ خاطر سے محو ہوئے۔ محمد صلعم کی وفات کے تیس برس بعد مختلف فرقوں
نے اس فقرہ قرآن پر کہ مفلسی میرا فخر ہے بنا دیشمار خانقاہوں کی ڈالی ہیں
عہدے سے فرقہ ہائے فقرا و درویش ممالک عرب و روم و ایران میں اس قدر
زیادہ ہو گئے ہیں کہ تعداد انکی ۷۲ پر پہنچی ہے اور علاوہ انکے اسی قدر تعداد
میں فرقہ ہائے درویشان کفار ہیں۔

وہی مصنف نام طریقہ درویشان کہ قبل از بنا در ریاست روم موجود تھے
قبیل میں درج ہیں بیان کرتا ہے۔

- ۳۔ اویہی می۔
۴۔ بستانی۔
۵۔ سکتی۔
۶۔ سادری۔
۷۔ روفائی۔
۸۔ نورنجیشتی یا سہروردی۔
۹۔ کبراوی۔
۱۰۔ شادالی۔
۱۱۔ میولیوی۔
۱۲۔ بدراوی۔
بعد بنام ریاست روم وہ فرقہ نامے درویشان مندرجہ ذیل موجود تھے۔
۱۳۔ نقشبندی۔
۱۴۔ سعیدی۔
۱۵۔ بیکتاشی۔
۱۶۔ خلوتی۔
۱۷۔ سینی۔
۱۸۔ بابائی۔
۱۹۔ بیرامی۔
۲۰۔ اشرفی۔
۲۱۔ ویفائی۔
۲۲۔ سن بیولی۔
۲۳۔ گلچنی۔
۲۴۔ امی ستانی۔
۲۵۔ جلوتی۔
۲۶۔ پوشاکی۔
۲۷۔ شمسی۔
۲۸۔ سنان امی۔
۲۹۔ نیازی۔
۳۰۔ نور دینی۔
۳۱۔ میرامی۔
۳۲۔ اشراکی۔
۳۳۔ جمالی۔
۳۴۔ حیدری۔
۳۵۔ نیمی تلامی۔

ان چھتیس فرقہ نامے درویشان میں سے اول بار پانچ تو وہ ہیں جو قبل از
بنائ ریاست روم موجود تھے اور باقی چوبیس آوہ ہیں جو شروع چودھویں صدی
سے وسط پندرھویں صدی تک کھڑے ہوئے۔ انہیں کا فرقہ اول اپنے فرقہ



نقشبندی کو عثمان نے مسلمانا عیسوی بن اور
فرقہ جمالی کو احمد سوم نے مشیخہ اعمین بنا
کیا تھا۔

سینتین برس بعد شروع شدہ ہجری فرشتہ
جبریل نے آپس اولیس متوطن کا رو واقع ملکیت
کے آکر یہ حکم آئی اُسکو سنایا کہ تو دنیا کو ترک کر
اور گوشہ عبادت میں جاگزین ہو۔

چونکہ نبی اہل اسلام علیہ السلام کے دودانت جنگ احد میں گر گئے تھے ایسے
اولیس نے تمام اپنے دانت نکلوا ڈالے اور اسنے اپنے مریدوں کو بھی حکم دیا کہ
تم بھی اپنے تمام دانت نکلوا ڈالو۔ ایسے حکم سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اہل عرب
میں سے چند ہی اُنکے مرید ہوئے ہونگے۔ شیخون میں سے اولوان و ابراہیم اہم
و بیاز و ساکن بستان و سہری سقطی نے موافق حکم اولیس عمل کیا اور انھوں نے
وہ فرقے بنائے جو اُنکے نام پر نامزد ہیں اور بہت سے قوانین بھی انھوں نے بنائے
بنائے۔ ان عابدوں و پارساؤں میں سے عبدالقادر گیلانی پر فرقہ قادری
بڑے نامور و مشہور تھے۔ یہ وہ ہیں جنکو کہ محافظ قبر امام ابو حنیفہ ساکن بغداد
بنا چاہا تھا۔ بعد وفات شیخ عبدالقادر گیلانی اُنکے مقبرے کے گرد و پیش مشہور
و نامور شیخون کی قبریں ہیں۔ تفصیل اُنکی ذیل میں درج ہو۔

مقبرہ جنید دمشقی۔ حسین منصور۔ حسن کرہی۔ سہری سقطی۔ وغیرہ۔ سپہان
عبدالقادر گیلانی میں سے مشہور و نامی وہ ہیں جو ذیل میں درج ہیں۔

جنید ساکن بغداد۔ ابو بکر دمشقی۔ نجی الدین العربی جس نے کہ بڑے تاریک و
باریک اسرار و مضامین لکھے ہیں اور صدر الدین ساکن کنیہ واقع ایشیا غریبہ

انھیں مقبروں کے سبب سے اس جگہ کا نام شہر اولیا مشہور ہوا ہو اور وہ بغداد
 شہر تعلق ہو اور عربین مشک نہیں کہ اسی وجہ سے وہاں کے باشندے اپنے
 مذہب میں کئے کچھ جانتے ہیں۔ مسلمان بغداد کو ہمیشہ مقدس سمجھتے آئے ہیں
 اور مختلف گروہ درویشان کا وہ بڑا ادب کرتے ہیں۔ درویش اکثر قسطنطنیہ
 سے مراد کریا یا آغیاسیہ خود و ان خدا پرستوں کے مقبروں کی زیارت کے لیے
 وہاں دفن ہوتے ہیں۔ فرقہ روفانی حبیب کا بانی سید احمد
 روفانی، دران اشخاص ممالک بیگانہ میں جو قسطنطنیہ میں سیر کے لیے آتے ہیں
 شہر و مروجہ ہوتا ہے۔ اشخاص اس فرقے کے اپنے بدن کو یہ اعتقاد مذہبی
 بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ وہ بازی گرون کا یہ تماشا کرتے ہیں کہ تلوار و آگ
 نہ بگاڑتے ہیں اور ہاتھ پائوں بائسی اور اعضائے جسم کو شعلہ آگ میں ڈال دیتے
 ہیں اور ناچنے میں اپنے جسم کو خوب موڑ توڑ دیتے ہیں۔ انکی بازی گری اور اس
 طور و اطوار فرقہ آتسن پرستان ساکن اٹرونیسیا کو جب کا ذکر کہ کتاب امی بیڈ
 کے گیارھویں باب کے اٹھائیسویں شعر میں آیا ہو یاد دلاتے ہیں۔

(تحقیقات حالات در باب اصلی فرقہ مائے درویشان قسطنطنیہ کے)

بارہ اصلی فرقہ درویشوں کی بیشتر شاخیں قسطنطنیہ میں ہیں ان شاخوں
 کو فرو کہتے ہیں۔ انکے پیر یا بانی وہاں دفن ہوئے ہیں۔ چند ان شاخوں میں
 سے ذیل میں درج ہیں۔

شاخ سن بلی مقیم خوجہ مصطفیٰ پاشا و سہمی شیا۔

شاخ اردوی بلی۔ مابین دروازہ ہائے شہر ٹوپ کیپو و سلور یا کسو سو واقع شاخ

شاخ امی سنان بمقام مسجد امی یب واقع و کیچی لار۔

شاخ یونشا کی بمقامات قاسم پاشا و گھائی یوزن بولڈا۔

شاخ ہدائی یا جلوئی مقیم سکوٹاری۔

شاخ قادری مقیم توپخانہ۔ اُنکے پیر کا نام اسماعیل الرومی تھا۔

فردہ سیلابین کا ایک شیخ مقام سمینیا میں مقیم ہو اور اب بھی زندہ۔ وہ سال
بھر میں ایک مرتبہ آوکی میدان کو واسطے زیارت قبر آدرسی مہتانی جاتے ہیں
وہاں ایک شیخ رہتا ہو۔ مقام سکوٹری میں بھی اُنکا ایک شیخ رہتا ہو۔ کہتے
ہیں کہ وہ اپنے مکان کے احاطے سے باہر نہیں جاتا ہو۔ اُس فردے کو اب ہم
کہتے ہیں۔ وہ اولیاء کی قبروں پر نماز پڑھتے اور دعائیں مانگتے ہیں۔
اسجا یہ بھی بیان کرنا مناسب متصور ہو کہ اکثر اہل اسلام اولیاء کی قبروں
پر جا کر نماز پڑھتے ہیں اور اپنے حق میں اُسے دعائے خیر چاہتے ہیں۔ اگر کسی
متنفس کی قبر پر جو عارف و عابد و پارسا تھا وہ نماز پڑھتے ہیں تو وہ اُس
شخص متوفی کے فائدے کے لیے ہوتا ہو جسکے مقام قیام و حالات سے وہ ناواقف تھے۔
اگر شخص متوفی بہشت میں ہو تو وہ دعاؤں کو وہاں پہنچتی ہو اور اُسکی
روح کو فرحت بخشتی ہو لیکن اگر وہ دوزخ میں ہو تو وہ دعاؤں کو اُس
سزا سے مخلصی دینے میں مدد و معاون ہوتی ہو۔ اس باب میں پیغمبر اہل اسلام
علیہ السلام کی حدیث بدنیضون آئی ہو کہ اگر تمہارا دل مغموم و متفک ہو تو
اولیاء کی قبروں پر جا کر دل شاد کرو اور اپنے حصول مدد کے لیے دعا مانگو
اور ویشون کے نیچے اکثر عابد و پارسا شیخوں کی قبروں پر بنے ہوتے ہیں اُنکی
نفسوں پر لوگ بہت جمع ہوتے ہیں اور اُنکے مردہ جسم کو لوگ ٹھی ہوخیاری
و خبرداری سے محفوظ رکھتے ہیں اور اُنکی قبروں پر شال قیمتی و پارچہ زرد و فی
ڈالتے ہیں بدون خیال اس امر کے کہ وہ اپنی حیات درجہ اعلیٰ و عہد
جلیلہ پر سرفراز تھے یا نہیں۔ لوگ چراغ اُنکی قبروں پر روشن کرتے ہیں

بخیاں اسکے کہ وہ روشنی اتنی اُنپر ڈالتے ہیں۔ لوگ قبروں پر جا کر نذرین رکھتے ہیں بدین نظر کہ اُنکے ذریعے سے اُنکی بیماری یا مصیبت وغیرہ رفع ہو جائے۔ جتنی نذرین لوگ رکھتے ہیں اتنے ہی چپتھڑے کپڑے کے وہ لوہے کی سلاخ پر کہ قبر میں لگی ہوتی ہو باندھ دیتے ہیں۔ یہ علامت وال اس بات پر ہوتی ہو کہ مسرت بدل ہوئی گئی ہو۔ کہتے ہیں کہ جیسے عیسائی ولیوں کی قبروں پر معجزے و کرشمے ہوتے ہیں ویسے ہی اُنکی قبروں پر بھی ہوتے ہیں۔ روشنی اُنپر اکثر چمکتی ہو اور زیارت کرنیوالوں کو وہ قبر کی طرف مادی ہوتی ہو۔ عابد و پار شیخوں کو اپنی زندگی میں بسبب ریاضت و عبادت کے ایسی طاقت حاصل ہو جاتی ہو کہ وہ خواب میں نشان قبروں عابد و پار سا کا جو انسان کو بسبب انقضائے زمانہ دراز فراموش ہو گیا ہوتا ہو دریافت کر لیتے ہیں۔

ربانی بعض فرقہ ہائے درویش کو خاص خطاب عطا ہوتے ہیں (

عبدالقا در گیلانی بانی فرقہ قادری بختاب سلطان الاولیا معروف ہیں۔
 احمد الروفائی بانی فرقہ سیو لیومی ابو الایمان یعنی مربی و وجہان کہلاتے ہیں۔
 احمد البدوسی بانی فرقہ بدوسی بختاب ابو علینا یعنی مربی فرقہ ہائے علی و ابو بکر معروف و مشہور ہو۔

سعید الدین الجببوسی۔ بانی فرقہ سعدی یا جببوسی ابو الفتوح کہلاتا ہو۔
 ابراہیم دوساکی بانی فرقہ دوساکی بنام شیخ العرب معروف ہو۔

صاحب تصرف

میرے ایک دوست درویش کا یہ بیان ہو کہ میں ایک مرتبہ مدینے سے مشہد اُشد کو زیارت قبر حضرت علی خلیفہ ہمارم کے لیے گیا تھا۔ میں وہاں تین روز تک قیام پذیر ہو کر اس قبر کی زیارت کرتا رہا میں نے کتاب طبقات سرولی میں ذکر

اشخاص صاحب تصرف دیکھا تھا اور مجھ کو کمال اشتیاق تھا کہ کچھ حال اُنکا دریافت کروں۔ مین نے سنا تھا کہ ایک شخص صاحب تصرف موسوم یہ جمال الدین کو فی قبر علی پر اکثر آمد و رفت کیا کرتے ہیں۔

بعد اوستے روز ہو کر مین کوٹہ میں گزرا جہاں کہ خلیفہ حضرت علی ابن ابی طالبؑ ہاتھ سے شہید ہوئے تھے۔ مین جمال الدین سے راہ میں ملا۔ دور سے دیکھ کر میں فوراً گھوڑے سے اتر پڑا تاکہ اُنکے نزدیک جا کر اُنکے قدم لون اور اُنکا ہاتھ چوموں۔ مین ابھی قریب بارہ قدم کے اُٹھتا تھا کہ اُنکا ایک آنکھوں نے میری طرف پھر کر اور مجھے دیکھا کہ آواز بلند کہا کہ تو اللہ تم خدا کے پاس جاؤ۔ مین پلنگ ڈر گیا اور کانٹنے لگا اور وہیں ٹھہر گیا۔ مین اُنکے ہاتھ چوم لے گا۔ اُنکا بیان نہ تھا اور سر نہ پانٹنے۔ واڑھی مین صرف آنکھوں پر چند بال تھے حیم لاغ تھا۔ عمر قریب چالیس پینتالیس برس کے ہو گیا۔ سر پر بال بھی بہت تھوڑے تھے۔ مین وہاں سے کوفہ کو واپس گیا جہاں ارادہ کہ وہاں جا کر اُنکی مسجد کو بمقام شہادت حضرت علی تعمیر ہوئی تھی دیکھوں۔ دروازے پر پہونچ کر مین نے پوچھا کہ جمال الدین کہاں سویا کرتے ہیں اُس شخص نے مجھ کو ایک مقام متصل قبر فرزند برادر علی کہ بنام مسلم ابن عقیل موسوم تھے بتایا اور کہا کہ وہ ہمیشہ کھجور کی بورے پر سویا کرتے ہیں اور شاخ دخت کو بجائے تلکے کے کام مین لاتے ہیں۔ تب مین نے اُسے پوچھا کہ وہ کیا کیا کرتے ہیں۔ کیا لکھا کرتے ہیں اور کیا پیا کرتے ہیں۔ در جواب اس نے اُسے کہا کہ مین اس حال سے اصلاً کچھ واقف نہیں بدینو یہ کہ شام کو وہ یہاں سوئے آیا کرتے ہیں اور علی الصبح ہی ریگستان کو نکلتے ہیں اور کبھی کسی بات نہیں کرتے ہیں۔ جمال الدین شمسہ ہجری مین فوت ہوئے اور بدر الدین کے اُنکے جانشین ہوئے اُنکا وطن دارالاسود واحد الارواح اور وہ شمسہ ہجری

زندہ رہے۔ بعد اُنکے حسین الدین کیسی اُنکے جانشین اور خاتم الاولیا ہو گئے۔ میرے اُس دوست نے مجھ سے بیان کیا کہ یہ اشخاص سرگروہ صاحب تصرف ہیں۔ سبطرح کہ دنیا میں شاہ و دیگر حاکمان انسان کے ہم پر اختیار رکھتے ہیں اُس سبطرح ارواح انسان پر انکو اختیار حاصل ہو۔ اس باب میں اُس نے مجھے یہ بھی بیان کیا کہ اس گروہ کا سردار قطب یا مرکز یا محور کہلاتا ہو۔ وہ اپنے درجہ میں لاثانی ہوتا ہو۔ اُسکے دائیں اور بائیں طرف دو اشخاص جو بنام اومینا نامزد ہیں بیٹھا کرتے ہیں اومینا صیغہ جمع ابن ہو اور ابن کے معنی ایماندار و وفادار ہیں جب انہیں سے وہ شخص جس کو جو بیچ میں بیٹھا ہوتا ہو مر جاتا ہو تو دوسرا شخص کہ بائیں طرف ہوتا ہو اُسکا جانشین ہو جاتا ہو اور بائیں ہاتھ پر جو شخص تھا وہ اسکی جگہ قائم ہوتا ہو تب اُس جگہ پر جو خالی رہتی ہو ایک شخص موسوم بہ اوتاد ماسور ہوتا ہو۔ اوتاد صیغہ جمع و تدہی۔ اوتاد تعداد میں چار ہیں ماسوائے انکے پانچ اشخاص اور ہوتے ہیں جو بنام انور معروف ہیں اشخاص اوتاد کی جگہ پر گروہ انور میں سے اور گروہ انور کی جگہ پر گروہ اخبار میں سے بھرتی ہوتے ہیں۔ گروہ اخبار سات تنفس سے مشتمل ہوتا ہو۔ علاوہ انکے چالیس اشخاص اور ہوتے ہیں جو بنام شہدا معروف ہیں۔ بعضے انکو رجائے کتے ہیں انکا ڈیرہ یا دائرہ تمیز حصوں میں یعنی موافق تعداد ایام ماہ منقسم ہوتا ہو۔ اُس دائرے میں شمال و جنوب و مشرق و مغرب بنا ہوتا ہو اور ہر ہفتہ وہ سب بلکہ اُس دائرے میں اُس سمت کو جاتے ہیں جو مہینے کی ہر تاریخ کے لیے جداگانہ بالتخصیص مقرر ہو۔ اُس دائرے میں ہر تاریخ کے لیے مختلف سمت قلمبند ہوئی ہو اور وہ اُسکو پڑھکر اُس سے بخوبی آگاہ ہو جاتے ہیں۔ بڑے مشہور و معروف صحیح الدین العزنی نے مفصل حال انکا لکھا ہو اور ملّا جامی

نے کہ ایرانی شاعرون میں نامی ہو کتاب نفحات الانس میں حال اُنکا شرح لکھا ہو۔

جو کوئی اُس دائرے کے نقشے کو دیکھ کر یہ دریافت کیا چاہیگا کہ رجال غیب کس طرف گئے ہیں تو اُسکو وہ حال معلوم ہو جائیگا اور کہتے ہیں کہ وہ اس طرح تحقیقاً اپنے مطلب پر کامیاب ہو جائیگا۔ وہ شخص جس سے کہ میں نے یہ حال سنا ہے بیان کرتا ہو کہ درویشوں کا یہ اعتقاد ہو کہ رجال غیب درحقیقت روئے زمین پر موجود ہیں مگر اُنکا مرکز ہو جہان وہ جمع ہوتے ہیں اور وہاں سے ہی سفر شروع کر کے ہر روز پھر وہیں وہ آ جاتے ہیں۔ تمام کاروبار انسان اُنھیں کے زیر حکم ہیں جو کچھ کہ وہ اُنکی تقدیر میں لکھتے ہیں اُسی کی تعمیل حاکمان روئے زمین کرتے ہیں۔ وہ نائب یا وکیل اُن پیغمبروں اور اولیاءوں کے ہیں جو اس جہان فانی سے رحلت کر گئے ہیں۔ جو کچھ کہ مرضی خالق کی نسبت ہر فرد بشک ہوئی ہو اُس سے وہ اُنکو آگاہ کرتا ہو۔ انسان کی مطلب برآری بھی اُنھیں کی مہربانی پر منحصر ہو۔ اگر وہ اُنپر مہربانی نہ کریں تو وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہونگے۔ اس صورت میں ایسے ناگہانی خارج پیدا ہو جائینگے کہ مطلب برآری اُنکے دائرہ امکان سے خارج ہو جائیگی۔

علاوہ گروہ ہے مندرجہ بالا ایک اور گروہ وجود روحانی موجود ہے۔ وہ گروہ بنام ابدال معروف ہے۔ لوگوں کا اعتقاد اُنکے باب میں یہ ہے کہ وہ ضعیف العقل اور دیوانے ہیں لیکن وہ کسی کو کچھ تکلیف نہیں دیتے ہیں اور کسی کو اُنسے ضرر نہیں پہنچتا ہے۔ کئی اُنمیں کے اس دنیا میں موجود ہیں اور اکثر وہ اپنے اختیار کو یہاں عمل میں لاتے ہیں اگرچہ کوئی اُنکے اصلی حال سے درحقیقت واقف نہیں۔ وہ تعداد میں شتر ہیں اور وہ چالیس جلال فیہ کے باشندے ہیں۔



ہوتے ہیں۔ علاوہ انکے استی اور ہین جو
نقیب یا مجسٹریٹ کہلاتے ہیں اور وہ
اُن شترابدال کے جانشین ہوتے ہیں اور
نہایت لائق اشخاص ہوتے ہیں منتخب ہو کر بھرتی
ہوتے ہیں۔ نقیب صیغہ جمع نقیب ہو۔

کئی اشخاص اس پر وہ زمین پر ابدالی تھے
اور اب بھی کسی موجود ہیں لیکن یہ تحقیق نہیں کہ
وہ اُن شترین سے ہیں یا نہیں۔ بعض اوقات

وہ گلیوں میں ننگے پھرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور دیوانوں کے مانند معلوم
ہوتے ہیں۔ بعض اُنہیں کے عقل و فہم و تہذیب سے بہرہ رکھتے ہیں اور ہوشیار
ہوتے ہیں لیکن وہ اُن مقاموں پر نہیں رہتے ہیں جہاں انسان کا گزر ہوتا ہے
وہ پہاڑوں اور غاروں اور دیوانوں میں رہتے ہیں اور وہاں دیوانوں
سے الفت کرتے ہیں اور بزور اپنی روحانی قدرت کے اُنکو ایسا کر دیتے ہیں کہ
وہ کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے ہیں۔ لوگ اُنکا بسبب پاکی خصلت کے بڑا
ادب کرتے ہیں۔ آغا زریاست ملک مین بہت سے مشہور آبدال ایشیائے
خرد میں موجود تھے۔

در ویشان آوارہ گرد و سیاح

قسطنطنیہ و ممالک شرقیہ میں وہ درویش جو شیر یا چیتے کی کھال کندھے پر
ڈالے رہتے ہیں اور ایک پیالہ جسکو کنگول کہتے ہیں ہاتھ میں رکھتے ہیں ہند
و بخارا سے وہاں جا پہنچتے ہیں۔ یہ ضرور نہیں کہ یہ درویش ہی ہوں بلکہ
وہ فقیر ہوتے ہیں جو بھیک مانگنے کو محنت و مزدوری کرنے پر ترجیح دیتے ہیں

لوگوں کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ تارک الدنیا ہیں اور شہوت و نفسانیت سے مُبتر۔ انھوں نے لُذائذ و حظوظ دنیوی بہ یاد آئی ترک کیے ہیں اور وہ خدا کی عبادت میں مشغول و مصروف رہتے ہیں۔ جب اُنسے پوچھا جاتا ہو کہ مطلب تمھاری آوارہ گردی و سیاحی کا کیا ہو تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم خاص عابد و نواز عارف و پارساؤں کی قبروں پر منت ادا کرتے پھرتے ہیں اور یاد آئی میں زیادہ تر مشغول و مصروف رہتے ہیں۔ اکثر انہیں کے فرقہ ہائے کیشتی و چتر و دی سے متعلق ہیں اور وہ جو بخار اسے آتے ہیں فرقہ ہائے نقشبندی و قادری سے جڑے ہیں۔ ان فرقوں میں بھیک مانگنے کی مخالفت ہو۔ ان خدا پرست درویشوں میں سے بعض تو ہنگری تک بہ ارادہ زیارت قبر سمنین جو بنام گل بابا معروف ہو جاتے ہیں۔

قلندرِ رون کا کوئی فرقہ نہیں۔ فرقہ قادری میں سے ایک درویش کا نام شہباز قلندری تھا اور ایک اور درویش از فرقہ مہولوی بنام شمس الدین تبریز قلندری معروف تھا۔ وہ درویش جو اپنے پاس بڑا ترچھا سینکڑوں سوم بہ لقمہ رکھتے ہیں اور یاد و دودھ کتے پھرتے ہیں فرقہ بیکتاشی سے متعلق ہوتے ہیں ایک اور فرقہ ہو جسکو لوگ درویش سمجھتے ہیں لیکن حقیقت وہ درویش نہیں۔ اُنکو قسطنطنیہ میں خواہ اس جی لا رکھتے ہیں۔ اس فرقے کے لوگ لباس و پوشاک متشابہ لباس درویشان پہنکر اور سبز عمامہ باندھکر اکثر چھوٹی چھوٹی دوکانوں میں بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ منجم و فال گو ہوتے ہیں۔ جو چیز کہ کھو جاتی ہو اُسکا پتہ وہ علم نجوم سے لگا دیتے ہیں اور اگر جو رُوحِ مسمومین ناموافق ہوئی ہو تو وہ اپنے علم کے زور سے انہیں موافقت کروا دیتے ہیں۔ علم ہذا القیاس اور بھی کام ایسے ہی کرتے رہتے ہیں۔ کھڑکیوں پر چھوٹا

ہاتھ کی لٹکی ہوتی ہو وہ تصویر دست پیغمبر اہل اسلام کی ہوتی ہو جسکے اندر آیات قرآن سکے لکھے ہوتے ہین۔ وہ غیب دانی مبدد علم رمل کرنے ہین اور سائل کے نام کے حروف ابجد سے حساب کر کے سوال مستفسرہ کا جواب نکالتے ہین عناصر رابع یعنی خاک و باد و آب و آتش بھی اُسمین کام آتے ہین۔ یہ دریا ت کیا جاتا ہو کہ عناصر رابع میں سے کونسا عنصر جسم سائل میں غلبہ رکھتا ہو۔ بعد معلوم ہونے اس امر کے ایک نقش یا نسخہ لکھ کر سائل کے حوالے کیا جاتا ہو۔ وہ منجم یہ خیال کرتے ہین کہ کسی ایک عنصر کو باقی عناصر نے اُسکے جسم میں سے نیست و نابود کر دیا ہو پس جو عنصر کہ غالب ہو اہو اُسکو دور کرنا چاہیے۔ اُس نقش یا نسخہ میں آیات قرآن درج ہوتے ہین۔ لوگوں کا یہ اعتقاد ہو کہ بعض آیات قرآن خاص خاص موقعوں پر کام دیتی ہین اور اُسے مطلب برآری ہوتی ہو اُس نقش کو گردن میں ڈالنے میں یا گلے میں پہن لیتے ہین۔ ماسوائے قرآن کے آیات کے عابد و عارف و پارسا اپنے ہاتھ سے کچھ اور بھی لکھتے ہین اور ویسا اثر اُسے بھی ظہور میں آتا ہو۔ ان اقسام کی تحریرات میں سے ایک قسم وہ ہو جو بنام استخارہ نامزد ہو۔ اُنکو تکیوں کے نیچے رکھنے میں تاکہ خواب میں کچھ دکھائی دے۔ لوگوں کا نسبت اُنکے یہ بھی اعتقاد ہو کہ جو ڈر گئے ہوں اور مصیبت ہوں اگر وہ اُنکو تکیے کے نیچے رکھ کر سو جاوین تو خواب میں اُنکو ارواح پاک نظر آدینگے اور اُسے سائل کی مطلب برآری بھی بخوبی ہو جائیگی۔

یہ لوگ بزور اپنے عمل کے بعض بیماریاں جو چہرہ و سر و گندھے و بازو میں لاحق ہوتی ہین رفع کیا کرتے ہین۔ وہ کچھ پڑھ کر بیماروں پر پھونکتے ہین اور اُسکے اثر سے بیمار کو شفا ہو جاتی ہو۔

باب چہارم

ترجمہ رسالہ در باب پوشاک و مسائل درویشان
 در باب پوشاک و مسائل درویشان عجب اللہ انصاری نے کہ دوست و رفیق
 پیغمبر اہل اسلام تھے بروقت اپنے تحریرات کو دیکھنے کے لئے مدینے کو کوچہ تحریر کیا
 اور وہ تحریر اس باب میں نسبت اور تحریرات کے زیادہ تر قدیم ہو۔
 عجب اللہ انصاری کا یہ بیان ہو کہ محمد باقر امام نجف و جانشین حضرت علی
 نے اس عہد کے عابدون اور عارفوں کی پوشاک کا نام ارشد کسوہ رکھا
 اور حقیقہ صادق امام ششم نے کہ فرزند محمد باقر و اولاد علی میں سے تھے ان عابدون
 و عابدون کو جو وہ لباس پہنتے تھے بلقب عرفان اولیا ملقب کیا جو خدا ہی
 جانتا ہو کہ یہ بیان سچ ہو یا نہیں۔ مرشدان کامل تکیہ درویشان پر فرض تھا
 کہ عرفان اولیا اور مریدون کو اس بات سے واقف کریں اور بتا دیں کہ تکیہ
 درویشوں میں کس مقام پر اُنکو رکھنا چاہیے اور کس طرح اُنکو پہنتا واجب ہو اور
 حاج یا کلاہ و خرقة یا چفہ درویشان کا مطلب کیا ہو جب عرفان آئین یعنی
 بزرگان تکیہ درویش اُنکو وہ پوشاک دیں اور اس درجے پر مقرر کریں تب ہی
 اُنکا پہنتا سنت و درست ہو۔ اگر مرید اس بات سے ناواقف ہو تو مرشد کو چاہیے
 کہ اُسے سزا دیں اس طرح کہ اُسکو جھوٹا و فریبیا مشتہر کریں۔ ایسی صورت میں
 مریدون کی طرفداری کرنی داخل گناہ عظیم ہو اور مساوی گناہ کفہ منظور
 بروقت منتخب ہونے کے بطور مرشد تکیہ کلام مندرجہ ذیل اُسکو بالضرور اپنی
 زبان سے کہنا پڑتا ہو۔

او بھائیو تم جو عقبے میں مومنین اور علی شہید کے سقمہ مائے چشمہ کو نثر کے سرگروہ

جتنے کی آرزو رکھتے ہو ہر جگہ اور بہشت میں اپنے گروہ کی ترقی و ترقی نہ لکھو اور
 سب سے زیادہ تر اس امر کا خیال رکھو کہ کون تمہارے گروہ میں سے فریادیا ہو
 اور کون راستہ باز ہیں اگر ایسا کرو گے تو تمہارے گروہ میں کوئی جھوٹا فریادیا ہوگا
 ورنہ کو چاہیے کہ اپنے فرائض بڑے مشہور و نامی اشخاص، غلامت یا نامحب اپنے
 گروہ سے تحقیق کرے اور اسکے بڑے بڑے اسرار سے اس طرح بخوبی آگاہ ہو جائے
 خدا کی نگاہ میں نفسی و دنیوی فوائد پر ترجیح رکھتی ہو۔ خدا اسکو آپ تکسبیل
 رکھو شہ پلا و پگا اور پوشاک اطلس و ریشم بہشت پہناویگا۔ حورین و غلمان بہشت
 انکی خدمت میں حاضر ہینگے اور ان سے وہ مزے اڑائیگا۔

در باب مقلد یا فریبیوں کے پیغمبر اہل اسلام علیہ السلام نے یہ کہا ہے کہ وہ آقا
 و رجب کے حال کرنے کے لیے تڑپتے رہینگے لیکن آخر میں پیغمبر اہل اسلام علیہ السلام
 پر ایمان لا کر خدا کے حکم سے انپر بھی وہی مہربانی ہوگی۔ مقلد وہ ہے جس سے کہ
 مرشد نیک ذات واقف ہو اور حسبتہ کہ اسکا کبھی ہاتھ نہ پکڑا ہو۔ مقلد وہ بھی ہے
 جو پابند احکام عرفان آئین نہیں اور جو تخیل از وفات جسمانی اپنی روح کو خاک
 نہیں کرتا ہے اور جو حقیقت کے گڈری محض حصول خوشی نفسانی کے لیے پہنتا ہے۔
 ایسے مقلدین کے باب میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ بے موت مرتے ہیں یعنی قبل اسکے کہ
 ایام انکی زندگی کے منقضی ہوں وہ اس جہان سے گزر جاتے ہیں۔

در باب چغہ متبرک نبی اہل اسلام

کہتے ہیں کہ پیغمبر اہل اسلام علیہ السلام اپنے چغہ متبرک کو ایک خاص رفیق شفیق
 کی تحویل میں رکھا کرتے تھے اس شخص کا نام اولیس تھا۔ وہ چغہ موٹی اون کا
 بنا ہوا ہے۔ وہ ایک لمبی پوشاک ہو جسکی آستینیں گھٹنے تک پہنچتی ہیں۔ آستین
 ایک پتہ بھی لگا ہوا ہے۔ پیغمبر اہل اسلام علیہ السلام اس شخص سے بڑی اُلفت

رکھتے تھے۔ جب پیغمبر صاحب کا ایک دانت ایک لڑائی میں کہ اہل عرب سے ہوئی
 تھی نکل گیا تھا اس شخص نے تمام اپنے بٹیسوں دانت بطور علامت ہمدردی
 نکلوا ڈالے تھے۔ دانت نکلواتے ہوئے اس شخص کو ذرا بھی درد محسوس نہوا۔ اُس وقت
 خدا نے عرب میں ایک نیا بوجہ جو کبھی پہلے پیدا نہوا تھا اس شخص کے لیے پیدا کیا۔
 امام اہل بیت سے اس کا تعلق ہے۔ یہ چغہ جب سے اُسی خاندان کی تحویل میں رہا ہے۔
 فی الحال یعنی شیعہ میں اس کے خاندان میں سے ایک طفل خور و سال قسطنطنیہ میں
 تحویلدار اس چغہ کا ہے۔ جب تک کہ وہ سن بلوغ کو نہ پہنچے گا تب تک ایک وکیل
 یا نائب سلطان کی طرف سے مقرر ہو کر اس کی جگہ پر کام دیتا رہے گا۔ سال بھر میں
 ایک مرتبہ اس چغہ کو پورا ہی پرانی رسم سے این لیجائے ہین اور وہاں چند جدید
 مسلمانوں کو دکھائے ہین۔ جب وہ اس کی تعظیم و تکریم کر چکے ہین تب اس چغہ کو
 اپنی خاص جگہ پر لیجا کر رکھتے ہین۔
 چغہ و پرشاک فرقہ درویشان نقل چغہ پیغمبر اہل اسلام ہو۔

در باب کلاہ درویشان

کہتے ہین کہ قبل از پیدا شدن اس دنیا کے ایک اور دنیا موجود تھی جو زبان
 عربی میں بنام عالم ارواح نامزد ہو۔ جو امر مرقوم بالا کے معتقد ہین انکا یہ بھی
 اعتقاد ہے کہ روح ایک نور ہو جیسے جسم۔
 کہتے ہین کہ روح محمد نبی اہل اسلام علیہ السلام عالم ارواح میں موجود تھی
 خالق نے اس کی روح کو ایک ظرف نور میں رکھا تھا۔ وہ ظرف بشکل کلاہ درویشان
 خصوصاً فرقہ متبولیوس تھا۔ اسی وجہ سے کہتے ہین کہ بناء کلاہ درویشان خدا
 سے چلی آئی ہے۔ اس کلاہ میں خاص تعداد ترک ہوتے ہین جیسا کہ سابق بیان
 ہوا۔ ہر ایک ترک سے ایک ایک گناہ کا ترک مراد ہوا اور اخیر ترک سے جو

بنام ترک ترک نامزد ہو مراد ترک جمیع گناہ ہو۔ فرقہ قادری اپنی کلاہ مین کا
 زرد و زمی کرتا ہو اور اسمین ایک گل گلاب لگا دیتا ہو۔ اس باب میں تیسرے
 مندرجہ ذیل آیا ہو جو کتاب مذہبی ملک روم سے ترجمہ ہوا ہو۔ اسے پیروان
 طریقہ قادری اور اسے بابل بانع گل گلاب طریقہ اشرفی کہتے ہمارے فرقے
 کے گل گلاب کے معنوں کو پسند کیا ہو۔ تمام طبقہ ایران مین اسکو گل گلاب
 کہتے ہین۔

تم اس بات سے مطلع ہو کہ ہر ایک طریقے کے لیے ایک خاص جداگانہ علامت
 مقرر ہو اور علامت فرقہ قادری گل گلاب ہو۔ حال بنا و ایجاد اس کلاہ کا
 جو ہمارے فرقے کے بڑے بڑے شیخوں اور عاشقوں نے تعلیم کیا ہو ذیل مین درج
 ہو۔ اللہ انہرا پنا خاص فضل و احسان کرے۔

خاکسار و مسکین درویش ابراہیم الاشرفی القادری جو نے الحال زند و نہیں
 موجود ہو ایک مرتبہ ملازمی و خدمت شیخ علی ابو محیی الدین قادری مین مامور تھا
 شیخ السعید عبدالقادر گیلانی کو آدیس یعنی حضرت نے حکم دیا کہ تم بغداد کو جاؤ
 بروقت اُنکے پہنچنے کے اُسمقام پر دمان کے شیخ نے ایک پیالہ لبالب بھرا ہوا
 پانی سے اُنکے پاس بھیجا۔ اس سے مراد یہ تھی کہ شہر بغداد عارفوں و عابدوں
 و پارساؤں سے پُر و معمور ہو اور تمہارے لیے اسمین جگہ نہیں ہو۔ یہ بات
 موسم سرما مین اُسوقت ظہور مین آئی جبکہ کوئی پھول میدانوں مین شکفتہ نہ تھا۔
 شیخ نے پیالہ آب مین گل گلاب ڈالکر واپس کر دیا۔ مراد اس سے یہ تھی کہ بغداد مین
 مجھے جگہ دیوے گا۔ یہ دیکھکر تمام حاضرین بہ آواز بلند کہنے لگے کہ شیخ ہمارا گل گلاب
 ہو۔ وہ سب اُسکے استقبال کے لیے گئے اور اسکو بغزت تمام شہر کے اندر لائے۔
 یہ بنا ایجاد گل گلاب فرقہ قادری کی ہو۔

جب قدر مجھ کو معلوم ہو وہ یہ ہو کہ قادر مطلق کی مدد سے شیخ نے اُسجا بڑے کرشمے دکھائے۔ وہ اولاد خاندان نبی اہل اسلام علیہ السلام سے تھے۔ کہتے ہیں کہ محمد صلعم نے ایک مرتبہ اپنے نوہون حسن و حسین کو کہا تھا کہ تم میری دو آنکھیں ہو اور دو پھول گلاب کے۔ چونکہ وہ پیغمبر اہل اسلام سے رشتہ و تعلق رکھتے تھے اس لیے ہماری دانست میں اُنکو طاقت گل گلاب پیدا کرنے کی معجزے سے حاصل تھی۔ پس اس صورت میں ظاہر ہو کہ اُنکے مرید اُنکا ادب کیسا کرتے ہوئے اور کیسی اُسنے الفت رکھتے ہونگے۔

سلیمان افندی نے اپنی کتاب میں کہ در باب مولانا نبی اہل اسلام علیہ السلام لکھی ہو شیخ قادری کے باب میں مضمون شعر مندرجہ ذیل لکھے ہیں۔
جب کبھی اُنکے جسم سے پسینہ ٹپکا ہر قطرہ گلاب کا پھول بنگیا۔ جو قطرہ پسینے کا جسم سے گرتا تھا اُسکو مثل خزانے کے اُٹھا لیتے تھے۔

پس یہ وجہ مرقومہ بالا گل گلاب شیخ علامت نبی اہل اسلام علیہ السلام کی ہو جیسا کہ سشل ذیل سے ظاہر ہو۔ فرزند رازد اسرار پدر ہو۔

جب میرا شیخ علی الوماوی فوت ہوا اشرف زادہ جو پیروان عبدالقادر بن سے تھا اُسکا جانشین ہوا۔ ایک شب جبکہ میں اپنے گوشے میں بعد غروب آفتاب ذکر حق میں مصروف تھا گل گلاب میرے فرمے کا میرے خیال میں گذرا اور میری سمجھ میں یہ آیا کہ گل گلاب بغداد و استنبول میں فرق ہو۔ میں نے چاہا کہ وجہ اسکی دریافت کروں۔ بفضل خالق کائنات فرق اُن دونوں میں میری سمجھ میں جلد آیا۔ میرے خیال میں یہ گذرا کہ کسواسطے فرقہ اشرفی میں کوئی گل گلاب منفر نہیں اور یکا یک شکل ایک گل گلاب کی میری نگاہ کے سامنے ظاہر ہوئی۔ بعد اختتام نماز میں نے اُس گل گلاب کی تصویر کھینچی اور میرا دل اسکا

تمام ہوا کہ فرقہ انحرافی کے لیے وہ علامت گل گلاب مقرر کرنی چاہیے۔ مین نے چند راز و اسرار نسبت اُسکے قلمبند کیے اور مختلف گلاب کے لیے رنگ مقرر کیے۔ مین نے اُس مختصر رسالے کا نام رسالہ گل آبا درکھا۔ جو کوئی اُس گل گلاب کو سر پر رکھتا ہو اُسکو اُس سے فخر حاصل ہوتا ہو اور عزت۔ وہ طریقہ قادر گیلانی کو بتاتا ہو لفظ گل مرکب ہو دو حروف گ اور ل سے۔ قرآن کے ۳۹۔ باب کے سیتیسوین شعر کے دونوں مصرعے گ ول سے شروع ہوئے ہیں مضمون اُس شعر یا آیت کا یہ ہو۔ کیا اللہ اپنے بندے کی حمایت کرنے کے لیے سب سے بالاتر و غیر محتاج نہیں ہو۔ کفار تجھ کو اپنے بتوں سے ڈرایا چاہینگے لیکن جسکو اللہ گمراہ کرتا ہو اُسکو کوئی مادی و رہنمائی راہ راست نہ ملیگا۔ اللہ اپنے بندوں پر کمال مہربانی کرتا ہو۔ جسکو وہ چاہتا ہو اُسکو وہ روزی دیتا ہو وہ بڑا قادر مطلق ہو۔

شکل گل گلاب بعد اوجب بیان مندرجہ ذیل ہو۔

اُسکے اندر اور باہر دو دو چھتے ہیں اور تین حلقے۔ وہ سنبر کپڑے کا بنتا ہو۔ پہلے حلقے سے مراد شریعت ہو جو نبی اہل اسلام علیہ السلام پر الہام سے ظاہر ہوئی تھی دوسرے حلقے سے مراد طریقت یعنی طریقہ درویشان ہو اور تیسرے سے معرفت یعنی علم الہی۔ تینوں حلقے بلکہ ایک علامت اس امر کی ہیں کہ انکی تحصیل سے حال آتا ہو۔ لفظ متبرک حی کے لیے جو ایک شیخ پر ظاہر ہوا تھا سنبر رنگ مقرر ہو اور اسی وجہ سے گل گلاب کپڑے پر اسی رنگ کا بنایا جاتا ہو وہ حلقے بزنگ سفید ہیں اور وجہ اسکی یہ ہو کہ وہ علامت کامل اُس اطاعت کی ہو جو بموجب روایت نبی اہل اسلام علیہ السلام کے ذیل میں صریح ہو شیخ کے لیے واجب ہو۔ قانون خالق میرا کلام ہو اور اُسکا راستہ میرا طریقہ ہو۔ علم الہی سب سے اعلیٰ تر ہو

در استبازی سیرا حال ہو جو کوئی ان راز و اسرار سے واقف ہو اچاہے وہ تو انہیں با
اخلاق پر عمل کرے اور خصلت ذات الہی اختیار انعام اسکا عقبے میں سرور دائمی و مدام
امداد و تائید الہی ہو۔

محرر خالق شیخ اسماعیل الرومی در اصل فرقہ خلوتی مین سے تھا۔ ایک مرتبہ خواب میں
وہ خلیفہ عبدالقادر گیلانی بن گیا۔ اُس نے اس گل گلاب کو بطور علامت ہفت آسمان
خالق و دیگر شاخہا مقرر کیا۔ سات رنگ جو اُس نے مقرر کیے ہیں علامات انوار ہفت
آسمان الہی ہیں۔ اٹھارہ ترک علامت ہندسہ ۱۸۔ ہر حرف لفظ حقی یعنی آخ اور
آئی سے بحساب حروف ایجاد پیدا ہوتی ہو۔ گل گلاب جو اُس فرقے کے شیخوں کو ملا تھا
انہیں ترک سے مشتمل تھا۔ وہ علامت حروف بسم اللہ شریف و جنت لاسما ہو
وہ نقش جنت منترین مستعمل ہوتا ہو۔ اُس کے مرکز میں مہر سلیمانی ثبت ہو۔ سلیمان
چہ حروف سے مرکب ہو۔ اُس سے مراد یہ ہو کہ شیخ چہ صفات مخصوص سے متصف
ہیں۔ حرف تس سے مراد یہ ہو کہ وہ جمیع عیوب و نقص سے مبرا ہیں۔ ل سے مراد
ملائکت میزان ہو۔ می کے معنی فوت خواب روحانی ہیں۔ م سے مراد الفت محبت
رفقا ہو۔ ا کے معنی عادت و خصلت خدا پرستی بوقت نصف شب ہو۔ آن سے
مراد یہ ہو کہ اُسکی نماز و عبادت خدا سے متعلق ہو۔ حرف ن کو وہ بنید و نشتا
کہتا ہو۔ یہ باب اول قرآن کے چوتھے فقرے کا ایک جزو ہو۔ وہ فقرہ یہ ہو۔
تیری ہم پر سنش کرتے ہیں اور تجھے ہی ہم طالب امداد ہوتے ہیں۔

وہ ہی مصنف در باب گل گلاب فرقہ قادری یہ بھی بیان کرتا ہو کہ جو کوئی
گوارہ مغفرت الہی مین کہ اشرف زادہ رومی سلطان شیخوں کا ہو آرام کرتا
خدا اُسکو برکت دیتا ہو۔ علامات اسرار الہی جو اُس گل گلاب مین مخفی ہیں
فصل مین درج ہیں۔ اسمین تین لڑیاں پتوں کی ہیں۔ پہلی لڑی مین پانچ

پتے ہیں۔ لفظ حیاء یعنی عروت خ۔ حی۔ آخر۔ میں پانچ صفات ہیں جو اہل اسلام
 سے متعلق ہیں۔ دوسری لڑی میں چہ پتے ہیں جو علامتیں چھ صفات ایمان کی ہیں
 تیسری لڑی میں سات پتے ہیں جو بطرف تاج متبرک یا ہفت فقرات فلح یا
 فقرہ اول قرآن اشارہ کرتے ہیں یعنی اُن سے مراد ہو۔ گل اٹھارہ پتوں سے یہ
 مراد ہو کہ نبی اہل اسلام علیہ السلام رحم خالق و مغفرت اٹھارہ دنیا پر لایا۔
 اُس میں چار رنگ ہیں یعنی زرد و سفید و سرخ و سیاہ۔ یہ رنگ اور گل گلاب سے
 جن سے مراد قانون متبرک یعنی طریقت و علم و راستی۔ جو منتخب ہوئے ہیں اُس کے
 مرکز میں سات پنکھری یا پھول کی پتیاں ہیں جو ہفت اسمائے اللہ کی طرف
 اشارہ کرتی ہیں یعنی اُن سے مراد ہو۔ تصویر گل گلاب کو بندہ بال شتر پر کھینچ کر
 اُس پر کار زرد و وزی کرنا چاہیے۔ وہ اشارہ اُس چھ مندر سے جو نبی اہل اسلام
 علیہ السلام نے اویس القرنی کو کہ سلطان عاشقان مذہب اسلام تھے عطا
 فرمایا تھا۔ سبز تاگے سے جو گرد گل گلاب کے لگا ہوا ہو اشارہ بطرف ذات پاک
 خالق کے ہو۔ بعد اس بیان کے ایک نماز لکھی گئی ہو جس کا ترجمہ ذیل میں درج
 آو خالق کائنات ہم کو دنیا و عقبہ امین اپنی برکتوں سے مالا مال کر۔ آمین۔
 او محمد علیہ السلام جو ہمارا آقا و مالک و ماسٹر ہو اور جو مقبولین سے سب سے
 بہتر ہو اور مددگار و نازنین سے اعلیٰ تر اور جس نے اپنے علم سے گل گلاب آلود
 پیدا کیا تیرے خاندان اور تیرے رفیقوں کو روزِ محشر امان ہو اور تجھ پر رحمت حق
 نازل ہو اور تمام نبیوں پر جن کو خالق نے بھیجا ہو اور اولیاء و نوراں پر اور عابدوں
 و عارفوں و پارساؤں پر اور شہیدوں اور ہر وہ راہِ راست پر۔
 او کریم کار ساز ہم کو بھی اُن کے ساتھ روزِ محشر اپنے رحم سے قبر سے اُٹھانا۔
 اولیا نقل نویس و قادری درویش اپنے شین فقیر و حقیر و کمیسرین سگ در سلطان

چشمہ حجت لکھتے ہیں بانی فرقہ قادری یعنی شیخ عبدالقادر گیلانی اطوار سبع کو حسب بیان مندرجہ ذیل بیان کرتے ہیں۔

اللہ کے سات نام ہیں جو درویش بوقت ذکر حق زبان پر لاتے ہیں۔

۱۔ لا اِلهَ اِلا اللہ۔ اسکی روشنی نیلی ہو اور اسکو ایک لاکھ مرتبہ پڑھنا چاہیے اور اسکے لیے خاص نماز مقرر ہو۔

۲۔ اللہ جو اسم جلال کہلاتا ہو۔ اسکا رنگ زرد ہو اسکو ۵۶۷۸۰۰ مرتبہ پڑھنا چاہیے اور اسکے لیے خاص نماز مقرر ہو انکا یہ اطوار ہے کہ میں نے اسکو موافق تعداد مندرجہ بالا پڑھکر اسکی روشنی کو بحشم خود دیکھا ہو۔

۳۔ اسم ہو۔ اسکی روشنی بزرگ مٹخ ہو اور اسکو ۳۰۶۴۴ مرتبہ پڑھنا چاہیے اسکے لیے بھی ایک خاص نماز مقرر ہو۔

۴۔ اسم حمی۔ اسکی روشنی بزرگ سفید ہو اور اسکو ۲۰۰۹۲ دفعہ پڑھنا چاہیے

۵۔ واحد۔ اسکی روشنی بزرگ سبز ہو اور اسکو ۱۲۴۹۳ مرتبہ پڑھنا چاہیے

۶۔ عزیز۔ اسکی روشنی سیاہ ہو اور اسکو ۴۴۶۴۲ مرتبہ پڑھنا چاہیے

۷۔ درود۔ اسکی ذات بین روشنی نہیں۔ اسکو ۲۰۰۲۰۳ مرتبہ پڑھنا چاہیے۔

زمانہ سابق یہ قاعدہ معمولی تھا کہ بیتا کو فی ان اسماء الہی کو موافق تعداد مقررہ کے پڑھنا تھا تب تک وہ بخطاب شیخ سرفراز نہوتا تھا لیکن فی زمانہ حال اس بات کا کوئی خیال نہیں کرتا ہو اور اسپر عمل نہیں ہوتا ہو۔ بعد شیخ بننے کے فروع مندرجہ ذیل اسکو پڑھنے چاہیے۔

حق۔ قادر۔ قیوم۔ و ہاب۔ محابین۔ بسیط۔

ایک شخص اہل اسلام نے جو میرادوست تھا مجھے یہ کہا کہ قبل از داخل ہونے

فرقہ قادری میں مین ایک تکیہ درویش میں ہمیشہ جایا کرتا تھا اور اسی سے
 مین اب متعلق ہوں۔ بروقت داخل ہونے کے فرقہ قادری میں اُسکی عمر ۲۲-
 برس کی تھی۔ ہر شخص جو اٹھارہ برس سے عمر میں کم نہو فرقہ قادری میں داخل
 ہو سکتا ہو اُس تکیہ کے شیخ کا ایک بڈھا درویش خدمتگار تھا۔ اس خدمتگار
 سے اُس شخص نے اپنا ارادہ فرقہ قادری میں داخل ہونیکا بیان کیا تھا اور
 اُس نے اقرار کیا تھا کہ مین تذکرہ اس بات کا شیخ سے کرونگا۔ ایک روز شیخ نے
 مجھکو خلوت میں طلب کر کے حکم دیا کہ دو رکعت پڑھو اور ایک سو مرتبہ استغفار یعنی
 نماز مغفرت اور ایک سو ہی مرتبہ صلوٰۃ سلام پڑھا کر وپھر جو کچھ تم خواب میں دیکھو
 اسطرح بغور متوجہ ہو۔ اُسی شب کو موافق اُس ہدایت کے عمل کر کے مین لیٹا
 اور خواب میں مجھے یہ نظر آیا کہ تمام بھائی تکیہ کے یکجا جمع ہو کر ذکر حق کرتے ہیں اور
 مین بھی انھیں میں شامل ہوں۔ وہ ایک شخص کو شیخ کے پاس لے گئے اور
 اُس نے آراکیہ یا کلاہ خدائے سر پر رکھی۔ دوسرے شخص پر بھی اُنھوں نے یہ عمل
 کیا اور تب مجھکو وہ شیخ کے پاس لے گئے۔ جو شخص کہ مجھکو لینے آیا تھا اُس سے
 مین نے کہا کہ مین تو درویش بنچکا ہوں۔ میرے اظہار پر اعتبار نہ کر کے وہ میرے
 لیجانے میں مصروف ہوا اور مجھکو شیخ کے پاس لیگیا۔ شیخ نے وہ ہی کلاہ میرے سر پر رکھا
 مجھکو درویش بنایا۔ دوسرے روز علی الصباح نماز پڑھکر مین شیخ کے پاس گیا
 اور وہاں جا کر مین نے اُسے اپنا خواب بیان کیا۔ اُنھوں نے مجھکو حکم دیا کہ ایک
 آراکیہ ہم کرو۔ جب مین کلاہ آراکیہ لایا شیخ نے اُسکو میرے سر پر رکھا مجھکو تمام
 بھائیوں کے سامنے درویش بنایا۔ شیخ و تمام حاضرین تکیہ پر چھنے لگے۔

بعد اسکے شیخ نے مجھے ایک نقل اور ادینے کتاب بانی فرقہ قادری عطا کی اور کہا
 کہ اسکو پڑھو یہ وہ ہی جلد کتاب تھی جو مرید اُس فرقے کے ہمیشہ خصوصاً شہسائے

منبرک کو پڑھا کرتے تھے۔ بعد اسکے مین نے نماز معمولی پڑھی اور ذکر حق وغیرہ کیا اور تسبیح پڑھی۔ جب کبھی مین کوئی خواب دیکھا کرتا تھا شیخ سے جا کر بیان کر دیتا تھا۔ وہ موافق اس خواب کے کسی خاص نماز پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔

اسی طرح مین نے پانچ برس گزارے۔ مرید کے لیے تعداد برسوں کی کچھ مقرر نہیں وہ لیاقت و اقسام خواب پر منحصر ہو۔ بعد گزرنے اس عرصے کے شیخ نے مجھکو براہِ دمی یعنی اُسے اپنا ماتمہ مجھکو ایک خاص طور سے پکڑایا۔ صورتِ اسکی یہ ہو کہ اُسے اپنے دائیں ماتمہ سے میرے دائیں ماتمہ کو اسی طرح پکڑا کہ دونوں انگوٹھے برابر برابر اوپر کھڑے رہے۔ تب اُسے کہا کہ میرے ساتھ قرآن کے باب ۴۸-۴۹ کا دسواں فقرہ پڑھو۔ مضمون اُس فقرے کا یہ ہو۔ وہ جو تیرے ماتمہ سے اپنا ماتمہ ملاتے ہیں اور قسم کھاتے ہیں کہ ہم وفادار و ثابت قدم رہیں گے تحقیقاً وہ خدا سے قسم کھاتے ہیں ماتمہ خدا کا اُنکے ماتمہ پر ہوتا ہو جو کوئی اس قسم کو توڑتا ہو وہ اپنا ہی نقصان و ضرر کرتا ہو۔ جو اُس قسم پر قائم رہیگا اُسکو بڑا انعام ملیگا۔

شیخ نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ مجھے یقین ہو کہ تو نے پیر فرقتہ قادری کو اکثر خواب میں دیکھا ہو۔ روح روح کو دیکھتی ہو لیکن جسمانی آنکھوں سے نہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ خواب میں وہ اشخاص نظر آویں جنکو کہ کبھی عالم بیداری میں دیکھا ہو اور اُنکا حال بخوبی معلوم ہو جائے اور وہ پہچان مین آجائیں۔ مین نے کبھی اپنے پیر کی تصویر نہیں دیکھی ہو لیکن چونکہ مین نے اُنکو بار بار خواب میں دیکھا ہو تو مین ہماروں تصویروں میں سے اُسکو پہچان سکتا ہوں۔ مین خواب کی صحت پر اعتبار کلتی رکھتا ہوں۔ مجھے یقین ہو کہ وہ بیچے نہیں ہو کرتے ہیں مثلاً اگر کوئی خواب میں یہ دیکھے کہ مین دولت و دنیا سے متمول و مالا مال ہو تو تعبیر اُسکی یہ ہوگی کہ اُسکی برعکس عیبے مین مستجاب ہوگی۔ اور اگر کوئی یہ خواب میں دیکھے کہ مین غلام

ویکٹر مین آگے بھٹک گیا ہوں تو وہ آخر میں صاحبِ دول ہو جائیگا۔ اگر کوئی خواب بین یہ دیکھے کہ کسی شخص نے مجھے بدسلوکی کی ہو اور وہ مجھے بری طرح پٹین آیا ہو تو شیر آسلی یہ ہوگی کہ اُسکو اُس شخص سے کچھ فائدہ حاصل ہوگا آئندہ میرے دوست نے مجھے قصہ مندرجہ ذیل نسبت اپنے بیان کیا تھا۔

۱۱۶ھ ہجری مطابق ۷۳۴ء عیسوی میں بین بمرامی ایک اور درویش اسی فرقے کے بسواری جہازِ وفائی مکہ اور مدینہ کی سیر کے لیے روانہ سمت مصر ہوا تھا۔ بسبب اس کے کہ ہم دونوں نے بنی اہل اسلام صلعم کو خواب میں دیکھ کر پہچانا تھا۔ ہمارے شیخ نے ہمارے مکہ و مدینہ جانے کے لیے ارشاد کیا تھا اور موافق اُن کے حکم کے میں نے عمل کیا۔ نقش اُن کے چہرے کا میرے دل پر اب بھی تازہ و نقش ہو وہ مثل ایک اہل عرب کے پوشاک پہنے ہوئے تھے۔ چہ اُن کے کندھوں پر پڑا ہوا تھا۔ اُن کے چہرے سے عقل و فہم و فراست و خدا پرستی ظاہر ہوتی تھی۔ انھوں نے نیرنگا سے جو خوشنامی معلوم ہوئی تھی میری طرف دیکھا اور تب رفتہ رفتہ وہ میری ننگاہ سے غائب ہو گئے۔ ہم نے اسباب تجارت فروخت کے لیے اپنے ہمراہ لیا اور اسکندریہ اور کیروسے ہم روانہ سمت سویز ہوئے۔ وہاں سے ہم بجانب جدے کے روانہ ہوئے۔ جدے سے آگے بڑھ کر مکہ بن پہنچے اور ہم نے حج کیا بعد اسکے ہم مدینہ گئے اور تین برس تک وہاں قیام پذیر رہے۔ اُس مقام پر ہم نے ایک دکان اسباب تجارت فروخت کے لیے کھولی۔ مدینے سے بمرامی بن راشی جو فرقہ حیل سمر کا ایک عربی شیخ تھا ہم روانہ سمت بغداد ہوئے۔ وہ اُن حاجو ننگا امیر تھا جو بغداد سے آئے تھے۔ اکثر انہیں کے ایرانی تھے جو اشہار مقدس کی سیر کو جاتے تھے یہ حاجی شیخ سے شتر بار برداری آمد و رفت کے لیے کراپے پر لیتے ہیں اور شیخ اُن حاجو ن سے زر کشیر بطریق مندرجہ ذیل حاصل کرتا ہو۔

رنگستان میں کسی چشمہ آب پر پہنچکر وہ خیمہ زن ہوتا ہوا اپنے حاجیوں سے کہتا ہوا کہ تا وقتیکہ قوم متصلہ سے کہ لوٹتی پھرتی ہو روپیہ دیکر پروانہ راہداری حاصل نہ کروں تب تک میرا گذر آگے متغذر ہو۔ وہ سب بالاتفاق در جواب آئیں یہ کہتے ہیں کہ ہم روپیہ دینے کو مستعد ہیں۔ پس خاص رقم روپیہ کی جمع کیجاتی ہو اور شیخ اس روپیہ کو اپنے کام میں لاتا ہوا اور کسیکو دیتا نہیں۔ ہمارے پاس خوراک ۹۰ روز کے لیے موجود تھی۔ الغرض ہم شیخ کے ملک میں کہ بنام نجد نامزد تھا اور گھوڑوں کے لیے مشہور و معروف جا پہنچے زمین دنیا کی بڑی بڑی ہو۔ موسم سرما میں سردی بشت پڑتی ہی اور پانی و مان بہ افراط موجود ہو۔ بعد سفر ۹۰ روز کے نین بغداد میں پہنچا اور وہاں تین سال اپنے فرقہ کے درویشوں کے تکیے میں قیام پذیر رہا۔ ہمارے پیر دستگیر عبدالقادر گیلانی علیہ الرحمۃ کی قبر بھی اس مقام پر موجود ہو۔ ہم اُسکی کسی پیشے میں مصروف و مشغول ہو کر اس تکیہ کا شیخ ہمارے خبر خور و نوش سے لیتا تھا اور اس طرح ہماری اوقات بسر ہوتی تھی۔ وہ شیخ ہمارے پیر کی اولاد میں سے تھا۔ وہاں سے ہم نے براہ کر کوٹ و موصل۔ دیاربکر۔ وارقا۔ و حلب۔ و اسکنرون۔ بجایق و بطنینہ جسکو استنبول بھی کہتے ہیں مراجعت کی۔

جب میں کر کوٹ واقع ضلع شہر آزور میں متصل موصل قیام پذیر تھا میں ایک تکیہ درویش فرقہ قادری میں ایک مشہور و نامی شیخ کے دیکھنے کے لیے جو بڑا کراماتی تھا گیا۔ وہ شیخ اس تکیہ کا مالک تھا۔ جب میں اس تکیے میں پہنچا بہت سے مرید اسوقت وہاں موجود تھے۔ وہ شیخ کی کرامت سے بڑے جوش میں آئے ہوئے تھے حتیٰ کہ وہ بیباختہ و بے ارادہ اٹھتے اور ناچتے اور گاتے اور چلاتے تھے۔ بروقت داخل ہونے کے اس کمرے میں جہاں کہ وہ سب بحضور شیخ جمع تھے

میں بھی اُس تماشے کے اثر سے موثر ہوا۔ ایک کوٹنے میں جا کر مین بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر کے شغل میں مشغول ہوا اور دل میں یہ دعا مانگتا گیا کہ شیخ جلد ان مریدوں کو یہاں سے ہٹا دے اور میرے ساتھ خلوت کرے۔ شیخ مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر تھا چونکہ میں خاموش بیٹھا تھا تو شیخ نے میرے دل کا حال اپنی کرامت سے جانا ہو گا۔

جب میں نے آنکھیں کھولیں تو میں نے دیکھا کہ شیخ میری طرف مخاطب ہو کر ٹھٹھے یہ کہتا ہو کہ چند منٹ بعد تمھاری دعا بدرجہ اجابت مقرون ہوگی اور تم ٹھٹھے تنہائی میں گفتگو کرو گے۔ یہ سن کر میں بڑا تعجب ہوا۔ ایک اور جاتے تعجب یہ ہو کہ چند ہی منٹ میں شیخ نے بدوئل اپنے کہ کوئی لفظ اسکی زبان سے نکلے مریدوں کو اس کو سنا نہ دست کیا پس وہ اور میں اس کمرے میں تنہا رہنے رفتہ رفتہ ایک ایک پر تے اثر آسکی کرامت اور سحر کا چانا ہو اور ایک ایک وہاں سے چلتا گیا۔ بعد اُسکے میرے دل میں خود بخود ایسا اثر پیدا ہوا کہ میں مقرر ہو کر اُنکے نزدیک گیا۔ وہاں جا کر میں اُنکے پیروں پر شل بکیوں کے گرا اور اُسکے ہاتھ کو میں نے بوسہ دیا میں بعد ہم دونوں کچھا بیٹھے اور میں دیر تک اُنکے کلام نصیحت آمیز سے مخطوط ہوا۔

ترجمہ اُس چھوٹے رسالے کا کہ جو فرقہ قادری میں داخل ہونے کے باب میں تحریر ہوا ہو ذیل میں درج ہو۔ شیخ محیی الدین عبدالقادر علیہ الرحمۃ نے کہ اُس فرقہ کا پیر ہو اس رسالے کو اس مطلب کے لیے مخصوص کیا ہو بنام اللہ کہ رحیم و رحمن ہو۔

ابوالعباس یعنی عبدالقادر نے احمد بن ابوالغیث ابوحسین علی الدب مشقی کو قواعد مقررہ شیخ الامام جمال الاسلام قدسہ السالکین و تاج العارفین

محمی الدین عبدالقادر بن ابی سالب بن عبداللہ الحسینی ساکن گیلانی
واقع ایران تعلیم و تلقین کیے۔

جب کوئی مرید بہ ارادہ درویش بننے کے شیخ کے ہاتھ سے ہاتھ ملا کر بیٹھے اور توبہ کیجئے
اور شیخ سے عہد کرے تو ضرور ہو کہ وہ فقیر زندہ دل ہو اور خدا کے قریب قریب
ہو چکیا ہو اور اسمین صفات مندرجہ ذیل پائے جاتے ہوں یعنی۔

دل اسکا نیک ہو اور مخلوقات عالم میں چال چلن اسکا بڑے عجز و نیاز
و حلم و صبر و بردباری کے ساتھ ہو۔ طریقہ اسکا سنجیدہ ہو۔ علم حاصل کرنے میں
دستگاہ اچھی رکھتا ہو۔ جاہلون کی تعلیم و تلقین کا شائق ہو۔ کسی کو تکلیف
نہ پہنچایا چاہتا ہو اگرچہ وہ اسکو ایذا دیتے ہوں صرف انھیں مضامین
پر گفتگو کرتا ہو جو اس کے مذہب و اعتقاد سے متعلق ہوں۔ موافق اپنی استعداد
کے فیاض ہو۔ امور مختلف سے پرہیز رکھتا ہو۔ جس بات میں شک ہو اس سے
احتراز کرے اور اسمین دخل نہ دے۔ بیگانوں کی امداد و اعانت کے لیے مستعد
ہو۔ یتیموں کا مربی ہو۔ ہنس مکھ ہو اور اس کے چہرے پر ہنشت رہتی ہو۔

دل اسکا ملائم ہو۔ قلب میں اس کے سرور ہو۔ نفسی میں بھی خوش و خرم
رہتا ہو۔ اپنا بھید کسی سے نہ کہتا ہو۔ چال و چلن و گفتگو میں ملائم ہو۔ جو کچھ
اس کے پاس موجود ہو اس کے بخشنے میں دریا دل ہو۔ زبان اسکی شیریں ہو اور
گفتگو کم کرتا ہو۔ جاہلون کی بات سے ناراض نہ ہو۔ اور انکو کچھ مضر نہ پہنچاؤ
ہرگز ویرہ کا ادب کرتا ہو۔ جو اس پر اعتبار کرتے ہوں انکو دعامدینا ہو۔ مکر و
فریب سے بری ہو۔ ادب و فرائض میں ذرا بھی غفلت نہ کرتا ہو سستی و غنودگی
کے پاس نہ چھٹکتا ہو۔ کسی کی فحبت نہ کرتا ہو۔ چپ چاپ رہتا ہو اور تھوڑے
کچھ مانع ہو۔ جو کوئی اسکو فائدہ پہنچا دے اسکا وہ شکر گزار ہو۔ نماز و روزے

دفن کرنیکی تیاری کرتے ہیں۔ جو کچھ خدا نے حکم دیا ہو اُس سے روگردان نہ ہوں۔ جو فعل کہ ناجائز ہو اُسکے کرنے میں مبادرت نہ کرو۔ نماز میں کچھ انقلاب نہ کرو۔ گناہ سے پرہیز کیا کرو۔ طریقہ نیک و بد میں تمیز کیا کرو اور دیکھو کہ کس راہ پر چلنے سے مغفرت حاصل ہو سکتی ہو۔ اپنے شیخ کو دنیا و عقبے میں یاد کیا کرو۔ نبی ہل سلام علیہ السلام ہمارے پیغمبر ہیں۔ اور شیخ عبدالقادر گیلانی علیہ الرحمۃ ہمارے پیر۔ قسم اطاعت و فرمانبرداری جو کھایا کرتے تھے وہ قسم خدا ہی۔ یہ ماتھے شیخ عبدالقادر کا ماتھہ ہی۔ رہنما راہ راست تمھارے پاس اور تمھارے ساتھ ہیں۔

وہ شیخ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ میں شیخ عبدالقادر ہوں۔ یہ ماتھے اُنسے میں نے لیا ہے اور اس ماتھے سے اب میں تمکو اپنا مرید بناتا ہوں۔ مرید کہتا ہے کہ میں بھی تمکو اپنا مرشد سمجھتا ہوں۔

شیخ جواب دیتا ہے کہ میں اسی لیے تمھکو اس فرقے میں داخل کرتا ہوں۔ بعد اسکے شیخ ذکر حق کرتا ہے اور مرید اُسکو بعد اُسکے تین مرتبہ پڑھتا ہے سو بعد حکم شیخ مرید فاتحہ و صلوة و سلام اُسکے ساتھ پڑھتا ہے۔ بعد اُسکے مرید شیخ کے ماتھے کو بوسہ دیتا ہے اور اسی طرح جمیع درویشان حاضرین پر عمل کرتا ہے۔ اس فعل کو مصافحہ کہتے ہیں۔ بعد اسکے شیخ نماز استغفار معافی گناہ مرید نوکے لیے پڑھتا ہے اور حاضرین محفل کی طرف مخاطب ہو کر یہ کہتا ہے۔

داخل ہونا مرید کا اس فرقے میں اُسکے فائدہ آئندہ کے لیے مفید ہے۔ نماز جو سمجھنے اُسکے لیے پڑھی ہو مطلب اُسکا یہ ہے کہ اُسکا جسم زیر حکم روح رہے بعینہ اسی طرح سے جیسا کہ فرشتے قبل از گفتگو کرنے کے غائب سے معجزہ و الحاح تمام اُسکے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ اسی طرح سے مرید نے اس بیعت کو قبول کر کے

سیری اطاعت کو منظور کیا ہو۔ ہمارے شیخ کا یہ قول ہو کہ جب تک اُسمین بارہ صفات مندرجہ نہوں تب تک وہ جملے غنیمت پر نہ بیٹھے اور نہ تلوار فیاضی کی کمر سے باندھے۔

۱۔ صفات اللہ تعالیٰ جل شانہ (دو)

۲۔ صفات نبی اہل اسلام علیہ السلام (دو)

۳۔ صفات خلیفہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ایضاً

۴۔ صفات خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ ایضاً

۵۔ صفات خلیفہ عثمان رضی اللہ عنہ ایضاً

۶۔ صفات خلیفہ علی رضی اللہ عنہ ایضاً

گناہوں پر پردہ ڈالنا اور معاف کرنا۔ یہ دو صفات بزرگ اللہ کے ہیں۔

سفارش کرنا اور ہمراہ ہونا۔ یہ دو صفات نبی اہل اسلام صلعم ہیں۔

راست گوئی و فیاضی۔ یہ دو صفات حضرت ابو بکر کے ہیں۔

حکم کرنا اور منع کرنا۔ یہ دو صفات حضرت عمر کے ہیں۔

غریب غربا کو کھانا کھلانا اور نماز میں اُس وقت مصروف ہونا جبکہ اور شیخ ہر

سہوئے ہوں اور خواب غفلت میں پڑے ہوں۔ یہ دو صفات حضرت عثمان

کے ہیں۔

بہادری اور واقفیت اسرار الہی۔ یہ دو صفات حضرت علی کے ہیں۔

اگر شیخ ان تمام صفات سے متصف نہ ہو تو وہ لائق اطاعت و فرمانبرداری

مرید کے تصور نہ ہوگا۔ لوگوں کو چاہیے کہ ان صفات کو اُسمین دیکھیں۔ جب

اُسمین وہ صفات پائے جاویں تب اُسکے مرید ہوں۔ لیکن اگر وہ ان صفات

سے متصف نہ ہو تو یہ یقین چاہو کہ شیطان اُسکا دوست ہو اور وہ دین و دنیا

کے فوائد سے محروم رہیگا۔

بنی اہل اسلام کا یہ قول ہو کہ اگر مرید اپنے شیخ کے پسند و نصح مذہبی پر کاربند نہ ہو تو وہ مردود آئیں ہوگا۔ حضرت شیخ عبدالقادر علیہ الرحمہ نے در باب نماز استغفار یہ بیان کیا ہو کہ اگر میرے مریدوں میں سے کوئی مبتلائے بلائے رنج و الم ہو تو چاہیے کہ وہ تین قدم بجا نب مشرق جا کر مضمون عبارت مندرجہ ذیل پڑھے۔ تو جو مطبوع طبع خاص عام ہو اور بوقت خوف و تکلیف سبکا مددگار۔ تو جو کمال تاریخی اور مقامات خوف و خطر ریگستان میں سب چیز کو دیکھتا ہو تو ہی صرف اندیشے کے وقت میری حمایت کر سکتا ہو۔ بوقت خوف و اندیشہ جب میں گرفتار بلائے رنج و الم ہوں تو ہی میری مدد کرے گا۔ اور جو مدام حلیہ حاضر و ناظر ہو میں تجھ سے بجز و الحاح ملتجی ہوں کہ تو مجھ کو اس رنج و غم سے خلاصی دے۔ فرقہ قادری میں یہ نماز و دعا اکثر مستعمل ہوتی ہو اور حضرت عبدالقادر گیلانی کی طرف مخاطب ہو کر پڑھی جاتی ہو۔

کسی اور سے میں نے بیان مندرجہ ذیل در باب ادخال مرید بہ فرقہ قادری سنا ہو۔ شاید وہ طریقہ نسبت طریقہ مرقومہ بالا زیادہ تر زمانہ حال میں مستعمل ہو۔ جب کبھی کوئی کسی طریقہ درویش میں داخل ہو اچاہتا ہو یا کسی خاص تکیہ سے الفت رکھتا ہو تو وہ اس تکیہ کے کسی مرید کو تلاش کر کے اپنا راز دل اس پر کھولتا ہو اور کہتا ہو کہ میں اس تکیہ کے شیخ کا مرید بننا چاہتا ہوں۔ سر مرید اس کے ارادے سے مطلع ہو کر اسکو یہ حکم دیتا ہو کہ اس تکیہ میں تم اکثر آمد و رفت کیا کرو اور اس کے مریدوں سے ملاقات کرو۔ نہ اس سے خدمت لجاتی ہو۔ گو وہ کیسے ہی مجھے کاہلوں۔ اگر وہ خدمت کرنی بڑی ہو کئی مہینوں یا ایک سال تک وہ خدمت گزار ہی کرتا رہتا ہو۔ سب اس خدمت گزار کی اسکی محبت اس فرقے سے زیادہ ہوتی جاتی ہو جو اس کے حوصلے کو قائم کرتی ہو۔

اور بیدل نہیں ہونے دیتی ہو یا اُسکو کسی اور تکیے کی طرف مائل و مرغب نہیں ہونے دیتی ہو لیکن اُسپر اُس اثنا میں کچھ فرض نہیں کہ وہ تکیے کے شیخ کی ہنگامی مین قائم رہے۔ اُسے اختیار ہو کہ اگر چاہے تو کسی اور تکیے میں جا کر وہاں کے فرقے کے ساتھ شامل ہو جائے۔

بعد انقضائے اُس عرصے کے حسب ہدایت مرید وہ اپنے ساتھ ایک اراکیہ یعنی کلاہ ند بلا ترک لاتا ہو۔ جب مرید اُس کلاہ کو شیخ کے پاس لیجاتا ہو وہ اُس شخص کو اُس فرقے میں داخل کرنا منظور کرتا ہو اور مرید کو حکم دیتا ہو کہ اسمیں ایک گل لگا دو۔ اُس گل گلاب میں بموجب تعداد حروف بسم اللہ الرحمن الرحیم ۱۸ ترک ہوتی ہیں۔ لفظ حی کے عدد بھی بموجب حساب ابجد ۱۸ ہیں۔ اُسکے



مرکز میں مہر سلیمان ثبت ہوتی ہو۔ شکل اُسکی موافق اس شکل کے۔
تقاطع دو مثلثوں سے پیدا ہوتی ہو۔ اُس گل گلاب کو کہ شیخ اُس کلاہ میں لگایا چاہتا ہو اپنی چھانی پر رکھتا ہو جس وزیجس شب کو کہ اُسکے مرید ذکر حق کے لیے تکیے میں جمع ہوتے ہیں اُس روز شیخ اُس گل گلاب کو اپنے ساتھ وہاں لیجاتا ہو جب شیخ پوستکی پر بیٹھ جاتا ہو مرید اُس شخص کو کہ چیلہ بنا چاہتا ہو اُسکے سنے لا کر حاضر کر دیتا ہو مرید شیخ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہو اور موافق اُسکے نیا چیلہ بھی عمل کرتا ہو اور یہ دونوں اسی وقت اپنے اپنے گھٹنوں پر جھکے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں۔ بعد اُسکے شیخ چیلے کی ٹوپی اتار کر اراکیہ اُسکے سر پر دھر دیتا ہو اور میں مرتبہ اللہ اکبر پڑھتا ہو۔

بیان مرقومہ بالا طریقہ فرقہ قادری سے متعلق ہو۔ اگر کوئی فرقہ روافی میں داخل ہو اچاہے تو اُسکا شیخ در صورتی کہ وہ کتے میں ہو پیالہ آب چاہہ از مزم سے پُر کر کے اور اُسپر کچھ بڑھکے اُس شخص کو کہ مرید ہو اچاہتا ہو پینے کو دیتا ہو لیکن

اگر وہ کسی اور مقام پر ہو تو بجائے آبِ چاہ نہ زمزم وہ کسی اور کوئین سے پیالہ پانی سے پُر کر کے وہ ہی عمل کرتا ہو۔ فرقہ سبیدی کا اس باب میں یہ طریقہ ہی کہ شیخ شہنا درخت چھوٹا رہنگو اگر پوشکی پر اپنے رو برو رکھتا ہو۔ بعد اُسکے وہ ایک چھوٹا رس کو اُس میں سے لیکر اپنے ہاتھ پر رکھتا ہو اور اُسکی گٹھلی نکال کر اُس پر کچھ پڑھ کر چھوٹتا ہو اور تب اُس شخص کے منہ میں اپنے ہاتھ سے اُسکو ڈال دیتا ہو۔ اُس شخص کے دونوں طرف دائیں بائیں دو مرید بیٹھتے ہیں اور وہ آپکو اور اُسکو دہین بائیں ہلا کر لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔ اُس وقت شیخ بھی ہلتا ہو اور اُس عرصے میں وہ شخص چھوٹا رس کو نگلیجاتا ہو۔ بعد اُسکے وہ سب اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور وہ شخص مرید یا درویش بن کر شیخ کے ہاتھ چومتا ہو۔

تمام کیوں میں صرف تین ہی مدارج درویشان ہوتے ہیں یعنی ۱۔ شیخ ۲۔ خلیفہ ۳۔ مرید۔

فرقہ درویش میں داخل ہونے کے لیے کچھ زر و رسوم ایسا نہیں جاتا ہو لیکن کتنے ہیں کہ شیخ کی پرورش کے لیے اور اداسے اخراجات تکیہ کے واسطے سب مرید زر امداد کرتے ہیں بلکہ کوئی مرید بدوین میں گئے کچھ تحفہ یا نذر کے شیخ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوتا ہو۔ تکیوں میں عوامے شیخ کے کوئی اور عمدہ دار مقرر نہیں ہوتا ہو وہ ہی مریدوں پر حکمرانی کرتا ہو اور حقے الامکان اُنکی خیر خواہی اور بیبودی کی طرف اُسکو متوجہ ہونا چاہیے تکیہ کے اندر نہ باہر کوئی محروم و خزانچی مقدر نہیں ہوتا ہو اور نہ کچھ روپیہ واسطے اخراجات تکیہ کے جمع رہتا ہو۔ مرید مشعل دنیا داروں کے رستے ہیں اور حسب طرح سے چاہتے ہیں لذراوقات کرتے ہیں لیکن شیخ کا کام سوائے خدمت تکیہ کے کچھ اور نہیں ہوتا ہو پس وہ اپنی گذراوقات کے لیے غلام و بھروسہ کرتے ہیں۔ اس باب میں درویش یہ کہا کرتے ہیں کہ درویش

بھروسہ علی باب الا کہ ہے۔ بین اسجا یہ بھی بیان کرتا ہوں کہ قسطنطنیہ میں
دوسو سے زیادہ تکیے موجود ہیں انہیں سے صرف پچاس ہی ایسے ہونگے جنکے
پاس دولت انکی اپنی پرورش کے لیے موجود ہو۔ انہیں سے بہت سے توفلس
ہیں۔ انکی گزراوقات تو وقف پر ہوتی ہو یعنی کوئی شخص انکے لیے کچھ جائداد
یا روپیہ وقف کر دیتا ہو یا بادشاہ سے اونکو بطور خیرات کے کچھ ملتا ہو۔ اکثر ایسا
واقع ہوتا ہے کہ ونازکا سلطان آذربیری ممبر کسی فرقہ درویش کا بناتا ہے اور بعض
اوقات اسکی رسمیات مذہبی میں شریک ہو جاتا ہے۔ سلطان ہائے قسطنطنیہ
فرقہ متیو لومی کی طرف نسبت اور فرقوں کے زیادہ تر مائل ہوتے ہیں بدینوجہ کہ
یہ فرقہ سلطانہائے خاندان آوٹومن سے متعلق تھا۔

رسم بیت یعنی منتخب کرنے مرید کی بعض صورتوں میں کئی سال قبل اسکے کہ وہ
فرقہ درویش میں داخل ہوا ہو عمل میں آتی ہے۔ اس مطلب کے لیے تقریبی معیار
مرضی شیخ واستعداد علم مرید پر منحصر ہوتی ہے۔ شیخ یا مرید خواہ میں علی یا پیر
اس فرقے کو دیکھتا ہے۔ صرف یہ ہی رسم ہو جبکار از و اسرار اگر اسمین فی تحقیق
کوئی ہو مجھ پر ظاہر نہیں کیا ہے۔ اسوقت مرید یہ قسم کھاتا ہے کہ میں اسکار از و
اسرار کسی پر آشکارا نہ کرونگا اور بعض خاص گناہوں سے بالخصوص ہیز
کرونگا۔ مجھے یقین ہو کہ کوئی علامت باطنی اسی نہیں ہو جس سے کہ درویش ایک قلم
دوسرے فرقے کے درویش کی شناخت کر سکتا ہو۔ انکے ظاہری لباس سے صاف
ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ کس فرقے سے متعلق ہیں۔ موافق کلاہ و فرقہ و کیوری یعنی
کہ بندہ مختلف نام سے نامزد ہوتے ہیں اور ان سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ فرقہ
بیکتاشی میں یہ رسم معمولی ہے کہ خاص موقعوں پر وہ ایک آستین نکال دیتے ہیں
مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ ہم تمہارے پاس دوستانہ آئے ہیں نہ کسی غرض سے

یا کسی فائدے کے لیے۔



فرقہ قادری بین کلاہ کو تاج کہتے ہیں اور ٹپکے کو کمر۔ کلاہ و کمر بند ہر رنگ کے ہو سکتے ہیں۔ لیکن سبز رنگ اکثر مستعمل ہوتا ہے۔ کلاہ کو مزان بھی کہتے ہیں۔ بروقت نماز بعد پڑھنے فاتحہ کے درویش ایک دوسرے کا کندھا پکڑ کر تکیے کے کمرے کے اندر چکر کرتے ہیں اور بہ آواز بلند حتی اللہ پڑھتے ہیں۔ اس رسم کو دیوان کہتے ہیں۔ موجد اس رسم کے حضرت اسماعیل رومی تھے۔ وہ قادری خانہ۔ یا تکیہ تو بچانے میں وقف ہوئے۔ تمام فرقہ ہائے درویش بروقت تناول طعام اپنے بسم اللہ حسبو گل بنگ کہتے ہیں پڑھا کرتے ہیں۔ مختلف فرقوں کے لیے مختلف بسم اللہ مقرر ہوئے۔ فرقہ قادری کی بسم اللہ و نماز مندرجہ ذیل ہے۔

حمد و سپاس خدا کو ہو۔ وہ اپنی نعمتوں کو زیادہ کرے۔ برکت و دعلیٰ خلیل و پذیر میسرہ روشنی دین نبی اہل اسلام علیہ السلام و فضل حضرت علی و کلمات محمد بوقت جنگ اللہ اللہ و راز سلطان محمد الدین عبدالقادر گیلانی ہم تجھے

مستدعی اس امر کے ہیں کہ تو اس فرتنے کے پیر پر اپنا فضل و کرم کر۔ اواللہ ہو۔
جب شیخ بعد تناول طعام تکبیر یعنی اللہ اکبر پڑھتا ہو یا وہ بسم اللہ کہنے میں
مشغول و مصروف ہوتا ہو تمام اس کے مرید صرف اللہ اللہ کہتے جاتے ہیں اور
بر وقت اس کے اختتام کے سب یک لخت بہ آواز بلند ہو کہتے ہیں۔ میں نے سنا ہے
کہ قریب تمام فرقہ درویشان اسی طریق بسم اللہ کو استعمال میں لاتے ہیں فرق
یہ ہوتا ہے کہ ہر ایک انہیں سے اپنے اپنے ہی پیر کا نام لیتا ہو۔

باب پنجم

درویشوں کے بہت سے مسائل مذہب اسلام علیہ السلام سے نکلے ہیں۔
فرقہ ہائے درویشان میں کوئی ایسا نہیں جو اپنے آپ کو مسائل قرآن کا پابند
نہ سمجھتا ہو لیکن وہ قرآن کے بعض آیات کے معنی حسب و نحوہ اپنے بدو و خیال
مضمون کل باب کے یا اس موقع کے بہانہ وہ آیا ہو نکال لیتے ہیں۔ انکا یہ
قول ہو کہ بعض فقرات قرآن کے علاوہ ظاہری معنوں کے باطنی معنی بھی ہیں۔
مطالعہ بعض کتب مذہبی درویشان سے مجھے ایسا روشن ہوتا ہے کہ انکے خیالات
نسبت قرآن و مذہب کے وہ ہیں جو ذیل میں درج ہیں۔ قرآن و دیگر کتب
مذہبی جنہیں توریت و انجیل بھی داخل ہیں تین یا اس سے زیادہ حصص میں
منقسم ہیں۔ ان تین کی تفصیل یہ ہے۔ تواریح۔ وقایع۔ مسائل مذہبی و روحانی
انکا یہ اعتقاد ہے کہ مذہب پرستش ظاہری خالق کا ہے کہ جو موافق طریقہ پیغمبروں
و عابدوں و پارساؤں کے جنہیں ہر فرقہ ہائے درویشان بھی داخل ہیں بتاتا
رہتا ہے انکے احکام پر چلنا محض بسبب اس داب و آداب کے ہوتا ہے جو انکے لیے
لازم ہو ورنہ تعمیل انکے احکام کی باب مذہب میں داخل فروعات نہیں آتی

مرضی پر چلنے سے وہ عقبے میں بہر مہربان ہو جائیگی۔ تواریخ و وقائع کتب
نہ ہی میں مبالغہ و غلطیاں فرو گذاشت بھی ہو سکتی ہیں اور ایسا بھی ہو سکتا ہے
کہ نقل نویسون نے انکو کبھی کبھی کم و بیش کیا ہو یا بدل دیا ہو لیکن وہ جسند
باب مذہب جسپر انسان کی شفاعت مخصوص ہو اور جو ابتداء پیدائش عالم سے
چلا آیا ہو ابتک کبھی بدلائمیں اور نہ کبھی سیامت تک بدلیگا۔

مختلف فقرات قرآن سے ثابت ظاہر ہوتا ہے کہ روح انسان خدا کی ذات
نکلی ہو اور جسم انسان کا خاک زمین سے بنا ہو جسپر وہ رہتا ہے۔ جب خدا نے
آدم کو بنایا یا پیدا کیا اسے اس کے اندر اپنا دم پھونکا وہ نفس زندگی کا ڈالاجو
نفس حیات باقی حیوانات سے بالکل شفاعت ہو۔ انسان جاودانی ہو لیکن
باقی اور حیوانات فانی ہیں۔ ان کے جسم کے ساتھ ہی انکا وجود فنا ہو جاتا ہے۔
اسی وجہ سے تمام اجسام جو خاک زمین سے بنے ہیں بعد وفات پھر خاک زمین
میں بٹھاتے ہیں لیکن روح انسان جو ذات باری تعالیٰ میں سے نکلی ہو بعد
فنا ہونے جسم کے پھر خالق کے پاس چلی جاتی ہے۔

بہترین و اعلیٰ ترین مصنف بیان کرتے ہیں کہ مخلوقات انسان چار طریقوں
سے پیدا ہوتی ہے۔

- ۱۔ حضرت آدم علیہ السلام خاک میں سے پیدا ہوئے ہیں۔
- ۲۔ حضرت حوا آدم کی بائیں پسلی سے نکلی ہیں۔
- ۳۔ پیدائش مخلوقات انسان یعنی اولاد آدم و حوا موافق طریقہ معمولی
و متعصرہ ظہور میں آئی ہے۔
- ۴۔ پیدائش حضرت مسیح علیہ السلام کی بذریعہ نفس خالق جسکو فرشتہ جبریل
مریم کے پاس لے گئے تھے ظہور میں آئی۔

در ویشون کا یہ اعتقاد ہے کہ روح انسان روح القدس خالق سے ربط رکھتی ہے اور ہم کلام ہوتی ہے اور روح القدس خالق بھی روح انسان سے صرف خواب میں ہی نہیں بلکہ حالت بیداری میں بھی کسی خاص مطلب نیک کے لیے ہم کلام ہوتی ہے نہ کسی مطلب بد کے لیے۔ عارف و عابد و پارسا بندہ نماز و یا دعوت خدا سے ہم کلام ہوتے ہیں۔ اور سوائے یاد حق کے جسکو ذکر کہتے ہیں اور حبیب کا حال بابہائے گذشتہ میں اکثر جا درج ہوا ہے کوئی اور فرض ایسا اہم نہیں۔ یاد الہی سے نفس انسان زیادہ تر پاک ہوتا جاتا ہے اور اسکی طاعت روحانی کو روز تر ترقی ہوتی ہے۔ اسطرح خدا سے ہم کلام ہونے سے خصلت اسکی زیادہ تر نیک ہو جاتی ہے اور گناہ سے مبرا ہو کر ذہ حبیب اللہ ہو جاتا ہے اور اس دنیا میں بھی اسکا تعلق اور کمال ربط خالق سے بنا رہتا ہے۔ جس کسی کو یہ اعتماد کلی ہو جاتا ہے کہ حصول اس مدعا کا ممکن ہے تو وہ تمام دنیوی چیزوں کو جو فانی ہیں حقیر سمجھتا ہے اور سعی و کوشش کو نالائق جانتا ہے۔ اس دنیا کو کی خوشیاں اسپر ذرا آئینہ کرتی ہیں۔ وہ انکو ناچیز سمجھتا ہے اور اصلاح خیال میں نہیں لاتا ہے۔ اسکا تمام خیال خدا کی طرف مصروف ہو جاتا ہے اور وہ ہر وقت اسی طرح میل کرتا ہے اور اسی خیال میں غرق ہو جاتا ہے۔ جتنا ہی زیادہ وہ مال و متاع دنیا سے محروم اور محتاج ہو اتنا ہی زیادہ وہ تفکرات دنیوی سے فارغ ہے اور اتنا ہی یاد اسکو موقع خدا کی طرف رغب و مائل ہونیکا حال۔ وہ اپنی مفلسی پر فخر کرتا ہے اور اسپر نازان ہوتا ہے بدینو جبکہ وہ علامت بزرگی روح کی ہے۔ یہ مضمون مطابق بیان نبی اہل اسلام علیہ السلام کے ہے۔ حضرت محمد صلعم کا یہ قول ہے کہ مفلسی سے مجھے فخر ہے۔ یہ ہی مفلسی باطن اور بنا ویران گردی و سپامی فرقہ فقراے ممالک مشرقی کی ہے۔

در باب اولیا

جمیع فرقہ ہائے درویشان کا یہ اعتقاد ہے کہ انسان بلحاظ پاک نفس مدارج
 میں مختلف ہیں اور فرشتے بھی درحقیقت موجود ہیں۔ عارف و عابد جب تک نفس
 پاک ہو اولیا یعنی محب اللہ کہلاتے ہیں۔ قرآن میں اُنکو خطاب حبیب اللہ
 نامزد کیا ہے۔ وہ کسی سے خائف نہیں۔ چونکہ وہ مذہب حقیقی پر چلتے ہیں۔
 وہ رنج و الم سے مبرا ہوتے ہیں۔ وہ راہ راست پر چلتے ہیں اور اطاعت و
 فرمانبرداری احکام خالق میں ثابت قدم رہتے ہیں اور دنیا و عقبے میں ہلکا
 اجر پاتے ہیں۔ جمیع مخلوقات انسان میں وہ برگزیدہ خلایق ہوتے ہیں اور
 اُس سے قرب رکھتے ہیں اور اسی وجہ سے اُسکے حضور سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔
 جو اشخاص کہ اس دنیا میں اپنے دشمن ہیں وہ عقبے میں حبیب اللہ ہو جاتے
 ہیں۔ وہ کتاب قانون خالق کے سرورق ہیں۔ وہ دلیل و ثبوت راز و ہرار
 مذہب ہیں۔ اُنکا بیرونی ظہور اطاعت فرمان احکام الہی کی طرف رغبت
 و متوجہ کرتا ہے اور صفائی اُنکے باطن کی باعث تخریص و ترغیب ترک دنیا
 و مخلوط نفسانی دیگر اشخاص کی ہو جاتی ہے۔ وہ اس دار فانی کی پیدائش
 سے پہلے وجود میں آئے تھے وہ صرف عقبے کے حاصل کرنے کے لیے سعی و کوشش
 عمل میں لاتے ہیں۔ اپنی عین حیات وہ کبھی دروازہ محل مقدس الہی کو
 چھوڑتے نہیں اور آخرت و ہر اسمین داخل ہو جاتے ہیں۔ وہ راز و اسرار
 الہی سے واقف ہو جاتے ہیں اور اُس مذہبی بھید کو ظاہر نہیں کرتے ہیں۔
 کہتے ہیں کہ عابد و عارف و پارسا مصائب اس دنیا سے ڈرتے نہیں اور نہ
 اندیشہ موت و نہ خیال حساب روز حشر اُنکے دل میں خوف پیدا کرتا ہے۔ اُنکا
 جو اُنکو اس دنیا میں حاصل ہو۔ وال اس امر پہ کہ کیسی خوشی اُنکو عقبے میں

حاصل ہوگی۔ وہ سرور قلب جو آئندہ انکو نصیب ہوگا انکو پیشتر ہی سے نظر آجاتا ہو۔ عوض انکی ریاضت کا اس دنیا میں کچھ تو اس صورت سے ظہور میں آتا ہو کہ انکے مجہنس انکا کمال ادب کرتے ہیں اور انہیں بدل محبت رکھتے ہیں اور بعد وفات انکو بڑی تعظیم و تکریم سے یاد کرتے ہیں۔ خالق کی مہربانی سے وہ اپنی حین حیات خواب میں عالم ارواح کی سیر کرتے ہیں اور اکثر فرشتے انکو حالت غنودگی میں نظر آتے ہیں اور وہ انہیں ہم کلام ہوتے ہیں۔ اس دنیا میں اولیا آواز احکام الہی سنتے ہیں اور عقبے میں انکو بخوبی سمجھتے ہیں۔ درویشوں اور اکثر مسلمانوں کے پاس وقائع اولیا و صالحین موجود ہیں انہیں معلوم ہوتا ہو کہ عابدون اور عارفون اور پارساؤں اور اولیاءون نے بہ امداد شغل و یاد الہی کس قدر طاقت روحانی حاصل کی تھی کھایا کیا خواب و خیالات روحانی آنکی حین حیات انپر آشکارا ہوئے تھے۔ انہیں شناخت مقلدین و مکار و دغا باز کہ حصول اغراض دنیوی کے لیے آپ کو خدا پرست و پارسا ظاہر کرتے ہیں چاہتی ہو۔ اولیا ابتداء سے پیدا سن مخلوقات عالم سے چلے آئے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام پارسائی میں جمیع مخلوقات انسان سے برتر تھے۔ بروقت پیدا سن حضرت آدم علیہ السلام خدائے فرشتوں کو انکی پرستش کے لیے حکم دیا تھا۔ بجز شیطان کے کل فرشتوں نے اس حکم الہی کی تعمیل کی۔ سبب نافرمانی احکام الہی شیطان خدا کے حضور سے نکالا گیا اور مردود ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے ہی حبیب اللہ تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بیان کیا ہو کہ ابراہیم ایک اولیا تھا خدائے اسمین خاص نفس اپنا ڈالا تھا لیکن تاہم وہ خدا تھا۔ وہ ذات پاک بار تعالیٰ میں سے نکلا تھا۔ اسکی خصلت نہایت عمدہ تھی۔

بعض اہم خاص کا یہ بھی اعتقاد ہو کہ ارواح بعض متقین کی پھر اس دنیا میں

قالب انسانی میں آتی ہو۔ وہ اس بات کے بھی معتقد ہیں کہ ارواح بعض شیخاں
قبل انکی پیدائش کے اس دنیا میں فرشتوں کے ساتھ کچھ نور خالق موجود تھیں
کہتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی انھیں میں سے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ
خلیفہ چہارم کو بھی اُنکے رفقاء و پیرواں انھیں اشخاص میں سے تصور کرتے ہیں۔
یہی بنا اور ایسا مسئلہ تنازع ہو۔ یہ مسئلہ اپنے اصلی معنوں سے بہت منقلب
ہو گیا ہو۔ درویشان فرقہ بیکتا شی کا یہ اعتقاد ہو کہ جو اشخاص اپنی حیات
حکم انہی پر نہیں چلتے ہیں اور اس سے محبت نہیں کرتے ہیں بعد وفات روح
انکی پھر کسی قالب حیوان مطلق میں حلول کرتی ہو اور یہ بیان نہیں ہوا ہے کہ
کسکو کیا سزا ہوتی ہو اور کون کس قالب میں آتا ہو اور کب تک وہ آواگون
میں رہتا ہو۔ یہ امر انسان سے مخفی کیا گیا ہو۔ خدا ہی جانتا ہو کہ کون اور
کب تک اس حالت آواگون میں رہتا ہو۔ اس طرح سے انسان بسبب گناہ
کے آپ کو حیوان مطلق بنا دیتا ہو۔ کہتے ہیں کہ انسان یا تو اسی وقت جب
آواگون سے بچوٹ جاتا ہو یا بروز حشر اسی شکل میں اُٹھ کھڑا ہوتا ہو جس
شکل میں کہ وہ اس دارنا پاؤں میں پیدا ہوا تھا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو رسول اللہ کہتے تھے۔ اہل اسلام ساکن عرب اُنکو
بنی کہتے ہیں اور اُنکے معتقدین متوطن ایران و روم اُنکو خطاب پیغمبر نامزد کرتے
ہیں۔ چونکہ زبان روم میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو اُسکو ہو ہو تعبیر کر سکے
اسی لیے اہل روم نے لفظ زبان فارسی میں اُس معنوں پر استعمال کیا ہو۔ خدا
اُنکو اسی لیے بھیجا تھا کہ بت پرستوں و آتش پرستوں اور معتقدین مسئلہ تثلیث کو
راہ راست پر لاوین اور اُنکو پرستش اللہ کی کہ ذات مقدس اُسکی واحد ہو
سکھلاوین۔ اُنکا اظہار ہو کہ کل انبیاء جو مجھ سے پہلے آئے ہیں ہر ایک انہیں سے

جد اگانہ خاص مطلب کے لیے بھیجا گیا تھا اور جو جس مطلب کے لیے آیا تھا اُسکو پورا کر کے وہ خدا کے پاس چلا گیا۔ اُنکا یہ بھی بیان ہو کہ مسیح یہودیوں کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوئے تھے بلکہ کوئی اور شخص اُنکی شبیہ کا بجائے اُنکے صلیب پر چڑھایا گیا تھا اور مسیح بروزِ شنبہ وہ زمین پر پھر آویں گے۔ معتقدین حضرت علیؑ خلیفہ چہارم میں سے اشخاص اُنکے خاندان کے بالتخصیص اس بات کے معتقد ہیں کہ امام مہدیؑ فوائدِ مومنین کے لیے پھر روئے زمین پر آویں گے۔ اُنکا یہ قول ہو کہ امام مہدیؑ عجیب طور سے ایک غار کوہِ مین غائب و ناہید ہو گئے ہیں اور وہ مع حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام اس مطلب کے لیے پھر وجودِ مین آویں گے کہ دینِ مسیح کو نیست و نابود کر کے مذہبِ عیسائی و اسلام کو متفق و ایک کے دین یہ اعتقاد لوگوں کا ہو کہ عابد و عارف و پارسا و اولیا دوبارہ وجودِ مین آتے ہیں۔ باعثِ بنا مذہبِ ڈرو سس ہوا ہی کہتے ہیں کہ ابی عمر اشدر بانی اس ملت کا اول اس دنیا میں اور شکلِ مین آکر خلیفہِ مصریوں کی اصلاح کے لیے آیا من بعد ایک عجیب طور سے غائب ہو کر پھر آئندہ کسی زمانے میں روئے زمین پر آویں گا۔

جمعِ مسلمین و کل فرقہ مائے درویشان اس بات کے معتقد ہیں کہ حضرت محمد صلعم قبل از پیدائش اس دنیا کے کسی اور عالم میں موجود تھے۔ اگر وہ کچھ قویہ دنیا کبھی پیدا نہ ہوتی۔ کہتے ہیں کہ وہ فور سے پیدا ہوئے تھے۔ میری دانست میں مراد اُنکی اس باب میں اُنکے جسم سے نہیں بلکہ اُنکی روح سے ہوئے اُنکی روح فور سے پیدا ہوئی ہو۔ اُنکا یہ بھی اظہار ہو کہ حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام نے محمد صلعم کے آئینے خیرِ نبوی دی تھی۔ یہ تصدیق اس قول کے وہ انجیل سے فقراتِ مندرجہ ذیل نقل کرتے ہیں۔

زمانہ اخیر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو خدا کی طرف سے پیغام لاویگا اور پیغمبر
کھلاویگا اور وہ کبھی ایک لفظ بھی جھوٹ نہ بولیگا۔ جاے پیدائش اُسکی
مکہ ہوگی اور وہ مدینے میں منتقل ہوگا۔ نام اُسکا محمد ہوگا اور خصلت اُسکی
قابل تعریف کے ہوگی۔ جو کوئی اُسپر یقین لاویگا میں یقین کرتا ہوں کہ وہ
جنت میں جاویگا۔ اس دنیا میں وہ کشور کشا ہوگا اور سزا دیا کرے گا۔ وہ ملک
قبصر روم کو فتح کریگا اور شہنشاہ قسطنطنیہ ہوگا۔

ایک خدا پرست شارح در باب مضمون مرقومہ بالا یہ لکھتا ہو کہ یہ حال اصلی
وصحیح انجیل سے نقل ہو کر جا بجا پھیل گیا ہو۔ اُس شارح کا یہ بھی بیان ہو کہ
بعض یہودی و عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح ابتداء پر وہ زمین پر نہیں آئے اور
یہ بیان ہو کہ اگرچہ مسیح پیدا ہو چکے ہیں لیکن یہودی و عیسائی انہرا بیان نہیں
لائے ہیں اور اسی طرح پیشین گوئی مسیح کے باب میں اونسے کلمات کفر
ظہور میں آئے ہیں۔

انجیل سے اسی باب میں اور فقرات بھی جو ذیل میں درج ہیں نقل ہوئے ہیں
اس دنیا میں ایک لڑکا خاندان قریش سے تولد ہوگا وہ مالک دارین یعنی
دنیا و عقبے ہوگا۔ جو کوئی اُسپر ایمان لاویگا وہ کبھی داخل جہنم نہ ہوگا۔ اخیر زمانہ
کا وہ پیغمبر ہوگا موسوم بہ اسم محمد۔ اُسپر رحمت خدا نازل ہوگی۔ یہ دونوں تنہا
انجیل سے میرے ایک دوست نے کہ فرقہ درویشوں میں سے تھے مجھے دیے تھے
اور اُس نے اپنی شرح میں یہ بھی لکھا تھا کہ ایک نکر اسکو دیکھ کر اُسکی صدا
وراستی کا قائل ہوا تھا اور اُس نے اسی لیے مذہب اسلام قبول کر لیا تھا۔
مجھے معلوم نہیں کہ وہ انجیل میں سے وہ مضامین نقل ہوئے ہیں کس زبان
میں ہو۔

باب ششم

(در باب فرقه رو فانی جو بنام درویشان غوغانی معروف ہیں) یہ فرقه درویش اپنی عبادت و نماز کو فاتحہ و اوراد و توحید سے شروع کرتا ہے۔ فاتحہ و باب قرآن ہے جو بنام سورہ الحمد معروف ہے۔ پیر و سلطان کے لیے جو انہیں نماز ہوتی ہے وہ صرف بطور دعا و عجز و الحاح ہے۔ انکی ٹیکے کو الف لائے کہتے ہیں اور انکا چنہ بنام رو فانی فرقه معروف ہے۔ رنگ اسکا کچھ خاص مقرر نہیں۔ خواہ وہ کسی رنگ کا ہو اسمین کچھ قباحت نہیں لیکن اسکا کتا ہمیشہ سبز ہوتا ہے۔ وجہ تفرسی اس خاص رنگ کی قصہ ذیل میں مندرج ہے ایک مرتبہ حضرت جبریل محمد صلعم کے پاس کچھ خوشخبری لائے۔ مارے خوشی کے محمد صلعم مثل درویشان فرقه میو لیو بس چکر کرنے لگے اور انکا چنہ انکے بدن گر پڑا۔ انکے مریدوں نے اسکے ٹکڑے کر کے اپنے چنوں کے گرد سی دیا۔ وہ چنہ بزرگ سبز تھا۔

اس فرقے کی کلاہ بنام تاج معروف ہے۔ وہ سفید پارچے کی بنتی ہے اور اسمین آٹھ ترک ہوتے ہیں۔ ایک ایک ترک سے ایک ایک گناہ کا ترک مراد ہے۔ بعض کلاہ میں بارہ ترک ہوتے ہیں۔ انکا عمامہ بزرگ سیاہ ہوتا ہے اور بنام شملہ یا سیاہی شریف معروف ہے۔ ان شیخوں میں سے اکثر لباس سیاہ پہنتے ہیں۔ چنہ محمد صلعم کا بزرگ بزرگ سیاہ تھا۔ انکے مرید اسکا تتبع کرتے ہیں اور اسی کی مثال پر چلتے ہیں۔ پارچہ سیاہ جو انکے کندھوں پر پڑا ہوتا ہے شکر کہلاتا ہے۔

ریا ایک عقیدہ ہے جسکے وہ اور تمام درویش پابند ہوتے ہیں اور اس سے

مراد ترک دنیا و حفظ نفسانی و مشغولی بشغل یا دالہی ہوتی ہو۔ وہ چہین بن جو ترک کچیاتی ہیں تعداد میں چار ہیں یعنی شریعت۔ طریقت۔ حقیقت۔ معرفت۔ ان چاروں میں سے ریاسب سے بڑا ہو۔

شیخ کے تاج میں بارہ ترک ہوتے ہیں۔ چار کو اُمین سے کا پویا دروازہ کہتے ہیں۔ بارہ ترک سے بارہ امام کی طرف اشارہ ہو اور چار سے ریاض کی طرح مرید نو پر فرض ہو کہ وہ ایک بھیر یا ایک بھیر کا بچہ تکیے میں قربانی کے لیے لاوے۔ اُس فرقے کا کوئی ایک مرید اُسکے دروازے پر قربانی کرتا ہو اور تکیے کے تمام درویش اُسکا گوشت مل کر کھاتے ہیں اُس بھیر کی اُن سے ایک پٹک جو بنام بنام معروف ہو مرید نو کے لیے بنایا جاتا ہو حلقہ گوشت مرید نو منو گھسی کھلاتے ہیں اگر اُسکا مرتبہ ایک ہی کان چھدا ہو تو وہ حضرت حسن فرزند علیؑ کے نام چہینی کھلاتا ہو لیکن اگر اُسکے دونوں کان چھدے ہوں تو وہ حضرت حسین فرزند دوم علی رضی اللہ عنہ کے نام پر بنام حسین بنی نامزد ہوتا ہو یہ بات مرید نو کی رائے پر چھوڑی جاتی ہو۔

وہ پتھر جو اُسکے تکیے کے مرکز یا وسط میں ہوتا ہو قنات تاشی کھلاتا ہو۔ جو وسائل کہ درویش اپنے شکم کے سیر کرنے کے لیے یا رفع اشتہا کے واسطے عمل میں لاتے ہیں وہ بطریق رمز و کنایہ پتھر سے تعبیر ہوئے ہیں یعنی اُس سے یہ مراد ہو کہ درویش اپنے شکم کی سیر ہی پتھر سے کرتے ہیں۔ بجائے ایک پتھر کے چار پتھر استعمال میں آسکتے ہیں اگرچہ لوگوں کا یہ اعتقاد ہو کہ قبل اسکے کہ درویش رفع اشتہا کے لیے چار پتھر سے ایک پر ایک رکھ کر شکم کو دباوے رزاق اُسکو روزی پہنچا دیتا ہو۔

شکل اُس کلاہ کی کہ درویش قبل از سبیت سر پر دھرتا ہو بالکل مدور ہوتی ہو یا وہ دو دائرے ہوتے ہیں ایک دوسرے کے اندر اُن دونوں دائروں

بعد حروف ابتدائی اُن الفاظ کے جن سے کہ اُسکے چم ترک مرکب ہوتے ہیں منقش کیے جاتے ہیں ربر وقت ادائے اخیر رسم بیعت درویش یا مرید نوحضرت روحانی کو اپنا پیر سمجھتا ہو اور سردار کیے کو اپنا مرشد یا شیخ)۔ اِن دونوں دائروں کے اندر ایک اور دائرہ ہوتا ہو جو پیسے مع دھڑے سے بہت مشابہت رکھتا ہو۔ بعد داخل ہونے کے اُس فرتے میں مرید نو کچھ ویسی ہی کلاہ جو شکل میں مختلف ہوتی ہو ہینتا ہو۔

مختلف نماز و دعائیں جو وہ پڑھا کرتے ہیں ذیل میں درج ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کہو اللہ واحد ہو۔ وہ ازل سے ابد تک رہیگا۔ نہ تو وہ کسی کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو اور نہ کوئی اُس سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اُسکا ثانی ہو (دیکھو قرآن باب ۱۱۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کہو کہ میں دین کو خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ مجھ کو اُن موجودات کی شرارت سے محفوظ رکھے جن کو کہ اُس نے پیدا کیا ہو اور جو خرابیاں کہ تاریکی شب میں کبھی واقع ہوتی ہیں اُسے امان دے اور جادو گردن کے سحر سے بچا دے اور حاسدوں کے اعمال بد کے اثر سے محفوظ رکھے (دیکھو قرآن باب ۱۱۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کہو کہ میں خالق مخلوقات انسان سے پناہ مانگتا ہوں وہ شاہ انسان ہو اور خالق ہر فرد بشر۔ کہو کہ میں اُنکی شرارت سے امان چاہتا ہوں جو خیال بد پیدا کرتے ہیں اور کُفر عمل کرتے ہیں اور جو انسان کے دل و تن میں بُرائی ڈالتے ہیں۔ میں جن و بھوت و پلیت و ارواح ناپاک و غیر انسانوں سے پناہ مانگتا ہوں (دیکھو قرآن باب ۱۰۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حمد و سپاس اُس خالق کو پہنچے جو مالک کائنات ہے

وہ بڑا رحمن درحیم و شاور روز حشر ہی ہم تیرے ہی پرستش کرتے ہیں اور تجھ سے ہی ہم طالب امداد ہوتے ہیں۔ ہمکوراہ راست پر لیجا۔ ہمکودہ راستہ دکھا جسہ کہ تیرے برگزیدہ چلے ہیں۔ اس راستے پر ہمکونہ لیجا جو باعث تیری ناراضی کا ہوتا ہو اور جسہ کہ گمراہ جو تاریکی جہالت میں پڑے ہوے ہیں چلتے ہیں روکھو قرآن باب اول)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ کتاب ہو جسکی صحت کے باب میں ذرا بھی شک واقع نہیں ہوتا ہو اسمین ہدایتین انکے لیے درج ہیں جو خدا سے ڈرتے ہیں وہ کتاب انکے لیے ہو جو راز مخفی پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قضا نہیں کرتے ہیں اور جو کچھ کہ خدا نے انکو دیا ہو دریا دلی سے بخشے ہیں اور محمد صلعم و دیگر انبیاء سابقین کے الہام کے معقد ہیں اور بدل یقین کرتے ہیں کہ روز حشر ضرور آویگا۔ انھیں کو خدا بہشت میں لیجا ویگا اور وہ وہاں کمال سرور میں رہینگے روکھو باب دوم قرآن)

باب دوم قرآن کا ۱۵۷۔ فقرہ یہ ہو۔ تمھارا خدا واحد و لامثنیٰ ہو۔ کوئی اور مثل اسکے نہیں۔ وہ رحیم و رحمن ہو۔ مضمون فقرہ ۲۵۶۔ باب دوم قرآن یہ ہو کہ صرف اللہ ہی خدا ہو۔ سوائے اسکے کوئی اور خدا نہیں۔ وہ حی القيوم ہو۔ وہ نہ اٹھتا ہو نہ سوتا ہو۔ جو کچھ کہ آسمان و زمین پر ہو سب کا وہی مالک ہو۔ کسکو طاقت ہو کہ بدون اسکی اجازت کے اسکے پاس آنکر کسی کی سفارش کرے۔ وہ جانتا ہو کہ کون تیرے پیچھے ہو اور کون تیرے آگے۔ کوئی آدمی اسکے علم و راز سے واقف نہیں ہوتا ہو الا وہ جسہ کہ وہ کوئی راز کھولا چاہتا ہو۔ اسکا تخت گل آسمان و زمین پر پھیلتا ہو اچلا گیا ہو۔ انتظام کارخانہ زمین و آسمان سے اسکو کچھ تکلیف نہیں ہوتی ہو۔ وہ نہایت درجہ اعلیٰ پر ہو اور نامتناہی ہو۔

باب دوم قرآن کے ۲۰۶ فقرے کا مضمون یہ ہے۔ کہ جو کچھ کہ زمین و آسمان پر ہو اُسکا مالک خدا ہے۔ خواہ تم اپنے اعمال و افعال کو برو ز حشر چھپاؤ اور خواہ ظاہر کرو وہ یقیناً بہر صورت تم سے محاسبہ طلب کریگا۔ جسکو وہ چاہیگا معاف کریگا اور جسکو چاہیگا سزا دیگا۔ خدا قادر مطلق ہے۔ محمد صلعم کا یہ اعتقاد تھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔ مومنین خدا پر ایمان لاتے ہیں اور فرشتوں کے وجود کے قائل ہوتے ہیں۔ وہ اُن انبیاء کے معتقد ہوتے ہیں جنکو خدا نے بھیجا ہے اور اُنکے کتب پر ایمان لاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم شکر ایمان لاتے ہیں اور تعمیل احکام کرتے ہیں۔ اوشانی مطلق ہمارے گناہوں کو بخش۔ ہم تیری طرف مائل ہونگے اور تیری راہ پر چلیں گے۔ خدا ہر روح پر اتنا ہی بوجھ ڈالتا ہے جتنی اُس میں طاقت ہوتی ہے یا جتنا بار کہ وہ اُٹھا سکتی ہے۔ اُسکے اعمال و افعال بموجب اسکی نیکی و بدی کے اچھے یا بُرے سمجھے جاویں گے۔ او غفور و رحیم ہمکو واسطے اُن گناہوں کے جو نادانستہ اور ازراہ سہو سرزد ہوئے ہوں سزا نہ دینا۔ او خالق کائنات ہمپر وہ بوجھ نہ ڈالنا کہ تو نے اُنپر ڈالا ہے جو ہمارے عہد سے پہلے گزر چکے ہیں۔ او غفور و رحیم ہمپر ہماری طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنا۔ ہمارے گناہوں کو مٹا اور اُنپر قلم عفو پھیر۔ ہمپر رحم کر۔ تو ہمارا مالک ہے۔ ہمکو کفار پر فتح نصیب کر۔

قرآن کے باب ۵۶ کے فقرہ ۲۲۔ میں خدا کہتا ہے کہ میں وہ خدا ہوں جسکے سوا کوئی اور نہیں۔

بعد اسکے مختلف نام خدا کے درج کیے ہیں۔ انکی تصدیق کے لیے قرآن کا باب ہفتم فقرہ ۱۷۹۔ بطور سند پیش کیا گیا ہے۔
تفصیل اسماء الحسنیٰ نام خالق کہ تعداد میں ۹۹ ہیں۔

۱	اللہ۔	خدا
۲	الرحمن۔	رحم۔
۳	الرحیم۔	غفور
۴	المالک۔	قابلض
۵	القدوس۔	مقدس
۶	السلام۔	شفافی۔
۷	المؤمن۔	ایمان دینے والا
۸	المہین۔	امان دینے والا
۹	الغزیز۔	طاقت ور
۱۰	الجبار۔	کل مختار
۱۱	المتکبر۔	بزرگی و طاقت دینے والا
۱۲	الخالق۔	پیدا کرنے والا
۱۳	البارئ۔	روح کا پیدا کرنے والا
۱۴	المصور۔	شکل دینے والا
۱۵	الغفور۔	مغفرت دینے والا
۱۶	القہار۔	بدلہ لینے والا
۱۷	الوهاب۔	بخشنے والا
۱۸	الرزاق۔	رزق پہنچانے والا
۱۹	الفتاح۔	اپنی مرضی کا ظاہر کرنے والا
۲۰	العلیم۔	جاننے والا
۲۱	القابض۔	مالک دہا

خوش کرنیوالا دلون کا	الباسط	۲۲
پست کرنے والا	المنافض	۲۳
بلند کرنے والا	الرافع	۲۴
عزت دینے والا	المعزز	۲۵
ذلت دینے والا	المذل	۲۶
سننے والا	السمیع	۲۷
دیکھنے والا	البصیر	۲۸
اضافہ کرنیوالا	المحکم	۲۹
مضیف	العدل	۳۰
مہربان	اللطیف	۳۱
جاننے والا	الخبیر	۳۲
حکم رکھنے والا	الحکیم	۳۳
بزرگ	الغظیم	۳۴
بخشنے والا	الغفور	۳۵
شکر کرنیوالا	الشکور	۳۶
بلند رتبہ	العلی	۳۷
بڑا بزرگ	الکبیر	۳۸
حمایت کرنیوالا	الحفیظ	۳۹
احتیاجوں کا رفع کرنیوالا	المقیب	۴۰
معزز	الحسیب	۴۱
خوبصورت	الجلیل	۴۲

مہربان	الکریم۔	۴۳
حادث	الرفیق۔	۴۴
دعا قبول کرنیوالا	الجیب۔	۴۵
فساخ	الواسع۔	۴۶
فیصلہ کرنیوالا	الحکیم۔	۴۷
محبت کرنیوالا	الودود۔	۴۸
شان دار	المجید۔	۴۹
پیچھے والا۔	الباعث۔	۵۰
شہادت دینے والا	الشہید۔	۵۱
منصف	الحق۔	۵۲
بہم کرنیوالا	الوکیل۔	۵۳
قوی وقادر	القوی۔	۵۴
مضبوط	المتین۔	۵۵
دوست	الولی۔	۵۶
قابل تعریف	الحمید۔	۵۷
حساب کرنیوالا۔	الحصی۔	۵۸
شروع کرنیوالا	المبدی۔	۵۹
زندہ کرنیوالا	المعید۔	۶۰
دوبارہ زندہ کرنیوالا	المحیی۔	۶۱
برباد کرنیوالا	المہیت۔	۶۲
ابد تک رہنے والا	السمی۔	۶۳

۶۴-	القیوم .	ہمیشہ رہنے والا
۶۵-	الواجد .	پانے والا
۶۶-	المواجد .	مہربان
۶۷-	الواحد .	لائقانی
۶۸-	الصمد .	ہمیشہ رہنے والا
۶۹-	القادر .	طاقت مند
۷۰-	المقدر .	طاقت دینے والا
۷۱-	المقدم .	پہلے جانے والا
۷۲-	المؤخر .	اخیر
۷۳-	الاول .	پہلا
۷۴-	الآخر .	اخیر
۷۵-	الظاہر .	ظاہر
۷۶-	الباطن .	پوشیدہ
۷۷-	الوالی .	گورنر
۷۸-	المتعالی .	نہایت بلند
۷۹-	البر .	مہربان
۸۰-	التواب .	باعث توبہ
۸۱-	المنعم .	بدلائنے والا
۸۲-	العفو .	بخشنے والا
۸۳-	الروف .	مہربان
۸۴-	مالک الملک .	مالک ملک

۸۵-	نودو بجلال والا کرام -	مالک نرگی وعت
۸۶-	المقسط	منصف
۸۷-	البجاس	جمع کرنیوالا
۸۸-	الغنی	دولتمند
۸۹-	المغنی	دولت بخشنے والا
۹۰-	المانع	منع کرنیوالا
۹۱-	الدار	نقصان پہونچانیوالا
۹۲-	النافع	فائدہ پہونچانے والا
۹۳-	الزور	روشنی
۹۴-	السادی	رہنما
۹۵-	الہدیج	شروع کرنیوالا
۹۶-	الباقی	باقی
۹۷-	الوارث	وارث
۹۸-	الرشید	رہنما
۹۹-	الصبور	صبر کرنیوالا

ان اسماء جلال سے خدا کو یاد کرتے ہیں یہ تعداد میں ۹۹ ہیں۔
تمام مسلمانوں کی تسبیح میں ۹۹ - دانے ہوتے ہیں۔

ایک اور فہرست اسماء جلال ہو جس میں کہ تعداد ناموں کی ۱۰۰۰ ہو
یہ ممکن ہو کہ میں نے بعض ناموں کے معنی بہت صحیح صحیح بیان نہ کیے ہوں
بعض نام انہیں کے ایسے ہیں جن کے معنوں میں تھوڑا ہی فرق
ہو۔



نماز و زمرہ اکثر فرقہ ہائے درویش خصوصاً فرقہ روبائی ذیل میں درج ہے
 او خالق کائنات تمام تیرے صفات مقدس ہیں جنہیں کہ ذرا بھی شک شبہ
 کو دخل نہیں۔ میں تجھ کو کسی سے مشابہ نہیں کرتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ تو ہمارا
 مالک ہے۔ تو وحدہ لا شریک ہے۔ تمام اشیا اس بات کو ثابت کرتے ہیں۔
 تو واحد ہے اور تجھ میں کمی و بیشی کو دخل نہیں۔ تجھ پر بیماری اثر نہیں کرتی ہے
 تو بڑا نیک ذات و مہربان و عالم ہے۔ تیرا علم غیر محدود ہے۔ کوئی تیری تعریف
 میں مبالغہ نہیں کر سکتا ہے۔ تو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ تیرے لیے ابتدا
 نہیں ہے۔ تو ہی اخیر تک رہیگا اور ختم نہوگا۔ تو بڑا فیاض ہے۔ تیرا کوئی کشتی
 نہیں اور نہ تیرا کوئی فرزند ہے۔ تو کبھی خطا نہیں کر سکتا ہے۔ تو زمانے کے سقا
 گرد سن کرتا ہے۔ عمر سے تو ضعیف نہیں ہوتا ہے۔ تیری تمام مخلوقات تیرے
 حکم کی مطیع و فرمانبردار ہے۔ اور تیری شان و شوکت دیکھ کر حیران۔ کلمہ کن سے
 کہ حروف ک و ن سے مرکب ہو تو نے دنیا کو پیدا کیا۔ عابد و عارف و پارسا
 بذریعہ ذکر تیرے جلال کو دیکھتے ہیں اور تسبیح پڑھ کر جو ۹۹۔ دانون سے مشتمل ہے

تجھ کو مبارکبادی دیتے ہیں۔ تیری ہدایت و رہنمائی سے بذریعہ تسبیح و نماز
 راہ راست پر آتے ہیں۔ جنت میں وہ بکمال الفت و محبت رہتے ہیں۔ تیرا علم
 ابدی ہو یعنی وہ تابدقائم رہیگا۔ تو شمار و تعداد ان فاس مخلوقات عالم کو
 جانتا ہے۔ تو حرکات و سکنات مخلوقات کو دیکھتا و سنتا ہے۔ تو آواز قدم موڑ
 جب وہ سنگ سیاہ پر شب تاریک میں حرکت کرتی ہو سنتا ہے۔ پرندے بھی اپنے
 اپنے گھوسلوں میں تیری تعریف کرتے ہیں۔ حیوانات جنگلی ریگستان و بیابان
 میں تیری پرستش کرتے ہیں۔ اپنے بندوں کے خیالات ظاہری و باطنی کو تو بخوبی
 جانتا ہے۔ کوئی راز کیسا ہی مخفی ہو تجھ پر آشکارا ہو۔ تو مومنین کا ضامن ہو۔
 تو لوگوں کے دل کو قوی کرتا ہو اور انکو فتح نصیب۔ تو انکے دلون کو خوش
 کرتا ہو۔ تیرا ذکر آفات مخفی ناگہانی سے محفوظ رکھتا ہو۔ یہی ان آیات قرآن
 جب بطریق منتر پڑھے جاتے ہیں پیدا کرتے ہیں تیرے حکم سے آسمان وزمین کھڑے
 ہیں۔ تو گنہگاروں کا غفور و کریم ہو۔ او خالق کائنات کوئی مثل تیرے کبھی
 وجود میں نہیں آیا ہو۔ تو سنتا ہو اور سکو دیکھتا ہو۔ او خالق ہمو بڑائی سے
 محفوظ رکھ رہے تین مرتبہ پڑھا جاتا ہو (تیری اجازت سے خرابیان واقع ہو سکتی
 ہیں۔ او کریم کار ساز تیری راہ مقدس مبارک ہو۔ او غفور و رحیم ہر رحم کر
 اور فتح نصیب۔ کیونکہ سوائے تیرے کوئی اور قادر نہیں۔ تجھ کو مبارکبادی بیشمار
 ہو تو وہی کرتا ہو جو تیرے نزدیک بہتر و مناسب متصور ہوتا ہو۔ تو بڑا قادر
 مطلق ہو۔ تیری شان و شوکت بدرجہ غایت ہو۔ تیری قدرت کا ظہور سب میں
 ہو۔ مشیت ایزدی شان الہی کو ظاہر کرتی ہو۔ اوحی القیوم و غفور و رحیم
 و خالق زمین و آسمان سوائے تیرے کوئی قابل پرستش کے نہیں۔ او رحیم
 و کریم ہمارے پیغمبر کی خاطر ہماری دعاؤں کو شکر بدرجہ اجابت مقبول کر

ہمارے دل میں فرحت و آرام پیدا کر اور ہمکو بچہ گناہوں سے خلاصی دے۔ تیرا رحم اور تیری برکتیں ہمپر اور ہمارے خاندان اور ہمارے دوستوں پر نازل ہوں کیونکہ تو ہی بڑا قادر مطلق و مجید و رحیم و کریم ہو (دیکھو قرآن باب ۳۳ فقرہ ۳۳) خدا یہی چاہتا ہو کہ تمہیں تمام خرابیوں و مکر و مات سے محفوظ رکھے اور تمہارے خاندان سے الفت کرے اور تمکو گناہوں سے پاک و صاف رکھے۔ دیکھو قرآن باب ۳۳ فقرہ ۵۶۔ پیغمبر اہل اسلام علیہ السلام خدا اور فرشتوں سے کمال الفت رکھتے تھے اومومنین تم خدا سے دعا مانگو اور نماز پڑھو اور بحال یقین دل یا دحق کیا کرو اواللہ ہمارے محمد صلعم کو نواسن و امان دے اور اسکی تعریف کر اور اسکے خاندان کو بھی موافق اپنے قول کے آرام بخش۔ حضرت ابراہیم اور اسکے خاندان میں محمد صلعم اور اسکی اولاد کو اسی طرح برکت دے جس طرح کہ تو نے ابراہیم کو آگ سے دارین میں محفوظ رکھا اسیلئے کہ تو مجید و رحیم ہو۔ موافق تعداد اپنی مخلوقات کے اور موافق اپنی مرضی کے اور موافق تعداد حروف اپنے نام کے اور موافق تعداد اشخاص پارسا و عابد کے کہ تیری یاد کرتے ہیں اپنے آسمانی مقام کی محراب پر رحم کر بموجب تعداد ان اشخاص کے جو تجھے فراموش کرتے ہیں اور بموجب تعداد اپنے حروف کے اور بموجب تعداد اشخاص پارسا و عابد کے کہ تیری یاد میں مصروف رہتے ہیں۔ او خالق اپنی مخلوقات میں سے احسن ترین کی کہ محمد صلعم ہیں بہتر سے بہتر تعریف کہ تو مناسب سمجھے کر۔ اواللہ تو محمد صلعم کی کہ تیرا محرم راز ہو اور پیغمبر و دوست تعریف و توصیف کر بموجب تعداد زمین و آسمان کے اور موافق تعداد ان اشیاء کے کہ مابین اُنکے موجود ہیں تو اس امتی اور اسکے خاندان اور اسکے دوستوں کی تعریف کر۔ او خالق کائنات تو ہمپر اور تمام مسلمانوں پر رحم کر۔ او خالق زمین و زمان تو بموجب تعداد ان برسوں کے کہ اب تک پہنچے ہیں

اس دار فانی سے اتنا گزرے ہیں اور موافق اُن برسوں کے کہ اور دنیا جو پیدا ہو نیوالی ہو جو درہنگے تعریف محمد صلعم اور اُنکے خاندان اور اُنکے دوستوں کی کر۔ او خالق کائنات تیری تعریف محمد صلعم پر ہو اور اُنکے نام پر اور انکی قبرین اور خالق زمین و زمان تیری نسبت تعریف ہمارے مالک کی جو جہلی پشت پر علامت پیغمبری ثبت تھی اور جسکے قبضے میں بادل تھا۔ کہتے ہیں کہ پیش آفتاب سے محفوظ رکھنے کے لیے بادل ہمیشہ محمد صلعم کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ تیری تعریف نسبت شفیع و رحم اور قرآن کے ہو۔ تیری تعریف بموجب تعداد اعمال و افعال نیک ابو بکر و عمر و عثمان و علی نسبت اُسکے ہو جو آفتاب و چاند سے زیادہ ترخو و نبوت و صاحب جلال ہو۔ تیری تعریف نسبت اُس بزرگ کے ہو جو قابض جنت ہی اور بڑا فصیح اور جو بڑی دانائی و رحم کے ساتھ درس دیتا ہی اور تیری تعریف نسبت اُسکے خاندان اور اُسکے دوستوں کے بھی ہو۔ تیری بہتر سی بہتر تعریف ہو تیری بزرگی علم کے اور بموجب تعداد اُن الفاظوں کے جو تو نے لکھے ہیں اور موافق تعداد اسماء اُن اشخاص کے جو تیرے ذکر میں مشغول ہیں اور جو تجھ کو محفوظ ہیں بیشمار انفاس سے برکت دیتے ہیں اور موافق تعداد تیرے ناموں کے جو عابدوں و پارسائوں کے منہ سے نکلتے ہیں نسبت پیغمبر کے ہو۔ تیری تعریف نسبت اُس پیغمبر کے ہو جو اُن اشخاص کے دلوں کو روشن کرتا ہی جو ہر دوست کو ایک طریقہ و راہ راست بتاتے ہیں۔ تیری تعریف نسبت اُسکے ہو جسکو تو نے ازراہ رحم گنگار و نکی شفاعت کے لیے بھیجا تھا۔ تیری تعریف نسبت اُسکے ہو جو پیغمبروں میں سب سے زیادہ درجہ اعلیٰ پر ہی اور جس پر تیری برکت سب سے زیادہ نازل ہوئی ہے۔ سب استعداد و بزرگی پیغمبران و موافق مقدار عزت محمد صلعم حضور خالق اور موافق تعداد اُن اشخاص کے جنہوں نے کہ آپ کو تیری رضا پر چھوڑ دیا ہی تیری

تعریف نسبت اُسکے اور اُسکے آبا و اجداد کے ہو جو تیرا حبیب ہے۔ تیری تعریف نسبت اُنکے بھی ہو جو ذیل میں درج ہیں۔ یعنی۔

ابراہیم دل و جانی دوست اللہ۔ موسیٰ برادر ابراہیم جو تیرے ساتھ ہم کلام ہوا تھا۔ مسیح الامین جو روح اللہ تھا۔ سلیمان جو تیرا بندہ و پیغمبر تھا۔ داؤد پدر سلیمان و جمیع دیگر پیغمبران جو تیرے حکم کے مطیع و فرمانبردار تھے۔ ساکنین آسمان و زمین۔ عارف و عابد و پارسا جو تیری یاد میں مشغول ہونے میں اور تیرے ہی ذکر میں مشغول تیری تعریف نسبت اُنکے بھی ہو جو تجھ کو فراموش کرتے ہیں۔ تیری تعریف نسبت اُسکے ہو جو چشمہ رحم ہو اور شفیع روزِ حشر (یعنی محمد صائم) تیری تعریف نسبت تیرے طریقے کے ہو۔ تیری تعریف نسبت اُس زیور تاجِ جنت کے ہو جو دلہنِ عقبے ہے اور آفتابِ قانونِ مقدس جسکے الفاظ اعمال و افعال ہیں اور جو شفیع انسان ہے اور امامِ سبکا (یعنی محمد صلعم)۔ تیری تعریف نسبت اُنکے بھی ہو جو ذیل میں درج ہیں۔ آدم۔ نوح۔ ابراہیم دوست بانی اللہ۔ موسیٰ برادر ابراہیم۔ مسیح جو روح اللہ ہے۔ داؤد۔ سلیمان۔ زکریا۔ یحییٰ۔ شیث۔ انجلی اولاد۔ وہ جو خالق کو یاد کرتے ہیں اور وہ جو اُسکو بھولے بیٹھے ہیں۔ او غفور و رحیم جو قدیم ہو تیری تعریف نسبت اُن لوگوں کے ہو جو تجھ سے دست بردار ہوتے ہیں اور تیری نشان و شوکت دکھایا چاہتے ہیں اور تیرے نام کا فخر کرتے ہیں۔ نور ازیق ہو اور کریم کارساز۔ تو غفور و رحیم ہو۔ تو گناہوں کو معاف کرتا ہو اور خطاؤں کو بخشتا ہو۔ تیری تعریف نسبت ہمارے خداوند کے ہو جسکا مزاج نیکی میں سب پر فائق ہو۔ تیری تعریف نسبت اُسکی اولاد اور اُسکے دوستوں اور اشخاصِ نکندہ اس دنیا کے ہو۔ اللہ کے سوا کوئی اور خدا نہیں۔ محمد صلعم رسول اللہ ہے اور ابراہیم جانی دوست اللہ کا۔

۱۔ اوہمارے خداوند پیغمبر خدا۔ تو ہمارا مطبوع طبع ہے۔ تو اپنے سرمایہ کثیر سے ہمکو فائدہ پہونچاتا ہے۔ زمانہ تیرے اختیار میں ہے۔ وقت ضرورت تو مدد دیتا ہے۔ تو پیغمبروں میں سب سے زیادہ پاک و صاف ہے۔ تو جو اہر وزیر کائنات ہے۔ تو ذرے کو اس دنیا میں بدرجہ اعلیٰ پہونچاتا ہے۔ تو محتاجوں اور فقیروں کا حامی و جابے پناہ ہے۔ تیری آنکھ واقعات زمانہ آئندہ کو دیکھتی ہے۔ او پیغمبر خدا جو بسکو دیکھتا ہے۔ میں نے تیری تعریف کی ہے۔ میں تجھے ایمان لایا ہوں۔ اور میں تجھکو شفیع سمجھتا ہوں۔ تیری مہربانی ہم پر نازل ہوتی ہے اور ہمکو تیری امداد طلب کرنے میں جرأت دیتی ہے اور ہمکو تیرے نزدیک لاتی ہے۔

نہاروں دعائیں تجھے ہوں (یہ تین مرتبہ زبان سے کہا جاتا ہے)۔

نہاروں دعائیں ۲۰۰۔ اور ۴۰۰۔ اور ۲۰۰۰۔ پر ہوں۔ یہ اشارہ سلسلہ سے ہے۔ اہل اسلام کا یہ اعتقاد ہے کہ سلسلہ ہجری میں دنیا ختم ہو جاوے گی۔ تعریف اُسکو پہونچے جو روشنی حقیقی ہے یعنی احمد المصطفیٰ صلعم پیغمبر کو اور اُنکو جو اُسکی اولاد میں اور اُسکے دوست۔ او غفور و رحیم مومنین پر رحم کر۔ ایک نہار دعائیں اور ایک نہار سلام اُسکو پہونچیں جو تیرے پیغمبر کا بڑا راز و اسرار ہے۔ او کریم کار ساز کہ بڑا مہربان و شفیع ہے ہمکو ہمارے ایمان پر قائم رکھ اور ہمکو ہدایت کر۔ تیری تعریف تیرے حبیب کامل کو کہ محمد صلعم ہیں بروز حشر و مابقیہ پہونچے۔ تیری تعریف نسبت اُسکے ہو جسکو بادل اپنے سایے میں رکھتے تھے او مصطفیٰ تو ہم پر مہربانی کر۔ خدا کی واسطے تو ہماری مدد کر۔ ہماری بیکسی پر رحم کر۔ ہمکو اپنے ذریعے سے درجہ اعلیٰ پہونچا۔ (یہ تین مرتبہ زبان سے کہا جاتا ہے) او پیغمبر ہماری مدد کر (تین مرتبہ) ہم تجھے ایمان لاتے ہیں۔ او حبیب اللہ تو ہماری سفارش کر ہمکو یقین ہے کہ اللہ تمہاری سفارش کو نا منظور نہ کرے گا۔ او خداوند

توالد ہو۔ ہمپر وہ ہی مہربانی کر جو تو بہتر سمجھتا ہو۔ (تین مرتبہ) سوائے اللہ کے کوئی اور خدا نہیں۔ محمد صلعم رسول اللہ ہیں۔

ناظرین اس طول طویل نماز و دعا کو مطالعہ کر کے اعتقاد و رویشان سے واقف ہو جاویں گے اور دریافت کر لیں گے کہ ان کے اعتقاد میں کونسے مسائل ایسے ہیں جو بالخصوص انھیں میں پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ اکثر جزو اس نماز و دعا کا مطابق مذاہب اہل اسلام کے ہو۔ لیکن ناظرین کل میں سے وہ مسائل کمزور و ضعیف سے ہی بالخصوص متعلق ہیں منتخب کر لیں گے۔

در باب فرقہ نقشبندی

مالک شرقی اور خصوصاً سلطنت روم کے فرقہ ہائے رویشان میں سے فرقہ نقشبندی بہت پھیلا ہوا ہو۔ زبان ترکی میں انکی ایک مذہبی کتاب ہو معروف بہ رشحات عین الہیات۔ اس کتاب میں دقائق محمد بہاؤ الدین بانی اس فرقے کا مشرح بیان ہوا ہو۔ اور مفصل حال ان کے خاص مسائل مذہبی کا بھی اسمین درج ہو۔ حسب بیان۔ ایم۔ ٹومی۔ تہریلوٹ۔ ایسا واضح ہوتا کہ محمد بہاؤ الدین کا لقب نقشبند تھا۔ ایک کتاب موسوم بہ مقامات جو مضامین فصاحت و بلاغت و علوم درسی مدارس سے متعلق ہو انکی تصنیفات سے ہو۔ کتاب اوراد الہیات کا بھی یہی شخص مصنف ہو۔ اس کتاب کو اس نے اپنے نام پر موسوم کیا ہو۔ محمد بہاؤ الدین اسفندہ ہجری میں فوت ہوئے۔

کتاب فحسکیک نواینہ یا جانشین نقشبند میں حال مندرجہ ذیل درج ہو۔ شیخ بابزید بسطامی امام جعفر صادق کی نسل سے پیدا ہوئے تھے اور وہ امام محمد باقر سے آمد امام محمد باقر امام زین العابدین سے اور امام زین العابدین امام حسین سے اور امام حسین علی خلیفہ چہارم سے اور علی بوطاہی سے بابزید بسطامی بعد

وفات امام جعفر صادق پیدا ہوئے تھے لیکن انھوں نے بزور الہام اُسے تعلیم مسائل مذہبی میں پائی تھی۔ امام جعفر نے قاسم بن محمد بن ابوبکر الصادق کو بھی مسائل روحانی میں تعلیم دی تھی اور انکو عابد و عارف بنا دیا تھا۔ ست مشہور واقفان قوانین مذہبی میں سے وہ بھی ایک تھے اور سلمان فارسی نے انکو الہام سے واقف اسرار الہی کر دیا تھا اور عارف و عابد بنا دیا تھا۔ سلمان فارسی بنی اہل اسلام سے بلا وساطت غیرے کلام کیا کرتے تھے اور انکے پاس آمد و رفت رکھتے تھے۔ علاوہ اس عزت کے جو انکو حاصل تھی انھوں نے ابوبکر الصدیق سے تربیت پائی تھی جس زمانے میں کہ یہ سب عارف کو وہ میں چھپے ہوئے تھے محمد صلعم سے اسجاہم کلام ہوتے تھے۔ اس مقام پر وہ سب انھیں پہنچی کر کے یا حق میں مصروف ہوتے تھے اور خدا کا نام تین مرتبہ لیتے تھے۔ بعد وفات بایزید بسطامی ابوالحسن گرگانی پیدا ہوئے تھے۔ شیخ ابوالقاسم گرگانی ان دونوں سے متعلق تھے۔ بموجب اس بیان کے ابوالحسن گرگانی کی خدمت میں ملازم تھے۔ شیخ ابوالعثمان مغربی نے اُسے تعلیم پائی تھی۔ ابوالعلی رودماری نے بھی انھیں سے تعلیم پائی تھی۔ حمید بغدادی کو طاعت روحانی انھیں سے حاصل ہوئی تھی اور حمید بغدادی سے سری سقطی کو اور سری سقطی سے معروف کرخی کو۔ معروف کرخی بھی دو کی نسل سے تھے ایک انیسین سے داود طائی ہو۔ اُسے صیب سجامی پیدا ہوئے اور اُسے حسن بصری ان سب نے تعلیم مذہبی علی سے پائی تھی۔ معروف کرخی علی رضا کی اولاد سے تھے اور علی رضا امام موسیٰ کاظم کی اور وہ جعفر الصادق کی۔ سلسلہ انکی اولاد کا موافق مندرجہ ذیل چلا جاتا ہو۔

ابوالقاسم گرگانی نے اپنے اختیارات اپنے شاگرد خواجہ علی فرمندی کو عطا

فرمائے۔ خواجہ یوسف ہمدانی اُنکا خلیفہ تھا۔ خواجہ یوسف ہمدانی کا خلیفہ
عبد الخالق گجدوانی اُسکا خد متگزار تھا۔ بعد اُسکے خواجہ عارف روکاری
اُسکے بعد محمد فلکناوی۔ مابعد اُسکے علی رئیسینی۔ اُسکے بعد محمد باہمی۔
بعد اُسکے امیر سیہ گلان۔ مابعد اُسکے خواجہ بہاؤ الدین نقشبند۔ اُسکے بعد علی الدین
عطار۔ بعد اُسکے نظام الدین کھمیش۔ من بعد سلطان الدین الکاشغری۔
اُسکے بعد عبداللہ سمرقندی۔ بعد اُسکے شیخ عبداللہ آل لاہی۔ من بعد شیخ
احمد البخاری۔ اُسکے بعد شیخ محمد جلیپی برادر زادہ عزیز۔ بعد اُسکے شیخ عبداللطیف
برادر زادہ محمد جلیپی۔ خدا اُنکے راز پر اپنا فضل کرے۔

فرقہ نقشبندی سے فرقہ نوربخشی نکلا کیونکہ وہ ہی مصنف لکھتا ہو کہ امیر
سلطان شمس الدین اولاد علی پدر محمد بن علی احمسنی البخاری سے تھا۔ اور
وہ سید محمد نوربخشی کی اولاد سے تھے۔ خلیفہ امیر بخارا اور شمس الدین خلیفہ
خواجہ وان کا ذکر کتاب شکاک میں آیا ہو۔ یہ اولاد اسحاق جلالی سے ہیں اور
اسحاق جلالی سید علی ہمدانی کی اولاد سے اور وہ محمد گرگانی کی اولاد سے
محمد گرگانی علی الدین لتسمانی کی اولاد سے اور وہ عبدالرحمن اسفرانی
کی اولاد سے عبدالرحمن اسفرانی احمد گرگانی کی اولاد سے اور وہ علی بن سید
للا کی اولاد سے علی بن سید للانجم الدین کبرا کی اولاد سے اور وہ عمر بن میر بدیشی کی
اولاد سے اور عمر بن میر بدیشی ابوالنذیب سہروردی کی اولاد سے۔

وہ ہی مصنف بانی فرقہ نقشبندی کے ذکر میں حالات مندرجہ ذیل بیان
کرتا ہو۔

یہ طائفہ درویشان سطح بیرونی خیال و عقل کو تصورات سے مجلا کرتا ہو اور نرگ
و کدورت اس دار فانی سے پاک و صاف ہو کر ہیودہ رنگہاے اس دنیا سے

کہ نسل اگر گٹ کے بقلموں ہو فریقہ نہیں ہو سکتا اور چونکہ نقشبند نے علم خالق کی تصویر بے نظیر و لاثانی کھینچی اسلئے پیر و اس مذہب و ملت کے بخطاب نقشبندی معروف ہوئے۔

مطالعہ کتاب مرقومہ بالاسے ایسا واضح ہوتا ہے کہ بانی اس فرقے کے عبد اللہ تھے اور بہاؤ الدین نقشبند صرف ایک عالم و فاضل مصنف تھے جس نے کہ اسکے اصول کو قلمبند کیا ہے۔ پیر و ان اس فرقے کو خواجگان یا تعلیم دینے والے کہتے ہیں۔ خلیفہ یا مرید عبید اللہ اولیا تھے۔ اُن اولیاء کی قبریں بعید قطعات ممالک شرقی یعنی مرو۔ سمرقند۔ دسند۔ بخارا۔ و ابران۔ میں حساب جلا دیکھنے میں آتی ہیں۔ ایران میں اکثر لوگ اُن قبروں کی زیارت کے لیے جاتے ہیں بدین نظر کہ اُن اولیاء سے کچھ بطور الہام حاصل ہو۔ مختلف اشخاص نے اس گروہ کے مختلف مسائل نکالے ہیں۔ انہیں سے ایک کا قول یہ ہے کہ روح بعد انتقال کبھی کسی اور قالب میں یہاں آتی ہے۔ یہ مسئلہ مسئلہ آگ و گون سے بہت مشابہت رکھتا ہے۔ اسکو مختلف اشخاص نے مختلف طور سے بیان کیا ہے۔ ایک اور شخص اسی فرقے کا یہ تعلیم و تلقین کرتا ہے کہ خلوت میں بیٹھنا اور یاد آہی میں مشغول ہونا ضروریات سے ہے۔ اسکی یہ رائے ہے کہ یاد آہی میں مدام ایسا ضرور ہونا چاہیے کہ خیال اس میں محو ہو جائے جسے کہ اگر وہ مجمع کثیر میں بیٹھا ہو تو بھی کسی کی آواز اس کے کان میں بجاوے اور وہ کسی کی بات کو نہ سنے۔ اس صورت میں جو کوئی کچھ بولے گا اسکو وہ ذکر حق معلوم ہوگا اور اگر وہ خود بھی کسی اور مضمون پر گفتگو کریگا تو وہ بھی ذکر حق ہی معلوم ہوگا۔ لیکن اس رتبے کو پہنچنا بڑا دشوار ہے۔ اس کے لیے بڑی محنت و توجہ درکار ہے۔

اس فرقے کے ایک شخص نے در باب ذکر حق مریدوں کی ہدایت کے لیے چند

و نصائح مندرجہ ذیل قلمبند کیے ہیں۔

خدا کا نام لیتے وقت دل و زبان دونوں متفق ہونے چاہئیں۔ شیخ یا مرشد کو چاہیے کہ وہ دل سے لا اَکھ لا اَکھ و محمد رسول اللہ پڑھے اور اسی وقت مرید اپنا دل شیخ کے دل کے سامنے رکھ کر اس طرف اپنے خیال کو جما دے اور آنکھیں بند کر لے اور اپنے منہ کو خوب بند کرے اور اپنی زبان سے تالو کو دبا دے اور دانتوں کو بھینچے اور حبس نفس کرے۔ بعد اسکے بڑے زور کے ساتھ ذکر حق میں شیخ کے ساتھ رہے۔ مرید کو چاہیے کہ ذکر حق دل سے کرے نہ کہ زبان سے۔ بہ استقلال تمام اپنے دم کو اس قدر روکے رہے کہ ایک تنفس میں ذکر حق کو تین مرتبہ پڑھے اور سپر حصے ذکر حق کو دل پر منقش کرے۔ اس ترکیب سے دل مدام خیال و یاد الہی میں مصروف رہتا ہے اور خوف و محبت و ادب و آداب خالق کا دل میں بننا رہتا ہے۔ جب اسکو ایسی طاقت بہم ہو جائے کہ انبوہ کثیر میں وہ یہ عمل نجوبی کر سکے تب جانتا چاہیے کہ وہ ذکر حق میں کامل ہوا۔ اگر یہ بات اسکو حاصل نہیں ہوئی تو وہ اس عمل میں اور سعی و کوشش کرتا جاوے۔ انسان کا دل نسبت اور اعضا کے زیادہ تر نازک ہے وہ امور دنیوی کی طرف جلد مائل و متوجہ ہو جاتا ہے۔ آسان تر ترکیب دل کو لطیف و یاد حق مائل کرنیکی یہ ہے کہ حبس نفس کر کے منہ کو خوب بند کرے اور زبان سے ہونٹوں کو خوب دبا دے۔ شکل دل کی بشکل مخروط درخت چتر ہے جب تم دل میں ذکر حق کرو تو اپنے خیال کو اس طرف متوجہ رکھو اور اسکو اپنے دل پر منقش کرو۔ لا تو اوپر ہو اور آکھ۔ دایمن ماتم کو ہو اور اس طرح تمام لا اَکھ مخروط درخت چتر پر منقش ہو جاوے اور دامن سے تمام اعضاء و جہم میں پھیل جاوے اور اسکی گرمی سب میں دوڑ جائے۔ اس ترکیب سے خلوص نفسی و لذت دنیوی صفحہ خاطر سے محو ہو جاتے ہیں اور خوبیان ذات باری تعالیٰ کی

نخوبی دیکھنے میں آتی ہیں۔ کوئی چیز خیال کو ذکر حق سے ہٹانے نہ پاوے۔ نتیجہ اسکا آخرشن یہ ظہور میں آدیکہ کہ وحدانیت ذات باری تعالیٰ خوب سمجھ میں آنے لگیگی۔ دل جسکی شکل مخروطی یا گادوم ہو سینے کے بائیں طرف ہوتا ہو۔ کل راز انسان کا اسی کے اندر ہو۔ بیشک و شبہ کل راز اسی میں ہو اسیلئے کہ انسان کی حیات بھی اسمین ہو یا اسکی حرکت پر منحصر ہو۔ غرضکہ دل اختصار انسان ہو۔ انسان خواہ چھوٹا ہو خواہ بڑا درحقیقت وہ پھیلاؤ دل کا جیسا کہ بیج کے اندر تمام درخت ہوتا ہو ویسا ہی دل کے اندر کل انسان۔ پس جو نسبت کہ بیج کو درخت سے ہو وہ ہی دل کو انسان سے ہو۔ الغرض مضمون کل کتاب خالق و راز انہی دل ہو۔ جو کوئی دل تک رسائی رکھتا ہو اپنی مراد کو پہنچتا ہو۔ صرف بذریعہ خاک و آب کی تھکاوٹ کے مرید کو رسائی دل اور روح تک ہو سکتی ہو اور وہ انکی گفتگو کو سن سکتا ہو اور سمجھ سکتا ہو۔ اسوقت وہ خدا کی طرف ایسا مجذوب و مائل و راغب ہوگا کہ در صورت ضرورت بدون قوت و مشکلات کے وہ اپنا رخ اور رون سے اسکی طرف پھیر سکیگا۔ تب ہی اصلی معنی ترک و حقیقت۔ و ہریت۔ و ذکر کے اسکو نخوبی سمجھ میں آدینگے۔

در ویش کو بذریعہ خلوت و تویہ و مراقبہ و تقویٰ و تصوف۔ یا داتمی و ذکر حق میں مصروف ہونے سے قوت روح باطنی حاصل ہو جاتی ہو۔ ہر نامی گرامی شیخ یا پیر کے وقائع میں بیشمار مثالیں باثبات اس امر کے دیکھنے میں آتی ہیں کہ وہ اس قوت روح باطنی کو عجیب و خاص طور سے عمل میں لائے ہیں اسکو قوت ارادت کہتے ہیں۔ خدائی طاقت سے یہ طاقت پیدا ہو سکتی ہو بذریعہ کہ روح انسانی روح خالق سے متعلق ہو کیونکہ وہ اسمین سے نکلی ہو اور جوائل رفیعہ بالا وہ اس رتبہ کو حاصل کرنا شروع کرتی ہو۔ بعض شیخ عجیب خاص

قوت ارادت کے باب میں زیادہ تر مشہور و معروف ہیں اور اسی سبب سے اہل اسلام و درویش اُنکا بڑا ادب کرتے ہیں۔ اگرچہ تسلیم کریں کہ وقائع نگاروں اور مریدوں نے اس باب میں مبالغہ نہیں کیا ہو تو یقیناً قوت روح باطنی اُنکو بہت حاصل تھی۔ اگرچہ لوگ بے امتحان اعتقاد لاتے ہیں اور اسمین شک و شبہ نہیں کرتے ہیں لیکن سلاطین و شہزادوں نے اکثر بظاہر شک و شبہ کیا ہے اور اس اندیشے سے کہ اُنکا اختیار سبب رجوع ہونے رعایا کے اُنکی طرف زیادہ ہوتا جاتا ہو وہ اپنی طاقت کو کام میں لائے ہیں اور انھوں نے شیخ کو قتل کروا دیا ہے۔ اگرچہ بہت سے شیخ ایسے بھی ہوئے ہیں کہ جو اپنی قوت روح باطنی کو عمل میں لاتے رہے لیکن سلاطین و شہزادوں کے ماتھے سے مارے نہ گئے۔ وجہ اسکی یا تو یہ ہو کہ حاکم اُنکے معتقد ہو گئے یا وہ قوت روح باطنی کو مطالب خانگی میں مستعمل کرتے رہے اور امور ریاست میں دست انداز نہ ہوئے۔ پس اس صورت میں وہ عمر رسیدہ ہو کر اپنی موت مرے۔ اگر کسی ملک کے حاکم نے اُن شیخوں کو کہ دعوے قوت روح باطنی کرتے تھے قتل نہ کروایا تو اُس نے اُنکو اپنی ریاست سے نکلوا دیا۔ اور حکم دیا کہ کسی اور ریاست میں جہاں کوئی مانع نہ ہو چلے جاؤ اور وہاں اپنی قوت روح باطنی کو عمل میں لاؤ۔ یہ طاقت عصہ دراز میں تعلیم مرشد یا اصحاب یقین سے حاصل ہو سکتی ہے۔ مرید اپنے مرشد اور اصحاب یقین کو بڑے ادب سے یاد کیا کرتے ہیں۔ جس جس باب میں کہ قوت روح باطنی عمل میں آتی ہے اسمین سے چند اسباب درج کیے جاتے ہیں۔ پیش بینی حالات زمانہ آئندہ۔ پیشین گوئی درباب وقوع حالات آئندہ۔ محافظت اشخاص اُن آفات سے جو اُنہیں نازل ہو نیوالی ہوں۔ فتیاب کرنا۔ ایک شخص کو دوسرے پر اس طرح کہ وہ اس پر حملہ کرے اور دوسرے سے کچھ نہ سکے۔ جن شخصوں میں کہ باہم ہند آئی ہو گئی ہے انہیں محبت

پیدا کروانی۔ جو اشخاص کہ اورون کے ضرر پہونچا نیکی تجویز کرتے ہیں اُسکو دریت کرنا اور جسے ضرر پہونچا نا چاہا ہو اُسی پر اُس بلا کو نازل کرنا۔ دشمن کو مار ڈالنا۔ یہ باتیں دور و نزدیک سے ہو اگر تہی ہیں یعنی وہ لوگ دور و نزدیک سے یہ باتیں عمل میں لاتے ہیں۔ درویشوں کے سوا اور لوگ اور ممالک میں ایسی باتوں کو سحر و جادو سمجھتے ہیں۔ اور زمانہ حال میں اُنکو یا تو خاصہ قوت جاذبہ روح یا جسم قرار دیتے ہیں۔ لیکن درویش تعلیم یافتہ یہ سمجھتے ہیں کہ روح پاک شیخ سے ایسے عمل ظہور میں آتے ہیں اور وہ خاص بخشش روح القدس کی ہی جس سے روح انسان نکلی ہو۔ یہ طاقت ہم ہونے کے لیے یاد آتی ہیں حال کا انا ضرورت سے متصور ہو۔ یہ اثر اُسی طرح کا ہوتا ہو جو آہن و تھنا طیس میں دیکھنے میں آتا ہو۔ فائدہ کشی اور ریاضت سے جسم کمزور ہو جاتا ہو لیکن چونکہ قوت متخیلہ تیز و چالاک رہتی ہو تو اس سے یقین و اعتقاد پیدا ہوتا ہو کہ شیخ میں قوت روح باطنی و حقیقت موجود ہو اور وہ اُسکو اپنے مریدوں کے جسم پر یا ان پر جو اُس طرف مائل و راغب ہیں عمل میں لاسکتا ہو۔ کس طرح شیخ ایسے عجیب اثر فاصلے سے اُن اشخاص پر پیدا کرتا ہو جو اُن سے ناواقف ہیں اُسکے مرید ہی جانتے ہونگے اعتقاد مریدوں کا ان باتوں پر باعث اُنکی تحریص و ترغیب کا شیخ کی راہ پر چلنے کے باب میں ہو جاتا ہو۔

قوت ارادت کو عمل میں لانے کے لیے یہ ضروری ہو کہ خیال یکا یک سب طرف سے ہٹا کر اُس مطلب کی طرف متوجہ کیا جائے جس کا حاصل کرنا مد نظر ہو۔ سوا اُس مضمون کے خیال کسی اور طرف جانے پناوے مطلب اصلی پر قائم ہو جائے۔ خیال دریا بہ حصول مدعا ذرا بھی شک شبہ دل میں نہ لاوے۔ وہ اُسی خیال میں غرق رہے جو اُس کا مطلب اصلی ہو۔ جو کوئی ایسی قوت حاصل کیا چاہے اُسکو لازم ہو کہ وہ کبھی کبھی یہ عمل

کیا کرے اس طرح کے عمل کرنے سے اسپر روشن ہو جاویگا کہ اسمین اور حضرت اسمائیل
بچے خدا میں کس طرح کا تعلق ہو اور کس قدر قابلیت حصول قوت روحانی و باطنی
اسکو حاصل ہو۔

مصنف رشتہات حال سندھ جہ ذیل بطریق مثال بیان کرتا ہو۔

عہد جوانی و ایام شباب میں ہم ہمیشہ خداوند مولانا سعید الدین کاشغری کے
ہمراہ ہرید میں رہا کرتے تھے۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ جب ہم بطریق سیر
جاتے تھے راہ میں ایک انبوہ کثیر سا کنین اس دیار کا جو کشتی میں مصروف تھا
دیکھنے میں آیا۔ ہم نے اپنی طاقت ارادی کے امتحان کرنے کے لیے یہ عہد کیا کہ ہم
ایک کو ان کشتی گیروں میں سے اپنی قوت ارادی سے مدد دیکر اس کے مخالف
کو مغلوب کر دینگے اور بعد اسکے پھر مغلوب کی طرف ہو جاوینگے۔ بموجب اپنے
ارادے کے ہم وہاں ٹھہر گئے اور ہم دونوں نے بالاتفاق اپنی قوت ارادی
سے ایک کو ان کشتی گیروں میں سے مدد دی اور وہ فوراً اپنے مخالف پر بجا
آیا بعد اسکے ہم مغلوب کی طرف ہوئے اور وہ ہماری قوت ارادی کی مدد سے
غالب ہو گیا غرض کہ حسب وقت ہم نے جسکو غالب کرنے کا ارادہ کیا فوراً وہ غالب
ہو گیا پس اس طرح ہماری قوت ارادی کا امتحان بخوبی ہو گیا۔

ایک اور مرتبہ بھی ایسا ہی اتفاق ہوا کہ دو کشتی گیر باہم کجا انعام کے لیے
کشتی کر رہے تھے اس اثنا میں ہم وہاں جا پہنچے۔ چونکہ ہجوم لوگوں کا وہاں بڑا
تھا ہم دونوں نے ہاتھ پکڑ لیے تاکہ ہم بچہ بچاویں۔ دونوں کشتی گیروں میں
سے ایک تو بڑا قوی ہیکل جوان تھا اور دوسرا کمزور و ناتوان۔ قوی کو اپنے
مخالفت کمزور پر جلد غلبہ حاصل ہوا۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے رفیق سے کہا کہ آؤ ہم تم تک
اپنی قوت ارادت سے ضعیف و ناتوان کی امداد کریں۔ ہمارے رفیق نے منظر

اور ہم دونوں نے اپنی قوت ارادت سے ضعیف کی مدد کی۔ ہماری مدد پہنچنے ہی ایک عجیب اتفاق ہوا اپنے شخص لاغر نے اپنے قوی ہیکل مخالف کو پکڑ کے بڑے زور سے زمین پر دے مارا۔ تماشبین یہ دیکھ کر بڑے حیران و متعجب ہوئے کہ کیونکر اس ضعیف نے اس قوی ہیکل کو پچھاڑا اور کیونکر وہ اسکو سہولت و آسانی پہنچے دبائے بیٹھا رہا۔ سو اہمارے کوئی اور وجہ اسکی نہیں جانتا تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ میرے رفیق کی آنکھوں پر بسبب سعی و کوشش کے کہ اس سے امداد دینے میں ظہور میں آئی بڑا اثر پیدا ہوا ہو تب اس سے کہا کہ دیکھو ہماری سعی کارگر ہوئی چلو ہماری ٹھہرنے کی یہاں اب کچھ ضرورت نہیں یہ کمرہم دونوں وہاں سے رخصت ہوئے۔

جیسا کہ قرآن سے مقابلہ کرنا ناممکن ہو ویسا ہی عارف صاحب قوت ارادت سے مقابلہ کرنا خارج از دائرہ امکان ہو۔ یہ کچھ ضرور نہیں کہ جس شخص کی مدد قوت ارادت سے کیا دے وہ مومنین سے ہو۔ اگر وہ کافر ہو تو بھی کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ اس باب میں ایمان کی کچھ ضرورت نہیں۔ جو اثر کہ صفائے قلب میں ہم عین عکس اسکے شریرون کے نفس میں ہو۔ اس ارفانی بینہ بادشاہ بھی جو بڑے ذوالاقتدار ہیں بے مدد کامیاب نہیں ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ شخص سمرقند کو بدلیں اداہ روانہ ہوا کہ وہاں جا کر مرزا عبد اللہ بن مرداوازاہم بن مرزا شاہ ہرنج سے کہ وہاں کا بادشاہ تھا کچھ گفتگو کرے۔ مصنف اس بیان کا یہ اظہار ہو کہ میں اسوقت اسکا ملازم تھا اور اس سفر میں میں اسکے ہمراہ ہوا۔ جب شیخ اس مقام پہنچا ایک افسر مرزا عبد اللہ اسکے استقبال کو آیا۔ شیخ نے باعث اپنے آئے کا بیان کیا اور کہا کہ اسمین شک نہیں کہ اس ملاقات سے بڑا فائدہ حاصل ہو گا درجہ آپ کے اس افسر نے گستاخی سے یہ کہا کہ ہمارا مرزا کسی سے ڈرتا نہیں ہو۔ وہ آپکی ملاقات

نہیں چاہتا ہو۔ وہ درویشوں کی مدد کا محتاج نہیں۔ وہ نہیں چاہتا ہو کہ درویش اس سے کچھ سوال کریں۔ اس جواب سے شیخ بڑا ناراض ہوا اور اس نے کہا کہ میں یہاں اپنی مرضی سے نہیں آیا ہوں۔ میں ایک حکم بادشاہوں کے لیے لایا ہوں۔ اگر تمہارا مرزا کسی سے ڈرتا نہیں تو میں یہاں سے چلا جاؤنگا اور اس کے اسکو مقرر کرونگا جو خوف کرتا ہو۔ یہ سنکر وہ افسردہ مان سے چلا گیا بغور جانے اس افسر کے شیخ نے اس مکان کی دیوار پر جہاں وہ خود مقیم تھا اپنا نام لکھا اور عبد تھوڑی دیر کے اسکو اپنے منہ سے مٹا دیا اور یہ کہا کہ نہ تو شاہ نے نہ امیر کے افسر نے میری ہمان نوازی کی ہو۔ اسی دن شیخ سیدھا تاشقند کو روانہ ہوا۔ ایک ہفتہ بعد اسکا وہ افسر فوت ہوا اور ایک مہینے کے اندر ابو سعید مرزا آقا ترکستان سے آکر مرزا عبد اللہ پر حملہ آور ہوا اور اسکو اسنے قتل کیا۔ بیان اس واردات سے صاف ظاہر ہو کہ ابو سعید کو اس موقع پر بسبب امداد ہمت شیخ مقدس فتح نصیب ہوئی تھی۔

ایک اور مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ اسی شیخ نے بمقام ترکہ سب سے دو اعظم طلب کر کے کاغذ پر بہت سے نام لکھے۔ ان ناموں میں ایک امام سلطان ابو سعید مرزا کا تھا۔ اس کاغذ کو مرزا نے اپنے عمارے میں رکھا۔ اس عمارے میں کوئی شخص مثل اس شیخ کے ہر دم زہین پر موجود نہ تھا۔ حاضرین میں سے بعضوں نے شیخ سے پوچھا کہ آپ کس واسطے ان ناموں کا ایسا ادب کرتے ہیں کہ اپنے عمارے میں رکھتے ہیں۔ در جواب اسکے شیخ نے کہا کہ یہ نام ان اشخاص کے ہیں جنکا تمہیں اور میں اور تمام ساکنین تاشقند۔ دسمرقند۔ وغیرہ اسان کو ادب کرنا چاہیے۔ تھوڑے ہی عرصے بعد اس واردات کے سلطان ابو سعید مرزا ترکستان سے واپس آمو جو دہلا اسنے خواب میں دیکھا تھا کہ شیخ اور خواجہ احمد نقوی نے میرے لیے فاتحہ پڑھا ہے

اُس نے خواجہ احمد سے نام شیخ کا پوچھا اور اُس کو یاد رکھا۔ تمام اُس ملک میں سلطان
 ابو سعید مرزا نے شیخ کو تلاش کیا۔ تحقیقات سے اُس کو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت وہ
 شخص تاشقند میں رہتا ہو۔ یہ تحقیق کر کے وہ فوراً اُس کی تلاش میں روانہ ہوا۔
 جب شیخ نے خبر اُس کے آنیکی سنی وہ فوراً روانہ سمت فرکت ہوا۔ مرزا تاشقند میں
 پہونچا لیکن جب اُس نے شیخ کو وہاں نہ پایا وہ روانہ سمت فرکت ہوا۔ جب وہ اُس
 مقام کے نزدیک پہونچا شیخ اُس کے استقبال کو آگے گیا۔ جس وقت مرزا نے شیخ کو دیکھا
 اُس کا چہرہ متغیر ہوا۔ وہ چلا کر کہنے لگا قسم ہو خدا کی کہ تم وہ ہی ہو جس کو میں نے
 خواب میں دیکھا تھا یہ کسار وہ شیخ کے پاؤں پر گرا اور کج حال عجز و الحاح وہ مستعدی
 اس امر کا ہوا کہ میرے حق میں دے عافے خبر کرو۔ شیخ مرزا پر بڑا مہربان ہوا۔ مرزا
 اُس کی مہربانی و شفقت دیکھ کر اُس سے بڑی الفت کرنے لگا۔

کچھ عرصے بعد جب مرزا نے لشکر جمع کر کے سمرقند پر حملہ کرنا چاہا وہ شیخ کی ملاقات
 کے لیے پھر آیا۔ وہاں پہونچ کر اُس نے شیخ کی اجازت و مدد درباب اس مہم کے طلب کی
 شیخ نے در جواب اس کے یہ استفسار کیا کہ تم کس مطلب کے لیے اور کس نیت سے اس
 ملک پر حملہ کیا چاہتے ہو۔ اگر تمہارا ارادہ یہ ہو کہ مذہب اسلام اُس ملک میں
 پھیلا دے اور وہاں کے سناکین سے بلطف و مدارا پسین آیتے تو بیشک تم کو فتح
 نصیب ہوگی۔ مرزا نے کہا کہ میرا ارادہ فی الحقیقت وہ ہی ہو جو آپ نے بیان
 فرمایا تب شیخ نے کہا کہ جاؤ اور اپنے ارادے کو عمل میں لاؤ۔ بعض کہنے ہیں کہ شیخ
 نے مرزا کو یہ ہدایت کی تھی کہ جب تم اپنے مخالفین کے سامنے آؤ یکا یک حملہ نہ کرو
 منتظر وقت کے رہو۔ جس وقت تم ایک گروہ کو توں کا پیچھے سے آتے دیکھو اسی وقت
 غنیمت پر حملہ کرو۔ جب وہ دونوں لشکر مقابل ہوئے مرزا عبد اللہ نے اپنے سواروں کو
 مرزا ابو سعید کے لشکر پر حملہ کرنے کا حکم دیا لیکن حسب الہدایت شیخ مرزا ابو سعید نے

تا وقت کہ گروہ لوگوں کا پیچھے سے نہ آیا مقابلہ نکلیا۔ جب یہ حال نظر آئی مرزا ابوسعید کے لشکر کا دل شاد ہوا اور اسکو دلیری ہوئی۔ یہ لشکر غنیم کے لشکر پر گرا اور اسنے انکو شکست فاش دی۔ بروقت شکست مرزا عبداللہ کھوڑے پر سے گرا اور قید ہوا اور اسکا سر کاٹا گیا۔

بیان مرقومہ بالا سے روشن ہو جاویگا کہ عابد و عارف اپنی قوت روح بانی کی مدد سے اُن شخصوں سے گفتگو کر سکتے ہیں جو بفاصلہ نور از ہون۔ وہ پیشین گوئی کر سکتے ہیں اور اُن شخصوں کو مدد دے سکتے ہیں جبکہ وہ خیر خواہ و طرفدار ہوتے ہیں حسن بہادر جو سرداران ملک ممین واقع ترکستان میں سے تھا بیان کرتا ہو کہ جبوقت سلطان ابوسعید نے مع لشکر تاشقند سے بجانب سمرقند کوچ کیا میں بھی اسکے ساتھ تھا۔ اس مہم میں مرزا عبداللہ سے کنارہ دریاے بنگور پر مقابلہ ہوا۔ میں مرزا کے متصل تھا اور ہماری فوج تعداد میں صرف سات ہزار تھی لیکن فوج مرزا عبداللہ کی خوب مسلح و آراستہ تھی۔ اسوقت کئی آدمی ہماری فوج کے مرزا کی طرف ہو گئے۔ اس بات سے سلطان بڑا متفکر و متروک ہوا اور اسنے مجھکو طلب کر کے کہا کہ اوجسں تمکو کیا دکھائی دیتا ہو۔ در جواب اسکے میں نے کہا کہ مجھکو خواجہ بیضی شیخ ہمارا پیچھے آتا ہوا نظر آتا ہو۔ سلطان نے قسم اللہ کی کھا کر کہا کہ میں نے بھی ابھی شیخ کو اسی صورت سے دیکھا ہو۔ میں نے کہا کہ تم ہر صورت خاطر جمع رکھو ہماری فتح ہوگی اور دشمن مغلوب ہو جاویگا۔ اسوقت ہماری فوج نے غنیم کی فوج پر حملہ کیا اور نصف گھنٹے میں ہی تمام لشکر مرزا عبداللہ کو شکست فاش ہوئی اور وہ خود مقید ہوا اور قتل۔ اسی دن سمرقند فتح ہوا۔

شیخ کا یہ بیان ہو کہ جب مرزا عبداللہ مقید ہوا میں تاشقند کو جاتا تھا اور میں نے ایک سفید جانور بلندی سے زمین پر گر رہا ہوا دیکھا تھا۔ وہ ہرندہ پڑ گیا۔

اور مارا گیا اور اس سے مجھ کو معلوم ہوا کہ مرزا عبداللہ قتل ہوا ہو۔ حسبِ ضرورت
 سلطان ابوسعید خواجہ تب سمرقند کی طرف آگے بڑھا۔ مرزا بابر بن مرزا بابر
 بن مرزا شاہ رخ مع لشکر پانچ لاکھ سوار و پیادہ خراسان سے بارادہ حملہ سمرقند
 کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان ابوسعید نے شیخ کے پاس جا کر یہ حال بیان کیا اور کہا
 کہ میرے پاس لشکر اس قدر نہیں کہ میں اُس کا مقابلہ کر سکوں پس اب میں کیا تدبیر
 کروں۔ شیخ نے اُس کو تشفی دہی اور اُسکی خاطر جمع کی حیثیت کہ مرزا بابر نے
 دریا ہامون سے عبور کیا سلطان ابوسعید مرزا نے کچھ لشکر اُسکے روکنے کے لیے
 بھیجا۔ اس لشکر نے بابر کی فوج کو شکست دیکر پیچھے ہٹا دیا۔ مرزا شکست دیکر
 ترکستان میں بھاگا۔ اور وہاں جا کر اُس نے آپ کو قلعہ میں مستحکم کیا۔ اونٹوں پر
 بوجھ لا کر اُس نے ارادہ کوچ کا کیا۔ جب یہ حال شیخ کو معلوم ہوا وہ جلد شہر بانو
 کے پاس گیا اور وہاں جا کر غصے سے کہا کہ بوجھ اتار ڈالو۔ بعد اُسکے شیخ نے مرزا
 کے پاس جا کر کہا کہ کہاں جایا چاہتے ہو۔ یہاں ہی ٹھہرو کہ میں اور نجاؤ
 کیونکہ یہاں سے جانیکی کچھ ضرورت و احتیاج نہیں۔ یہاں ہی رہو۔ میں
 ضامن ہوں کہ انجام بخیر ہوگا۔ تم خاطر جمع رکھو۔ بابر کو مغلوب کرنا تو میرا کام
 ہے۔ شیخ کی یہ بات سن کر افسران ابوسعید بہت مترو و متفکر ہوئے اور سب نے
 حمایہ زمین پر ڈال کر کہا کہ ہم سب مارے جائینگے۔ چونکہ سلطان ابوسعید کو شیخ
 پر کمال اعتبار تھا اُس نے کسی کی کچھ نہ سنی اور وہاں ہی لشکر کو ٹھہرا کر مستعد
 جنگ ہوا۔ سلطان ابوسعید مطابق حکم شیخ وہاں ہی آپ کو مستحکم کرنا گیا
 مرزا بابر نے متصل سمرقند پہنچ کر خلیل سند و کوچ تو پچانہ اُسکے دروازے تک بھیجا
 چند ایرانی شہر سے باہر آ کر اُنکے مقابل ہوئے۔ مرزا بابر کا لشکر مسلح تھا پسکہ خلیل
 گرفتار ہوا۔ جب کبھی اُس نے لشکر تفصیل سمرقند پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا ساکنین

اس شہر نے باہر نکل کر غنیم پر حملہ کیا اور جو قیدی اُنکے ہاتھ آئے اُنکی ناک و کان کاٹ ڈالے جب یہ لوگ بحالت تباہ کپو میں پہنچے لشکر غنیم میں نہلکہ پڑ گیا اور وہ سب ڈر گئے چند ہی روز میں سواران لشکر مرزا بابر میں ایک ایسی بیماری مہلک پیدا ہوئی کہ بہت سے اُنمیں کے جان بحق ہوئے اور وہ مرض تمام کپو میں پھیل گیا اور لوگ اس سے بہت بہ تنگ آئے۔ غرض کہ مرزا بابر نے تباہی لشکر و کچھکر جلد مولانا محمد معما کو کہ وہ بھی شیخ تھا ہمارے شیخ کے پاس صلح کرنے کے لیے بھیجا۔ بروقت ملاقات مولانا محمد نے مرزا بابر کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ وہ بڑا نیک ذات و عالی حوصلہ ہو۔ شیخ نے در جواب اُسکے کہا کہ اعمال و افعال اُسکے آبا و اجداد کے موجب اُسکے ضرر و نقصان کے ہوئے ہیں اگر یہ نہوتا تو اس سے کار نمایان ظہور میں آتے۔ اور یہ بھی کہا کہ اُسکے آبا و اجداد کے عہد میں میں اور چند مفاسد و غریب فقرہ ہرات میں رہتے تھے اور اُنکے ہاتھ سے ہم کو بہت تکلیف پہنچی ہو۔ غرض کہ بعد اس گفتگو کے صلح ہو گئی۔ مرزا بابر نے شرط صلح میں یہ بھی داخل کیا کہ مجھ کو اجازت ہو جائے کہ میں اُن شیخ صاحب کی دعاؤں سے فائدہ اٹھاؤں جنکی قوت روح باطنی سے مجھ کو نقصان پہنچا ہو اور شکست ہوئی ہو۔ اُسی کتاب میں ایک اور بیان در باب قوت روح باطنی شیخ مذکور درج ہو۔ شیخ نے یہ دعوے کیا کہ میں بادشاہوں کے دل پر ایسا اثر پیدا کر سکتا ہوں کہ وہ مطابقت میری مرضی کے عمل کریں اور سخت چھوڑ کر میرے پاتوں پر گرین اور مجھ سے پناہ چاہیں۔ اس قوت کو شیخ کہتے ہیں۔ شیخ اپنے باب میں یہ بیان کرتا ہو اور کہتا ہو کہ اگر میں موافق طریقہ شیخ کے عمل کرتا تو کوئی مرید کسی اور کا نہوتا لیکن میرا کام مسلمانوں کو ظلم سے محفوظ رکھنا ہو۔ اسوجہ سے میں بادشاہوں سے لڑتا ہوں مجھے چاہیے کہ اُنکو بجز اپنی رائے پر لاؤں اور اسطرح مومنین کی خیر خواہی کروں

خدا نے مجھ کو ازراہ مہربانی ایسی طاقت بخشی ہو کہ اگر میں چاہوں تو شاہ ختن کو جو آپ کو دیوتا سمجھتا ہو ایک چٹھی سے فرمان بردار و مطیع کر لوں۔ وہ اپنی سلطنت چھوڑ کر ننگے پاؤں دوڑتا آوے اور میرے دروازے کا غلام بنے۔ اگرچہ مجھ میں سبقت طاقت بہم ہو لیکن میں بالکل خالق کی مرضی کا مطیع ہوں جب کبھی کوئی بات ارادہ یا مرضی پر منحصر ہوتی ہو حکم خالق کا بشکل جسم میرے پاس آتا ہو پس اس صورت سے اسکی مرضی میری مرضی پر غالب آتی ہو اور میں موافق مرضی خالق کے عمل کرتا ہوں۔

ایک شخص کا یہ اظہار ہو کہ میں نے ایک مرتبہ دیہ متریدین شیخ اور سلطان احمد مرزا کا تماشہ دیکھا۔ سلطان احمد مرزا نے شیخ سے ملاقات چاہی تھی اور یہ دونوں پاس ایک دوسرے کے بیٹھے ہوئے تھے اور شیخ سلطان سے گفتگو کر رہے تھے اسوقت بسبب اثر طاقت روحانی شیخ سلطان احمد مرزا کا یہ حال تھا کہ اس کے چہرے پر خوف و اندیشہ برستا تھا اور بڑے بڑے قطرے پسینے کے اس کے چہرے سے گرتے تھے اور جسم اس کا ایک عجیب طور سے کانپتا تھا۔ یہ امر شہادت گواہان بپایہ قصدین پہونچا ہو بعد اس کے بسبب اثر قوت روحانی شیخ تینوں شہزادوں میں صلح ہوئی۔ اور باہمی فساد و انکار ایک قسم کے سحر سے رفع ہوا۔ ان کا حوصلہ جنگ عجیب طور سے پست رہا جب تک کہ صلح نامہ شیخ نے لکھ کر شہزادوں کے دستخط فرمیں کر دیا۔

ایک اور مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک ملازم شیخ مع کاروان تجاران بملک ختن سفر کرتا تھا کہ اثناء راہ میں فرقہ کالکے نے ان پر حملہ کیا اسوقت تمام اس کے رفقا تو مال و اسباب و جان سے ماتم و دھو بیٹھے تھے لیکن اس ملازم شیخ نے اپنے آقا کی تلوار کے عجیب اثر سے تمام فرقہ کو بھگا دیا۔ بروقت مراجعت اس نے یہ قصہ شیخ سے بیان کیا۔ شیخ نے کہا کہ چونکہ میں نے اپنی مرضی کو مطیع مرضی خالق کیا ہے

اسی لیے یہ قوت روحانی خالق سے مجھکو عطا ہوئی ہو۔ اُسکے ذریعے سے میں اپنے دشمنوں
غالب آتا ہوں۔ بہت سے اشخاص جنھوں نے کہ شیخ کے دوستوں پر ظلم و بدعت
کی تھی بسبب اثر طاقت روحانی شیخ کے نزا کو پہنچے۔ ایسی اور بہت سی مثالیں
بیان ہوئی ہیں کہ جس نے ظاہر ہوتا ہو کہ وہ اشخاص جو مورد عتاب شیخ ہوئے تھے
یا تو بیمار پڑے یا فوت ہوئے یا توبہ کر کے اور اُس سے طالب امداد ہو کے نچہ بلاے
بیماری سے خلاص ہوئے۔ جن اشخاص کا کہ شیخ خیر خواہ و طرفدار تھا اُنکے ساتھ
اُسکی روح رہتی تھی اور بسبب اُسکے اثر کے وہ شیخ سے بفاصلہ بعید گفتگو کر سکتے
تھے۔ اُسکے دوست بخوبی جانتے تھے کہ وہ اُنکے کلام کو دور سے سنتا ہو۔ بہت سی
مثالیں اس امر کی تصدیق کے لیے بیان ہوئی ہیں۔ جب وہ جوش غضب میں
آتا تھا اُسوقت اُن اشخاص کی صحت پر جنھوں نے کہ اُسکو یا اُسکے دوستوں کو
تکلیف پہنچانی ہوتی تھی اُسکی طاقت روحانی کا اثر بہت زیادہ نمودار ہوتا تھا
ایسے موقع پر اُسکا تمام جسم کھلبلیا کرتا تھا اور اُسکی داڑھی ایسی ہلتی تھی گویا کہ
ایک ٹریسٹی کے اثر سے مؤثر ہوئی ہو۔ جب اُسکو یہ خبر پہنچتی تھی کہ بیگناہوں پر میں
ظلم ہوا ہو تو وہ ایسا جوش میں آجاتا تھا کہ جیتاک وہ فرو نہیں ہو لیتا تھا کوئی
اُس سے مجال گفتگو کی نہ رکھتا تھا۔ ایسے موقعوں پر اور ایسی صورتوں میں وہ
عجیب طور سے شاہ یا شہزادے سے روحانی طور پر گفتگو کیا کرتا تھا اور اُسکے دل میں
ایسا افریقا کرتا تھا کہ وہ ملزم کے حق میں بے انصافی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اُس طرح
سے ملزم کو سزا سے محفوظ کرتا تھا۔ بسبب طاقت روحانی شیخ کے بہت سے اشخاص
راہ راست پر آگئے اور طریقہ راستبازی کا اختیار کیا اور اپنے اعمال و افعال
رنشت سے پشیمان ہو کر خدا پرست و نیک ذات ہو گئے اور اثر طاقت روحانی کے
برائے معتقد ہوئے۔ یہ طاقت روحانی شیخ کی ہمیشہ نماز و دعا سے متعلق تھی۔

ایسی ہی صورت میں وہ اشخاص طالب امداد کو تسلی و تشفی دیتا تھا اور انکی استدعا کو بدرجہ اجابت مقرون کرتا تھا۔ اس کہنے کی کچھ حاجت نہیں کہ نماز و دعا مسکی موافق طریقہ مذہب اہل اسلام ہوا کرتی تھی۔ وہ اللہ کی پرستش کرتا تھا اور اسی کے نام کی نماز پڑھتا تھا اور اسی سے دست بدعا ہوتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ خدا نے مجھ کو یہ طاقت روحانی بخشی ہو۔ وہ مداہن ذکر کر لیا کرتا تھا یعنی خدا کا نام بار بار بلند لیا کرتا تھا اور بار بار خدا کا نام لینے سے اسمین طاقت روحانی ایسے مطالب کے لیے پیدا ہو جاتی تھی۔ بعض اوقات وہ اپنی قوت روحانی کے اثر سے ان اشخاص کو جن پر وہ عمل کیا چاہتا تھا ایسا بیہوش و بخود کر دیتا تھا کہ وہ سب کچھ بھول جاتے تھے اور جب تک کہ شیخ اُنکو ہوش میں نہ لاتا اور اُس کے لئے اس خمسہ کو بحال نہ کرتا تب تک وہ اسی حالت میں پڑے رہتے تھے۔ باوجود ان عجیب طاقتوں روحانی کے کہتے ہیں کہ شیخ ایام پیری میں بمقام ہرات کمال مفاسی میں اوقات بسر کرتا تھا۔ جو اشخاص کہ مسکی جوانی میں اُس کے معتقد تھے ایام پیری میں اُس سے متغیر ہو گئے تھے اور اُسکو حقیر سمجھتے تھے۔ خوف و اندیشہ جو مسکی طاقت روحانی سے اُنکو تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُنکے دل و سانس محو ہو گیا ہو۔ کہتے ہیں کہ جب قدر مسکی طاقت جسمانی خیا کیجاتی تھی اُس قدر لوگوں کے دل و خوف و اندیشہ بھی جاتا تھا۔

باب ہفتم

در باب فرقہ بیکتاشی

باقی اس فرقے کا بیکتاشن تھا جس کے نام پر یہ فرقہ نامزد ہوا ہو۔ وطن اُسکا بجا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہو کہ اس نام کے شخص تھے اول بیکتاش کا نام بیکتاش ثانی

یعنی بندہ خدا تھا۔ اس شخص نے ایک کتاب موسوم بہ بوستان الغیال تصنیف کی ہے جو عابد و پارسا مسلمانوں میں بڑی مشہور و معروف ہے۔ دوسرے کا نام حاجی بیگتاش ہے۔ وہ بعد سلطان مراد اول ۷۰۰ھ ہجری میں بہ ملک انیشیا خر و مسکون تھا۔ چونکہ یہ فرقہ اوٹومن کی فوج سے جو بنام جنریر معروف تھی متعلق تھا اسلئے بیان اسکا اس کتاب میں ضروریات سے متصور ہو۔

مورخون کا یہ بیان ہے کہ حاجی بیگتاش یا بیگتاش نے نئی بھرتی کی ہوئی فوج کو دعادی اور اسکا نام اُسے یا نی چیری رکھا۔ یا نی چیری کے معنی فوج نو ملازمین کے ہیں اور یہ ہی معنی جنریر کے ہیں۔ اور لوگ اسکی صحت میں شبہہ کرتے ہیں اور انکا بیان خلاف اسکے ہے۔ دون ہمیر کا یہ اظہار ہے کہ اس نئی فوج نے کلاہ درویش حاجی بیگتاش کو کہ سفید منڈے کی تھی لباس اپنے سر کا بنایا تھا۔ فرقہ بیگتاش اسوقت سلطنت اوٹومن میں پھیلا ہوا تھا۔ دون ہمیر کا یہ بھی بیان ہے کہ سلطان اور خان اس نئی فوج کو ہمراہ لیکر حاجی بیگتاش سے مقام دیہ سولاجی کناریون متعلق اماشیا ملاتی ہو کر تاجی اس امر کا ہوا کہ اس فوج کے معین و عاصی خیر کر و اور اسکے لیے ایک جھنڈا عطا کر دے۔ شیخ نے آستین اپنے چنے کی ایک سپاہی کے سر پر اس طور سے رکھی کہ وہ پیچھے گردن کے لٹکی بعد اسکے شیخ نے بطور پیشین گوئی بیان کیا کہ یہ نئی بھرتی کی ہوئی فوج بنام یا نی چیری نامزد ہوگی۔ پھر اس فوج کا حسین ہوگا اور تابندہ۔ بازو اسکے قوی ہونگے اور تلوار اسکی بران ہوگی اور تیر اسکا بڑا کارگر ہوگا۔ ہر لڑائی میں اعلیٰ فتح نصیب ہوگی اور کبھی بد و ن حصول فتح واپس نہ پھرے گی۔ یہ یاد گاری اس و عاصی اس فوج کی کلاہ مندر پر ایک ٹکڑا منڈے کا پیچھے گردن کے لٹکا یا گیا تھا اور ایک لڑائی کے پیچھے سے زیب و آراستہ دیا گیا تھا۔ چونکہ فوج جنریر میں اکثر

در ویش فرقه بیکتاشی داخل تھے وہ اسپمین بھائی بند ہو گئے تھے۔ اور وہ
 نائٹ ٹیل و ہوسٹیل و مالٹا سے کچھ ہی مختلف ہونگے۔ ایسا ممکن ہو اور قریباً
 معلوم ہوتا ہو کہ چونکہ نائٹ مقام روڈس نے اپنی کشتیوں سے جہادیوں کو بعد
 سلطان آدرخان مدد دیکر سمرنا پر قابض و متصرف کیا تھا اسلئے دیکھا کہ
 اس شہزادے کے بھی یہ خیال دل میں گذرا ہو گا کہ ایک فوج درویشوں کی
 زیر حمایت شیخ حاجی بیکتاش مقرر کرنی چاہیے۔ فرقه بیکتاشی میں یہ بات مشہور
 تھی کہ وہ شیخ جو اس فوج پر حکمرانی کرتا تھا ۹۹۔ رجسٹ کا کرنل تھا اور کہ آٹھ
 درویش اس فرقے کے فوج جنسریز کی بیرون میں اس مطلب کے لیے مقرر
 تھے کہ وہ شب و روز وہاں بیٹھ کر سلطنت کی ترقی کے واسطے اور اس فوج کے
 فتح نصیب ہونے کے لیے دست بد عار بنا کر بن۔

عاشق پاشا زادے کی تواریخ میں نسبت حال مرقومہ بالا اعتراض ہوا ہو
 مورخ اسکا صحت بیان مذکور سے انکار رکھتا ہو۔ ڈاکٹر مورٹ مان نے
 جو اسمین سے انتخاب کر کے مجھکودیا ہو وہ ذیل میں درج ہو۔

میں نے حاجی بیکتاش کو فہرست علما و فقہائے ولایت روم میں داخل نہیں
 کیا ہو بدینوجہ کہ سلاطین خاندان آوٹومن سے کچھ تعلق نہیں رکھتا تھا۔ حاجی
 بیکتاش مع اپنے بھائی سنتش کے خراسان سے آنکر سو اس واقع ایشیا و خردین
 متصل بابا ایلمیں مسکون ہوا تھا بعد کچھ عرصے کے وہ دونوں کساریہ کو گئے تھے
 اس مقام سے حاجی بیکتاش کا بھائی براہ سوس اپنے وطن کی طرف لوٹا
 اور راہ میں مارا گیا۔ جب بیکتاش کساریہ سے روانہ سمت کاذا اجاک ہوا
 وہ راہ میں فوت ہوا اور وہاں دفن کیا گیا۔ اسکی قبر وہاں اب تک موجود ہو
 ساکنین ولایت روم چار جماعتوں مسافریں میں منقسم ہیں۔ ایک انہیں سے

بنام خازیان روم معروف ہو۔ دوسری جماعت بنام اخیان روم نامزد ہو۔ تیسری جماعت کو ابدالانی یا گوشہ نشین ولایت روم کہتے ہیں۔ چوتھی جماعت بنام ہرم یا بیانی روم معروف ہو۔ حاجی بیکتاش سن سے بولار میں سے بیانی روم کو منتخب کیا اور خاقان اناور کو اپنا مرید بنا کر اور اپنی طاقت روحانی اس کے سپرد کر کے وہ راہی ملک عدم ہوا۔ اگرچہ بیکتاشی درویش یہ بیان کرتے ہیں کہ اسے تاج یا کلاہ فوج جنسینہ کو عطا کی تھی لیکن یہ بیان اسکا پرانیہ صدق سے عاری ہو۔ بہمد آدرخان بمقام بالی جبکہ یہ سفید کلاہ موجود تھی۔ جو کچھ کہ میں نے باب گذشتہ میں بیان کیا ہے میں میں شبہ نہیں کرتا ہوں۔ میں اس بات پر اب بھی مصرعوں کہ فوج جنسیر نے کلاہ نہد فرقہ بیکتاشی درویشوں سے لی تھی حسب الصلاح عبدالموسیٰ کہ فرقہ بیکتاشی کا شیخ تھا فوج جنسیر نے کلاہ نہد کو اپنا زیب سر بنایا تھا۔ عبدالموسیٰ ایک تجویز ہم بدل قرار دیکر فرقہ جنسیر سے شامل ہوا اور اس نے ایک روز ایک پرانی کلاہ نہد اسے مانگی۔ ایک نے انہیں سے اپنی کلاہ نہد عاریتاً اسکو دی۔ اسکو اس نے اپنے سر پر رکھ لیا اور ہم سے فارغ ہو کر وہ کلاہ پہنے ہوئے اپنے وطن کیطرت لوٹا۔ مطلب اسکا اس سے یہ تھا کہ ہم بھی وہی کلاہ ہر پر رکھتے ہیں جو غازی و جہادی دیتے ہیں۔ بروقت استفسار کے اس نے کہا کہ اس کلاہ کا نام کبکہ الف تاج ہو یعنی وہ کلاہ ہے جو کبھی مڑتی نہیں اور ہمیشہ سیدھی رہتی ہو اور اسکو وہ ہی پہنتے ہیں جو مذہب حقیقی کے لیے لڑتے ہیں اور سرویتے ہیں یہ اصل بناؤ کلاہ فوج جنسیر ہے۔

وہ بیکتاش کیوسی میں کہ متصل شہر انگورا واقع ہو بیکتاش کی قبر موجود ہے۔ اس فرقے کے لوگ جو سلطنت آوٹوس میں چاہی پھیلے ہوئے ہیں اور قندار میں بکثرت ہیں اس قبر کی زیارت و تعظیم و محکرم کرتے ہیں۔ اس مقام پر ایک مقبرہ

اور ایک تکبہ بنا ہوا ہو۔ اکثر عابد و خدا پرست مسلمان انکی زیارت کو جاتے ہیں
شیخ حاجی بیگنا سن مرید احمد سیوی ساکن بلخ تھا کسی نہ اس فرقے کا روح ذیل ہے۔
احمد سیوی یوسف ہمدانی سے پیدا ہوا۔

یوسف ہمدانی ابی علی الفرییدی سے
ابی علی الفرییدی ابو القاسم کرکائی سے
ابو القاسم کرکائی ابو الحسن ہرکیانی سے
ابو الحسن ہرکیانی ابو یزید بسطامی سے
ابو یزید بسطامی جعفر ابن محمد صادق سے
جعفر ابن محمد صادق محمد بن ابوبکر سے
محمد بن ابوبکر سلمان پارسی سے

سلمان پارسی اس شیخ سے جو پروردگار مختلف طریقہ ان کا تھا یعنی طریقہ حضرت
ابوبکر صادق و حضرت طریقہ علی

ابو بکر صادق سے نبی اہل اسلام علیہ السلام سے با وساطت عیسیٰ علیہ السلام پائی تھی۔
طریقہ حضرت ابوبکر کو قہ لقیہ اور طریقہ حضرت علی کو علی ویدی کہتے ہیں۔ یہ
دو گٹھ کھلاتے ہیں یا مرشد کامل۔ یہ اور ون کو اللہ کی راہ پر لیجاتے ہیں کہتے
ہیں کہ بہت سے راستے ایسے ہیں جو اللہ کی طرف لیجاتے ہیں۔ چنانچہ حدیث پیغمبر صلی
ہیں آیا کہ تم اس کے راستے خدا وین ایسے بیچارہ ہیں جیسے کہ انفس مخلوقات عالم
حاجی بیگنا سن و جان نوسن و شہباز قلندری۔ و جلال بخاری۔ و لقمان قلندری
احمد سیوی کے شاگرد یا مرید تھے۔ یہ سب فرقہ نقشبندی میں سے تھے اور انھوں نے
بعد ازاں ایک نیا فرقہ بنا لیا۔ جان نوسن خراسان میں دفن ہوئے اور جلال بخاری
نہاد و خاندان امام شیخ فرزند علی بن سید تھا۔

و شہباز قلندری سمنائین کہ متصل کردستان ایران کی سرحد پر واقع ہو مذکور ہوئے۔ بجز جلال بخاری کے یہ سب لباس فرقہ حاجی بیکتاشی پہنتے تھے۔ صرف فرقہ لباس یہ ہی کہ جان نوسن بارہ ترک کی کلاہ پہنتے تھے اور جلال بخاری ایک ترک کی اور شہباز سات ترک کی۔ اور لقمان قلندری چار ترک کی۔
حال عقاید فرقہ بیکتاشی کچھ بیان مندرجہ ذیل سے ظاہر ہو جاویگا۔

احکام چھہین

(۱) فیاضی۔ (۲) علم۔ (۳) راستی۔ (۴) قانون مقدس (۵) اطاعت (۶) محو ہونا خیالات و یاد اٹھی مین۔

ارکان چھہین

(۱) علم۔ (۲) غریبی۔ (۳) نفاست۔ (۴) شکر۔ (۵) یاد اٹھی مین مصروف ہونا اور خالق کا نام لینا۔ (۶) گوشہ نشینی۔

ہنہا چھہین

(۱) توبہ۔ (۲) اطاعت۔ (۳) وفاداری۔ (۴) ترقی قوت روحانی۔ (۵) نفاست۔ (۶) گوشہ نشینی۔

حکم یاد اٹھی چھہین

(۱) علم۔ (۲) فیاضی۔ (۳) نزدیکی و قربانیت علم اٹھی (۴) وفاداری (۵) غور و تأمل فکر۔ (۶) ایمان لانا خدا پر۔

اثبات باشندہ فرقہ بیکتاشی چھہین

(۱) فیاضی۔ (۲) علم و پاس خالق (۳) ترک گناہ۔ (۴) ترک جذبات غضب وغیرہ و ترک نفسانیت (۵) خوف اٹھی۔ (۶) خوشی خاطر و ارج۔ کیفیت کلاہ و چنہ و کمر بند فرقہ بیکتاشی جنکو وہ پنہم تین عقائد نامزد کرتے ہیں۔

قصہ ذیل میں درج ہو۔

بروقت جنگ غازی اہوت حضرت جبریل نے نبی اہل اسلام صلعم کے پاس آکر پوچھا کہ تم کس کام میں مشغول ہو تو انھوں نے جواب دیا کہ میں قرآن کی آیات پڑھنے اور د اثرسی سنتا ہوں اور بال کتوانے میں مصروف ہوں۔ دیکھو قرآن باب ۴۸۔ فقرہ ۲۷۔ باجارت خالق فرشتہ جبریل نے ایک استہ آسمان سے لاکر محمد صلعم کی داڑھی موٹدی اور بال کاٹے اور ب حضرت جبریل نے محمد صلعم کے سر پر کلا رکھی اور چھ انکے کندھے پر ڈالا اور ٹپکے انکی کرہین باندھا۔ یہ ہی فرشتہ دو اور شخصوں پر یہ ہی عمل کر چکا تھا۔ ایک تو بابا آدم علیہ السلام پر اس وقت جبکہ وہ باغ عدن سے نکالے گئے تھے اور دوسرے حضرت ابراہیم پر اس وقت جبکہ وہ کئے میں رہتے تھے مکہ و شہر ہی صلو حضرت ابراہیم نے بنایا تھا۔ جو کچھ کہ حضرت جبریل نے محمد صلعم پر عمل کیا تھا وہی حضرت محمد صلعم نے حضرت علی پر کیا۔ حضرت علی نے حسب الاجازہ محمد صلعم کے وہی عمل سلمان فارسی اور عمر امیا بال حبشی پر کیا اور ان دونوں نے وہی عمل دربارہ شخصوں پر کیا۔ ان بارہ اشخاص میں سے ایک جو بنام ذوالنون مصری معروف تھے مصر میں بھیجے گئے تھے اور سلمان بغداد میں اور سہیلی روم یعنی ایشیائے کوچک میں۔ و داؤد یمانی تین میں اس باب میں درس دینے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ ساکنین بغداد اس کمر بند کو (الف) یا حرف اول حروف ابجد کہتے ہیں۔ اور متوطنان روم اسکو بنام لام الف یا لانا مزد کرتے ہیں اور مصری اسکو بر لام کہتے ہیں۔ ساکنین تین کمر بند کو کرہین لباس پر نہیں باندھتے ہیں بلکہ وجہ سے اسکو لگا ہوا رکھتے ہیں۔ اس کمر بند پر کہ حضرت جبریل محمد صلعم کے پاس لائے تھے یہ لکھا ہوا تھا کہ سواہی اللہ کے کوئی اور خدا نہیں محمد انکار رسول ہو اور علی اسکا دوست۔

فرقہ بیگیتاشی کا یہ بیان ہو کہ ہم وہ ہی کر بند باندھتے ہیں جو کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اول باندھا تھا۔ بعد حضرت آدم کے سولہ اور پیغمبروں نے اسکو باندھا تھا تفصیل ان پیغمبروں کی ذیل میں درج ہو۔

شيث - نوح - ادریس - شعیب - جوب - یوسف - ابراہیم - شعنا - یوشع
جرجیس - یونس - صالح - زکریا - خضر - الیاس - مسیح -

خدا نے موسیٰ کے باب میں قرآن کے ۱۸ باب کے ۶۵-۶۶ فقرے میں یہ لکھا ہے کہ موسیٰ نے کہا کہ میں تمھارے ساتھ چلوں تاکہ جو کچھ تمکو دربابِ راہِ راست معلوم ہو مجھکو بتاؤ موسیٰ نے راز و اسرارِ راہِ راست و طریقہٴ ثوابِ حضرت سیدکھا خضر ایک روحِ غیبی ہو جو عارفان و عابدان و پارسیانِ ممالکِ شرقی میں بڑی مشہور و معروف ہے۔ کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں ایک شخص تھا موسوم بہ خضر۔ چونکہ اُس نے اجمیات پی لیا ہے وہ کبھی زمین و ریگا۔ بعض کا یہ قول ہے کہ وہ اکیس تھا اور افسر فوج سکندر اعظم۔ اُس کا مقام بھی ویسا ہی تاریک غیبی ہے جیسا کہ وہ آپ روحِ غیبی ہو۔ طریقتِ توحلی کی ایجاد سے ہو اور شریعتِ پیغمبرِ اہل اسلام کی ایجاد سے حضرت خضر اب کیا ہو سرور سمجھے جاتے ہیں۔

اس فرقے کے کمر بند میں ایک چتھر ہو جسکو پٹنگ کہتے ہیں۔ اس میں سات گوشے ہیں وہ گوشے علامت یادگار سات زمین اور سات آسمان اور سات سمندر اور سات سیارے کے ہیں جو خدا نے پیدا کیے ہیں۔ خدا نے کہا ہو کہ میں نے سات آسمان و سات زمین روشنی سے پیدا کیے ہیں۔ تب خدا نے انکو حکم دیا کہ تم میری پرستش کیا کرو چنانچہ حسب احکم وہ اس کے تخت مقدس کے گرد ہمیشہ بچھرتے رہتے ہیں اور اس طرح آہلی اطاعت و عبادت میں مصروف ہیں۔ پٹنگ بڑا مفید ہو۔ اس فرقے کا شیخ اُسکو فقرات مندرجہ ذیل پڑھ کر سات مرتبہ باندھتا ہو اور سات ہی مرتبہ کھولتا ہو۔

- ۱۔ مین طمع و حرص کو باندھتا ہوں اور فیاضی کو کھولتا ہوں۔
 - ۲۔ مین غضب کو باندھتا ہوں اور غریبی کو کھولتا ہوں۔
 - ۳۔ مین حرص کو باندھتا ہوں اور خدا پرستی کو کھولتا ہوں۔
 - ۴۔ مین جہالت کو باندھتا ہوں اور خوفِ الہی کو کھولتا ہوں۔
 - ۵۔ مین جذبہ غضب کو باندھتا ہوں اور محبتِ خالق کو کھولتا ہوں۔
 - ۶۔ مین بھوک کو باندھتا ہوں اور قناعت کو کھولتا ہوں۔
 - ۷۔ مین حرکاتِ شیطانی کو باندھتا ہوں اور اشغالِ الوہیت کو کھولتا ہوں۔
- جب شیخ اس کمر بند کو اپنے کسی مرید کی کمر پر باندھتا ہو تو وہ اس مرید سے اس وقت یہ کہتا ہو کہ مین اب تیری کمر کو خدا کی راہ میں باندھتا ہوں۔ اونا نام مقدس عالم جمیع علوم جو کوئی اسکا نام جانتا ہو وہ ہی میرا نائب یا جانشین بنے گا۔ وہ بعد ازاں نماز و دعا مندرجہ ذیل پڑھتا ہو۔

لا اِلهَ اِلا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی یا دوست اللہ ہو۔ ابو مسلم بھتیجہ علی
 شمشیر اللہ ہو۔ ہمدی مالک امامت و امین اللہ ہو۔ موسیٰ کلمہ خدا ہو۔ عیسیٰ
 روح اللہ ہو۔ نوح تلوار خدا ہو۔ علی سے وہ نہ کھلیگی الا بذریعہ تلوار ذوالفقار
 ہمارا ولی اول یا بانی فرقہ بیکتاش وسطین درویش محمد ہو۔ اور اخیر میں مصطفیٰ
 مالک کتابت ہو۔ علم دنیا و اقبیت علم شریعت و طریقت و معرفت ہو۔ مکان اس
 فرقے کے یہ دروازے ہیں۔

شیخ بھی بطور ہدایت کیفیت مندرجہ ذیل بیان کرتا ہو۔

- ۴۰۔ مقامات ہیں اور ۳۶۰۔ درجے۔ ۲۸۔ منزل قیام ہیں۔ بارہ کمرے ہیں اور
- ۴۱۔ گھنٹے۔ ۴۔ فصل یا باب ہیں۔ سات ولایت ہیں اور ۴۸۔ قرار۔ ۱۳۰۰۰
- دنیا ہیں اور ۷۔ سیل موساوی یا آیات ہیں جنکو والدہ قرآن کہتے ہیں سات

حروف ہین اور سات فتح بیٹے سات باب باب اول آغاز قرآن ہو۔ ان سبکو حل
کتنے ہین نہ کہ قال صرف ایک ہی روشنی ہو۔ راستی چاند ہو۔ یہ سب چیزیں آدم
کو بگیتی تھیں۔ جو کوئی علم وجود جانتا ہو وہ خالق کو پہچانتا ہو۔ پیغمبر اہل اسلام
علیہ السلام نے کہا ہو کہ جو کوئی آپ کو جانتا ہو وہ خدا کو پہچانتا ہو۔ اسمین علم راز
واسرار خالق و مخلوق داخل ہو۔

اہل اسلام کا یہ اعتقاد ہو کہ ہر ایک تنفس کا ایک پیر روحانی ہوتا ہو جو اس کا شکل
کہلاتا ہو۔ اپنے جسمانی ہمسرے چالیس روز پہلے وہ مرتا ہو کہتے ہین کہ یہ پیر روحانی
ہر شو کے علم سے واقف ہوتا ہو اور خواب میں وہ اپنے جسمانی ہمسرے کو سکھاتا اور خبردار
کرتا رہتا ہو۔ بحوالہ قرآن مسلمان کا یہ بھی اعتقاد ہو کہ خدا کسی کو جالون میں سے
اولیاء نہیں بناتا ہو۔ خدا انکو پہلے بذریعہ پیر روحانی تعلیم دیتا ہو کہ سب انکو اولیا
بناتا ہو۔ پس اس صورت میں وہ ایک روح محافظ جسم ہو یا ایک فرشتہ۔ اسکے
ذریعے سے شخص جسمانی تاریکی سے خلاصی پاتا ہو اور نور میں منتقل ہو جاتا ہو۔ وہ
تب اہل درد ہو جاتا ہو یعنی انسان کے مصائب کی وہ وہاں داد و فریاد کرتا ہو
اسکی وہاں سنی جاتی ہو اور خدا کے ایمان پر قائم رہتا ہو۔

کیفیت پوشاک و لباس فرقہ بیگیتاشی

حیدری ایک جامہ ہو یا کرتہ بلا آستین۔ اسپر دھاریاں مختلف رنگوں کی ہوتی
ہین اس طرح کہ اسنے ایک لفظ بجاتا ہو جسکو لوگ خیال کرتے ہین کہ علی خلیفہ چہارم
کا نام ہو۔ اسپر بارہ خط ہوتے ہین مطابق تعداد بارہ اماموں کے۔

خرقہ ایک چٹم ہو بلا پٹہ۔ اسپر ویسی ہی دھاریاں ہوتی ہین جیسے کہ جامہ حیدری
تہ بند ایک کمر بند ہو جو کمر کے گرد باندھا جاتا ہو۔ وہ صرف سفید اُون سے بنتا ہو۔
کبار یہ ایک ڈور ہو جسکو گرد کمر کے باندھتے ہین اور اسمین ایک پتھر بھی لکھا جاتا

یہ پتھر گول یا بشکل مستطیل ہوتا ہو۔ وہ اکثر تو بلورین ہوتا ہو اسکو نجف کہتے ہیں اس ڈور میں تین گرہ ہوتی ہیں۔ گرہ اول کو البغی کہتے ہیں اور دوسری کو دل بغی۔ اور تیسری کو بل بغی۔ یہ تین گرہ یاد دلاتی رہتی ہیں کہ نہ تو چسپا نا اور نہ جھوٹ بولنا اور نہ حرام کاری کرنا چاہیے۔

منگوش وہ حلقہ گوش ہین جو مرید تازہ کے کان میں بھندے جانے ہیں۔ اگر ایک ہی کان چھیدا گیا ہو تو اسکو خوشی کہتے ہیں اور در صورتیکہ دونوں کان چھدے ہوں تو وہ حسینی کہلاتے ہیں۔ ایک یا دونوں کان کا چھدوانا مرید تازہ کی راہ پر منحصر ہوتا ہو۔

تاج اس کلاہ کو کہتے ہیں جو سب درویش اس فرشتے کے پہنتے ہیں۔ وہ سفید منڈے کا بنتا ہو اور چار حصوں میں منقسم ہوتا ہو۔ اول حصے سے یہ مراد لیجاتی ہو کہ جس شخص نے اسکو سہ پر رکھا ہو اسنے ترک دنیا کیا ہو۔ دوم سے یہ مراد ہو کہ اسنے امید بہشت کی چھوڑ دی ہو۔ سوم سے یہ مراد ہو کہ وہ مکر سے تنفر کرتا ہو اور یہ کچھ خیال نہیں کرتا ہو کہ کوئی اسکو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتا ہو یا نہیں اور اسکو اس بات سے کچھ غرض نہیں ہوتی ہو کہ لوگ اسکو کیا سمجھتے اور اسکی نسبت کیا خیال رکھتے ہیں۔ چہارم سے یہ مراد ہو کہ اسنے کل حظوظ نفسانی ولذا لذذ دنیوی کو ترک کیا اور وہ بالکل مائل بطرف اللہ تعالیٰ ہو اور سوائے اسکے کسی شے کی طرف رغبت نہیں رکھتا ہو۔ انکے نام یہ ہیں: **نعت** طریقت۔ حقیقت۔ معرفت۔

تمام شیخ بارہ ترک کا تاج پہنتے ہیں اور اسمین چار کا پوس یا دروازے ہوتے ہیں۔ بارہ ترک سے بارہ امام مراد ہیں۔ اور چار دروازوں سے چار عقائد روحانی سابق الذکر۔



تجماعت تماشی یعنی سنگ قناعت اس چھر کو کہتے ہیں جو کمر بند میں لگے رہتے ہیں۔
وہ بطور یادگاری اُن چھروں کے ہوتا ہے جو درویش اپنے کمر بند میں رنغ تکلیف
اشتہا کے لیے باندھتے ہیں۔ وہ تین چھر جو ایک دوسرے کے اندر ہوتے ہیں استعمال
میں لایا کرتے تھے لیکن کہتے ہیں کہ قبل اسکے کہ تینوں استعمال میں آویں مدد انکو پہنچ جاتی
تھی اور اس طرح اُن تینوں کے استعمال میں ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

ترجمان یا مترجم نام راز داسہا ہے۔ فرقہ بیکتاشی میں حسب ضرورت وہ لفظ
بر لٹا رہتا ہے۔

جب کوئی شخص اس فرقے میں داخل ہونے کی آرزو رکھتا ہے وہ تکیے میں جاتا ہے اور
اس تکیے کے بھائی بندتہ ایک بھیر قربان کرتے ہیں۔ اسکا گوشت وہ سب
بلکر کھاتے ہیں اور اسکی اون کا تہ بند بنتا ہے۔ کہتے ہیں کہ خلیفہ علی کے پاس ایک
گھوڑا تھا موسوم بہ ذل اُسکا سائیس کبیر یا ہمیشہ اسکی ٹانگوں میں رسی باندھے
رکھتا تھا۔ جب کبیر یا اپنے آقا کے ساتھ جابا کرتا تھا وہ اس رسی کو اپنی کمر بند
باندھ لیا کرتا تھا۔ اس رسی میں تین گرہ تھیں۔ یعنی آغی۔ دول بغی۔ وبل بغی جیسا کہ
سابق بیان ہو چکا ہے۔

در باب اس چھر کے کہ گردن میں ڈالا جاتا تھا روایت مندرجہ ذیل

مشہور ہے۔

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ پیغمبر علیہ السلام دریائے نیل میں غسل کرتے تھے۔ اُس وقت حضرت موسیٰ نے اپنی قمیص پر ایک پتھر رکھ لیا تھا لیکن ایسا اتفاق ہوا کہ وہ پتھر اُس قمیص کو لے بھاگا اور حضرت موسیٰ اُسکے پیچھے دوڑے اور وہ شہر مصر میں داخل ہوا۔ حضرت موسیٰ نے پتھر کے پاس پہنچ کر اُسکو بڑی لعنت ملامت کی کہ تو کیوں میرے کپڑے لیکر بھاگا۔ اُس پتھر نے جواب دیا کہ یہ کام میں نے مجھ کو اُسی کیا ہے اور تم کو چاہیے کہ بیا دگاری اس واردات کے ایک پتھر ہمیشہ اپنی گردن میں لٹکائے رکھتا کرو۔ حضرت موسیٰ نے اُس پتھر کا نام درویش درویشان رکھا۔ اُس پتھر میں بارہ سوراخ تھے۔ ہر سوراخ میں بوسیلہ اس پتھر کے حضرت موسیٰ معجزے کرتے گئے۔ چنانچہ ایک مرتبہ اُس پتھر کو زمین پر مار کر حضرت موسیٰ نے ایک چشمہ آب پیدا کیا۔

از سبکہ اس فرتمہ درویش نے تاج یا کلاہ کے باب میں بہت کچھ لکھا ہے اسلئے میں اس جا اور بھی حال اُسکا درج کرتا ہوں۔

اس فرتمہ درویش کا یہ بیان ہے کہ تمام حروف ابجد حرف الف سے نکلے ہیں اصلی کلاہ کا بھی یہی حال ہے یعنی وہ بھی اُسی سے نکلی ہے۔ اُس اصلی کلاہ کو آلفی یا کلاہ آکٹے ہین۔ یہ کلاہ علامت خلافت یعنی جانشینی پیغمبر اہل اسلام علیہ السلام کی ہے جب محمد صلوات اللہ علیہ نے ایک شیخ کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا اُس وقت اُس نے ایک کلاہ پیش کرنا اور علی کہ موسوم بہ ذوالفقار تھی بنائی تھی۔ بعد اُسکے شکل اُس کلاہ کی بد لکر موافق چار بڑے طریقوں یا فرقوں کے بنائی گئی تفصیل اُن چاروں طریقوں یا فرقوں کی یہ ہے۔ بیکی۔ سیفی۔ شہ حی۔ ہلاومی۔

کلاہ حاجی بیکتاش ولی کی بارہ ترک کی بنی تھی اُس نے ایک اور کلاہ موسوم

بہ تاج جنوسن نو ترک کی بنائی تھی۔ ایک اور کلاہ سات ترک کی ایران میں مستعمل تھی۔ سید جلال کے نام پر جو بڑے مشہور و معروف تھے وہ کلاہ نامزد تھی۔ سید جلال بانی اس فرقہ جلالی کے تھے۔ قسطنطنیہ میں کہیں اُنکا تکیہ تھا اگرچہ اکثر لوگ اُس فرقے کے ایران سے سفر کر کے وہاں جاتے ہیں۔ اشخاص فرقہ بیکتاشی بعض اوقات ایک اور کلاہ موسوم بہ شہباز قلندری سر پر رکھتے ہیں۔ نام اس کلاہ کا بانی اس فرقہ قلندری کے نام پر رکھا گیا ہے۔ وہ کلاہ سفید مندرے کی بنتی ہے اور اسمین سات ترک ہوتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک شاہ بلخ موسوم بہ آدم اُس کلاہ کو استعمال میں لاتے تھے اور سر پر رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے اُس کلاہ کو آدمی کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ شاہ تخت چھوڑ کر درویش بن گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ اُس عہد میں تمام درویش جبیدی کے نام پر نامزد تھے۔ یہ شخص بڑا عابد و پارسا تھا بغداد میں اُس وقت میں ایک ہی طریق یا فرقہ درویشان تھا۔

میں حال مفصل اس کلاہ کا اور بھی بیان کرتا ہوں۔ اس کلاہ کو پہر بھی کہتے ہیں۔ اُس کلاہ پر عبارت مندرجہ ذیل لکھی ہوئی ہوتی تھی۔
 سوا اسکے چہرے کے جو حاضر و ناظر ہو سب خیرین فنا ہو جاوینگے اور اُسی میں سب جا ملینگے۔ یہ مضمون قرآن کے ۲۰۔ باب کے اخیر فقرے سے نقل ہوا ہے۔ اس کلاہ کی چوٹی پر آیت الکرسی قرآن کے باب دوم سے منقول ہو کر لکھی گئی تھی۔ اُسکے کناروں پر سورہ تیسین قرآن کے باب ۳۶۔ سے منقول ہو کر لکھا گیا تھا۔ اُس کلاہ کے اندر اکتالیسواں باب قرآن لکھا ہوا تھا۔ اُسکے کنارے کے متصل پینتیسواں فقرہ اُسی باب کا جسکا مضمون ذیل میں درج ہے۔ تحریر میں آیا تھا۔
 ہم اپنے معجزوں کو مختلف ممالک زمین پر دکھاوینگے۔ اُس کلاہ کی پیشانی پر ۱۰۴ فقرہ باب دوم قرآن کا جسکا مضمون ذیل میں درج ہو ثبت تھا۔

مشرق و مغرب خدا کا ہی جس طرف چاہو رخ کرو تم خدا کا چہرہ اُسی طرف دیکھو گے
خدا لا انتہا ہے اور ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ کلاہ کے ایک طرف یہ لکھا تھا۔ لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ اور علی ولی یا دوست اللہ ہے۔ کلاہ کی پشت پر قرآن کے باب
دوم کا ۲۹ فقرہ جس کا مضمون ذیل میں درج ہو مثبت تھا۔ خدا نے آدم کو نام
ہر اشیاء موجودات کا سکھایا بعد اُسکے خدا نے اُن تمام اشیاء کو فرشتوں کے
سامنے لا کر اُن سے کہا کہ اگر تم دلی دوست آدم کے ہو تو اُنکے نام اُسکو بتاؤ۔

وہ چہچہ جو اشخاص فرقہ بیگمناشی گردن مین لٹکاتے ہیں بنام تسلیم ناشی یعنی
سنگ اطاعت نامزد ہو۔ بعض کا یہ بیان ہے کہ وہ لوگ اس چہچہ کو بیا دگار سی
اس امر کے گردن مین لٹکاتے ہیں کہ محمد صلعم نے اپنی دختر فاطمہ کو اپنے بھتیجے
حضرت علیؑ سے منسوب کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ مسیوق محمد صلعم نے فاطمہ کے بال اپنے
ہاتھ میں پکڑ کر علیؑ کے ماتھ مین دیے اور مہیطرح فاطمہ کو اُسکے سپرد کیا۔

وہ اپنے کانوں مین ایک اور چہچہ پہنتے ہیں جو بنام منگو سن ناشی نامزد ہے۔ شکل
اُسکی بشکل ہلال بیا دگار سی نعل اسپ علیؑ ہوتی ہے۔ وہ ایک کمر بند جو بنام کمر بیڑا
معروف ہے اپنی کمر مین باندھتے ہیں۔ وہ سیاہ بکری کے اون یا بال کا بنتا ہے
اسم مین بہت سے گردہ ہوتے ہیں۔ اُس کمر بند کے ایک سرے پر ایک جھلہ لگا ہوتا ہے
اُس جھلے مین اُن گریہوں کو ڈالکر کمر کو کمر بند سے کس دیتے ہیں۔ ان گریہوں کے
وہ ہی نام ہیں جو پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

وہ اپنی ٹانگوں مین چمڑے کے موزے پہنتے ہیں۔ وہ بنام دو لک معروف ہیں
بیگمناش کے بڑے مریدوں مین سے بابا عمر دو لکی اُسکو پہنا کرتے تھے اور اسے جو سے
وہ بھی اُسی کے نام پر بنام دو لکی نامزد ہوئے ہیں۔ اُنکے کمر بند مین ایک جھوٹی
سی تحصیل موسوم بہ جلبند لٹکتی ہے۔ شکل اُسکی بشکل اسکے ۵ ہوتی ہے۔ آہر

نام علی کا بکا رز و وزی منقش ہوتا ہو وہ تھیلی کاغذ و کتاب رکھنے کے کام آتی ہو۔ کہتے ہیں کہ پیغمبر اہل اسلام علیہ السلام نے ایسی ایک تھیلی اپنے چچا حمزہ کو ملے مین دی تھی۔

اشخاص فرقہ بیکتاشی کو فقیری مانگنے کی اجازت نہیں ہو۔ بعد مین روز کے قانون کے اُسے اجازت ہو کہ اگر چاہے تو بھیک مانگ لاوے بشرطیکہ سات دروازوں سے زیادہ نہ پھرے۔ اگر ساتوں دروازوں سے اُسے کچھ نہ ملے تو صبر کر کے بیٹھ جاوے جبوقت وہ بھیک مانگتے ہیں اسوقت انکو سلمان فارسی کے نام پر سلمان نامزد کرتے ہیں جب بھیک مانگنے اٹھیں تو اپنا کشتکول یعنی پیالہ گدا ئی اپنے کپڑوں کے نیچے چھپائے ہوئے اپنے ساتھ لیجا دیں۔

ایک سیاح مالک مشرقی مضمون مندرجہ ذیل درباب اس فرقے کے اپنے سفرنامے سے کہ بروقت سیر ولایت البشائر کو چک اُسے تیار کیا تھا نقل کرتا ہو۔

اُس ملک مین توڑ کیا یو ایک دیہ نمک ہو متصل کوہ آتشین۔ وٹان قریب ایک سو گھر کے آباد ہیں۔ کل باشندے وٹان کے چرواہے ہیں۔ وہ بہت سے مویشی اور بھیڑ اور آنگور کی بکریاں پالتے ہیں۔ بسبب اسکے کہ کانہائے نمک وٹان سے ربع گھنٹہ کی راہ پر واقع ہیں اُس گاؤن کو دیہ نمک کہتے ہیں۔ اب بھی اُن گاؤن مین سے نمک نکالا جاتا ہو۔ بموجب ایک زبانی روایت کے ایسا واضح ہوتا ہو کہ مشہور حاجی بیکتاش نے اُن کانہائے نمک کو پیدا کیا ہو۔ باعث اسکے پیدا کر نیکا یہ ہو کہ حاجی بیکتاش کو ایک مرتبہ اُس گاؤن مین غذا بے نمک نصیب ہوئی تھی۔ جب تحقیقات سے اُسکو معلوم ہوا کہ باعث بد ذائقہ ہونے غذا کا یہ ہو کہ یہاں کے باشندوں کو نمک میسر نہیں آتا ہو تو اسنے اپنی لکڑی کو زمین پر مار کر ازراہ کرامت کان نمک پیدا کی تھی۔ اب تک... اپونڈ یا... ۸۵۰ سپر

تک اس تکبے میں کہ مقابل اُسکے بنا ہوا ہو سال بسال دیا جاتا ہو۔ وہ تکبہ دریا سے کزل ارماک پر متصل دیہ حاجی بیکتا سن بنا ہوا ہو۔ اسی گائون میں مقبرہ حاجی بیکتا سن بنا ہوا ہو۔ اُسکی چوٹی پر جہان سے کہ شہر بخوبی نظر آتا ہو بہت سی عمارتیں جنہیں سے ایک تو بجد ہو اور ایک قبر سیدی غازی بتال اور ایک مدرسہ اور ایک تکیہ جسمین چار پانچ درویش فرقہ بیکتا شی رہتے ہیں بنے ہوئے ہیں۔ ایک پرآمدہ اس عمارت کے اندر کی طرف بنا ہو۔ ساسفرین و سیاحان کو اسجا پر حاجی بیکتا سن کے دو نشان دکھاتے ہیں ایک تو کوئین میں نقش اُسکے منہ اور دانتوں کا۔ دوسرے دروازہ مکان پر نقش اُسکے ہاتھ اور انگلیوں کا دکھایا جاتا ہو۔ اُسکے منہ اور دانتوں کا نقش دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہو کہ وہ سانڈ کے منہ اور دانتوں کا نقش ہو۔

کمرہ تکیہ فرقہ بیکتا سن ہمیشہ لبتکل مربع ہوتا ہو۔ اُسکے مرکز یا وسط میں ایک پتھر مشیت گوشہ موسوم بہ میدان تاش لگا ہوا ہو۔ جب کبھی وہاں رسوم مذہبی اس فرقے کے ادا ہوتے ہیں اس پتھر پر ایک مشن شمعدان رکھتے ہیں۔ ارد گرد اُسکے بارہ بیٹھک سفید بھیر کے چڑے کی بنی ہوئی ہیں۔ جب کبھی کوئی سرمد تازہ اس فرقے میں داخل ہوتا ہو اس شمعدان کو اس پتھر پر سے ہٹا لیتے ہیں اور ہر ایک بیٹھک کے سامنے ایک ایک شمعدان رکھ دیتے ہیں۔ کیفیت اس پتھر کی ذیل میں درج ہو۔

نبی اہل اسلام علیہ السلام اپنے کمر بند میں ایک پتھر رکھا کرتے تھے تاکہ اُسکو شکم پر دبا کر تکلیف اشتہا کو رفع کریں۔ بیا دگاری اس عمل کے اشخاص فرقہ بیکتا سن اس پتھر اور بھی اس پتھر کو کہ اپنے کمر بند میں رکھتے ہیں کام میں لاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ حاجی بیکتا سن اس شمعدان کو کہ اس پتھر پر رکھا کرتا تھا اپنی آنکھ سمجھتا تھا

اور شمع کو اپنا چہرہ اور اس کمرے کو اپنا جسم۔ اُنکے تکیے میں ایک لکڑی شکل رکھی ہوئی ہو۔ اُسکو وہ چمک کہتے ہیں بروقت ضرورت مریدوں کو اس سے سزا دی جاتی ہو۔ یہ لکڑی بیادگاری اس لکڑی کے رکھی جاتی ہو جس سے کہ حضرت علیؑ نے اپنے سائیس کتیر یا کو مارا تھا۔ کتیر یا ہمیشہ بعد ازان اس لکڑی کو اپنے کمر بند میں رکھا کرتا تھا۔

بارہ بیٹھکین بیادگاری بارہ اماموں کے بنی ہیں تفصیل انکی ذیل میں درج ہو۔
 ۱۔ اول بیٹھک یا نشستگاہ شیخ جو آپ کو بنزلہ علیؑ سمجھتا ہو۔
 ۲۔ نشستگاہ پیر جی یا سید علیؑ یعنی جو اس فرقے کے خلیفوں میں سے تھا۔
 ۳۔ نشستگاہ طعام پڑ جو بنام تہیم سلطان معروف ہو۔
 ۴۔ نشستگاہ نقیب یعنی نائب شیخ۔ یہ نام بنام گیا گسوس رکھا گیا ہو۔
 ۵۔ نشستگاہ میدان۔ اس مقام پر سپرنٹنڈنٹ تکیہ بیٹھتا ہو۔ وہ آپ کو بچاے ساری اسمعیل سمجھتا ہو۔

۶۔ نشستگاہ خاںساں تکیہ جو بنام کولی اچک حاجم سلطان معروف ہو۔
 ۷۔ نشستگاہ قہوہ ساز جو بنام شازلی سلطان نامزد ہو۔
 ۸۔ نشستگاہ تھیلہ بردار جو بنام کرا دولت جان بابا معروف ہو۔
 ۹۔ نشستگاہ قہارہ ساز معروف بنام حضرت ابراہیم خلیل اللہ یا پیغمبر ابراہیم جنکا ذکر کہ توریت میں آیا ہو۔

۱۰۔ نشستگاہ ملازمین و خدمتگاران موسوم بہ عبدالموستی۔

۱۱۔ نشستگاہ سائیس موسوم بہ سائیس خلیفہ علیؑ۔

۱۲۔ نشستگاہ مہمان دار تکیہ معروف بہ خضر۔

کمرہ شیخ موسوم بہ شیخ ہڈ جبر اسی ہو۔ وہ تکیے میں شاؤہی رہتا ہو۔ وہ ایک

علیحدہ گھر میں مع اپنے خاندان کے سکونت رکھتا ہو۔ وہ بعض اوقات منت
 رکھتا ہو یا قسم کھالیتا ہو کہ مجھ درہنگے اور شادی نہ کریں گے۔ اس صورت میں وہ تجھے
 میں رہتا ہو اور اپنی اوقات وہیں بسر کرتا ہو۔ اس صفت یا قسم کو مجھ درہنگے
 کہتے ہیں۔ جو کوئی فرقہ بیکتاش میں سے اس قسم کی منت رکھتا ہو شیخ اول
 اس سے یہ استفسار کر لیتا ہو کہ اگر اُسکے خلاف عمل کرو گے اور اُسکو توڑ دو گے
 تو تیرے ذوالفقار ہونا تمکو منظور ہو یا نہیں۔ وہ در جواب اُسکے اقرار کرتا ہو کہ مجھ کو تصور نہیں
 تیرے ذوالفقار ہونا منظور ہو اور یہ بھی کہتا ہو کہ اس صورت میں شاہ ولایت
 کی تلوار سے جو بمنزلہ علیؑ کے ہی میرے دو ٹکڑے کرویندا۔ اس فرقے کی محفی منتوں میں
 سے یہ بھی ایک ہو۔ نمبر ۱۲۔ فرقہ بیکتاش کے لیے ایک راز و اسرار ہی بدینہ کہ
 جب کبھی کوئی نذریا منت رکھ کر اُسکے خلاف عمل کرے اور اُسکو توڑ دے تو اُسپر
 بارہ سزائیں نازل کیجاتی ہیں۔ وہ بارہ کی قسم کھاتا ہو۔ اور وہی بارہ بارہ گنگر
 ادا کرتا ہو اور ہر وقت سزا دہی بارہ کوڑے مارتا ہو۔ میں نے سنا ہو کہ یہ قاعدہ
 محض ازراہ متبع بانی فرقہ متعمل ہو اہو۔ ذکر اللہ کیے میں ہمیشہ بحالت خموشی ہوتا ہوا سوقت
 ادا کسی کے منہ سے نہیں نکلتی ہی کہتے ہیں کہ بنا داسکی حسب بیان مندرجہ ذیل ہوئی ہو۔
 کہتے ہیں کہ یہ علیؑ سے شروع ہوئی ہو۔ خدا اُسپر اپنا فضل و کرم کرے میں نے
 ایک مرتبہ محمد صلعم سے کہا کہ او پیغمبر اللہ مجھے آسان تر راہ خدا بتلا اور آسان ترکیب
 پرستش کی دکھلا۔ در جواب اُسکے پیغمبر نے کہا کہ درست طریقہ پرستش معبود حقیقی یہی
 کہ اُسکا نام لیکر اُسکو یاد کرے میں نے تب پوچھا کہ میں کیونکر اُسکا ذکر کروں۔ اُسکے
 جواب میں کہا کہ اپنی آنکھیں بند کر کے میری طرف متوجہ ہو اور میری سنو اور میرے
 ساتھ لا الہ الا اللہ پڑھو۔ یہ الفاظ پیغمبر نے آنکھیں بند کر کے تین مرتبہ باواز بلند
 پڑھے اور میں نے بھی اُنکا متبع کیا۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ محمد صلعم حضرت علیؑ دونوں

نموت میں کیجا تھے۔ محمد صلعم اپنے گھٹنوں پر کھڑے ہوئے اور علی نے بھی انکی دیکھا بھی وہ ہی عمل کیا بسکہ دونوں کے گھٹنے باہم مل گئے۔ پیغمبر اہل اسلام نے لا آله الا اللہ تین مرتبہ پڑھا۔ اول مرتبہ تو انھوں نے اپنے پہرے کو بائیں کندھے کے اوپر کی طرف پھیرا اور دوسری مرتبہ اپنی چھاتی کی طرف اور تیسری مرتبہ بائیں کندھے کی طرف انکی آنکھیں اس وقت بند تھیں اور آواز انکی بلند ہو گئی تھی اور وہ اپنی اس حدیث کی تصدیق کرتے تھے کہ بہتر ترکیب خدا کو یاد کرنے یا نماز پڑھنے کی یہی ہو کہ کلمہ لا آله الا اللہ پڑھے۔

اس نماز کو جہری یعنی قابل سماعت کہتے ہیں۔ بہت سے اور فرقہ ہائے درویشان میں بھی یہی طریقہ نماز جاری ہے۔ اس نماز کو جو بعالم سکوت پڑھی جاتی ہے وہی کہتے ہیں۔ بنا اسکی اس حکم پیغمبر صلعم پر مبنی ہو جو انھوں نے بزبان مخفی ہونیکے غار کوہ بین ابو بکر کو دیا تھا۔ یہ بھی اسجا لکھنا مناسب منصور ہو کہ طریقہ نماز وہ جامع فرقہ درویشان قرآن کے باب ۹ کے ہم فقرے پر مبنی ہو۔ مضمون اس فقرے کا یہ کہ جب محمد صلعم و حضرت ابو بکر صدیق دونوں ایک غار کوہ بین مسکون تھے محمد صلعم نے اپنے رفیق سے کہا کہ منعموم و متفکر و مترو و منو خدا ہمارے ساتھ ہو۔ خدا نے اپنی تھما آسمان سے بھیجی ہو اور فوج غیبی سے میری مدد کی ہو اور کفار کے طریقوں کو پانگرتہ و بالا کر دیا ہو۔ کلمہ الہی بڑا قوی ہو اور سب سے بالاتر۔ خدا بڑا قادر مطلق و دانا ہو۔ تیکے کے وہ اشخاص فرقہ بیکتاشی جو کسی تنفس کو مرید یا چیلہ بنانے کے لیے شیخ کی حضور میں حاضر کرتے ہیں رہبر کہلاتے ہیں۔ جو اشخاص کہ بروقت اسکے داخل ہونے کے اس فرقے میں اسکے ہمراہ تیکے میں آتے ہیں ترجمان کہلاتے ہیں۔ رہبر تیکے ہاتھ میں تبر بشکل عصا ہوتا ہو۔ وہ رسی جو بروقت اسکے داخل ہونے کے تیکے میں اول مرتبہ ڈالی جاتی ہو وہ بند یا تہ بند کہلاتی ہو۔ باجہ جو بیکتاشی بجاتے ہیں بنا

لفظ نامزد ہی۔ اسکو خدا کے نام پر وود بھی کہتے ہیں۔ اس فرقے کی مخفی علامات
الفاظ تبرا و تو لایین مشتعل ہیں۔ تبرا کے معنے دور کے ہیں اور تو لای کے معنے نزدیک
کے۔ ان دونوں الفاظ سے یہ مراد ہے۔ نزدیکی محبت و دوری از مکر و فریب
دوسری بندش حبکو بیخ یا بند کہتے ہیں الفاظ مندرجہ ذیل میں مشتعل ہیں۔
وہ شامہ تلقین یعنی استاد جملہ پیر یا بانی فرقہ ماو منتسا تھا۔ منت کے پورا
کرنے کو عہد وفا کہتے ہیں۔

ذکر و از دہ امام فرقتہ بیکتاشی

کہتے ہیں کہ محمد نبی اہل اسلام علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے یہ کہا تھا کہ میں سے
نہ تو نماز نہ روزہ نہ حج نہ زکوٰۃ چاہتا ہوں تم صرف میرے خاندان کی خبر گیری کرنا
مصرف رنا کرو۔ محمد صلعم کے صرف ایک لڑکی تھی موسوم بفاطمہ۔ اپنی اس دختر
کو انھوں نے اپنے بھائی حضرت علیؑ سے منسوب کر دیا تھا۔ علیؑ دی درویش اور
بالتخصیص اشقی ص فرقتہ بیکتاشی بیان کرتے ہیں کہ محمد صلعم نے حضرت علیؑ کو اپنا
جانشین یا خلیفہ مقرر کیا تھا لیکن سنی اس بات سے انکار رکھتے ہیں اور وہ انکے
اس قول کو غلط سمجھتے ہیں۔ فاطمہ کے دو لڑکے حسن و حسین تولد ہوئے تھے۔ اسیکے
محمد صلعم کے کوئی لڑکا پیدا نہوا تھا اسیلئے وہ ان دونوں لڑکوں سے کمال اُلفت
و محبت رکھتے تھے۔ یہ دونوں ول امام اہل اسلام ہیں۔ اگرچہ بہت سے اہل اسلام انکے
حق جانشینی سے منکر ہیں لیکن چونکہ وہ اولاد محمد صلعم سے ہیں اسیلئے وہ قابل ادب
و محبت و تعظیم و تکریم ہیں حسن علیہ السلام زہر ہلاہل سے مارے گئے اور مدینہ میں
دفن ہوئے اور حسین علیہ السلام کو یزید بن معاویہ نے قتل کیا اور وہ کربلا میں مدفون
ہوئے۔

چوتھے امام زین العابدینؑ فرزند حسینؑ تھے انکو مروان فرزند یزید نے قتل کیا

اور وہ مدینہ میں دفن ہوئے۔

محمد باقر امام پنجم کو ہاشم فرزند عبدالمکک نے قتل کیا اور وہ مدینہ میں مدفون ہوئے۔
جعفر الصادق امام ششم منصور کا نوکر کے ہاتھ سے مقتول ہوئے اور مدینہ میں دفن۔
امام ہفتم کو کہ موسیٰ القاسم تھے یاروان الرشید نے انکو زہر دار کھلا کر قتل کیا اور
مقتول بنداوین دفن ہوئے۔ اس مقام کو اب بھی آقاہی لکھتے ہیں۔

امام ہشتم علی موسیٰ الرضا تھے۔ وہ خلیفہ میمون کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور
خراسان میں دفن۔ اس مقام کو اب مشہد اللہ کہتے ہیں۔

محمد تقی امام نہم خلیفہ مستقیم کے ہاتھ سے مارے گئے اور بمقام سارو واقع متصل
بنداو دفن ہوئے۔

علی نقی امام دہم کو بھی خلیفہ مستقیم نے قتل کیا اور انکو بھی اسی مقام پر دفن کیا۔
حسن العسکری امام یازدہم کو خلیفہ متعصن نے قتل کیا اور یہ مقتول بھی اسی مقام
پر دفن ہوئے۔

کہتے ہیں کہ مہدی امام دوازدہم پندرہویں ماہ شعبان ستائیس ہجری کو عجیب
طور سے بمقام سارو غائب ہو گئے۔ اس مقام پر ایک غار کو وہ جہاں سے کہتے ہیں
کہ وہ پھر پیدا ہونگے اور تمام درویشوں اور تمام مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ
ضرور پیدا ہونگے اور پردہ زمین پر بطور شاہ سلطنت کریں گے۔ یہ تمام فرزند حضرت
امام حسین کے تھے حضرت حسن کے بھی لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہوئی تھیں حسن
وحسین کے پوتے و پوتیاں اس قتل سے محفوظ رہے اور انکی اولاد سے سید نکلے۔

سید سیر عمامہ باندھتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ وہ نبی کے خاندان میں سے ہیں کہتے ہیں
کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلعم کو حکم دیا تھا کہ سیر زنگ کا استعمال کیا کرو سید و قسم کے
تھے ایک تو وہ جو فاطمہ کی اولاد سے تھے۔ دوسرے وہ جو حضرت علی کی دوسری

قبیلہ سے تولد ہوئے تھے۔ جو یہ کہ اولاد فاطمہ بین سے نہیں ہیں اُنکو سید عکوفہ کہتے ہیں یا امیر۔ سید ولایت روم بین نسبت باقی اور مسلمانوں کے حکومت کے باب بین کسی صورت سے مختلف ہیں۔ اُنکے لیے نقیب الاشراف جو قسطنطنیہ میں رہتا ہو مقرر ہو اور وہ اسی کے زیر حکم رہتے ہیں۔ ولایت روم بین جو کوئی سید ہونیکا دعوت کرے چاہیے کہ ایک سند با نبات اپنے کرسی نامے کے اپنے پاس موجود رکھتا ہو۔

کتاب مذہبی فرقہ بیکتاشی سے ترجمہ مندرجہ ذیل درباب مختلف نماز و عمارت کہ اُنکے تکیے میں مستعمل ہیں کیا گیا ہو۔

۱۔ بروقت رکھنے تاج یا کلام کے سر پر وہ تجسیر پڑھتے ہیں یعنی اللہ اکبر کہتے ہیں

۲۔ ویسی ہی

۳۔ ایضاً۔

۴۔ جب کوئی درویش بطور زمان تکیے میں آتا ہو۔

۵۔ جب وہ اندر کے دروازے پر پہنچتا ہو۔

۶۔ جب وہ دروازے کے اندر داخل ہوتا ہو۔

۷۔ جب وہ اول قدم دروازے کے آگے رکھتا ہو۔

۸۔ جب وہ دوسرا قدم رکھتا ہو۔

۹۔ جب وہ تیسرا قدم رکھتا ہو۔

۱۰۔ جب وہ چوتھا قدم رکھتا ہو۔

۱۱۔ جب وہ مرشد یعنی شیخ کے نزدیک پہنچتا ہو۔

۱۲۔ جب وہ اسکو نذر پیش کرتا ہو۔

۱۳۔ جب وہ اُسکے آگے اس طور سے کھڑا ہوتا ہے کہ دونوں ہاتھ چھاتی پر قاطع کرتے ہوئے جاتے ہیں اور کندھوں تک پہنچتے ہیں اور دائیں پیر کا انگوٹھا یا بین پیر کے انگوٹھے پر ہوتا ہو اسکو وار وار ماک کہتے ہیں۔

۱۴۔ ویسے ہی نماز جبکو وار منصور کہتے ہیں۔ یہ نام حضرت منصور سے نکلا ہے جو دار پر چڑھائے گئے تھے۔

۱۵۔ ویسے ہی موقع پر

۱۶۔ نماز گناہوں کے لیے۔

۱۷۔ ایضاً

۱۸۔ نماز گناہ گلبا کاسہ یا نماز گناہ سود و فطی و غلطی یا و شکر نعمت رزاق

۱۹۔ نماز تکبیر خیر و آب و دست یعنی نماز پوشاک چغہ و نشست گاہ کے لیے۔

۲۰۔ ایضاً صرف خرقے کے لیے۔

۲۱۔ ایضاً

۲۲۔ صدائی یا عا ہ کے لیے۔

۲۳۔ ایضاً

۲۴۔ ترجمان شہیم تاش

۲۵۔ ایضاً

۲۶۔ ایضاً

۲۷۔ نماز تکبیر آلف لام و تنویر و پانگ پر۔

۲۸۔ پانگ پر۔

۲۹۔ ایضاً۔

۳۰۔ آلف لام پر۔

- ۳۱- کبیر یا پر۔
- ۳۲- ایضاً۔
- ۳۳- تنوریہ پر۔
- ۳۴- منگوشس پر۔
- ۳۵- چراغ یا شمع پر بعد دلیل کے یا بروقت ادائے رسمیات دروازہ بیرون پر۔
- ۳۶- ایضاً۔
- ۳۷- ایضاً۔
- ۳۸- ایضاً۔
- ۳۹- چلاک یا کوڑھی پر۔
- ۴۰- کشکول یعنی پیالہ درویش پر۔
- ۴۱- نماب کی پوستا کی پر۔
- ۴۲- پوستا کے ببرجی پر۔
- ۴۳- چہار یار یا اول چار خلیفون پر۔
- ۴۴- قربانی پر۔
- ۴۵- بروقت اجازت طلب کرنیکے شیخ سے کھانا کھانیکے لیے۔
- ۴۶- بروقت بچھائے میز کے۔
- ۴۷- میز پر۔
- ۴۸- بروقت بیٹھنے کے میز پر۔
- ۴۹- خاکروب کمرہ تکبیر پر۔
- ۵۰- بروقت ترجمان یا غسل۔

- ۵۱۔ دروازے پر۔
 ۵۲۔ درہ منصور پر۔
 ۵۳۔ پانی یا کسی اور مائی کے دینے والے پر۔
 ۵۴۔ بروقت سلام۔
 ۵۵۔ خدمتگاروں و ہمراہیوں پر۔
 ۵۶۔ جھنڈے پر اور اس ماتم پر جو قتل حسن و حسین کے باب میں ہوتا ہے۔
 ۵۷۔ جھنڈے پر۔
 ۵۸۔ اس چراغ پر جو بیچ کے پتھر پر رکھا جاتا ہے۔
 ۵۹۔ بروقت خالی کرتے کشکول کے میز پر۔
 ۶۰۔ تیر و فگنی و چٹاک پر جو اشخاص فرقہ بیکتاشی سلفہ دور و دراز میں بالتخصیص اپنے ہمراہ رکھتے ہیں۔
 ۶۱۔ بروقت باندھنے کمر بند کے۔
 ۶۲۔ اشک منگوش پر جو بطور حلقہ گوش استعمال میں آتا ہے۔
 ۶۳۔ جمجمہ پر یعنی اس کھال پر جو فرقہ بیکتاشی بروقت سیاحی و مسافری کندھوں پر ڈالتے ہیں۔
 ۶۴۔ ترجمان دلک پر یعنی ان موزون پر کہ وہ ٹانگوں میں پہنتے ہیں۔
 ۶۵۔ لیونک یعنی لمبی قمیص پر جو وہ پہنتے ہیں۔
 ۶۶۔ ملفہ یعنی کشادہ لباس پر جو وہ پہنتے ہیں۔ انہیں سے دو اخیر اس لباس سے متعلق ہیں جو کہ محمد صلعم نے بروقت اس بیان کے کہ علی میرا جسم ہو اور خون اور روح اور گوشت اور میری روشنی اور اسکی روشنی دونوں ایک ہیں پہنتے تھے۔

۶۷۔ سب سے پہلے بندیا رستی پر جو مرید تازہ کے گلے میں بروقت اس کے داخل ہونے کے
تکھے بن ڈالی جاتی ہو۔

۶۸۔ شربت پر۔

۶۹۔ حلقہ گوشہ پر۔

۷۰۔ قربانی پر۔

۷۱۔ بروقت جہامت کے۔

۷۲۔ بروقت داخل ہونے کے تکھے میں۔

۷۳۔ بروقت داخل ہونے کے دروازے میں۔

۷۴۔ بروقت قدم لینے کے۔

۷۵۔ بروقت آنے کے شیخ کے نزدیک۔

تازہ و دعا ہائے مرقومہ بالا میں سے چند کا ترجمہ ذیل میں درج ہے۔

بعض قومیں سے اہل اسلام کی دعا و نماز روزمرہ سے بالکل ملتی ہوئی ہیں
اور بہت سی باہم ایک دوسری سے ایسی منشا بہ ہیں کہ وہ دلچسپ و دلپسند نہیں
اور نہ کچھ خصوصیت درویشوں کے فرقوں کی اس سے ظاہر ہوتی ہو۔ لفظ ترجمان
یعنی مترجم بھی کچھ ایک نماز کے معنی دینا ہر لیکن صرف باب مذہب و مذہبان
میں ہوا۔

۱۔ ترجمان دروازہ۔

میں نے اپنے سرور روح کو دروازہ توبہ پر رکھا ہوتا کہ میرا جسم مثل سونے کے
خالص و صاف ہو جائے۔ میری استدعا و شیخ تجھے یہ کہ تو ازراہ عہدہ اپنی اپنے
درجے سے اتر کر اپنی آنکھیں ایک خطے کے لیے مجھ فقیر کی طرف پھیرے۔
۲۔ ترجمان بروقت نذر پیش کرنے کے شیخ کو۔

چونٹی سلیمان فرزند داؤد کے لیے زانوسے ٹڈہ بطور نذر و پیشکش لائی ہو۔
 اوشیخ توسلیمان ہو اورین تیری چونٹی۔ میری اس حقیر پیشکش کو منظور و مقبول کر۔
 ۳۔ ترجمان بروقت سلام کرنے کے شیخ و درویشوں کو۔

سلام علیک۔ اوپروان راہ راست و بزرگان روشنی حقیقت۔ مریدان
 علم حقیقت۔

۴۔ بروقت استدعا کے معافی خطا۔

اوشیخ صاحب مجھے خطا سزا ہوئی ہے۔ علی المرتضیٰ کے واسطے میری خطا معاف
 کرو۔ حسین شہید کربلا کے لیے مجھے بخشو۔ اوشیخ صاحب مجھے خطا ہوئی ہے۔
 ۵۔ بروقت پہننے فنا کی کلاہ کے۔

علامت جلیل القدر و تیس الکورا و علامت کبیر یاسائیس علی بزرگ و علامت
 اشخاص مغفور خاندان بزرگ امام رضا۔ اس کلاہ کے پہننے کی مجھ کو اجازت دو
 کیونکہ میں اسکی تاخیر کا کمال معقد ہوں۔

۶۔ بروقت پہننے سنگ ہشت گوشہ کے جسکو تسلیم تاش کہتے ہیں۔

اواللہ رسم و آیین مریدان میرا ایمان ہو۔ اسمیں شک نہیں کہ وہ اب ہم سے
 کمزور خاطر ہو اور میرے دل میں جاگزین۔ بروقت پہننے تسلیم کے اواللہ دین
 آپکو تیرے سپرد کرتا ہوں اور تیری طرف مشغول ہوتا ہوں۔

۷۔ بروقت پہننے حلقہ گوش کے

علت غائی ترقی ہر شے۔ حلقہ گردن اوج و ترقی۔ علامت اشخاص ہشتی
 بخشش شہید شاہ حسین۔ لعنت بریزید۔

۸۔ تکبیر تسلیم تاش

اللہ۔ اللہ۔ بنام اللہ کہ رحیم و کریم ہو۔ خدا نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا تھا کہ تم

اپنی لکڑی کو اس تجھ پر مارو۔ مجھ کو اس عمل کے بارہ چشمے پیدا ہو گئے (دیکھو باب دوم قرآن فقرہ ۵۷)۔ ہم نے تمہارے سروں پر بادل بھیجا تھا۔ ہم نے تمہارے لیے من اور سلوا بھیج کر یہ کہا تھا کہ اس خوراک خوشگوار کو کہ ہم نے بھیجی ہو کھائے تھے اپنے حق میں آپ زیادہ تر نقصان کیا ہی یہ نسبت میرے (دیکھو قرآن باب دوم فقرہ ۵۷)۔

۹۔ تکبیر الف لام و پانک

خدا ان مومنین سے راضی ہوا ہی جنہوں نے کہ اپنا ماتھ زیر درخت بطور علامت وفاداری تجھے پکڑا یا تھا۔ وہ ان کے دلوں کے خیالات سے واقف تھا یعنی وہ جانتا تھا کہ ان کے دلوں میں کیا خیالات گزرتے ہیں۔ اُسے انکو اسن و امان بخشا اور جلد انکو فتح نصیب کی۔ اخیر میں وہ یاد از بلند کہتے ہیں۔ او محمد۔ او علی۔ قرآن باب ۴۸۔ فقرہ ۱۸۔

۱۰۔ تکبیر الف لام اند بروقت مست یا قسم مجر دی و نا کتخانی۔

میں خیال شادی کا دل سے یک قلم محو کرتا ہوں اور میں اس کمر بند کی قسم لکھتا ہوں کہ میں اپنے قول پر صادق رہوں گا (وہ تب باب ۱۱۲۔ قرآن کا پڑھتا ہو اور شیخ مرید سے کہتا ہو کہ خدا نہ تو جنتا ہو اور نہ جنتا ہو اور کوئی اسکا ثانی اور شریک نہیں ہو)

۱۱۔ ترجمان کبیر

میں تیرے گھوڑے کے ہمراہ رہنے سے کبیر بنگیا ہوں۔ تیرے قدموں کے نیچے میں مدت سے تکبیریں اٹھاتا آیا ہوں۔ محمد صلعم کہتے ہیں کہ میں سردار جمیع پیغمبران بنا ہوں۔ تم شیخ صاحب سب چیزوں کو دیکھتے ہو یعنی تم سے کچھ چھپا نہیں۔ تم سب چیزوں کو جانتے ہو۔ تم ہی میرے لیے سب چیز ہو۔ یعنی تم سب چیزوں سے

زیادہ تر عزیز ہو۔

۱۲۔ ترجمان تنوریہ

او تم جو اس راہ پر جان نثار ہو اپنے پیروں سے لگے رہو اور آوارہ و سرگردان اور طرف نہ پھرو۔ تمہارے دل سے حیدر یعنی علیؑ نکلتا ہو۔ اس پتھر کو اپنے کان میں لٹکاؤ اور غلام بنو اور شاہ آرٹن کے پاس آؤ۔ اور سامیئیں علیؑ کے سامنے بیٹھو۔
۱۳۔ ترجمان چراک یعنی روشنی۔

بعد درس کے پیر نے ترکیب نبھانے چراغ کی بیان کی ہو۔ اللہ میرا دوست ہو۔ حق۔ ہو۔ آرزو۔ عاشق۔ وفادار جو آتش عشق میں جلتے ہیں۔ جاگنے والا۔ آمین جم۔ آمین جم نام اس جگہ کا ہے جہاں وہ جمع ہوتے ہیں۔ محبت میں ثابت قدم رہنے والے۔ شاندار روشنی۔ فخر جمیع درویشان۔ قوانین جمیع انسان۔ شاہ خراسان۔ قسم۔ حسن محمد و کمالیت علیؑ۔ ہو۔ دوست۔

۱۴۔ اسی باب میں۔

اللہ۔ اللہ۔ اپنے اس چراغ کو بالا ہو۔ فخر جمیع درویشان در باب عشق خدا۔ محبوب مالکان دارین۔ ہر جمیع پیغمبران۔ محبوب اس شخص کے جس نے کہ چشمہ کو تر سے پانی دیا تھا۔ علیؑ منتخب و مقبول خدیجہ جو عورات میں سب سے بہتر تھیں۔ پر کے بارہ دل۔ سردار اولیا۔ فرزندان علیؑ و امام حسینؑ و امام حسینؑ۔ واسطے چودہ پاپ قربانیوں فرزندان امام حسینؑ و خاندان آل عبا کے (یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ پیغمبر نے ایک مرتبہ اپنی عبا یا چٹہ کے نیچے علیؑ و حسینؑ و فاطمہؑ کو اور خود آپ کو بھی لیا تھا) واسطے محبت حضرت خون گیر۔ قطب اولیا خدا کے کہ وہ مار و زراخیر الفت حاجی بیگناش دلی جلتا اور روشن رہے۔ قسم حسن پیغمبر و کمالیت علیؑ۔ ہو۔

۱۵۔ ایضاً۔

روشنی او لیا۔ روشنی افلاک۔ خدا کرے کہ یہ مقام مثل کوہ طور ہو جائے جہاں
موسیٰ نے روشنی خدا دیکھ کر اسکی پرستش کی تھی۔ جب کبھی توروشن ہو خدا کرے
کہ تیرا روشن کرینو الا محمدؐ اور علیؑ کے لیے دعائیں مانگے۔

۱۶۔ ترجمان چلک۔ یعنی لکڑی۔

جو مسئلہ تثلیث کے معقد ہیں انکو موت آئے۔ کہو کہ سوائے علیؑ کے وہ کھلتے نہیں۔
سوائے تلوار ذوالفقار کے کوئی اور تلوار نہیں۔ (یہ قرآن سے منقول ہے)

۱۷۔ ترجمان کشکول۔

غریب دروازہ علیؑ۔ فقیر کشکول درگاہ یعنی تکبیر۔ سند عاشقان بنام علیؑ۔ ہو۔
دوست۔ اے واللہ۔

۱۸۔ ترجمان پوست۔

میں ایک حسین دوست کے چہرے کی طرف دیکھتا ہوں۔ او شخص درجہ اعلیٰ
(یعنی شیخ) تو داوروین رکھتا ہو تیرا مقام جائے ایلست ہو (یہ اشارہ قرآن
کے تیسرے باب کے ۱۷۔ فقرے کی طرف ہو) اہل اسلام کا یہ اعتقاد ہو کہ روشنی
پیغمبران بجانب خدا انکی پیشانیوں پر اور ماہین دونوں آنکھوں کے وار دہوئی
تھی۔ وہ اس بات کے بھی معقد ہیں کہ خدا پرست و عابد و پاسا درویش اپنی
آنکھیں بند کر کے ایسے خیال اتی میں محو ہو جاتے ہیں کہ بزور قوت تنچیلہ اپنی پیشانی
پر شکل اپنے فرقے کے پیر کی پیدا کر لیتے ہیں۔ یہ آیت بمنزلہ اقرار یا مسنت مانی جاتی
ہو۔ پوستکی چار فرشتگان مقامات خدا ہیں۔ مراد چار فرشتوں سے یہ ہے۔

۱۔ شریعت۔ ۲۔ طریقت۔ ۳۔ حقیقت۔ ۴۔ معرفت۔ قسم حاضرین و غائب
آمین ہم۔ ابون لہ۔ ہو۔

۱۹۔ ترجمان۔ کربان۔

قسم قربانی حضرت اسماعیل جبکہ باب میں خدا نے بذریعہ حضرت جبریل حکم بھیجا تھا ہو۔ دوست۔ اے واللہ۔

۲۰۔ ترجمان میں۔

یہ تمام مضمون باب ۷۷۔ قرآن فقرات ۸ و ۹۔ و باب ۵۔ فقرہ ۱۱۴

۲۱۔ ترجمان۔ بروقت داخل ہونے کے کیجئے میں بطور مہمان۔

اللہ ہمارا دوست ہو۔ ساکنین تکبہ کو خوشی نصیب ہو۔ محبت و اخلاص آنکو جو خوشدل ہین۔ تمام فقرائے حاضرین کو۔ پیروں اور اوستادوں کو۔ نابھوں کو ساکنین اس مکان شاہ یعنی علی کو۔

۲۲۔ گلبرگ یا بسم اللہ جو یہ فرقہ کھانے سے پیشتر پڑھتا ہو ذیل میں درج ہو۔

اول اللہ۔ اللہ۔ قسم ہو صور اسرافیل کی۔ قسم ہو کبیر کی۔ قسم ہو روشنی مسجد (یعنی پیغمبر کی) و محراب و ممبر کی۔ قسم ہو شاہ پیر حاجی بیکناش ولی سرور کی۔

قسم ہو نفس ۳ و ۵۔ و ۷۔ و ۱۰۔ حقیقی اولیاءوں کی۔ ہم تیرے شکر گزاریں ہو۔

اعداد مرقومہ بالا سے اُن رجال الغیب کی طرف اشارہ ہو جو ہر صبح موافق

اعتقاد اہل اسلام کعبہ واقع مکہ میں حاضر ہوتے ہین اور حکم اُنہی تمام روئے زمین پر

انسان کے کاروبار کے اہتمام کے لیے پھرتے رہتے ہین۔ تین اول میں سے ایک کو

قطب بامر کر کہتے ہین اور دوسرے اور تیسرے کو امین۔ ایک تو انہیں سے قطب

کے دائیں ہاتھ کو اور دوسرا بائیں ہاتھ کو کھڑا رہتا ہو اور وہ تمام کعبہ کی چوٹی

پر کھڑے رہتے ہین۔ آنکو اہل تصرف بھی کہتے ہین اور وہ کبھی کتے سے ہتھتے نہیں۔

چار اور میں جو اوتاد کہلاتے ہین۔ وہ روئے زمین پر پھرتے رہتے ہین۔ سات اور

ہین جنکو اخبار کہتے ہین۔ وہ بھی مثل اُنکے روئے زمین پر پھرتے رہتے ہین۔ ۴۰۔ کو

نہیں کہتے ہیں اُنکے بھی کام وہ ہی ہے۔ علاوہ اُنکے ستر اور ہین جنکو تو ویلا یا بندہ
 کہتے ہیں۔۔۔ کو نکایا یا نائب کہتے ہیں اور اُنکا کام بھی ویسا ہی جیسا کہ باقیوں کا۔
 صبح کا وقت یہ تمام کئے کو جاتے ہیں اور حال روز گذشتہ کا قطب سے بیان
 کرتے ہیں اور نماز پڑھ کر پھر دُعا مانگتے ہیں اور اسطرح سے دورہ کرتے
 رہتے ہیں۔

صور بیکتا نشی جب کا ذکر کہ نمازون مرقومہ بالا میں ہوا ہے جنگلی بکری کے سینک
 کے شکل کا ہوتا ہے۔ اُس صور کو لفر کہتے ہیں۔ غالباً بیاد گاری صور اسرافیل وہ
 قرار دیا ہو گا۔ جب صور بیکتا نشی بجتا ہے درویش آرام کرتے ہیں اور اپنے جسم
 کو تانہ۔۔۔ بذریعہ صور بیکتا نشی اُس فرقے کو خوف و اندیشے سے کہ پیدا ہونے والا ہو
 مطلع کر دیتے ہیں اُسکو یا ودود بھی کہتے ہیں جیسا کہ سابق بیان ہوا۔

بوسفرس کے اسطرح جو بجانب ایشیا واقع ہے ایک چھوٹا گاؤں ہے موسوم
 بقبر و ان کیوں کی ازمانہ قدیم میں اُسکو چیلسی ڈن کہتے تھے اس گاؤں میں ایک
 قبر ہے جسکی زیارت کو عابد اور وہمی مسلمان اکثر جاتے ہیں۔ اس قبر میں ایک
 درویش فرقہ بیکتا نشی موسوم بہ عرب چاش مدفون ہوا ہے۔ بھمد شیخ الاسلام آتی
 وزمانہ ریاست سلطان احمد عرب چاش گورنمنٹ کا پیغمبر تھا۔ چاشی یا پیامبر کو
 حکم ہوا تھا کہ اسری نیازی افندی کو شہر الیمیا میں جلا وطن کر نیکو لیجاؤ۔ راہ میں
 اس پیغمبر نے دیکھا کہ جسوقت قیدی نماز بسم اللہ پڑھتا ہے اُسکی ہتکڑیاں کلائی پر
 سے کٹ کر گر پڑتی ہیں۔ یہ حال دیکھ کر اس پیغمبر کو یہ گمان ہوا کہ شاید کسی ترکیب سے
 قیدی ہتکڑیاں کاٹ ڈالتا ہو پس اُس نے دوسری ہتکڑیاں اُسکے ہاتھ میں ڈال دیں
 باوجود اُسکے پھر وہی صورت ظہور میں آئی یعنی نماز بسم اللہ پڑھتے ہی اُسکی ہتکڑیاں
 کٹ کر گر پڑیں تب اُسکو یقین ہوا کہ یہ اثر اہلکی پارسائی کا ہو پس وہ اُسکا بدرجہ تھا۔

ادب کرنے لگا۔

آلمیا میں پہونچکر یہ پیغامبر اپنے عہدہ چاش سے مستعفی ہو کر اس عابد و خدا پرست شخص کے ساتھ پندرہ سال تک وہیں رہا۔ بعد انقضائے اس عرصے کے اس جلاوطن نے اپنے رفیق سے کہا کہ اب میری موت آئی ہو اور میں مرا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر اُس نے اپنی تسلیم تاش کہ اسکی گردن میں ہمیشہ پڑی رہتی تھی اتار کر اُسکے ہاتھ میں دی۔ اور اپنا کمر بند بھی کمر سے کھول کر اُسکے حوالے کیا اور کہا کہ تم استنبول کو واپس جاؤ۔ وہاں تمہارا قبیلہ کسی اور شخص سے شادی کیا چاہتا ہو۔ پس تم بھی اس شادی میں پلاؤ زردہ جا کر کھاؤ۔ وہ استنبول میں عین اسی وقت پہونچا جبکہ رسمیات شادی پورے ہو چکنے کو تھے۔ وہاں پہونچکر جب اُس نے اپنی قبیلہ پر ظاہر کیا کہ میں تیرا شوہر ہوں اور اس باب میں اُس نے اسکی بخوبی تسلی خاطر کر دی اور اُسکو یقین کھلی ہوا کہ فی الحقیقت بیان اسکا درست ہو تب وہ شادی موقوف ہوئی اور وہ اپنے پہلے شوہر کی بی بی بنگلی اور اُسکے ساتھ ہم بستر ہونے لگی۔ بعد وفات عربی چاش دیہ مردوان کیوں میں دفن ہوا اور اُسکے وہ فرقہ بیکتاشی میں بڑا مشہور و معروف درویش ہو گیا تھا اسلیے اسکی قبر کی بڑی زیارت ہوتی ہو۔ تمام فرقہ ہائے درویشان بنا اپنے مذہب و ملت کی قرآن اور حدیث پر قائم کرتے ہیں۔ حدیثین بعد وفات محمد اصحابوں یا اُنکے جانی دوستوں سے کہ اُن سے ہم کلام ہوا کرتے تھے سنکر فراہم کی گئی ہیں۔ بہت سی حدیثیں ایسی بھی ہیں جو ایسے شخصوں سے سنی گئیں جنہوں نے کہ اُنکو چشم خود دیکھا تھا بلکہ کئی پشت گذر گئی ہیں اُس میں اکثر نو مسلمین یا مسائل باب اخلاق یا مذہبی یا وہ ہائیں بھری ہیں جو کہ اُسکے اپنے خانگی امور سے متعلق ہیں اور قرآن میں درج نہیں جیسے کہ عبارت قرآن کی مبہم ہو ویسی ہی حدیثیں بھی مبہم ہیں بلکہ اُس سے بھی زیادہ۔ جو شجاکا

کہ اُس زمانے کے اہل عرب کی خصلت دریافت کیا جاتے ہیں اُنکے لیے وہ البتہ فائدہ بخش متصور ہیں۔ اُسے خصلت محمد صلعم کی بھی معلوم ہوتی ہو اور یہ بھی دریافت ہوتا ہو کہ اُنکی لیاقت کیسی تھی۔ حدیثین زبان عربی و فارسی میں مع شرح موجود ہیں اور اُنکا ترجمہ زبان ترکی میں بھی ہوا ہے۔ جو کوئی مسئلہ درویشان قرآن سے مطابقت نہیں کھاتا ہو وہ کہہ دیتے ہیں کہ چار بڑے شارحین قرآن میں سے ایک نہ ایک سے مطابقت کھاتا ہو۔ بیان گذشتہ سے ظاہر ہوتا ہو کہ فرقہ بیگیتاشی علیٰ کو بہت مانتے ہیں۔ وہ بارہ امام سے کہ علیٰ کی اولاد میں سے ہیں بڑی محبت رکھتے ہیں۔ جو حدیثین پیغمبر صلعم کی کہ وہ نقل کیا کرتے ہیں ذیل میں درج ہیں۔

بین مذہبی و روحانی علم کا شہر ہوں۔ اور علیٰ اسکا دروازہ۔ علیٰ دروازہ شہر وسیع و فراخ کا ہو۔ جو کوئی اُس دروازے میں داخل ہو وہ اصلی مومنین میں سے ہو اور جو کوئی اُس راہ سے منحرف ہو وہ کافر ہو۔

کہتے ہیں کہ قرآن کے باب دوم کے ۵۵۔ فقرے کے روحانی معنی وہ ہی ہیں جو اوپر بیان ہوئے ترجمہ اُس فقرہ ۵۵۔ کا ذیل میں درج ہو۔

اِس شہر میں داخل ہو اور جو دولت کہ اُس میں موجود ہو اُس سے حسب دلخواہ نفع اٹھاؤ لیکن بروقت داخل ہونیکے اُس شہر میں بسجدہ کر کے کہو کہ اود خدا پھر ہمپر رحم کر اور وہ تمھارے گناہ معاف کریگا کیونکہ خدا نے کہا ہو کہ میں انجی بخش اُنکو عطا کرونگا جو ایمان دار عادل و منصف ہیں۔ علیٰ اور اُسکے پیروان کو روز حشر مغفرت ہوگی۔

کیفیت ادخال مرید تازہ بہ فرقہ بیگیتاشی

مرید تازہ کو جس فرقے میں داخل کرنے کے لیے یہ ضروری ہو کہ دو درویشان اُس کیسے کے جو رہ کر ملامتے ہیں مرشد یعنی شیخ سے اُسکی اچھی سفارش کریں۔ جس شخص کو

کہ مرید تازہ شیخ کی ملاقات کو جاتا ہو وہ اپنے ہمراہ ایک بھٹیہ قربانی کے لیے اور روپیہ موافق اپنی استعداد کے نذر دینے کی واسطے لیجاتا ہو۔ یہ روپیہ بعد ازاں بارہ درویشوں میں کہ اس کام کے لیے تکیے میں مقرر ہوتے ہیں تقسیم ہو جاتا ہو۔ بھٹیہ دروازے پر قربان کیجاتی ہو اور اسکی اون سے رستی بنا کر مرید تازہ کی گردن میں ڈالی جاتی ہو۔ کچھ اون اُسمین سے باقی رکھتے ہیں تاکہ اسکا تہ بند مرید تازہ کے لیے بنایا جاوے اور وہ اسکو بعد ازاں کام میں لاوے۔ بعد اختتام رسمیات تمام درویش تکیے کے گوشت اس بھٹیہ کا پکا کر کھاتے ہیں۔ چونکہ راز و اسرار درویشان مخفی ہوتے ہیں اسلئے بروقت اجتماع بڑی احتیاط کیجاتی ہو کہ کوئی تکیے میں چھپکر انکو سننے نہ پاوے۔ دو درویش اسوقت دروازے کے باہر پہرہ دیتے رہتے ہیں۔ تین درویش اور تکیے کے اندر کار و خدمات میں مصروف ہوتے ہیں۔

مرید تازہ کے قریب تمام کپڑے اتار لیتے ہیں اور اس باب میں بڑی احتیاط کیجاتی ہو کہ کوئی شیخ از قسم و کھات اسکے پاس نہو۔ مراد اس سے یہ ہو کہ مرید تازہ بروقت داخل ہونے کے اس فرقی میں اپنی مرضی سے ترک دنیا و دولت و دیگر ترغیبات دنیوی کرتا ہو۔ اگر وہ مجرد اقرار ہو اچاہتا ہو یعنی وہ یہ منت رکھتا ہو کہ میں کبھی شادی نہ کروں گا تو اسکے تمام کپڑے بدن کے اتار لیتے ہیں اور اسکو بالکل ننگا کر دیتے ہیں لیکن در صورت دیگر صرف اسکی چھاتی ہی ننگی کیجاتی ہو۔ رستی اسکی گردن میں ڈالکر وترجمان اسکو تکیے کے کمرے میں لیجاتے ہیں۔ مرید تازہ تکیے میں داخل ہو کر بارہ درویش بیٹھے ہوئے دیکھتا ہو۔ ان بارہ میں ایک مرشد یعنی شیخ ہوتا ہو۔ ہر ایک کے سامنے ایک ایک چراغ یا شمع روشن ہوتی ہو۔ مرید تازہ کو بارہ گونجے کے پتھر کے پاس کہ مرکز کمرے میں ہوتا ہو اور میدان تماشہ کہلاتا ہو لیٹانے ہیں اور اسکو حکم دیتے ہیں کہ اسپر اسطر حاکم ہو کہ دونوں بازو چھاتی پر

تقاطع کرتے ہوئے دونوں ہاتھ دونوں کندھوں پر ہوں۔ اسکو توہین کسمک کہتے ہیں۔ مراد اس سے یہ ہو کہ مرید تازہ بکمال ادب و اطاعت گردن جھکا تاہو۔ اسکے دائیں پاؤں کا انگوٹھا بائیں پاؤں کے انگوٹھے پر ہوتا ہو اور اسکا سر دائیں کندھے کی طرف جھکا ہوتا ہو اور اسکا تمام جسم شیخ کی طرف۔ ترجمان مین سے ایک شیخ سے مخاطب ہو کر کہتا ہو کہ میں تمھارے واسطے ایک کوا یعنی غلام لایا ہوں اور تب اُسے استفسار کرتا ہو کہ آیا آپ اسکو غلامی میں لیونینگے۔ چنکر شیخ خاموش ہو جاتا ہو اور اسے طرح اسکو منظور کرتا ہو۔ مرید رہنما کے چچے شیخ کی طرف مخاطب ہو کر عفو تقصیر موافق بیان مندرجہ ذیل چاہتا ہو۔

میں نے غلطی کی ہو۔ میری خطا معاف کر دیجئے صاحب علی کیواسطے جو مقبول آئی ہو اور حسین کا واسطہ جو شہید کر بلا ہو۔ مجھے قصور نسبت اپنے خالق کے سرزد ہوا ہو اور میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔

اسکی خط یہ ہو کہ وہ اب تک اس فرقے میں داخل نہوا تھا اور اگر ابھی میں پڑا ہوتا شیخ تب وہ نماز کہ لٹانے میں درج ہو اور جسکے ذکر سابق ہو چکا ہو پڑھتا ہو اور مرید تازہ بھی اسی کتاب میں سے وہ نماز کہ رہبر دن سے اُسے پہلے ہی سیکھ چکی ہوتی ہو شیخ کے ساتھ پڑھتا ہو۔ بعد اختتام نماز دو ترجمان مرید تازہ کو اس تہجر سے دور لیجاتے ہیں اور تب اسکے بازو پکڑ کے شیخ کے پاس لائے ہیں۔ مرید تازہ شیخ کے حضور میں حاضر ہو کر وہ جھک کر تعظیم کرتا ہو اور تب سجدہ کرتا ہو۔ وہ بعد ازاں گھٹنوں کے بل شیخ کے روبرو خاص طور سے کھڑا ہوتا ہو اور مرید کا ہاتھ شیخ کے ہاتھ میں ہوتا ہو۔

میدان ناسخ اس قربانگاہ کی جگہ پر ہوتا ہو جسپر کہ حضرت ابراہیم حکیم خدایہ اپنے فرزند حضرت اسماعیل کو قربان کرنا چاہتے تھے۔ مرید تازہ گھٹنے کے بل اسی طور سے

کھڑا ہوتا ہی جیسا کہ حضرت علیؑ و ربوہ و محمد صلعم کے اس وقت کھڑے ہوئے تھے جبکہ ان کے گھٹنے محمد صلعم کے گھٹنوں سے مس کرتے تھے۔ مرید تازہ و شیخ باہم ایک دوسرے کا دہنا ماتھ پکڑے ہوئے ہین اور دونوں کے انگوٹھے مشکل آلف کہ حرف اول حروف ابجد ہین سے ہی کھڑے ہوتے ہین۔ مرید تازہ اپنا کان شیخ کے منہ کے پاس رکھتا ہو اور شیخ فقرہ دہم باب ۴۴ قرآن پڑھتا ہو۔ مضمون اس فقرے کا یہ ہو کہ جو کوئی تیرے ماتھ میں ماتھ پکڑا کر خدا کی قسم کھاتا ہو کہ میں وفادار ہوں گا خدا کا ماتھ اسپر ہوتا ہو۔ جو کوئی اس قسم کو توڑتا ہو اپنا نقصان آپ کرتا ہو اور جو کوئی اس قسم پر قائم و ثابت رہیگا خدا اسکو بڑا عوض دیوے گا۔ دونوں رہبر جو مرید تازہ کو شیخ کے پاس اول مرتبہ لے گئے تھے تیرے ہوئے مسلح باہر دروازے کے کھڑے رہتے ہین بعض کہتے ہین کہ از سبکہ فرقہ بیکتاشی ایک خاص عقیدہ بہت پرستی کا معتقد ہوتا ہو شیخ مرید تازہ کے کان میں ایک مسئلہ ایسا بیان کرتا ہو جو اسکو مانتا پڑتا ہو اور اگر وہ اس راز کو افشا کرے تو اسپر نرے موت نازل ہوتی ہو۔ مرید تازہ کو یہ ماننا پڑتا ہو کہ کوئی خدا نہیں ہو اس کے معنی یہ ہین کہ تمام مخلوقات ذبیحات خدا ہو۔ بعض کہتے ہین کہ یہ بیان محض غلط ہو۔ میں نے اچھے فقیر سے سنا ہو کہ بیان گد نشتم صحیح نہیں ہو۔ میں نے سنا ہو کہ شیخ مرید تازہ کو اور بھی راز و اسرار بتاتا ہو اور اسکو اس بات سے مطلع کرتا ہو کہ اگر تو انکو افشا کریگا تو سزا سے سخت تجھ پر نازل ہوگی لیکن چونکہ وہ راز و اسرار قلمبند نہیں ہوئے ہین اسلئے اسی فرقے کے درویش اسنے واقف و آگاہ ہین۔ یہ اقرار نامہ ان درویشوں کا کہلاتا ہو۔ بیکتاشی شیخ کو علیؑ کہتے ہین اور رہبر کو محمدؐ اس طرح سے وہ پیغمبر کو علیؑ سے کم رتبے پر قرار دیتے ہین کہتے ہین کہ قبل از داخل کرنے کے مرید تازہ کو اپنے فرقے میں یکسال اسکا امتحان کرتے ہین اور کچھ جمعہ راز و اسرار اسکو بتا کر اسکی فاداری کو آزماتے ہین اور دیکھتے ہین کہ وہ کچھ

افشا کرتا ہو یا نہیں۔ اس عرصے میں اُسکو محقق کہتے ہیں یعنی وہ جسکی راستی کا امتحان ہوتا ہو۔ اس عرصے میں وہ نیکیے میں آمد و رفت نور کھتا ہو لیکن حقیقی راز و اسرار اس فرقے سے واقف نہیں ہوتا ہو۔ بروقت داخل کرنے کے مرید تازہ کو اپنے فرقے میں کوئی سوائے شیخ اور ترجمان اور اُن گیارہ درویشوں کے کہ بجائے گیارہ اماموں کے مقرر ہوتے ہیں وہاں موجود نہیں ہوتا ہو۔ رسم ادخال مرید تازہ بفرقہ بیکتا نشی بنام اقرار نامزد ہو۔ جب کبھی کوئی مرید تازہ سے پوچھتا ہو کہ کس سے تم نے اقرار کیا ہو تو وہ اُس پیر کا نام لیتا ہو جو بانی اُس فرقے کا تھا نہ کہ شیخ کا۔ اُس سوال کا جواب سوائے اُسکے کبھی وہ کچھ اور نہیں دیتا ہو اور نہ کوئی اُسکے خلاف توقع کرتا ہو۔ میں نے سنا ہو کہ ہر شیخ ایک خاص علامت شناخت مریدان تکبیر مقرر کرتا ہو پس جب کوئی نیکیے کے دروازے پر آنکر دستک دیتا ہو تو وہ اُس علامت سے پہچانا جاتا ہو۔ یہ قاعدہ عام نہیں ہو لیکن خاص مقامات پر اور خاص خاص مکھون میں مروج ہو۔

وہ اقرار جو شیخ مرید کے روبرو پڑھتا ہو اور وہ اُسکے ساتھ اُس پڑھنے میں تکیہ ہو جاتا ہو ذیل میں درج ہو۔ اُس سے کچھ رسمیات تکیے کے معلوم ہو جاتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ ریتین مرتبہ پڑھا جاتا ہو میں یہاں خطایا گناہ معاف کروانے آیا ہوں۔ میں یہاں حقیقت کی تلاش میں آیا ہوں۔ میں معافی خدا کیواسطے چاہتا ہوں۔ راستی و حق راہ راست ہو جو خدا کے پاس لیجاتی ہو وہ ہی حقائق ہے جسکو میں جانتا ہوں۔ جسکو تم بدی کہتے ہو اُسکو میں بھی جانتا ہوں۔ میں اُن اشیاء کو جو اور ونکی مالیت سے ہونگے وہ لوں گا۔ میں تین مرتبہ اُسکو پڑھتا ہوں۔ گناہوں سے توبہ کرو توبہ ایسی ہو کہ ہر گناہ کی طرف میل نہ ہو یہ قرآن سے بقول ہو)

شیخ یہ بھی کہتا ہے کہ جو کچھ حرام ہو وہ نہ کھاؤ۔ جھوٹ مست بولو۔ کسی سے نہ لڑو۔ جو تم سے دنیا میں کم رتبے پر ہوں ان پر مہربانی کرو۔ بزرگوں کا ادب کرو جو کوئی تمہاری ملاقات کو آوے اس سے تم باخلاق پسین آؤ۔ کسی کے عیوب و خطاؤں پر نکتہ چینی نہ کرو اور اگر وہ تمہاری نظر میں گدازین تو انکو چھپاؤ۔ اگر تمہارے ہاتھ سے یہ نہیں ہو سکتا ہو تو اپنے دامن و زبان و دل سے تو کرو۔ بارہ فرقی درویشوں سے براستی پیش آؤ۔ ہم اور گیارہ فرقوں کو مانتے ہیں کیونکہ قرآن میں یہ نصیحت درج ہے کہ ایک دن ایسا آویگا کہ نہ تو دولت و نہ خاندان اور نہ کوئی اور شے سوا اسے اطاعت معبود حقیقی و صفات قلب کچھ فائدہ دیوگی۔ یہ سنکر مرید شیخ کے ہاتھ چومتا ہے اور شیخ یہ کہتا ہے کہ اگر تم مجھکو اپنا باپ بناؤ گے تو میں تمکو اپنا فرزند سمجھوں گا۔ اب سے بعد ان امانت اللہ تمہارے دامن کان میں پھونکی جاوے۔

فرقہ ہائے قادری و روافی۔ و بدادی۔ و مہولیوسی۔ وغیرہ میں کہ اصلی بارہ فرقوں میں سے ہیں اقرار صرف تلقین یعنی نام اللہ ہو۔ خاتمہ اقرار فیل میں درج ہے۔ مرشد مرید سے یہ کہتا ہے اور وہ بھی اس کے ساتھ اسکو پڑھتا ہے۔

محمد میرا رہبر ہے اور علی میرا مرشد۔ بعد اسکے شیخ مرید تازہ سے یہ استفسار کرتا ہے کہ تم مجھکو اپنا مرشد بطور نائب علی مانتے ہو۔ در جواب اسکے مرید کہتا ہے کہ ان میں تمکو اپنا مرشد سمجھتا ہوں تب شیخ کہتا ہے کہ میں تمکو اپنا فرزند بنانا ہوں۔ اگرچہ حسب ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ سے کچھ بڑی بات نہیں نکلتی ہے لیکن کئی مسلمانوں کے نزدیک وہ داخل کفر ہیں کیونکہ وہ درجہ محمد معلوم و قرآن کو رتبہ علی و شیخ سے ہست کر دیتے ہیں بعد داخل ہونے کے کشتی قدر و ریش میں طریق سلام بروقت داخل ہونے کے تیکھے میں صرف یہ کہ شیخ کی طرف ہلکے سے سر جھکا کر دہنا

مانع چھاتی سے تقاطع کرتا ہوا گردن کے پاس بطور علامت اطاعت رکھا جاوے۔ جب وہ کسی محفل میں آتے ہیں میں نے سنا اور بحثیم خود بھی مشاہدہ و معائنہ کیا ہے کہ داہنا مانع ٹھوڑی پر رکھ کر اس طرح کہ وہ حرکت اراداً معلوم نہ ہو فقیر ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔ بعض بروقت داخل ہونے کے تکیے میں یا اپنے کسی بھائی برادر کی ملاقات کی وقت داہنا مانع اپنے قلب پر رکھ کر اور ہلکے سے جسم کو ہلا کر باؤ از بلند یا ہوا رینڈر کہتے ہیں۔ میری دہشت میں یہ قاعدہ علی العموم استعمال میں آتا ہے۔ درجہ آسکے دوسرا درویش جسکو یہ سلام کرتا ہے۔ اے واللہ۔ شاہم یا پیرم۔ کہتا ہے۔ اے اللہ کے معنی او خدا کے ہیں۔ آیرنر کے معنی اشخاص اشرف کے ہیں۔ شاہم اور پیرم کے معنی یہ ہیں کہ میرے شاہ اور میرے پیر کو سلام پہونچے۔

جب وہ خیر و عافیت ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں تو وہ یہ الفاظ کام میں لاتے ہیں کیف لر۔ جم بئس لرم۔ یعنی میری خوشی خاطر صحت ہے۔ درجہ آسکے یہ الفاظ بولے جاتے ہیں۔ اے واللہ ان لرم۔ یعنی قسم ہو خدا کی صحت ہو میرے اشرف آدمی۔

جب درویش آپس میں ملتے ہیں وہ یہ الفاظ زبان سے نکالتے ہیں۔ ہو دوست اربنڈر یعنی خدا۔ دوست۔ اشرف آدمی۔ اور دوسرا درجہ آسکے۔ اے واللہ اربنڈرم۔ کہتا ہے۔ بروقت رخصت وہ باؤ از بلند اے واللہ کہتے ہیں اور دوسرا آسکے جواب میں الفاظ ہو دوست زبان سے نکالتا ہے۔

میں اسباب بھی بیان کرتا ہوں کہ یہ ہی سلام اور فرقہ ہائے درویشان میں بھی مستعمل ہوا اگرچہ خانگی طور پر سلام معمولی آنکے سلام علیکم ہے۔ جواب اس سلام کا علیکم السلام ہے۔

مضمون مندرجہ ذیل جو اسی کتاب سے نقل ہوا ہے کیفیت بعض طریقہ ہائے درویشی پر

بیان کرتا ہے۔ وہ ایک کلام ہی جو مرشد اپنے مرید تازہ کی طرف مخاطب ہو کر بیان کرتا ہے۔

نزدیک آؤ اور سیکھو کہ ہم کس طرح تمکو راہ راست خدا پر لیجاتے ہیں جو ہوا والوں
ہو الاخر کے نزدیک آتے ہیں انکو ہم خوب جانتے ہیں۔ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے
ایک شخص واقف راہ راست کا موجود ہونا ضروریات سے متصور ہے۔ ایک
تنفس وہ ہوتا ہے جو فرقے میں داخل ہوا چاہتا ہے۔ ایک وہ ہوتا ہے جو بطور دست
کے پسین آتا ہے۔ جو اشخاص کہ اسوقت موجود ہونے چاہیں تکیے میں موجود ہوتے
ہیں۔ اور تب ہم مرید کو راہ راست پر لاتے ہیں۔ ایک اسکے دائیں ہاتھ کو ہوتا ہے
اور دوسرا بائیں ہاتھ کو۔ یہ دونوں اشخاص رہبر کہلاتے ہیں اور تمہارے پاس
رہتے ہیں۔ تین اشخاص بطور خدمتگار کے ہوتے ہیں جنکو پروانہ کہتے ہیں۔ ہم اب
ایک تکیہ سعی و کوشش کے لیے مقرر کرتے ہیں۔ بارہ اشخاص واقف چار دروازے
اس فرقے کے وہاں ضرور موجود ہونے چاہئیں۔ تمام دنیوی علوم کو چھوڑ دو اور
بھولجاؤ اور اپنی روح کو ہمارے سپرد کر دینے موافق ہمارے طریقہ و حکم کے
عمل کرو۔ رہبر تمکو دریا میدان تماش تک لیجاتا ہے اور اس مقام پر تم اقرار اور
عہد کرتے ہو۔ اسوقت تم جانتے ہو کہ مرشد کیا چیز ہے اور ہم بھی وہی جانتے ہیں۔
تم چار دریا دروازوں کی راہ سے داخل ہوتے ہو اور منی خدمت پڑی و فاداری
اور گرم جوشی سے کرتے ہو۔ مکار و ریاکار مت ہو ورنہ ہم تمکو سزا سے واجبی وینگے
مرشد تمکو متن عہد سے اگر کچھ بدایت کرے (دیکھو قرآن باب ۷۰ فقرہ ۱۷۱)
تو گوش دل سے سنو ورنہ تمہارا سر کاٹ ڈالے گا۔ اگر کفار یا پیر تمہاری زبان سے
تمہارے راز و اسرار سنیں گے تو وہ تمکو جہنم لے جائیں گے۔ اگر کفار یا پیر تمہاری زبان سے
اور ہم اسوقت یعنی جبکہ تمکو سزا سے واجبی منی ہوگی تمہارے پاس ہونگے۔

اور ہو شبیار ہو کہ کبھی ایسا ظہور میں نہ لادے کہ اپنے نفس کے مطیع ہو کر تم داغ بدنامی اس فرقے کے چار در پر لاؤ۔ تمہارا درجہ اول اول سب سے بہت ہو گا لیکن اگر تم وفادار و ایماندار رہو گے تو ہم تمہارا درجہ برج پلیڈر تک پہنچا دینگے صرف انھیں کے ساتھ صحبت و ملاقات رکھا کر جنھوں نے کہ مثل تمہارے راز و اسرار اس فرقے کے سیکھے ہیں اور قسم معمولی اس فرقے کی کھائی ہو۔ جو کچھ بھید کہ تم اور وہ سے کہو گے وہ ظاہر کر دینگے اور خلقت میں تمکو بدنام کرینگے اور تمہاری بیوقوفی کے سبب ہمے کہہ کر تمہارا درجہ بہت کر دینگے جو راہ کہ تمکو بتلائی ہو اسی پر چلو اور راز و اسرار آریز کو مخفی رکھو اور اس طرح اپنے فرقے کی نیکنامی قائم رکھو۔ جو کچھ خیال کہ راہ راست کے باب میں تمہارے دل میں گزرے ہمے کہ دو۔ تمہے ہمے قسم کھائی ہو اور ہمے تمہے وہ علم سیکھا ہو جو ہم اور تم جانتے ہیں۔ جب کبھی تمہارے دوست رہبر اور حاضرین اس فرقے کے یکدل و متفق الراء ہوں تو وہ اہل بیت یعنی اشخاص خاندان پیغمبر میں سے ہو جائے ہیں بعینہ اسی طور سے جیسا کہ اہل عبا یا وہ اشخاص جنکو پیغمبر نے اپنے چنے کے نیچے لبلیا تھا یا درویش درجہ ۳ و ۴ و ۵۔ داخل اشخاص خاندان پیغمبر ہوئے تھے۔ رہبر کے پاس تلوار و زوالفقار ہونی چاہیے۔ موافق اپنی استعداد کے مرشد کو نذر دو۔ جو کچھ کہ نذر لاؤ اس شخص کے ہاتھ میں دو جسکے پاس تبر ہوتا ہو۔ اس سے تمہارا دل صاف رہیگا اور آسمین خیالات پاک داخل ہونگے۔ آسمین سے نصف تو حصہ شیخ کا ہو گا اور باقی نصف چار حصوں میں منقسم ہو گا۔ انہیں کے دو حصے تو آریز کو ملینگے اور باقی دو حصے اخراجات تکیے کے لیے جمع رکھے جاوینگے۔ جس شبکہ وہ جمع ہوتے ہیں اسکو آئین جم کہتے ہیں۔ پانچون اشخاص یعنی رہبر و پروانہ اور ترجمان یکدل ہونے چاہئیں اور درجہ انکا موافق درجہ اہل عبا ہونا چاہیے کیونکہ وہ روشنی محفل ہیں اور انکو علی وزہر آ و شہر (یعنی حسن) و شہیر (یعنی حسین) و حضرت

کبریا یعنی مہدی کہتے ہیں۔ اُن کا یہ قول ہو کہ دنیا چار ہیں۔ اول عالم مثال یعنی عالم خواب و خیالات۔ دوم عالم اجسام یعنی دنیا و موجودہ۔ سوم عالم ملکوت یعنی نیاے فرشتگان چہارم عالم ناسوت یعنی دنیاے ارواح فانی۔ انسان کا وجود یا اسکی حیات تین جنونین منقسم ہو ایک تو حالت بیداری جب تمام قواے روحانی اپنی طاقت پر ہوتے ہیں اور اپنا عمل خوب کرتے ہیں۔ دوم حالت نوم و خواب۔ وہ وہ حالت ہو جس میں کہ قواے زلیست و زندگی سُست یا نیست ہو جاتے ہیں لیکن روح جاگتی رہتی ہو سوم حالت موت۔ وہ وہ حالت ہو کہ جسم بین سے بالکل جان جاتی رہتی ہو اور طائر روح نفس عنصری سے کہ فانی ہو پرواز کر جاتا ہو۔ عالم مثال ایک حالت کمال خوشی کی بھی ہو جبکہ روح بین حواس خمسہ ظاہری و باطنی موجود ہیں اگرچہ جسم بسبب خواب کے سُست نہیں ہو گیا ہو۔ وہ حالت روحانی ہو یا اسمین خیالات عمدہ و نادر پیدا ہوتے ہیں۔ اُس عالم بیداری میں وہ خواب دیکھتا ہو جو کسی اور وقت و حالت میں اُسکو نصیب نہیں ہوتے ہیں اور اسی سبب سے تب وہ خالق کے نزدیک آتا ہو۔

کتاب نصیحت میں جس کا ذکر کہ سابق ہو چکا ہو مصنف یہ بیان کرتا ہو کہ شیخ فرقہ صوفی وہ ہیں جو موافق احکام پیغمبر علیہ السلام عمل کر کے قرب خالق ایک خاص درجے تک حاصل کرتے ہیں اور بعد حصول اِس مدعا کے وہ دنیا کی طرف اسیلے توجہ کرتے ہیں تاکہ اور و نکو تخریص و ترغیب دیکر اُسی طریقے یا راہ پر لا وین جس سے کہ اُنکو قرب خالق حاصل ہوا ہو۔ یہ کمال عابد و خدا پرست اشخاص بفضل الٰہی اسکی وحدت کے آئین جسم میں مستغرق ہو جاتے ہیں اور اُسکی وحدانیت کے سمندر سے واپس آتے ہیں۔ اور وہ اِس مطلب کے لیے بھیجے جاتے ہیں کہ وہ اور و نکو دام خرابی و گمراہی سے نکال کر کنارہ حفاظت و سلامتی پر لا وین۔ ایک اور فرقہ ہو جو دریاے کمالیت علم الٰہی کے کنارہ

پہنچ کر واپس نہیں آنے ہیں اور طالب شفاعت اور ون کے نہیں ہوتے ہیں
 وہ ہمیشہ عبادت معبود حقیقی و خدا پرستی میں مصروف و مشغول رہتے ہیں اور
 شب و روز یاد الہی و شکر گزاری و سپاس خالق میں بسر کرتے ہیں۔ اول قسم کے
 درویش اہل سلوک کہلاتے ہیں وہ دو جماعتوں مست صوفیہ و ملائیمہ میں منقسم
 ہیں۔ ایک تو انہیں سے طالب جنت ہوتا ہے اور دوسرا طالب آخرت۔ وہ جو طالب
 جنت ہوتے ہیں بوسیۃ عبادت و ادائے شکر و سپاس قادر مطلق بعض صفات
 انسانی سے مبرا ہو جاتے ہیں اور بعض صفات روحانی انہیں پیدا ہو جاتی ہیں
 بسکہ وہ دنیا سے متنفر ہو کر مائل بہ گوشہ نشینی ہو جاتے ہیں اور شب و روز خیال
 معبود حقیقی کہ حاضر و ناظر ہے اور بسبب پردہ قالب جسمانی آنکھوں سے غائب مصروف
 و مشغول رہتے ہیں اور اس ترکیب سے قرب خالق حاصل کرتے ہیں اگرچہ وہ تب
 بھی دامن دنیا سے فانی پر لٹکتے رہتے ہیں لیکن انکی روح خالق کی روح سے
 کچھ مل جاتی ہے۔ خلاف انکے ملائیون اپنی زندگی استعمال اعمال نیک فیاضی میں بسر
 کرتے ہیں یعنی وہ نسبت اپنے اور بھی نسبت تمام مخلوقات انسان کے نیکی و فیاضی
 کرتے ہیں۔ وہ استعمال نیکی کو طریقہ خدا پرستی میں ضروریات سے سمجھتے ہیں لیکن
 وہ اتریف و مذمت سے خلقت کی کچھ پروا نہیں کرتے ہیں بدینوجہ کہ اعمال نیک
 صرف خدا کے راضی و خوش کرنے کے واسطے اُسے ظہور میں آتے ہیں۔ مکر و فریب
 سے مبرا ہونا اور راستبازی اختیار کرنا انکے نزدیک بڑا مطلب زیست ہے اور خدا ہی
 انکے اعمال و افعال کا انصاف کر سکتا ہے۔ وہ حتی الامکان خلاف حکم الہی عمل
 نہیں کرتے ہیں۔ خیال عدول حکمی خالق بھی داخل گناہ ہے۔ یعنی اگر حکم خالق کی
 عدول حکمی کا خیال بھی دل میں آجائے تو وہ بھی گناہ میں داخل ہو گا۔ کہتے ہیں
 کہ وہ نیکی کو ظاہر کرتے ہیں اور ہدی اور عجب کو چھپاتے ہیں اور اُنپر پردہ

ڈالتے ہیں۔ اس گروہ کے اکثر اشخاص بڑے نیک ذات ہیں اور نیک صفات لیکن
 مہم پر وہ قالب فانی اُنکی آنکھوں سے اُٹھ نہیں ہو اور اُنکے خیالات و خواب اس
 دنیا سے ہی متعلق ہیں۔ اسی لیے اُنکی آنکھوں میں وہ روشنی نہیں ہوتی جو عارفی
 معتقد وحدانیت خالق کی چشم دل میں ہوتی ہو۔

باب ہشتم

در باب فرقہ ملائیون

اصلی بانی اس فرقے کا بروسا سے قسطنطنیہ میں آیا تھا۔ اُس کا نام شیخ حمزہ ہو
 اور اسی وجہ سے بعض اوقات اُنکو حمزوی کہتے ہیں۔ اُنکا پیر ایران سے آیا تھا۔
 اُسکی قبر مقبرہ سکوریہ یا کپوسو میں بیرون فیصل قسطنطنیہ ہو۔ اشخاص اس فرقے کا
 یہ اظہار ہو کہ سردار جمیع فرقہ ماحسن بصری ساکن قبرہ تھا۔ وہ بصرے ہی میں فوت
 ہوا۔ طاقت روحانی اُسکو بلا وساطت غیرے علی سے حاصل ہوئی تھی۔ فرقہ ملائیون
 کا ایک تکیہ سکوتری واقع دیومی جی مرز میں ہو۔ اُس تکیے کو بہت افندی کہتے
 ہیں۔ ایک اور تکیہ اُسی فرقے کا استنبول میں بمقام یانی کچی متصل نقاش پاشا
 موجود ہو۔ یہ دوسرا تکیہ بنام ہمت زاوہ تکیہ معروف ہو۔ وہ مثل اور عام مکانات کے
 بظاہر بنا ہوا معلوم ہوتا ہو۔ فی زمانہ حال اُسکو پیرامیہ کہتے ہیں۔ ایک اور تیسرا تکیہ
 اُسی فرقے کا قاسم پاشا میں متصل کوکک سر موجود ہو۔ اُسکو سچلی ہاشم افندی
 تکیہ کہتے ہیں۔ اس فرقے کا ایک بڑا نامی درویش مقبرہ سہید لرین کہ دریا سے
 یوسفرس پر کیسل یورپ سے اوپر واقع ہو مدفون ہوا ہو۔ اُس درویش کا نام
 اسمعیل شیو کی تھا ایک اور تکیہ اس فرقے کا قسطنطنیہ میں بمقام اک سری بنا ہوا تھا
 وہ بنام اوگ کنار شیخی نامزد تھا۔ اُسکے شیخ کا نام ابراہیم افندی تھا اور وہ

اس مقام کے کوڑیس ڈی گارڈی کی عین پشت پر تھا اسکو سلطان سلیمان اول
نے بسبب اسکی تحریر کے جو خلافت مذہب منصور تھی مرداؤا لیا تھا۔ کہتے ہیں کہ اسکے
چالیس مرید تھے جنھوں نے کہ بروقت اسکی وفات کے فوراً اپنی مرضی سے اپنے
گے کٹوا ڈالے۔ فرقہ سیلامیوں کی قبروں پر خاص خاص علامات موجود ہیں لیکن
مجھے دریافت نہیں ہوا کہ اسے کیا مراد ہو اور انکی اصلیت و بنا کہاں سے نکلی ہو
مثلاً اباجی الحاجی عبدالآغا اور آحاجی عمر آغا کی قبروں پر جو ۳۲ اور ۳۳
بین جدا گانہ فوت ہوئے تھے اور جنکی قبروں کو بین نے بھی بچشم خود دیکھا ہو ایک
علامت مثل شکل  منقش ہو۔ بعضوں کی قبروں پر  شکل مثلث بنی
ہوئی ہو اور بعضوں میں مثلث کے زاویوں کے اوپر اور نیچے ایک یا زیادہ نقطے
لگے ہوئے ہیں۔ بعضوں کی قبروں پر شکل مہر سلیمانی بنی ہوئی ہو۔ شکل اس مہر کی
یہ ہو۔  اسمین کہ میں نقطہ نہیں لگا ہوا ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ اصلی فرقہ
خلوتی تھا۔ اسے بیرامی نکلے اور بیرامیوں سے حمزائی۔ فرقہ ملامیوں کو فی زمانہ
حال قسطنطنیہ میں حمزوی کہتے ہیں۔ مثل فرقہ بیکتاشی فرقہ حمزوی کو بھی قسطنطنیہ
میں رہنے کی ممانعت ہو اگرچہ باعث مانعت کا دونوں کے لیے باہم نہایت مختلف
ہو۔ کہتے ہیں کہ حمزوی ایسے گھروں میں جو تکیے سے کچھ مشابہت نہیں رکھتے ہیں
مخفی جمع ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے بعض اشخاص انکو مسلمان فراموش سمجھتے ہیں
کہتے ہیں کہ سلطنت آدٹومن میں فرقہ ملامیوں کے حسب فرمان گرنیڈ لوج کہ
جھیل ٹیریس پر بے ملک پلسٹائن واقع ہو کئی مکانات ہیں۔ ملامیوں کے معنی
العننی کے ہیں۔ اس فرقے نے اپنا خطاب ملامیوں رکھا ہو۔ انکی کتاب کتاب لثانی سے
واضح ہوتا ہو کہ وہ پڑے پارسا ہیں وادوستدین ایماندار اور اعمال و افعال
بین نیک ذات۔ وہ اپنے ہی مسائل کے پابند رہتے ہیں اور اپنا ہی فائدہ دیتی

سوچتے ہیں اور دنیا کی رائے سے کچھ غرض نہیں رکھتے ہیں۔ بیرونی ظہور یعنی لباس وغیرہ کا کچھ خیال نہیں کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ ایسے ضرب المثل ہو گئے ہیں کہ قسطنطنیہ میں اُن مفلسوں اور فلک زدوں کو جو عقل سے خارج ہیں اور لباس ضروری سے محتاج ملا میون کہہ دیتے ہیں اور اُنکو اُنسے متشابه کرتے ہیں۔

شیخ حمزہ ۱۹۹۹ء ہجری میں مفتوی مفتی ابوسعید مارا گیا تھا اُسکی لاش متصل دروازہ سکیوریا کسی ایسے مقام پر کہ اُسکے خاص دوستوں اور بھائی بندوں کو ہی معلوم ہو مدفون ہوئی ہو۔ چونکہ وہ الزام جو اسپر عائد ہوا تھا ایسے عجیب قسم کا تھا کہ لوگ اُسکو سمجھتے تھے ایسے بعض تو اُسکو شہید لائق ادب و تعظیم مانتے ہیں اور بعض اُسکو کافرونا معتقد یا منکر مذہب اسلام سمجھتے ہیں۔ جرم نسبت اُسکی یہ قرار دیا گیا تھا کہ وہ اپنی نماز میں کل اسماء شریفہ کہ تعداد میں سناتے ہیں نہیں پڑھتا ہو اور ہمیشہ تین اخیر ناموں کو چھوڑ جاتا ہو۔ بہت سی روایات قسطنطنیہ میں اب بھی نسبت اُسکی پارسائی اور عجیب طاقت روحانی کی مشہور ہیں۔ عبد الباقی نے ایک کتاب موسوم بہ سرگذشت عبد الباقی تصنیف کی ہو جس میں کہ کل تواریخ فرقت کی درج ہیں۔

اُسکا یہ بیان ہو کہ مجھے میرے دادا ساری عبد اللہ آفندی اور مصنف شرح مشکوٰۃ شریف نے یہ کہا تھا کہ تمہارے باپ حاجی حسین آغا نے ایک مرتبہ یہ بیان کیا تھا کہ میں بڑھا ہوا۔ میں چاہتا ہوں کہ قبل از وفات اپنی محبان خدا سے تمکو ملا دوں اور واقف کرا دوں۔ میں اُسوقت خرو سال تھا اور سن بلوغ کو نہ پہنچا تھا۔ اُسنے مجھے یہ کہا تھا کہ جب میں تمکو انکی ملاقات کے لیے لیجاؤں اور گونا گونا گوں سے کوئی یہ سوال کرے کہ تم یہاں کس واسطے آئے ہو تو در جواب اُسکے یہ کہنا کہ میں طالب خالق ہوں پس ہم دونوں آبدست لیکر اُسکے ہمراہ ہوں۔ ہمارے ہمراہ کوئی خدا کا

نقلہ ہم کرک مشہد واقع قسطنطنیہ میں ایک خان کے متصل جو موسوم بہ ہسپتال
 اودا لار ہو تھے پہونچے اور وہاں پہونچکر ہم ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ اُس
 کمرے میں ایک شخص ضعیف العمر پیران سال کچھ بڑن رہا تھا۔ میرے باپ نے اُسکو
 سلام کیا اور اُسکے ہاتھ جوئے اور مین نے بھی موافق اُنکے عمل کیا۔ میرے باپ نے
 اُسے مخاطب ہو کر یہ کہا کہ یہ میرا فرزند ہے جسکو میں یہاں اِس مطلب کے لیے لایا ہوں
 کہ آپ اُسکے دل کا حال دیکھیں۔ اُس شخص نے نب میرے باپ سے یہ استفسار کیا
 کہ کیا تھے اِس باب میں شیخ کی اجازت حاصل کر لی ہو در جواب اُسکے اُسے یہ کہا کہ نہیں
 میں بے اجازت شیخ کے اپنے فرزند کو یہاں لاسکتا ہوں۔ یہ سنکر اُس بڑھے آدمی
 نے اپنا ہاتھ دیوار پر مارا اور مجھ و اِس عمل کے تمام اُستاد یا کاریگر جو اِس خان میں
 موجود تھے اُس کمرے میں داخل ہوئے وہ تعداد میں بارہ تھے اُن کاریگروں نے
 حلقہ باندھکر مجھے بیچ میں بٹھایا اور مجھ سے پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو۔ میں نے
 حسب ہدایت و تعلیم اپنے باپ کے کہا کہ میں طالب خدا ہوں۔ یہ سنکر وہ بڑھا آدمی
 میری طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اگر تم اِس مطلب کے لیے آئے ہو تو اور خیالات
 کو دل سے نکال دو اور اپنا کل خیال خدا کی طرف مائل کرو تب دیکھا جائیگا کہ پیر
 تمہارے حق میں کیا کہتے ہیں بعد اُسکے تمام حاضرین مراقبہ و متوجہین میں گئے اور
 اُس بڑھے آدمی نے مجھ سے کہا کہ تم بھی سہی عمل کرو۔ چنانچہ حسب الحکم اُنکے میں نے بھی وہ
 ہی عمل کیا اور سوائے اللہ کے کچھ دل میں نہ رکھا اور اپنے خیال کو اُس طرف لگا یا سچو
 عرصے بعد میں نے اپنی آنکھیں کھول کر دیکھا تو مجھے ایک روشنی دائرے میں چکر
 کرنی ہوئی نظر آئی اور میری زبان سے اللہ نکلا اور مجھے محسوس ہوا کہ عشق اللہ
 میرے دل میں موخر ہو گیا۔ میں اُسکے اثر سے ایسا موخر ہوا کہ غش کھا گیا اور ایک
 گھنٹے تک بیہوش رہا۔ بعد اِنقضاء اِس عرصے کے میں ہوش میں آیا اور تب میں نے

اپنے ارد گرد دیکھا تو سوائے اُس مرد پیران سال اور اپنے باپ کے کسی اور کو جو میرے ساتھ تھے وہاں نہ پایا جب مجھ میں کچھ طاقت اٹھنے کی دیکھی تو میرے باپ نے کہا کہ میرے ساتھ چلو۔ میرے دل میں اُس وقت تک وہ روشنی تھی۔ میں نے اُس پر ضعیف العمر کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور میں نے آپ کو چھپانے کے لیے اپنا چہرہ تمام چھپاتی پر لپیٹ لیا۔ اُس پر مرد نے یہ دیکھ کر مجھے کہا کہ تمہیں ہمیشہ چہ چھپاتی سے لپیٹا ہوا رکھنا چاہیے تاکہ کوئی تم کو دیکھ نہ سکے۔

راہ میں شیخ کا خیال میرے دل میں گزرا اور میں سوچا کہ وہ کون ہو اور آپا کبھی جمال مبارک اُنکا میرے نصیب ہو گا یا نہیں۔ اور میرے دل میں یکایک اُنکی محبت پیدا ہوئی۔ مجھے باپ سے یہ پوچھتے ہوئے شرم آتی تھی کہ شیخ کون ہو۔ مجھے شیخ کی محبت روز بروز زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ ایک بار جمعہ کے روز میرے باپ نے مجھے کہا کہ مسجد ابا صوفیہ میں میرے ساتھ چکر نماز پڑھو۔ بعد ازاں نماز ہم مسجد سے چلے میرا باپ اپنے تمام بدن کو ڈھانپ کر اپنے پیچھے ایک شخص کو کہ وہاں موجود تھا کمال ادب دیکھتا تھا۔ اُس وقت میں نے ایک مرد پیران سال مسجد سے آتا ہوا دیکھا۔ ہمارے پاس سے گزرتے ہوئے اُس نے ہم کو سلام کیا اور میری طرف اشارہ کر کے میرے باپ سے پوچھا کہ یہ تمہارا بیٹا ہو۔ اُس نے تب میری طرف غور سے دیکھا اور مجھ کو اُس کے دیکھنے کے میں جو اس باختہ ہو گیا اور ابنوہ کثیر راہ میں ہمارے گرد جمع ہو گیا اور میرے باپ نے اُسے کہا کہ اسکو درماد رکھتے ہوئے مجھے (ایک بیماری لاحق ہو جو کبھی کبھی اٹھ آتی ہو اور اس طرح اپنا اثر دکھاتی ہو۔ مجھے اس حالت میں گھر لیگے اور وہاں میں بیوسن پڑا رہا۔ جب میں ہوسن میں آیا میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ وہ شخص کون تھا جسکے دیکھنے سے یہ حالت مجھے طاری ہوئی۔ در جواب اُس کے میرے باپ نے کہا کہ وہ ہمارا خداوند ادرسی علی آفندی قطب زمان و مجتہد و جذ بہ رحمن ہو اور وہ

بھائی بند جو کرک چشمہ میں تھے اُسکے مرید ہیں۔

ترجمہ رسالہ حمزوی من تصنیف لآلی افندی عبدالباقی کہ مسجد ایوب الانصاری رحمۃ اللہ علیہ میں مدفون ہوا ہو۔ وہ فلندرجا نے میں کہ متصل مسجد مذکور و قریب مکہ بہر اریس واقع ہو داخل ہوا تھا۔ اُسکی قبر اُسکے دروازے کے متصل ہو۔ وہ ابتدا میں دراصل فرقہ بیراسیہ میں سے تھا۔ اور بعد ازان فرقہ ملا میا سے جا ملا اس رسالے میں حال مفصل رسوم و طریقہ فرقہ ملا میا اور کیفیت اُنکی صحبت اور اُنکی محبت خالق کی درج ہو۔

باب اول

در باب رسوم طریقت فرقہ ملا میون

پند و نصائح جو فقیر یا بزرگ طریقہ ملا میون اپنے مرید کو دیتا ہو وہ ذیل میں درج ہو۔

اگر بعد تکمیل احکام شریعت و لوازم طریقت کوئی متنفس اُس گروہ میں سے بسبب جویش جذبہاے انسانی مرتکب ایسے افعال کا ہو جو خلاف شریعت و لوازم طریقت ہوں یا بدزبانی کرے اور کلمات ناشائستہ زبان سے نکالے یا گناہ کرے تو وہ اُس فرقے میں سے خارج کیا جائیگا اور دوبارہ اُس میں داخل نہوگا لیکن اگر وہ اپنی خطا کا مقرر ہو اور توبہ کرے کہ پھر کبھی ایسی حرکت نہکرے اور مستعدی اس امر کا ہو کہ محض کو بھرا اپنی جگہ پر بحال کر دے۔ تو طریق حصول اس مدعا کا اُسکو بتلایا جاوےگا اور اُسکی بیعت پھر تازہ ہو جائیگی۔ چاہیے کہ وہ موافق احکام مصدرہ عمل کرے۔ قانون خداوندی پر چلے۔ اور اقوال یا ہدایات پیغمبر صلعم پر کار بند ہو اور اولیائون کی طریقت کا پابند رہے۔ اور اُس فرقے میں پھر داخل ہونے کے لیے

جو سزا کہ موافق طریقہ اس فرقے کے تجویز ہو اُسکو وہ برداشت و منظور کرے۔
 لیکن اگر وہ اُس سے انکار کرے تو کبھی پھر اس فرقے میں داخل ہونے پاوے۔
 خدا نکرے کہ کبھی ایسی صورت ظہور میں آوے۔ اگر کوئی معتقد توحید مسئلہ وحدت وجود
 کا قائل ہو اور اس طرح راہ راست سے کفر میں داخل ہو جاوے اور اصرار کرے کہ
 اعتقاد میرا درست ہو اور کہے کہ اَلْبیت بیت اللہ الذات ذات اللہ ہو تو اُن
 اشخاص کو جو راہ راست پر چلتے ہیں چاہیے کہ نیرمی اُسکو فمائش کریں اور پہلی
 غلطی سے اُسکو مطلع کریں اور کہدین کہ نتیجہ اس طریقے کا بد ہو گا اور جہنم کا وہ
 مرتکب ایسے گناہ کبیرہ کا ہو گا وہ اُس فرقے میں داخل نہ سمجھا جاویگا۔ یہ بھی لازم
 ہو کہ اُس شخص کو اُسکے پہلے دوستوں اور رفیقوں سے ملنے دین تاکہ وہ اُسکو
 بہکانے نہ پناوے۔ یہ بھی چاہیے کہ وہ لوگ اُسکی صحبت سے اجتناب کریں۔ اگر
 کریم کار ساز اپنی رحمت سے پھر اُسکو راہ راست پر لاوے اور وہ اپنے اُس
 گناہ سے توبہ کرے تو وہ جھوٹا مسئلہ اُسکے دل سے غائب و محو ہو جاویگا اور وہ پھر
 مثل روشنی سابق تابندہ ہو جاویگا۔ وہ شیخ کے پاس آکر اپنے گناہ کا مفسر ہو گا
 اور جو سزا کہ اُس فرقے میں اُسکے لیے واجب ہوگی اُسکو وہ برداشت کریگا۔ سیتا
 صوفی تعداد میں بی شمار ہی اور شیخ اُن سب سے ایسا واقف ہو اور اُنکا علم
 رکھتا ہو کہ وہ بموجب خطا و جرم مجرم کے نہ راہ مقررہ بتا سکتا ہو بعد اُسکے وہ دوبارہ
 اُسی فرقے میں داخل کیا جاتا ہو اور اُسکی پچھلی خطا بھول جاتے ہیں اور اُسکو وہ
 لوگ حساب میں نہیں لیتے ہیں۔

کوئی زمانہ ایسا تھا کہ ہمارے فرقے کے راز و اسرار کو بہت مخفی رکھنا ضرورت
 سے منظور تھا لیکن افسوس کہ اب وہ تمام سب پر ظاہر و روشن ہو گئے۔ محمد شہم
 کے عہد تک جو ہمارے فرقے کے شیخوں میں سے تھا کچھ مخفی رکھنے کی ضرورت تھی

آداب طریقت و احکام شریعت فقیر نجو بی عمل میں لایا کرتے تھے اور بادشاہوں یا حاکموں سے کسی باب میں رجوع نہ کرتے تھے۔ ہر باب میں بموجب حکم شیخ عمل ہوتا تھا۔ مجرم و خطا دار و گنہگار اپنے جرم و خطا و گناہ سے مقرر ہوتے تھے اور اسی دنیا میں سزا پالیتے تھے تاکہ عذاب عقبیٰ سے محفوظ رہیں۔ انکی توبہ مقبول درگاہ تھی ہوتی تھی۔ انکے دلوں میں روشنی محبت و عشق حقیقی بھری ہوئی تھی اور وہ ذکر کیفی گوشے میں کیا کرتے تھے اور ذکر جہری ابنوہ کثیر ہیں۔

بحکم مشیت ایزدی بعد شہادت بشیر آغا جو سکوڑا میں مدفون ہوا ہو اس فرقے کے بھائی بندوں کا دل گرداب فکر و تردد و رنج و الم میں پڑ گیا۔ وہ تعداد میں کم ہو گئے اور روز بروز گھٹنے لگے۔ چند ہی راہ محبت و عشق حقیقی کے طالب تھے۔ یعنی سستی و غفلت میں پڑ گئے تھے۔ خود اپنے آپ کو آپ ملامت کرنے والے اور زندہ دل رہنے اس فرقے کے لوگ (راہ راست سے منحرف ہو کر عادی اعمال بد ہوئے یعنی انھوں نے عادات بد اختیار کیں روز بروز اترتے ہوئے گئے اس صورت میں آخرت میں مناسب متصور ہوا کہ طریقہ راز و اسرار حقیقی اس گروہ کے فائدے کے لیے مقرر کیا جاوے۔ یہ تجویز بیشہ آخانے پیش کی تھی۔ اسکا یہ قول تھا کہ ضرورت اس امر کی اسرار فضا سے پیدا ہوتی ہو۔ باوجود اسکے وہ لوگ یہ توقع کرتے تھے کہ ایک نامہ ایسا آویگا کہ ظہور باطن بسعی و کوشش برادران ہو جاوے گا یعنی سب راز و اسرار کھل جاویں گے۔

صاحب زمان جو روح عالم و خلیفہ پیغمبر صلعم ہو برکت فضل و کرم مشیت ایزدی سے پاتا ہو۔ اسکی ذات کو قطب کہتے ہیں۔ وہ ایک وجود روحانی ہو جسکو خدا نے دنیا سے روحانی بین مقرر پیدا کیا ہو۔ وہ ہر جگہ کو دیکھتا ہو اور باجانت و بحکم اسی اس میں شک نہیں کہ وہ علم ہر شے کا رکھتا ہو جو کچھ مرضی خدا کی ہوتی ہو وہ

ظاہر کر دیتا ہو۔ مومنین اور ایمانداروں کو چاہیے کہ مرضی خالق کو قبول کریں اور
بخوشی تمام اس کے پابند رہیں۔

شیخ کو چاہیے کہ گمنگار ضعیف الاعتقاد و عاجز کو اپنے اصلی درجے پر بحال کرے
اسکو لازم ہو کہ اپنے ہر مربد کے حال دل سے واقف ہو۔ یہ بات اسکو بوسیہ ولایت
یعنی ولی ہونے کے طاقت حاصل ہو سکتی ہو اور روشنی حق سے چاہیے کہ سب چیزوں کو
دیکھے اور انکا علم رکھے۔ پیغمبر صلعم نے کامل اشخاص کو خاص روشنی دی ہو۔ جسم اور
دل انکا آئینہ خدا ہو۔ تمام حدیثات و مقامات حقیقی عابدوں و پارسائوں پر
روشن ہو گئے ہیں۔ مجھے دریافت ہو اہو کہ مقامات تعداد میں سات ہیں اور سات ہی
انکی شناخت میں ہیں بسکہ وہ کل چودہ ہیں۔ ہر ایک کے لیے اسمائے الہی میں سے
ایک اسم خاص مقرر ہو۔ اسمائے الہی کو اطوار سبع بھی کہتے ہیں۔ او خالق کائنات
ہر نعمت و ہر فضل تیری ہی عنایت سے ہو بسکہ عشق حقیقی و راہ نواب و پارسائی
تیری ہی عطیات سے ہیں۔ پس جو تیرے مشتاق و طالب ہیں انکو راہ راست بتلا
اور انکو اپنے مطلب پر فائز کر۔ شرم اور بے التفاتی سے انکو محفوظ رکھ یعنی تو
انکی طرف متوجہ ہو اور انکو شرمندہ نہ ہونے دے۔ اور شراب و صل اور محبت سے انکو
غمو کر یعنی جذبہ محبت و عشق حقیقی میں پیدا کر اور پھر انکو اپنی ذات میں ملا لے
اپنے حسن کامل کا چمکارہ انکو دکھلا۔ اوحی القیوم تو مددگار بلیسان و عاجزان ہو
بذریعہ محمد صلعم کہ تہر کائنات تھے۔ خدا اپنی رحمت انپر اور انکے خاندان اور
دوستوں پر کئے آمین۔

در باب محفل درویشان

جب کبھی وہ اشخاص جو اس طریقے پر چلتے ہیں اور وحدانیت خالق کے معتقد
ہیں دو یا تین یا زیادہ، مگر توحید و ذکر میں مشغول و مصروف ہوں اور انکا دل

امور دنیوی کی طرف مائل ہو آنکو چاہیے کہ راہ میں جب وہ مقام اجتماع پر
جائے ہوں خدا کا خیال کمال صفائی اور اشتیاق سے دل میں لاوین اور اپنے پیر
سے امداد روحانی کے طالب ہوں پس جب وہ مقام اجتماع پر پہنچیں تمام چھوٹے
بڑے معجز تمام ایک دوسرے کا ماتھے پر لکھیں اور یاد آئی میں مشغول ہوں اور معبود حقیقی
کی طرف رُخ کریں بجز آنکہ کوئی خیال دنیوی دل میں گذرے یا زبان پر آوے۔
چاہیے کہ بڑی گرجوشی سے وہ یاد آئی اور اداسے رسمیات مقدس میں
مصرف ہوں۔

بعد اسکے آنکو چاہیے کہ وہ ایسی نازنین پڑھیں جو مطابق نماز انکے طریقے کے ہو اور
بیشہ جاوین اور اگر انہیں کوئی خوش الحان ہو تو اس سے کہو کہ دس فقرے
قراں کے درباب پیغمبر صلعم و اولیاء خدا پڑھ کر سنا دے اور محفل میں جان ڈالے۔
کسی کو چاہیے کہ اسوقت اپنے کسی کار دنیوی کی طرف توجہ کرے سوائے ذکر آئی
کچھ اور اسوقت نہو جو کچھ کہ ذکر ہو وہ درباب خدا بڑی گرجوشی سے یعنی جذبے کے ساتھ
ہو۔ کوئی تنفس کسی اور فرقے کا دمان موجود نہو۔ اگر احیانا کوئی اجنبی غیر فرقے کا
دمان اسوقت حاضر بھی ہو تاہم بفضل اللہ اسپر نازل نہو گا۔ بعد اسکے چاہیے کہ محفل
برخواست ہو اور سب اپنے اپنے دنیوی کاموں میں مصروف ہو جاوین۔ کاروبار
دنیوی میں بھی عشق حقیقی دل میں بنارہے۔ اگر کوئی اور خیال دل میں آوے تو اپنا
کام چھوڑ کر اہل فنا اور درویشوں سے گفتگو کرے اور جب تک کہ وہ خیالات دل سے
نہ نکل لیں تب تک وہ مطمئن نہوں۔ جب کبھی وہ اتفاقاً ایک دوسرے سے ملاتی ہوں
تو ہمیشہ خدا کا ذکر ہی درمیان لاوین اور اسی باب میں گفتگو کرتے رہیں اور
آپکو کسی سے بزرگ سمجھیں بلکہ برعکس اسکے آپکو زیادہ تر عاجز و کم رتبہ و مفلس اور
چینی سے بھی حقیر خیال کریں۔ اس طریقے پر چلکر آنکو حتی الامکان دنیا سے کم التفات

رکھنا چاہیے اُنکو یہ بھی لازم ہو کہ مایحتاج بڑی ایمانداری سے ہم کریں اور ہمیشہ طریقہ ثواب مد نظر رکھیں اور یاد آتی مین مصروف رہیں۔ اُنکو سچا یہیے کہ راز و اسرارِ مذہبی اپنے خاندان مین سے کسیکو بتلاوین یا کسی عزیز پر جو طالب صادق ہو ظاہر و آشکارا کریں یا اُس سے حقیقت یا راہِ راست کے دریافت کرنے مین طالب امداد ہوں۔ اگر کوئی اس خیال سے کہ مین کسی خاص شخص کو تحریص و ترغیب دیکر اپنے فرقے مین شامل کروں راز و اسرارِ مذہبی اُس پر ظاہر کرے اور بعد ازاں وہ شخص اُس فرقے مین داخل ہونے سے انکار کرے تو اُس صورت مین بابت اس خطا کے اُس پر تشدد و ذکر نا چاہیے۔ ایسی صورت شاذ ہی ظہور مین آتی ہو۔

در باب کلمات شکر یہ بروقت تناول طعام

اس فرقے کا ایک قاعدہ و دستور یہ ہو کہ جب کبھی اُمین سے کوئی تنہا یا کسی اپنے بھائی بند کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تو اُس پر فرض ہو کہ وہ اُس وقت یا د آتی دل مین رکھے اور بعد فراغ از تناول طعام شکر آتی نماز مین بجالا کر مجبوشی ادا کرے۔ اس مطلب کے لیے اُسے چاہیے کہ بدل معبود حقیقی کی طرف متوجہ ہو اور ذکر اللہ موافق فقرات ۳۷ و ۳۸۔ باب ۲۴۔ قرآن زبان سے نکالے۔ مضمون ان فقرات کا یہ ہو۔

لوگو خدا کی تعریف کو مشہور کرو۔ وہ لوگ جنکا شغل و نیوی اُنکے خیال کو یادگار می خالق سے ہٹاتا نہیں اور اُنکو اداسے نماز اور بخشش اور خیرات سے باز رکھتا نہیں جو اُس پر وحشر سے کہ دل و دیدہ اُسدن تکلیف مین ہونگے خائف و اندیشہ ناک ہیں۔ بسکہ داو حقیقی موافق غایت درجہ استحقاق اُنکے اعمال و افعال کے اُنکو انعام دیگا اور اپنے خزانے سے زیادہ تر بہتر انعام اور عطا کریگا۔ کیونکہ خدا جسکو چاہتا ہو بے اندازہ دیتا ہو۔ بسکہ خدا جو اُسے کھائی ہوتی ہو اُسکو عشق خالق مین مستحکم کرتی ہو اور قوت دیتی ہو۔ اس طرح ہر ایک لقمہ اپنی زبان سے بولتا ہو اور کہتا ہو۔ او خالق کائنات

ہمپر یہ فضل کر کہ ہم عاجز و وفادار مومنین میں سے ہوں۔ در صورتیکہ تم ایسا نہ کرو گے تو تم حق کے خلاف ہو گے۔ وہ خوراک تمہاری بڑی نا احساندہ ہوگی اور یہ کہتی ہوئی معلوم ہوگی کہ یہ نا احساندہ شخص خالق سے برگشتہ ہوا ہے اور وہ تیری فریاد و زاری کے پاس لیجا ویگی۔ اگر وہ خوراک نباتات سے ہو یا گوشتیجہ اور تمہارے دل میں یہ خیال آوے کہ کیا وہ بول سکتی ہیں تو تم قرآن کے باب ۷۱ کے فقرہ ۴۶ سے اپنی تسکین خاطر کرو اور سیکھو۔ مضمون اُس فقرے کا یہ ہے۔ ساتون آسمان اور ساتون زمین مع تمام اُن اشیاء کے جو اُنکے اندر ہیں اُسکی تعریف کرتے ہیں۔ خدا بڑا مہربان و شفیع ہے۔ جو کوئی اُن تعریفوں کو سمجھتے ہیں وہ بڑے عابد و کامل و حقیقت شناس ہیں۔ در صورت احتیاج و ضرورت وہ اُنکو بھی جو کافر ہیں اور جو اسکے معتقد نہیں اُسکی تعریف سناتے ہیں اور اُنکو اسطرت مائل کرتے ہیں۔ جب کبھی ایسی صورت واقع ہوتی ہے اور پیغمبر صلعم سے ظہور میں آتی ہے تو اُنکو معجزہ کہتے ہیں لیکن اگر اولیاءون سے ظہور میں آوے تو اُنکو کرامات و کشف کہتے ہیں۔ جب پیغمبر کفار کو راہ راست پر لانے کے لیے بھیجے جاتے ہیں تو اُنکو با نباتات صحت اُنکے پیام کے معجزہ کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ جب تک کہ خدا کا حکم نہو تب تک معجزہ یا کرامات کا دکھانا درست و ناجائز ہے۔ وہ ہی اس بات کا فیصلہ کریگا کہ آیا اُسکا دکھانا اسوقت ضروری ہے یا نہیں۔ اولیاء تعداد میں بہت ہی کم ہیں اُنکو یہ طاقت حاصل ہوتی ہے کہ وہ نباتات و حیوانات مطلق و اشیاء غیر ذوی روح کو قوت کلام کرنے کی عطا کریں اور وہ مثل انسان بولنے لگیں چنانچہ ثبوت اس امر کا سطلہ تواریخ اولیاءون سے ظاہر ہے۔

تحصیل وسائل زیت و حیات

مومنین جو کمال اشتیاق طالب راہ خدا اور عشق حقیقی کے ہیں در باب تحصیل وسائل زیت و حیات حدیث سے یہ دریافت کریں گے کہ طالب نفع دوست خالق ہیں۔ وہ غنچہ

جو بدل اس دار فانی میں بطرف تحصیل وسائل زلیست و حیات مصروف و مشغول ہیں۔ بعد حصول دولت کثیر آخرش اپنے اصلی وطن کی طرف مراجعت کریں گے اور قدر و منزلت سیم و زر اپنے خیال سے ہٹا دیں گے اور اپنے بوجھ سے بصفائی قلب بجالا کر ساری خدا کی طرف پھرنی گے اور عبادت معبود حقیقی میں مشغول ہو جائیں گے۔

خوشی و جد کے باب میں رائیں مختلف ہیں۔ خوشی و جد یاد آئی اور یاد مرثد میں بدرجہ غایت محو ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔ نتیجہ و جد کا حصول کمال درجہ خوشی ہے۔ اس حالت میں دل کو اپنی بیکسی کا یقین کامل ہو جاتا ہے اور اس سے وہ بڑا فائدہ اٹھاتا ہے۔ یہ حالت و جد نہایت دلپسند خالق ہے۔ و جد دل کی مسالت کو بھی کہتے ہیں جو تفکرات و تعلقات دنیوی کے خیال کو بعد اشتیاق صفحہ خاطر سے محو کرنے کے سبب پیدا ہوتی ہے جو باعث کہ اس حالت دل کو پیدا کرتے ہیں تفصیل انکی ذیل میں درج ہو۔

محو ہونا بعد ق دل و ارادت یاد آئی اور نماز میں۔ آبدیدہ ہو کر اور آہ کھینچ کر توبہ کرنا اور ارتکاب گناہ کبیرہ سے ناوم ہونا۔ ذکر حق میں مشغول ہونا۔ جسم کو خاص طور پر مڑورنا اور پیچ و تاب دینا۔ لفظ ہو کو دروزبان رکھنا۔ بعد اشتیاق و بعد دل مشتاق حالت و جد ہونا۔ اس تلامس میں دروازہ فیض آئی طالب پکھل جاتا ہے اور اسمیں سے جذبہ رحمن اُسکے لیے آتا ہے اور اُسکے دل کو بدرجہ غایت شاد کرتا ہے۔ آغاز اس حالت کو و جد کہتے ہیں اور اُسکے انجام کو وجدان یعنی دو وجد۔ دو وجد سے واحد دنیوی و وجد اخروی ہے۔ یہ حالت طالب و جد کو وجود میں قائم رکھتی ہے یعنی وہ ایسی حالت میں ہو جاتا ہے کہ موت اُسپر اپنا اثر نہیں کرتی ہے اس مضمون پر دو حدیثیں پیغمبر صلعم کی آئی ہیں جو ذیل میں درج ہیں۔

جذبات رحیم درحمن کی طرف سے دل میں پیدا ہوتے ہیں اور حبسہ فیض آئی ہوتا ہے وہ ایسا بخود و محو ہو جاتا ہے کہ تفکرات و تعلقات دنیوی اُسکے صفحہ خاطر سے یکسمل

محبوب جاتے ہیں اور اسکو اپنی آئندہ کی زیست کا بھی کچھ خیال نہیں رہتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب خلیفہ علی رضی اللہ عنہ حالت وجد میں محو ہو گئے تھے اُنکے تمام حواس جاتے رہے تھے۔ وہ اسوقت فوراً نماز شکر خالق کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ آخر سن میں اس حالت پر پہنچا جو حدیث مرقومہ بالا میں بیان ہوئی ہے۔ دوسری حدیث یہ ہے مومنین و خدا پرست مرتے نہیں ہیں شاید کہ وہ اس دار فانی سے دار البقا میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ اسی وجہ سے درویش طالب امداد اولیا ہوتے ہیں۔ یہ حالت بیگانوں یا عموم کو دکھانی چاہیے۔ مناسب یہ ہے کہ عاشقان الہی میں الگ میٹھکر یہ حالت دل پیدا کیجائے۔

اگر باب توحید میں بھائی بند و ن سے گفتگو ہوتی ہو اور دل درست حالت پر بھی ہو تو اس صورت میں وجد کا پیدا کرنا دمان عموم میں نادرست و نازیبا مقصود نہیں ہے لیکن بھائی بند و ن میں میٹھکر حالت وجد اس نظر سے پیدا کرنی کہ وہ لوگ دیکھ کر اسکی تعریف کریں اور اسکو اہل عشق سمجھیں ویسا ہی کفر و ریاکاری ہی جیسا کہ مسئلہ شرک کا معتقد ہونا یعنی یہ کہنا کہ خدا کا کوئی شریک ہے۔ پس اس صورت میں ظاہر ہے کہ وجد اس میں نفسانیت سے پیدا ہوا ہے کہ طاقت روحانی ہے۔ اس قسم کی ریاکاری سے ہر قسم کی بیماری روحانی پیدا ہوتی ہے اور بروز شر جب تمھارے گناہوں کا حساب ہوگا تمھارے فریب سب کھل جائیگا اور وہ مثل سیاہ داغ کے سطح و دودخالص پر نظر آدینگے۔ یہ بھی اسکا کہنا لازم ہے کہ جو اس طرح کے مکر و فریب کرتے ہیں وہ اپنے پیشہ و ہنرمیں کامل نہیں ہوتے ہیں۔ علاوہ برین اولیا اہل فنا ہیں جنھوں نے کہ کل تعلقات دنیوی ترک کیے ہیں۔ اُنکو مخلصین بھی کہتے ہیں بدینوجہ کہ وہ تفکرات دنیوی سے خلاص ہوتے ہیں اور پاک و صاف اور وفادار رہتے ہیں اور ان سے یہ گناہ کبیرہ

کبھی سرزد نہیں ہو سکتا ہے۔ ہاں انھیں اختیار ہو کہ وہ اعضائے جسمانی کو مابحتِ باج بہم کرنے میں مستعمل کریں اور اُن سے کام لین لیکن اُس وقت بھی اُنکا دل چاہیے کہ خدا کی طرف مصروف و مشغول ہو۔ علم و فضل سے اُنکو کچھ بزرگی حاصل نہیں ہوتی ہے۔ علم و فضل سے کوئی اُنکی اصلی حالت دل کو سمجھ نہیں سکتا ہے۔ اُنکو خدا نے طالبِ حق بنایا ہے کہ وہ بندہ رہنا ہی اپنے شیخ کے اور صفائی قلب کے اُس طرف مائل رہیں۔ شیخ اُنکو ہمیشہ یاد آتی و نماز میں مشغول رکھتا ہے۔

او خالق کائنات بذریعہ فضل اہل فنا و بقا ہماری مشکوک نشانی کر۔ یہ بقا و چشمہ ہے کہ جسمین سے فنا نکلتی ہے۔ وجود وہ ہے جو کہ قرآن کے فقرہ مرقومہ بالا میں بیان ہوا ہے۔ اُس فقرے کا مضمون ذیل میں درج ہے۔

خدا کہتا ہے کہ تمہارا واضح ہو کہ جو کوئی متلاشی راہِ خدا ہے وہ بذریعہ توکل و کسب کے اپنی منزل مقصود کو پہنچ جاتا ہے لیکن توکل صرف اہل فنا کے لیے ہی واجب و مناسب ہے اہل توکل وہ شخص ہے جو فرقہ درویش میں داخل ہو کر آپ کو مردوں میں سمجھتا ہے اور اغراض دنیوی سے بالکل دست بردار ہوتا ہے اور اُنکو نیست و نابود سمجھتا ہے اور ہمہ تن موافق ہدایت و رہنمائی شیخ کے عمل کرتا ہے اور اُس میں محو ہو جاتا ہے۔ چاہیے کہ وہ اپنا خیال بالکل چھوڑ دے۔ اپنے عیال و اطفال و خدمتگاروں و متعلقین کو ایسا سمجھے گویا وہ وجود میں تھے سب طرف کی آمدنی اور نفع کو چھوڑ دے اور رزاق مطلق پر تکیہ کرے پس اس صورت میں سررشتہ تعلقات دنیوی اُس سے بالکل قطع ہو جاویگا اور حکمِ الہی وہ پیروں میں داخل ہو جاویگا۔ اس صورت میں وہ بحالت عدم یا فنا فی اللہ ہوگا لیکن اس قاعدے پر چلنا از بس دشوار ہے۔ بموجب اس حدیث کے کہ اَلْكَاسِبُ صِلَ اللہ حالت کسب بہتر ہے حالت توکل سے۔ راستی و دیانت و امانت سے رزق بہم کرنا بہت بہتر ہے انسان کو چاہیے کہ دیانت و امانت مرتبہ ہی سے روزی بہم کرنے میں سعی و کوشش

عمل میں لاوے لیکن توقع حصول مدعا ہمیشہ خدا سے ہی رکھے اور اس باب میں شیئی
 بھروسہ نہ کرے۔ وہ مصروف ہوتے مومنین و عاشق خدائی روزی کے ہم کرنے میں صرف
 یہ نہیں کہ اس صورت میں خدا پر بھروسہ نہ ہوتا ہو بلکہ یہ بھی ہو کہ وہ حکم آتی ہو۔ بند خدا
 اسکی حضور میں اپنی مفاسی کے مقدر ہوتے ہیں یعنی وہ اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے پاس
 سرمایہ طاعت نہیں۔ ایماندار و وفادار پیر و ان نبی اہل اسلام علیہ السلام سب کے سب
 معاش کے ہم کرنے میں بھی مصروف تھے اور یہ شخص پر واجب ہو کہ وہ موافق حکم آتی
 اسطرف بھی مشغول ہو۔ باوجود اسکے بعض اشخاص ایسے حسست و کامل الوجود ہیں
 کہ وہ کسی پیشہ میں مصروف نہیں ہوتے ہیں حتیٰ کہ وہ گوشہ نشینی اختیار کر کے اور
 اپنے تئیں زاہد کہنے و روشہ میں کے نام پر بیٹھ لگاتے ہیں کیونکہ درویشی کے معنی در بدر
 پھرنے والے کے ہیں۔ یہ لوگ سستی میں پڑے رہتے ہیں۔ خدا نے دلون پر پردہ کا رہا
 و نبوی کا ڈالا ہوتا کہ عموم انکی اصلی خصالت کو پہچان نہ سکیں جس کسی کی چشم روح پر
 سرمہ روشنی مذہب اسلام نہیں لگا ہو وہ اولیاء و ان کو پہچان نہیں سکتا ہو اور اسکو
 استقدر تمیز نہیں ہوتی ہو کہ وہ جان لے کہ یہ اولیاء خدا ہیں۔ صرف بوسیلہ روشنی
 مذہب اسلام اولیاء ایک دوسرے کو پہچان سکتے ہیں۔ کوئی اور انکو پہچان نہیں سکتا ہو
 اسی وجہ سے عاشقان اللہ نے سب مکر و ریا چھوڑ دیا ہو۔

باب نہم

در باب اصلی و نقلی یعنی حقیقی و مکار و جھوٹے درویشوں کے

(یہ ترجمہ کتاب مذہبی ہے)

اصلی و نقلی درویشوں میں زمین و آسمان کا فرق ہو۔ کیونکہ معلوم ہو سکتا ہو کہ یہ
 صادق ہو یا نہیں۔ یہ ایک سوال ہو جسکا جواب یہ ہو کہ حالت دل سے یہ بات معلوم

ہو سکتی ہو یعنی اگر دل نیک ہو تو یہ بھی سچی ہو ورنہ جھوٹی۔ کون سی صفات سے
دل متصف ہوتا ہے کہ وہ نیک سمجھا جاوے اگر وہ نیک اور جھوٹا دعویٰ کرے اور طریقہ
راستبازی اختیار کرے اور خدا کی راہ پر چلے تو وہ نیک ہے۔ خدا کی راہ میں چھ امور
مندرجہ ذیل ضروریات سے متصور ہیں۔

اول تو یہ دوم توکل بر خدا۔ سوم ثابت قدم اور وفادار رہنا اپنے فرقے میں۔
چہارم ترقی کرنا پرستش روحانی معبود حقیقی میں۔ پنجم قسمت پرشاکر رہنا۔ ششم ریا
گوشہ نشینی اختیار کرنا۔ ہند و نصاح مذہبی بھی اس فرقے میں چھ ہیں۔ یعنی علم
فیاضی۔ قرب حضور خدا۔ وفاداری۔ غور و فکر در باب علم الہی۔ توکل بر خدا۔ اس
فرقے کے قواعد بھی تعداد میں چھ ہیں۔ اول علم۔ دوم عجز و فروتنی۔ سوم صبر۔ چہارم
اطاعت بزرگان۔ پنجم تعلیم نیک۔ ششم صفائی قلب۔

قواعد طریقت بھی چھ ہیں۔ اول فیاضی۔ دوم ذکر حق۔ سوم ترک گناہان۔ چہارم
ترک خلوظ نفسانی۔ پنجم خوف خدا۔ ششم عشق اللہ۔ رضامند اور خوش رہنا مری
شیخ پر اور دینیوی فوائد کو ترک کرنا یہ ہے۔ وضو و غسل طریقت ہے۔ اصلی وضو و غسل
طریقت تو یہ ہے کہ روز بروز عشق اللہ و تزیید ہو۔

ایک مرتبہ امام جعفر سے کسی نے یہ سوال کیا کہ درویش کی خصلت میں کون سی صفات
بالتخصیص ہونی چاہئیں۔ تو اس کے جواب میں انھوں نے یہ کہا کہ عشق اور وہ صفات
کہ نبی اہل اسلام علیہ السلام کی خصلت میں پائی جاتی تھیں درویش کی خصلت میں
ہونی چاہئیں کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ خصلت خدا کی اختیار کرو۔ راستبازی اسکا
درخت ہو اور خود شناسی اسکا میوہ۔ جو ان صفات سے متصف ہو وہ بیشک و شبہ
آپ کو پہچانتا ہو اور جو کچھ وہ چاہے کر سکتا ہو لیکن وہ ان سبکو چھوڑ کر گوشہ عبادت میں
بیٹھ جاتا ہے۔ خلیفہ حضرت علی کا یہ قول ہے کہ ہر کہ خود را شناخت خدا را شناخت جو کچھ

طریقت میں ترک کرنا واجب ہو وہ ذیل میں درج ہیں۔

ترک دنیا و ترک خلوظ نفسانی و لباس موافق حدیث پیغمبر صلعم۔ ترک کرنا تمام چیزوں موجود کا اور بھی اُنکا جو آئندہ پیدا ہوگی۔ حدیث نبی اس باب میں یہ ہے کہ جو کوئی اس دنیا میں ہین اُنکے لیے خوشی اس دنیا کی منع ہو اور جو اس دنیا کے ہین اُنکے لیے عقیقے ایسے حالات ابدی نہیں ہو اور جو حقیقی بندہ خدا ہین اُنکو دونوں یعنی دنیا و عقیقے منع ہو۔ شرح اسکی ذیل میں درج ہو۔

درویش حقیقی صرف اس دنیا کے ہی خلوظ نفسانی و تمام خوشیوں کو بخوشی خاطر ترک نہیں کرتا ہو بلکہ وہ جنت کے سرور کو بھی ناپسند کرتا ہو اور طالب اسی خوشی کا رہتا ہو جو اُسکو بسبب اشغال عبادت معبود حقیقی و خیال حسن و خوبی خالق و امید حصول جنت اعلیٰ کہ صرف پارساؤں و عابدوں و پیغمبروں کو نصیب ہوتی ہو حاصل ہوتی ہو۔ ترک دنیا اُسکو بھی کہتے ہین کہ کنگھی پٹی کرنے میں مصروف نہ ہو۔ بھوس بنوانے کی طرف متوجہ نہ ہو۔ داڑھی اور مونچھوں کی آرائش کا خیال نہ رکھے جو کوئی ان باتوں کی طرف متوجہ ہوتا ہو اور دل لگاتا ہو اُسے درحقیقت دنیا کو دل لگی سمجھا ہو اور اُسے توقع دیدار خالق عقیقے میں چھوڑ دی ہو۔ مرید کامرشد کے روبرو سر نہ منڈو نا دال اس بات پر ہوتا ہو کہ وہ اپنے کو پہچانتا ہو۔ گلے میں چرخہ لٹکانے سے مراد یہ ہو کہ میں متوکل بر اللہ ہوں خواہ وہ انعام دے اور خواہ منرا۔ کانون میں تنسوک یا بالے لٹکانے سے یہ مراد ہو کہ میں معتقد اس امر کا ہوں کہ جو کچھ اولیا کہتے ہین وہ خدا کی طرف سے ہو اور میں اُنکے احکام کا پابند ہوں اور حلقہ اُنکے احکام کا میرے گوشوں کی طرف سے ہوتا ہو۔ اگر ان درویشوں میں سے کسی سے یہ سوال کیا جائے کہ تم کیسے شیخ ہو تو جواب اسکا اُسکو یہی دینا پڑتا ہو کہ میں فرزند محمد علی ہوں۔ ثبوت اس امر کا حدیث ذیل میں موجود ہو۔

ہیں اسی گروہ کا ہوں جس سے میں متعلق ہوں۔

ارکان ریاستوں اس فرقے کے بیان مندرجہ ذیل پر مبنی ہیں۔

جب اُن سے کوئی پوچھتا ہے کہ درویش کسکو کہتے ہیں تو وہ یہی جواب دیتے ہیں کہ درویش وہ ہے جو صفات مندرجہ ذیل سے متصف ہو۔

کسی سے کچھ نہ مانگے مثل خاک زمین جب کو پیرون سے روندتے ہیں عاجز و فروتن ہو اپنے کام سے پہلے اور ون کا کام کرے۔ تھوڑے پر قناعت کرے نیکی کرے نہ بدی۔ تمام خواہش نفسانی کو ترک کرے۔ اپنی قبیلہ کو بھی طلاق دیدے۔ جو کچھ کہ اُس پر بلا و مصیبت نازل ہو اُسکو بصیرت داشت کرے۔ نہ تو شراب پیے اور نہ جھوٹ بولے۔ زنا نہ کرے۔ جوشی اُسکی نہو اُسکو ہاتھ نہ لگا دے۔ سچ اور چھوٹ کو پہچانے۔ زبان کو روکے اور کم بولے۔

کیفیت قواعد طریقت ذیل میں درج ہے۔

اجس چیز کو حبس کیا جاتے ہیں اُسکو معجزے سے ویسا ہی کر دکھانا۔ ۱-۲۔ اپنے قبیلے کو طلاق دیکر مجبور رہنا۔ اصلی حقیقی مرشد بننے کے لیے یہ صورت ضروری ہے۔ اس حالت میں وہ بالکل اپنے تئیں یا دوائی میں مصروف کر سکتا ہے اور اسی شغل میں وہ شب و روز رہ سکتا ہے۔ اگر مرید مرشد کامل بننا چاہتا ہے تو در صورتیکہ اُسکی شادی ہو گئی ہو تو اپنی قبیلہ کو طلاق دے اس قاعدے پر اب عمل نہیں ہوتا ہے کیونکہ شیخ کو خواب میں خدا کی طرف سے یہ اجازت ہو جاتی ہے کہ اگر عیال و اطفال ہیں تو اُنکو ترک نہ کرے اور در صورتیکہ نہیں ہیں تو شادی کر لے یہ قاعدہ اس عقیدہ و اصول مندرجہ قرآن باب ۲۴ فقرہ ۱ پر مبنی ہے کہ۔ مملکو بر ذر حشر کہ دولت و اولاد اس روز کام نہ آوے گی بغیرت مسک و جو کوئی کہ خدا کے نزدیک صفائی قلب سے آتا ہے اسی کے لیے دروازہ جنت کھلیگا۔ اگر کوئی سوال کرے کہ تاج کیا ہے تو جواب یہ دینا چاہیے کہ عزت و حرمت و تفسیر

اگر کوئی پوچھے کہ تاج تعداد میں کہ ہیں تو یہ کہنا چاہیے کہ دو۔ یعنی تاج جاہل و تاج کامل۔ خلوت و عزت سے مراد یہ ہو کہ گوشے میں جا بیٹھے اور عزت و توقیر کا کسی سے خواہاں نہ ہو اور چشم دنیا سے غائب رہے اور ہٹ کر بیٹھے۔ تاج جاہل سے مراد یہ ہو کہ کوچہ و بازار میں پھرے اور لوگوں میں مغرور و مودب ہو۔ لیکن تاج کامل سے یہ مراد ہو کہ کسی کے پاس مغرور و مغرور نہ ہو اور نہ کسی سے طالب عزت و توقیر کا ہو۔ اُس عمامے کو کہ گرد تاج کے پیٹا بٹا ہو استوا کہتے ہیں۔ اُس کا مرکز یا قطب۔ اُس کا کنارہ یا حاشیہ اُس کا قطر۔ حروف جن سے وہ مرکب ہو یعنی ت آج۔ اُس کا سطح بالا جب کو قبلہ کہتے ہیں اُس کا غسل و وضو اُس کی کُنجی۔ اُس کی رسمیات مذہبی جو حکم الہی مقرر ہیں۔ اُس کی ناز و نبی اہل اسلام علیہ السلام نے مقرر کی ہے۔ اُس کی روح۔ اُس کا اندرونی قطعہ۔ یہ سب جداگانہ معنی رکھتے ہیں یعنی ہر ایک سے کچھ نہ کچھ مراد ہو۔

۱۔ استوا۔ یعنی تمثیل۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ اعمال و افعال بد کو اعمال و افعال نیک سے تبدیل کرنا۔

۲۔ قبلہ پیر ہی یا بانی فرقہ۔

۳۔ کنارہ یعنی حاشیہ۔ قوت روحانی ہو دارین میں یعنی وہ ایک قوت ہو جس سے کہ عابد و پارسا کسی کی خلاصی کے لیے خوف و اندیشے سے بصدق دل و صفائی قلب دعا مانگتا ہو کیونکہ دعا حقیقی آنکی دعا کو قبول کرتا ہو اور جسکے لیے دعا کی گئی ہو اُسکو خوف سے چھوڑا تا ہو۔

۴۔ لنگر یعنی استعداد و قابلیت۔ اس سے مراد ہو شیخ کا راہ راست بتانا مریدوں کو۔

۵۔ کلید پنے و حروف جیسے کہ لفظ تاج مرکب ہو یعنی ت آج۔ اس سے مراد ہو طالب مغفرت ہونا خدا سے بوجہ اس آیت قرآن کے کہ خدا نونگر ہو اور ہم مغفلس۔

۶۔ کعبہ پنے چوٹی کلاہ کے معنی مقام راستی ہو اور اس سے یہ مراد ہو کہ مالک اُس کا ہر شاخ

سے واقف ہو۔ وہ چوٹی کرہ کائنات ہو۔ خدا مشاہدہ کرنے والے کو اجازت دیتا ہے کہ تو ہر شے کو دیکھ اور اس سے واقف ہو۔

۷۔ غسل۔ اس سے یہ مراد ہے کہ عموم سے صحبت نہ رکھو اور اسے غلو اور اسطرح پاک و صاف رہو۔

۸۔ کلید یعنی کنجی۔ اس سے مراد ہے کھولنا وصل کرنا راز و اسرار مشکلات کا۔ اس کے ذریعے سے شیخ خواب و خیالات اپنے مریدوں کی تعبیر بیان کرتا ہے۔

۹۔ فرض۔ اس سے مراد ہے گفتگو کرنا پیر و ارشاد۔ یعنی بھائی بندوں سے۔

۱۰۔ سنت یعنی حکم پیغمبر صلعم۔ اس سے مراد عزت و توقیر ہو۔

۱۱۔ یان۔ یعنی روح اس سے مراد ہے تعمیل احکام پیر یا شیخ کرنا اور کسی کو کلیف ندینا اور تارک الدنیا ہونا۔

۱۲۔ اموات یعنی مرنا۔ اس سے مراد ہے چھوٹا کسی مخلوقات کے ہاتھ کو جیسا کہ رفعت داخل ہونے مرید تازہ کے کسی فرقہ درویشان میں عمل میں آتا ہے۔

۱۳۔ فرج یعنی شاخ یا آرائش و زیبائش۔ اس سے مراد ہے عورات کی صحبت سے باز رہنا۔

تاج پر یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں سو اسے اللہ کے کہ جی القیوم ہو کوئی اور نہیں ہے۔ تاج کی پیشانی پر یہ لکھا ہوا ہے۔ سب چیزیں فنا ہو جاتی ہیں الا جہرہ خدا۔ تاج کے وسط میں یہ لکھا ہوا ہے۔ میں کامل کتاب کی (یعنی قرآن کی) قسم کھاتا ہوں۔

تاج کی قداد کے باب میں ایک اور سوال ہے۔ تاج جیسا کہ سابق مذکور ہوا تھا۔

۲۔ میں نے کامل و جاہل۔ تاج کامل سے مراد ہے راز و اسرار محمد و علی کے سمجھنے کے لیے سعی و کوشش عمل میں لانا کیونکہ نبی اہل اسلام علیہ السلام نے کہا ہے کہ میں اور علی دونوں ایک ہی روشنی سے بنے ہیں۔ پس تاج کامل سے دیکھنا

اس امر کا کہ وہ ایک روشنی سے بنے ہیں اور دیکھنا خالق کا مراد ہو۔ اسی لیے مثل اُنکے جو تاج جاہل سر پر رکھتے ہیں نہ سمجھا کرو۔ اور باوجود اسکے خدا سب چیز کو جانتا ہو۔

در باب خرق

کہتے ہیں کہ جب امام جعفر سے سوالات در باب اس لباس کے اس طرح کیے گئے کہ اعتقاد خرقے سے کیا مراد ہو اور اسکے قبلے اور غسل سے کیا مطلب۔ اسکا وجود کیا ہو اور اسکی نماز اور اسکے فرائض اور اسکی سنت اور اسکی روح کیا ہو اور اسکے سر پر رکھنے کی درست ترکیب کیا ہو۔ اسکے پٹے اور اندرونی و بیرونی رخ سے کیا مراد ہو تو انھوں نے در جواب وہ کہا جو ذیل میں درج ہو۔

اعتقاد خرقے سے مراد ہو پوشش و اخفایہ خطا و حرکات بیوقوفی و دیگران قطب سے مراد اسکی پیر سے ہو غسل سے مراد گناہوں کو دھونا ہو اسکی نماز سے مراد جاتی ہو۔ زمین سے سنا ہو کہ درویشوں میں خصلت زنانہ و مردانہ مقرر ہیں۔ اگر مرد جو انحراف ہو تو اسکو بہادر و مردانہ کہتے ہیں اور در صورت دیگر اسکو زنانہ۔

فرائض اُسکے ترک گناہ و طمع و حرص ہو۔ اسکا کام یہ ہو کہ وہ اپنی قسمت پر نفا کرے اسکی روح سے مراد ہو کسی سے کچھ کہنا اور راز کو مخفی رکھنا۔ اسکی کلید تکبیر ہو۔ اسکے سر پر رکھنے سے مراد ہو اور دنیکی خدمت کرنا۔ اسکی کمالیت سے مراد ہو اسستبازی و نیک وضعی۔ اسکے حاشیے سے حالت درویش مراد ہو۔ اسکی استین کے کناروں سے طریقت مراد ہو۔ اُسکے پٹے سے مراد اطاعت و قناعت برضی خالق ہو۔ اسکے اندرونی حصے کے معنی روشنی اور بیرونی حصے کے معنی اخفا و راز ہو۔

پٹہ پر یہ عبارت لکھی ہوتی ہو۔ یا عزیز۔ یا لطیف۔ یا حکیم۔ اور حاشیے پر۔ یا وحد۔ یا فرد۔ یا صمد۔ استین کے کناروں پر یہ لکھا ہوتا ہو۔ یا قبول۔ یا شکر۔ یا کریم۔ یا شکر۔ استمین ظاہر و باطن بھی لکھا ہوتا ہو۔ ظاہر سے مراد ہو وہ اشخاص جو کہ بظاہر مہربانی

اور رحم خالق کے طالب ہیں اور باطن سے مراد وہی گوشہ۔

اصلی حقیقی فقیہ وہ ہے جو اپنے لیے کچھ چاہتا نہیں اور حسین مامنی و خودی نہیں ہی بلکہ
عجز و انکساری اور جو چیز کہ اُسکے ہاتھ لگے اُسکو وہ قبول کرے اور خدا کی طرف سے جانے۔
در ویش کا کام گوشہ نشینی ہے اور ترک دنیا۔ بذر بانی نکرنا۔ فکر و تامل میں رہنا۔ قناعت و
صبر کرنا۔ خاموش رہنا اور قسمت پر شکر۔ حکم الہی کی متابعت کرنا اور مرشد کے احکام کا
پابند رہنا اور انکی تعمیل کرنا۔ اپنے نفس بد سے لڑتے رہنا۔ بدی کو چھوڑ کر نیکی اختیار کرنا اور
موافق قرآن باب ۲۹۔ فقرہ ۶۹۔ اپنے فرقے میں ایماندار رہنا۔ مضمون اُس فقرہ
قرآن کا یہ ہے کہ ہم اپنی راہ پر اُنکو لیے چلتے ہیں جو ہمارے ایمان کو پھیلا یا چاہتے ہیں اور خدا
اُنکے ساتھ ہے جو نیکی کرتے ہیں۔ ہم چھوٹی لڑائی تو اس دنیا سے کرتے ہیں اور بڑی لڑائی اپنے
نفس بد سے۔ یہ ہی حقیقی دُستی کلام خدا ہے۔ نیک وضع خدا پرست کی ہے اور بد وضع کافر
و ناخدا پرست کی۔ مرد وہ ہے جو کمر خدمت چُست باندھتا ہے۔ پیر کی خدمت علم خالق کے لیے
کرنا نصف راہ در ویش ہے چنانچہ یہ مثل مشہور ہے کہ خدمت شاہ نصف راہ ہے۔ کمر خدمت
چُست باندھنے سے یہ مراد ہے کہ پیر کی خدمت اس طور سے کرے کہ جب تک وہ زندہ رہے اُسکے
احکام کی تعمیل سے غافل نہ ہو اور سرنہ پھیرے۔ پسکہ وہ دارین میں اُسکی حمایت کریگا۔

در باب پلنگ یا اُس تپھر کے جو کمر بندین لگا ہوتا ہے

اُس تپھر سے مراد وہی بھوک سے صبر کر کے بیٹھنا۔ خرقے سے مراد وہی تارک الدنیا ہونا۔ تنور
یا چوڑی دامن فرقہ میو لیوی سے مراد وہی نکالنا سر کا تنور مصائب سے۔ تنور کے معنی تنوا
کے ہیں۔ طریق ابدی چودہ ہیں۔

۱۔ بڈھا ہونا علم پرین۔

۲۔ تخم علم ہونا۔

- ۳۔ بیان کرنا اس خوشی کا جو درویش کے دل کو حاصل ہوتی ہو اور لذت کہ طریقہ تعلیم دادہ شدہ مین پیدا ہوتی ہو۔
- ۴۔ میدان پر ہیز گاری کے پھل کو کاٹنا۔
- ۵۔ اچھی تعلیم پانا اور اس قاعدے پر عجبر و انکسار چلنا۔
- ۶۔ کلمہ توحید مرید کو سکھانا جب تک کہ اسکی خاطر جمع ہو جائے۔
- ۷۔ درانتی عجز و انکسار سے میدان میوے کو کاٹنا۔
- ۸۔ خالق کی رضامندی کی کھیتی بین دانہ نکالنا۔
- ۹۔ گھاس پھوس کو مسمین سے بجمال چالاکي اُڑا دینا۔
- ۱۰۔ پیمانہ محبت کا ناپنا۔
- ۱۱۔ خوف الہی کی چکی مین پسینا۔
- ۱۲۔ آب جواب سے گوہنار یہ اشارہ ان تعبیرات کی طرف ہو جو پیر اپنے مریدوں کے خواب کے باب مین بیان کرتا ہو)
- ۱۳۔ تنو ز صبر مین پکانا۔
- ۱۴۔ تمام برے جذبات کو مسمین جلا کر اسی آگ مین سے پاک و صاف ہو کر نکل آنا۔

در باب پوست یا شستگاہ

پوست یا چمڑے کا بچھونا جس پر کہ پر بیٹھتا ہو۔ اسکا سر پیر دا بین اور با بین طرف بھی ہوتا ہے۔

مسمین شرط یا فرض۔ و وسط۔ روح۔ قانون۔ راستی وغیرہ ہوتے ہین۔

سر سے مراد تابعداری ہو اور پانون سے خدمت۔

دا بین طرف سے مراد ہو مانعہ ملائکہ وقت ادخال بفرقہ درویشان۔

با بین طرف سے مراد عزت سے ہو۔

مشرق سے مراد انھیں راز و اسرار ہو۔

مغرب سے مراد مذہب ہو۔

شرط یا فرض یہ ہو کہ آنسو یعنی بھائی بند و ن کے آگے سر جھکا کر اُنکو سلام کرے۔

وسط سے مراد محبت ہو۔ محراب سے مراد ہو دیکھنا حسن و خوبی خالق کا روح تکبیر ہو۔

قانون یہ ہو کہ خدا کے عشق اور اسکی پرستش میں مجھو جاے حتی کہ روح جسم سے علیحدہ

ہو کر اور ارواح کی سیر کو جاوے اور انہیں جا کر ہمدردی کرے۔

طریقت سے مراد داخل ہونا اس راہ میں ہو جو مقررہ ہو۔

معرفت کے معنی خوف پر ہو۔

احکام پر کو حقیقت کہتے ہیں تعمیل اُنکی مرید پر اسی فرض ہو کہ وہ اُنکے ذمے سے کسی صورت

ہٹ نہیں سکتی ہو۔

باب دہم

در باب فرقہ مہولوی

بانی اس بزرگ فرقہ درویشان کا مولانا جلال الدین محمد البخاری الرومی ہو اقوام بیگانہ
بسبب خصوصیت اُنکے طریق پرستش کے اُنکو ناچنے والے یا چکر کرنے والے فقیر کہتے ہیں۔
اُسکے نام سے ہی روشن ہو کہ وہ متوطن بلخ تھے۔ وہ ۷۸۰ھ ہجری میں تبارج ششم
ماہ ربیع الاول پیدا ہوئے تھے کتاب نفحات الانس میں کہ من تصنیف ملا جامی ۹۰۰ھ درج
ہو کہ اس مشہور و معروف پیر کی طاقت روحانی چڑ بس کی عمر میں ہی ظاہر و روشن
ہونے لگی تھی۔ اُسی عمر سے صورت اُن فرشتوں کی جو انسان کے اعمال و افعال لکھارتے
ہیں اور بھی اشکال جن اور اُن مشہور اشخاص کی کہ بغیر تمام گورین گئے ہیں اُسکے
دکھائی دیتی تھیں اور وہ کتایہ و اشارہ و فرہین اُس سے گفتگو کرتے تھے۔ مولانا

بہار الدین ولید بطور مثال یہ بیان کرتا ہے کہ ایک جمعہ کے روز جلال الدین ایک گھر کی چھت پر مع چند اور چھوٹے لڑکوں اپنی عمر کے کھڑے ہوئے تھے اس وقت ایک نے زمین سے اُس سے کہا کہ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم اس چھت سے دوسری چھت پر کود جائیں۔ جلال الدین نے در جواب اس کے یہ کہا کہ یہ کام تو کئے جاتی۔ و دیگر حیوانات مطلق کا ہو لیکن اس شخص پر افسوس ہے کہ جو انکا متبع کیا چاہے اور اُن سا ہوا چاہے۔ اگر تم اپنے مین صلیح دیکھو تو آؤ ہم تم آسمان کی طرف کو دین اور اوڑھیں اور یہ کہہ کر وہ خود آسمان کی طرف اوڑھا اور فوراً نظر سے غائب ہو گیا۔ اُس کے غائب ہوتے ہی سب لڑکے شور و غل مچانے لگے لیکن وہ ایک ہی لمحے میں آسمان سے بشکل متغیر پھر وہیں آیا اور کہنے لگا کہ جب میں نے گفتگو کر رہا تھا ایک بلڈن فرشتگان نے کہ بلباس چھ سبز ملبوس تھے مجھ کو اٹھالیا اور دائرے میں چکر کرتے ہوئے وہ بطرف آسمان اوڑھے اور مجھ کو ساتھ لے گئے انھوں نے عجیب عجیب چیزیں آسمانی مجھ کو دکھائیں لیکن تمہارا شور و غل اُن تک پہنچا انھوں نے پھر مجھے زمین پر ہیساں پہنچایا۔

اسی لڑکے کے باب میں یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ جس سال میں یہ واردات واقع ہوئی تھی اسی سال وہ تیسرے چوتھے روز کھانا کھایا کرتا تھا اس کے مین جا کر وہ شیخ فرید الدین عطاء سے کہ اس وقت نشاپور میں تھے ہم کلام ہوا۔ اس شیخ نے اُسکو عند المقات ایک سرائی دیا جسکو وہ ہمیشہ بعد ازاں اپنے پاس رکھتا تھا۔

حضرت میو لوی یعنی جلال الدین بیان کرتے ہیں کہ میں اُس گروہ میں سے نہیں ہوں جسکو عاشقان الہی دیکھتے ہیں شاید میں وہ خوشی و سرور ہوں جو مریدوں کو اللہ اللہ کہنے سے حاصل ہوتی ہے اسی لیے اُس خوشی و سرور کی تلاش کرو اور اُس سے لذت اٹھاؤ جیسا کہ دولت کو غنیر رکھتے ہو ویسا ہی اُسکو بھی غنیر رکھو اور شکر کرو کہ وہ تمکو حاصل ہو کہتے ہیں کہ انھوں نے ایک مرتبہ یہ بیان کیا تھا کہ جانور جو اوپر کی طرف اوڑھتا ہے آسمان تک پہنچتا ہے

تین ہونچتا ہو لیکن تاہم وہ مکان کی بلندی سے زیادہ تر بلند ہو جاتا ہو اور اس طرح
پنچہ غوف سے بچ جاتا ہو یہی حال فقیر و ن کا ہو جو درویش بنتے ہیں۔ اگرچہ وہ درویش
کامل نہیں ہو جاتے ہیں لیکن وہ عموم سے بہتر ہو جاتے ہیں۔ وہ دنیوی تفکرات سے
چھوٹ جاتے ہیں اور انسانی حواس خمسہ سے انہیں کچھ زیادہ پیدا ہو جاتا ہو۔

ہر تیکے میں فی ہفتہ ایک یا کئی دن مذہبی رسوم کے ادا کے لیے مقرر ہیں۔ چونکہ قسطنطنیہ
میں ایک ہی فرقے کے کئی تیکے ہیں تو مرید ایک کے دوسرے میں شریک ہو جاتے ہیں اور
باہم ملاقات کرتے ہیں۔ مختلف فرقہ مابہ درویشان کے مرید مختلف فرقوں کے تیکوں میں
جا کر اسیے رسوم مذہبی میں شامل ہو جاتے ہیں اور کوئی ایک دوسرے کو منع نہیں کرتا ہو
البتہ عدم واقفیت رسوم جیسا کہ فرقہ میولیوی میں دیکھنے میں آتا ہو مانع اس امر کی ہوتی
فرقہ داری میں سے جو کوئی واقف نماز فرقہ میولیوی ہوتا ہو وہ اُنکے تیکے میں جا کر
ایک حجرے میں بیٹھتا ہو اور تب اُسکو ایک کلاہ موسوم بہ سگہ ملتی ہو۔ وہ کلاہ بال یا
اُون شتر کی ہوتی ہو۔ علاوہ اسکے اُس درویش کو ایک تورہ جو لمبی قمیص مثل پوشاک
عورات کے بے آستین ہوتی ہو اور ایک دستہ گل یا چاکٹ مع آستین کہ کپڑے پاکسی اور
شو کی بنی ہوئی ہو ملتی ہو۔ اُسکی کمر کے گرد آلف لام اند یا ایک کمر بند پارچہ کہ چارم نگل
چوڑا ہوتا ہو اور نصف آرچن لمبا اور جسکے کناروں پر ناگا لگا ہوتا ہو باندھا جاتا ہو۔
اور وہ ہی ناگا کہ باہر نکلا ہوا ہوتا ہو کمر بند کو کمر سے باندھنے کے لیے کام آتا ہو۔ اُسکے
کندھوں پر ایک فرقہ یا چھ جیبکی آستینیں لمبی اور کھلی ہوتی ہیں ڈالتے ہیں۔ اس طرح سے
لباس پہن کر وہ تیکے کے کمرے میں کہ موسوم بہ سماخانہ ہی داخل ہوتا ہو۔ اُنکی نماز کی کیفیت
یہ ہو جو ذیل میں درج ہو۔

۱۔ وہ سب ملکر نماز معمولی اہل اسلام پڑھتے ہیں۔

۲۔ وہ خاص نماز دو کا کچھ اسی قسم کی پڑھتے ہیں۔

۳۔ شیخ اپنی جگہ پر جاتا ہے اور اُسکی کتاب سببت کعبہ رکھی ہوتی ہے۔ وہ تب کھڑے ہو کر اور ہاتھ اٹھا کر پڑھتا ہے دعا مانگتا ہے کہ تم خدا اور رسولؐ سے میرے فتنے کی شفاعت کرو۔

۴۔ شیخ تب اپنے پوشے سے اٹھ کر عجز تمام پر کوسجدہ کرتا ہے یا اپنا سر جھکاتا ہے اس پر کا نام تو بن کسمک ہے جب کا ذکر کہ باب حالات یکتاشی میں ہو چکا ہے اور تب وہ ایک قدم اگے بڑھتا ہے اور پھر پلٹ کر داسنے پانوں کے بل اپنی جگہ پر آ جاتا ہے اور پھر بطور سابق سر جھکاتا ہے جیسا کہ وہ در صورت اُسکے زندہ ہونے کے جھکاتا تھا۔ بعد اُسکے وہ کمرے میں چکر کرتا رہتا ہے اور اُسکے بھائی بند بھی باری باری سے وہی عمل کرتے ہیں۔ وہ سب تین مرتبہ کمرے میں چکر کرتے ہیں۔ آسم رسم کو سلطان ولید دیوری بنام فرزند حضرت مولانا کہ انکا بانی و پیر تھا کہتے ہیں۔

۵۔ شیخ جب اپنے مقام پر آکر پہنچے پر کھڑا رہتا ہے اس طرح کہ ہاتھ اُسکی چھاتی پر باہم تقاطع کرتے ہیں اور ایک بھائی بندون میں سے کہ مطرب ہوتا ہے نعت شریف گانا شروع کرتا ہے یعنی پیغمبر صلعم کی تعریف گاتا ہے۔ بعد خاتمہ کے اُس کمرے کے ایک برآمدے میں ایک باجہ بچانے والا بائسلی و کمان و قدور جو نام باجون کے ہیں بجا نا شروع کرتا ہے۔

۶۔ ایک بھائی بندون میں سے جسکو سمیع زن کہتے ہیں اُس شیخ کے پاس کہ کنارہ پوشے پر چلا گیا تھا جا کر اُسکو سر جھکا کر سلام کرتا ہے اور اپنا داہنا پاؤں بائیں پاؤں پر رکھ کر شیخ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہے اور پھر لٹکر وسط کمرے میں آ جاتا ہے اور وہ مہتمم اُن رسمیات کا ہوتا ہے جو مشہور ہو چاہتی ہیں۔

۷۔ باقی درویش اب اپنا اپنا خرقہ اوتار لیتے ہیں اور تنوری یا قمیص کو پھینک کر ایک قطار میں شیخ کے پاس جاتے ہیں اور اُسکے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہیں اور پہنچے کو سلام کرتے ہیں اور بائیں پاؤں پر چکر کھانا شروع کرتے ہیں اور داہنی طرف سے چکر لگاتے ہیں۔ اگر اتفاقاً وہ ایک دوسرے سے بہت قریب آ جاتے ہیں تو سمیع زن اپنا پاؤں بطور اطلاع

فرش پر مارتا ہو۔ انکے ماتھ رفتہ رفتہ اوپر کی طرف اٹھتے جاتے ہیں اور بعد ازاں وہ انکو پھیلانے جاتے ہیں۔ بایں ماتھ تو فرش کی طرف پھرا ہوتا ہو اور داہنا ماتھ اوپر کو بطور آسمان کھلا ہوا ہوتا ہو۔ سر دین کندھے کی طرف جھکا ہوتا ہو اور آنکھیں بظاہر بند ہوتی ہیں۔ شیخ اس اثنا میں پشتکے پر چپ چاپ کھڑا رہتا ہو۔ بھائی بند بوقت چکر کھانے کے کچھ ہلکے ہلکے منہ میں ذکر حق کرتے ہیں اور اللہ اللہ کہتے ہیں اور توال ۲۰۔ منٹ یا نصف گھنٹے تک آمین شریف لگاتے ہیں اور بجاتے ہیں۔ اکثر تو وہ صرف دس ہی منٹ لگاتے دیکھتے ہیں اور جب وقت کہ وہ راگ کے کسی خاص مقام پر پہنچے ہیں تو جہاں لفظ امی بار آتا ہو وہ اسکو باوازلیند کہہ کر ختم جاتے ہیں۔ وہ درویش کی نیچے ہوتے ہیں اپنی راہ میں آگے بڑھتے نہیں اور وہیں ٹھہر جاتے ہیں اسوقت انکی ہانگوں کے گرد تنوریہ لپیٹا جاتا ہو تاکہ انکے پاؤں ڈھکے رہیں۔ وہ سب اسوقت جھک کر شیخ کو پھر سلام کرتے ہیں۔ سمع زن بطور رہنما آگے بڑھتا ہو اور وہ تمام کمرے کے گرد گھومتے آہستہ چکر لگاتے ہیں اور شیخ کے آگے سر جھکاتے ہیں اور جب وہ اسکے پاس سے گذرتے ہیں وہ اسکے گرد پورا چکر لگاتے ہیں اگر کوئی امین سے اتفاقاً ٹھک کر گر پڑتا ہو تو اس صورت میں وہ وہاں سے ہٹ کر آرام کر سکتا ہو لیکن ایسی صورت کبھی شاذ ہی ظہور میں آتی ہو۔ بعد اسکے راگ دوبارہ شروع ہوتا ہو اور جب کوئی اسطرح کی بات درمیان میں نہیں آتی ہو راگ بدستور چلا جاتا ہو۔ یہ عمل وہ تین مرتبہ کرتے ہیں اور بعد اسکے بیٹھ جاتے ہیں اور سمع زن اسکو اپنے چنے سے ڈھانپ لیتا ہو۔

۸۔ جب وہ اسطرح سے بیٹھ جاتے ہیں کوئی ایک بھائی بندون میں سے کسی برائے میں بیٹھ کر کچھ قرآن شریف میں سے پڑھتا ہو سمع زن اٹھ کر اور اس حلقے کے وسط میں جا کر سلطان کے حق میں کچھ دعا پڑھتا ہو اور اسکے آبا و اجداد کا نام بھی اسمیں لیتا ہو۔ بعد اختتام دعا شیخ پشتکے سے اٹھتا ہو وکھڑا ہو جاتا ہو اور جب سب سلام کر چکے ہیں وہ

تیکے سے چلا جاتا ہو۔

اسجا یہ بھی کہنا مناسب ہو کہ طریقہ پرستش فرقہ ہے قادری و غلامی ایک سیما ہو چکے وہ ایک مہرے کا ہاتھ پکڑ کے اپنے بازوؤں کو ایک دوسرے کے کندھوں پر رکھتے ہیں اور ذکر حق باواز بلند کرتے ہوئے گرد کمرے کے پھرتے ہیں۔ انکی پرستش میں راگ و باجہ نہیں ہوتا ہو۔ اشخاص غیر اقوام بھی بطور تماشا تکیوں میں جا کر اور برآمدے کے خاص مقام پر یا کسی چھوٹے کمرے میں کہ متصل کمرہ نماز کے ہوتا ہو بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر سیر دیکھتے ہیں اگر وہ متصل کے کمرے میں بروقت نماز و ذکر حق داخل ہوں تو انکو کھڑا رہنا پڑتا ہو اور باہر دروازے کے جوتے اتار کر اس آدمی کے سپرد کرنا پڑتے ہیں جو اس مطلب کے لیے مقرر ہوتا ہو اور بروقت رخصت و مان سے وہ کچھ اُسکو دیکھتے ہیں۔ بیگانوں کو صرف بعد اختتام نماز اسلام و مان آئے دیتے ہیں۔ شیخ کے کمرے کو حجرہ شیخ کہتے ہیں اور بڑے کمرے کو سمیع خانہ بولتے ہیں۔

علاوہ اسکے فرقہ میو لیوی میں ایک اور کمرہ ہوتا ہو جو بنام حجرہ اسم جلال نامزد ہو اس کمرے میں وہ صبح و شام کو نماز پڑھا کرتے ہیں اور ذکر حق کیا کرتے ہیں۔ یہ کمرہ کسی اور فرقے کے تیکے میں دیکھنے میں نہیں آیا ہو۔ تماشا سابقین لہذا تیسری نماز روزمرہ ہی اُسکو زبان ترکی میں آیکنڈی کہتے ہیں۔ یہ نماز دس بجے شام کے شروع ہوتی ہو۔

کامل تکیہ فرقہ میو لیوی میں اٹھارہ کمرے ہوتے ہیں اور انہیں قسم یا منٹ بھی اٹھارہ ہوتے ہیں۔ ہر کمرے والے کو فی یوم اٹھارہ پیاسٹرز ملتے ہیں۔ جو کوئی مرید ہو اچانک اُسکو اس تیکے میں اول ۱۰۰ روز خدمت کرنی پڑتی ہو۔ اُسکے کمرے کو چلہ ہجرہ سی کہتے ہیں۔ اس کمرے میں مرید تازہ زیر امتحان رہتا ہو اور بہت نماز و روزے میں مصروف۔ سوائے شیخ اور اسکے نائب اور مہتمم تکیے کے جبکو خزانہ دار کہتے ہیں انہیں کوئی اور افسر نہیں ہوتا ہو۔ عہدہ شیخ موروثی ہو۔ لیکن ترکی یا روم میں منظور شیخ الاسلام

یعنی افسر اعلیٰ مذہب اسلام ہر فرقے کے شیخ کی تقرری کے لیے ضروری ہو۔

مجھے دریافت نہیں ہو رہی کہ کیوں خاص طریقہ پر مستشرقین مقرر ہو رہے۔ اسکی وجہ جو قابل اعتبار ہو کسی سے تحقیق نہیں ہوئی ہو۔



مولوی جلال الدین بانی اس فرقے کے مختصر قایم سے ظاہر ہوتا ہے کہ بامداد عجیب قوت روحانی وہ آسانی قسط سے غائب ہو جاتا تھا اور آسمان کی طرف چلا جاتا تھا۔ اس فرقے میں یہ روایت ہو رہی کہ جب یاد آئی میں کمال نحو ہوتا تھا وہ اپنی نگہ سے اٹھکر اسی طور سے چکر کیا کرتا تھا جیسا کہ پیروان اس

فرقے میں مروج ہو اور کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ وہ اس دنیا و جسمانی سے نکلنے لگا لیکن بوسیہ راگ و باجہ نظر سے غائب ہونے پایا۔ اسکی کتاب موسوم مثنوی شریف نظم میں تحریر ہوئی ہو۔ ہر ایک شعر میں قافیہ بندی ہو۔ وہ کتاب زبان فارسی میں ہو اور اگرچہ اسکی شرح ہوئی ہو لیکن مضمون اسکا ایسا پیچیدہ ہو کہ ترجمہ اسکا ہو ہونا دشوار ہو۔ درحقیقت اسمین بڑے باریک و نازک خیالات اکثر در باب عشق اللہ درج ہیں اور ہر ایک شعر سے غایت درجے کا سرور پیدا ہوتا ہو۔ کہتے ہیں کہ یہ غایت درجے کی خوشی الہام مقدس ہو جو انسان کو خالق کے قریب لاتی ہو اور اسکے ذریعے سے روح انسان روح اللہ سے ہمکلام ہو جاتی ہو۔ تو جبکو فرقہ میولوی بطور باجہ استعمال میں لاتا ہو نرگل کی بنتی ہو۔ تو باجہ قدرت ایندومی ہو جو واسون کے تیز کرنے کے لیے بھی مستعمل ہوتا ہو۔

ترجمہ جو سر ولیم جوہر نے چند اشعار مثنوی شریف کا کیا ہو ذیل میں درج ہو۔
او عشق حقیقی مبارک ہو جو تو چشمہ فواید لا متناہی ہو۔ تیری دوامجہ بیمار کو صحت بخشی ہو

اور تیری ہی قابلیت میری مدد کرتی ہو۔ آؤ تو جو گئین سے زیادہ فاضل ہو اور پلیٹو سے زیادہ عقلمند اور جو میرے رہنما اور میرا قانون اور میرا کمال سرور و دل ہوا ٹھہ اور بیدار ہو۔ عشق اس سر و مٹی کو آتش اسرار آہی سے گرم کرتا ہو۔ آؤ رقص کرنے والے پہاڑ کمال اشتیاق سے کودتے ہیں۔ اس روح پر بڑا فضل آہی ہو جو بحر عشق میں تیرتی ہو۔ اور اس حیات ابدی کی طالب ہو جو خوراک آسمانی سے پرورش پاتی ہو۔ کیا ناما کامل اجسام میں کمالیت ہو سکتی ہو۔

اس مقام پر میرے راگ اب ختم ہو اور آؤ دنیا و دون اب تم رخصت ہو۔ درباب کلاہ درازمند فرقہ مہولیوی۔ بیان ہوا ہو کہ قبل اسکے کہ یہ دنیا جو مسکن انسان ہو وجود میں آئی تھی ایک اور دنیا بنام عالم ارواح موجود تھی۔

کہتے ہیں کہ روح ایک نور ہو۔ اسکا مادہ جسمانی نہیں اور اسی لیے وہ چشم انسان سے کھنسل آئینہ ہو غائب و نا پدید ہو۔ کہتے ہیں کہ عالم ارواح میں روح محمد صائم کی موجود تھی اور خالق نے اسکو ایک ظرف نور میں کہ شکل کلاہ فرقہ مہولیوی تجھار کھاتھا۔

مصنف کتاب شکاک نمایہ جبکا ذکر کہ سابق ہو چکا ہو اس فرقے کے باب میں یہ کہتا ہو کہ اشخاص فرقہ مہولیوی بطور بھائی بھائیوں کے یکجا جمع ہوتے ہیں اور عشق اللہ میں بانسی بجا کر مکان عشق میں اسکی پرستش کرتے ہیں اور گرد چکر کر کے خوشی کے مارے ناچتے ہیں اور اسکی محبت میں آہ کھینچتے ہیں اور نالہ و زاری کرتے ہیں اور اسکی ذات میں ملنے کی کمال آرزو رکھتے ہیں۔ سمع خانے کے گرد چکر کر کے وہ بڑے جذبات کے اثر سے محفوظ رہتے ہیں اور انکو وہ دل سے خارج کرتے ہیں اور تمام مذہبی رسوم سے کہ جزوی و لاحاصل ہیں بچے رہتے ہیں یعنی کسی رسم کو عمل میں نہیں لاتے ہیں۔

نماز و دعاے روزمرہ و معمولی فرقہ مہولیوی وہ ہیں جو ذیل میں درج ہیں۔

۱۔ نماز روزمرہ و معمولی۔ قبل شروع کرنے نماز کے وہ نیت باندھتے ہیں کہ ہسم

نماز نامے مخصوص و مناسب پڑھینگے۔

۲۔ اللہ و اکبر۔ سبحانہ۔ و عضو بلالی۔ اور کوئی بسم اللہ۔ اور کوئی فاتحہ۔

وزمین سورہ۔ یا کوئی اور سورہ قرآن جسکو وہ اس مطلب کے لیے منتخب کریں۔

اللہ اکبر اول کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں اور اخیر میں کھٹنوں کے بل جھک کر تین مرتبہ

سبحان ربی العظیم وغیرہ کہتے ہیں اور اُسکے ساتھ سمیع اللہ وغیرہ بھی پڑھتے ہیں۔

اُسکے یہ ہیں کہ اے خداوند کریم کار ساز ہمارے شکر و سپاس کو سُن کیونکہ تو تمام دیوتاؤں

میں سے سب سے بڑا خدا ہے۔ یہ کہکرو فرشتے سجدہ کرتے ہیں۔

بعد اس نماز کے وہ اور ادا پڑھتے ہیں۔ صبح کے وقت قبل از طلوع آفتاب وہ نماز

صبح پڑھتے ہیں اور جب آفتاب اُفتق سے طلوع ہونا ہو اُسکے دس سنت یا کچھ کم و بیش

عرصے کے بعد دو رکعت پڑھتے ہیں اُسکو اشراقیہ کہتے ہیں اور دو رکعت جو ہوتی ہیں

وہ اشراق کہلاتی ہیں۔ دو پہر کو بھی مثل مسلمانوں کے وہ ہر روز نماز پڑھتے ہیں۔ اس

نماز میں دس رکعت ہوتی ہیں۔ چار سنت۔ و چار فرض۔ اور باقی دو بھی سنت ہوتی

ہیں۔ سنت وہ ہیں جو پیغمبر صلعم کے حکم سے پڑھی جاتی ہیں۔ اور فرض وہ ہیں جو خدا کے

حکم سے ادا ہوتی ہیں۔ باقی دو رکعت جو سنت ہیں اُنکے لیے حکم پیغمبر صلعم کا بالخصوص ہے

تیسری نماز و زمرہ ہیں جسکو آئینہ دی کہتے ہیں۔ ۴۔ رکعت پڑھی جاتی ہیں چار نہیں

سے سنت ہیں اور چار فرض۔ شام کی نماز پانچ رکعت کی ہوتی ہے جنہیں سے تین فرض

ہیں اور دو سنت۔ بعد اس اخیر نماز کے وہ نماز اسم جلال پڑھتے ہیں جو تین تو حید سے

مشتمل ہو یا ہر ایک موافق اپنی مرضی کے جتنے اسم جلال چاہتے ہیں پڑھتے ہیں۔

قبل شروع نماز اس فرقے کے تمام مرید بیٹھ کر پیر کے خیال میں محو ہوتے ہیں اُسکو

مراقبہ و توجہ کہتے ہیں۔ اس وقت قوال جو برآمدے میں ہوتے ہیں نعت شریف و مقدس

گانے بجاتے ہیں۔ اس برآمدے کو مطرب کہتے ہیں اور جو اس برآمدے میں بیٹھے ہوئے ہیں

وہ ہدایات و اشارات شیخ کو کہ وہ ہاتھ سے کرتا رہتا ہی بغور دیکھتے رہتے ہیں۔
 چونکہ عقیدہ اس فرقے کا عشق اللہ ہی تو سلام بھی اُنکے ویسے ہی ہوتے ہیں مثلاً بعد
 پانی پینے کے وہ عشق اسون کہتے ہیں۔ اُنہیں سے کسی کو بھیک مانگنے کی اجازت نہیں
 لیکن گلیوں میں اُنکو اکثر پانی فی سبیل اللہ ولی عشق اللہ پلاتے ہوئے دیکھتے ہیں۔
 ایک مختصر رسالے میں کہ کسی شیخ فرقہ میو کیوسی نے تصنیف کیا ہے اور حال میں وہ
 فوت ہوا ہے بیان وجود روحانی بصفائے تمام و مشرح درج ہے۔ دلائل باثبات ہیں
 امر کے وہ قرآن سے نقل کرتا ہے۔



وہ یہ ہیں کہ قبل از پیدائش اس دنیا کے اور شاید قبل وجود میں آنے ستیاردون کے
 بھی انسان کسی آسمان میں پیدا ہوا تھا اور پیشتر اسکے کہ روح اُسکی قالب انسانی میں
 آوے وہ اس دار فانی میں مختلف صورتوں میں گزر جاتا ہے اور قالب مختلف حیوانات
 میں روح اُسکی حلول کر کے زندگی بسر کرتی رہتی ہے۔ اور بعد وفات بھی وہ کئی صورتوں
 میں تبدیل ہوگا اور پھر آخر میں اپنی اصلی حالت پر آنکر کہ عالم ارواح میں تھی قرب
 جالق حاصل کریگا۔ وہ اس فقرہ قرآن سے کہ اگر نہ پیدا ہوتا تو نہ پیدا کرتا میں زمین

و آسمان کو یہ ثابت کرنا ہی کہ روح محمد صلعم پہلے سے موجود تھی جو اس دنیا میں بشکل انسان ظہور میں آئی اور پیدا ہوئی۔ اس مصنف کا یہ بھی اظہار ہے کہ آدم علیہ السلام خاک میں سے پیدا ہوئے تھے اور آخر سن پچھ خاک ہو گئے لیکن انکی روح کسی اور جگہ سے نکلی تھی۔ وہ اور تمام مسلمان اس بات کے متفرقین کہ مسیح روح اللہ تھے اگرچہ وہ اُسکو اللہ نہیں سمجھتے ہیں کیونکہ اس صورت میں وحدانیت خالق باقی رہتی ہی اور محمد صلعم نے بارہا مسئلہ کثرت خداؤں سے انکار کیا ہے۔

محمد صلعم کا یہ قول ہے کہ انسان کو نہ تو اپنی پہلی حالت کا علم ہی اور نہ آئندہ کا اگرچہ اکثر واقعات آئندہ کا موہوم خیال اُسکے دل میں آجاتا ہے لیکن جب وہ ظہور میں آتے ہیں تو وہ اُنکو پہچان نہیں سکتا ہے۔

باب یازدہم

حال مندرجہ ذیل در باب پھیلنے فرقتہ درویشوں کے کتاب مسٹر ڈی آوہسن سے کہ سلطنت اوٹومن کے باب میں تصنیف ہوئی ہو منقول ہوا ہے۔ بسبب اس ترغیب و تحریص کے کہ جنت میں حورین ملیں گی اور باعث فتوحات غیبی جو محمد صلعم کو بعد دعویٰ پیغمبری نصیب ہوتی رہیں ایک گروہ درویشان کا پیدا ہوا جنکی ریاضت سادہ لوح لوگوں کے دلوں میں ایسی اثر پذیر ہوئی کہ وہ اُنکو دیکھ کر متعجب ہوئے اور اس پردہ دنیا پر اُنکو عجیب مخلوقات میں سے سمجھنے لگے۔

سن اول ہجری میں ۴۵ھ۔ اشخاص ساکن مکہ اور یتیمالیس ہی ساکن مدینہ نے باہم متفق ہو کر قسم کھائی کہ ہم ملکر ایک فرقہ ایسا بند دینگے کہ مال سبکا ایک ہو گا اور سب روزیہ ایسے خاص رسوم مذہبی ادا کیا کریں گے جنہیں کہ توبہ ہو اور نفس کشی۔ انھوں نے اپنا نام صوفی رکھا تاکہ انھیں اور اور مسلمانوں میں تمیز ہو جاوے۔ یہ نام جو پہلے کئی مسلمانوں پر

آتا تھا اب اُن مسلمانوں پر آتا ہو جو ترک دنیا کر کے یاد آہنی میں مصروف ہو جاتے ہیں اور بڑی تکلیف دہندہ طریقوں سے سخت ریاضت و عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں درباب اشتقاق لفظ صوفی مصنف اُس قوم کے مختلف الراسے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ یونانی لفظ سوفوس سے کہ یہ معنی دانا آیا ہو نکلا ہو لیکن بعض کی یہ اسے ہو کہ وہ سوف سے کہ لفظ زبان عربی ہو مشتق ہوا ہو۔ معنی اُسکے موٹی اُون ستر کے ہیں یا پارچہ بال کے یا وہ پارچہ کہ توبہ کنندگان اہل اسلام بزمانہ آغاز مذہب اسلام پنا کرتے تھے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ لفظ صوفی صفا سے کہ لفظ عربی ہو نکلا ہو صفا نام ایک مقام کا ہو جو گرد کعبہ واقع ہو۔ اُس مقام پر کسی مرید اُس فرقے کے نماز و روزہ و ریاضت میں شب و روز مصروف و مشغول رہتے تھے۔ صوفی فقیر بھی کہلاتے تھے بدنیوچہ کہ اُنکا مقولہ یہ تھا کہ دنیوی فوائد و حظوظ نفسانی کو ترک کرنا چاہیے۔ اِس صورت میں وہ اُس مقولہ پیغمبر صلعم پر کہ الفقیر فخری چلتے تھے یعنی وہ یہ کہتے تھے کہ فقیری یا فلسی ہمارا فخر ہی اُنکی دیکھا دیکھی حضرت ابو بکرؓ و حضرت علیؓ نے حیات نبی اہل اسلام علیہ السلام ایک ایک گروہ فرقہ درویشان مقرر کیا اور ہر ایک اُممین سے اُنکا ہتم و افسر اسکا بنا اور انھوں نے جداگانہ خاص خاص رسوم اُممین مقرر کیے۔ ہر مرید قسم کھا کر اُس فرقے میں داخل ہوتا تھا۔ ہر وقت وفات حضرت ابو بکرؓ نے تو سلمان فارسی کو اور حضرت علیؓ نے حسن بصری کو اہتمام اُن گروہوں کا تفویض کیا اور وہ اُنکی جگہ پر مقرر ہوئے۔ ہر ایک اُممین سے خلیفہ بھی کہلاتا تھا۔ یہ دو ذون اُنکے قدموں پر چلنے لگے جنکے وہ جانشین ہوئے تھے اور بعد اُنکے اُنکے جانشین اُنکا تتبع کرنے لگے اور اسی طرح سے یہ صورت مسلسل چلی گئی غرض کہ جو کوئی اُس فرقے میں سے نہایت ضعیف العمر و قابل ادب و عظیم عقیل ہوتا تھا وہ اُنکا جانشین ہوتا جاتا تھا۔ اور اسی طرح سے سلسلہ جاری رہا۔ بعض اُممین کہے بہ ہدایت اپنے خیالات باطلہ کے قواعد مقررہ گروہ سے منحرف

ہوے اور اس طرح سے وہ قواعد بدلتے گئے حتیٰ کہ آخر سن وہ گروہ گوشہ نشین بن گیا۔ اس فرقے کو سیل بطرف گوشہ نشینی ایک گوشہ نشین کی دیجھا دیکھی سے زیادہ ہوا۔ اس گوشہ نشین نے ششہ ہجری میں ایک گروہ گوشہ نشینوں کا جو بنام اوس کرانی نامزد ہو مقرر کیا تھا۔ یہ گوشہ نشین متوطن کار و واقع میں تھا اور اسی نام پر وہ فرقہ نامزد ہوا تھا۔ اس گوشہ نشین نے ایک روز یہ بیان کیا کہ حضرت جبریلؑ نے مجھ سے خواب میں کہا ہو کہ خدا کا حکم ہو کہ ترک دنیا کرو اور عبادت و توبہ دیا دآسی میں مصروف ہو۔ اس شخص نے یہ بھی بیان کیا کہ حضرت جبریلؑ نے قواعد اس فرقے کے لیے مجھے دیے ہیں۔ کم خوری و پرہیزگاری و ترک ملاقات مخلوقات عالم و ترک لذائذ بے گناہ و شغل شب و روز بہ نماز منشا ان قوانین کا تھا۔ اُس نے ان قوانین میں اور بھی شامل کیے۔ وہ اس باب میں اس درجہ غایت پر پہنچا کہ اُس نے اپنے تمام دانت ایسوجہ سے اور بیا دگاری اس امر کے نکلوا ڈالے کہ پیغمبر صلعم کے دو دانت خیاگ احد میں ٹوٹ کر گر پڑے تھے۔ اُس نے اپنے مریدوں کو حکم دیا کہ تم بھی موافق میرے اس باب میں عمل کرو یعنی تم بھی سارے دانت اپنے نکلوا ڈالو۔ اُس نے کہا کہ اُس پر خدا کی خاص مہربانی ہوگی جس کے دانت غیب سے نکلیا دینگے یا کوئی فرشتہ خواب غفلت میں اُس کے دانت نکال لیوے گا اور ہر وقت جاگنے کے وہ دانتوں کو بستر پر پاویگا۔ اسمین شک نہیں کہ ایسا سخت حکم مانع داخل ہونے مریدوں تازہ کا اس فرقے میں ہوگا اور بہت ہی کم لوگ اس طرف رغبت کریں گے۔ بزماۃ آغاز مذہب اسلام کچھ متعصب و سادہ لوح اشخاص اس طرف مائل ہوئے لیکن یہ فرقہ اب میں میں ہو جہان سے وہ شروع ہوا تھا محدود ہو۔ اور ہمیشہ مرید اس فرقے کے تعداد میں چند ہی رہتے ہیں باوجود بے اعتباری اس فرقے کے وہ باعث تقرری اور فرقہ ہائے گوشہ نشینوں کا ہوا اُس نے دو بڑے فرقے ابو بکر و علی پیدا ہوئے۔ بانی ان دونوں فرقوں کے

اپنے جانشینوں سے زیادہ تر بلند نظر و متعصب تھے۔ ہر ایک نے انہیں سے اپنے اپنے فرقے کا نام اپنے نام پر رکھا۔ اور اپنا خطاب انھوں نے بجائے شیخ کے پیر رکھا۔ شیخ اوپر پیر کے معنی ایک ہی ہیں یعنی بزرگ۔ ان کے مرید بنام درویش نامزد ہوئے۔ علم اہمیات میں ان لفظوں کے معنی عجز و انکسار و گوشہ نشینی و استقلال ہیں۔ ان گوشہ نشینوں کی خصلت ایسی ہی ہونی چاہیے۔ ممالک اہل اسلام میں نئے نئے فرقے گوشہ نشینوں کے ہر صدی میں پیدا ہوتے گئے۔ ان اگر وہوں میں سے قریب تمام کے سلطنت آؤ تو میں اب بھی موجود ہیں۔ انہیں سے مشہور مشہور فرقے تعداد میں ۳۲ ہیں۔ فہرست اسماء بانی ان فرقوں کی مع تاریخ وفات ذیل میں درج ہو۔ شیخ الوان نے ۱۰۰۰ ہجری مطابق ۱۰۰۰ء میں بمقام جدہ وفات کی۔ یہ شخص بانی فرقہ الوانی ہو۔

ابراہیم ادہم نے ۱۰۰۰ ہجری مطابق ۱۰۰۰ء میں بمقام دمشق رحلت کی۔ یہ شخص بانی فرقہ ادہمی ہو۔

بیاز و بسطامی ۱۰۰۰ ہجری مطابق ۱۰۰۰ء میں بمقام جبل بسطام واقع سریا میں رہ کر اے عالم بقا ہوا۔ یہ شخص بانی فرقہ بسطامی ہو۔

سراے سقطی بانی فرقہ سقطی ۱۰۰۰ ہجری مطابق ۱۰۰۰ء بغداد میں فوت ہوا۔ عبدالقادر گیلانی بانی فرقہ قادری نے ۱۰۰۰ ہجری مطابق ۱۰۰۰ء میں رحلت کی۔ وہ زیویدار یعنی محافظ و فتر امام اعظم ابو حنیفہ فقہ دان اہل اسلام شہر بغداد تھے۔

سید احمد روفانی بانی فرقہ روفانی رجبکو عموم و لولہ و شور و غل کرنے والے درویش کہتے ہیں) ایک دشت میں کہ ما بین بغداد و بصرہ واقع تھا ۱۰۰۰ ہجری مطابق ۱۰۰۰ء میں رہ کر اے عالم بقا ہوئے۔

شہاب الدین سہروردی بانی فرقہ سہروردی بغداد میں بہ ۱۰۰۰ ہجری مطابق

۱۲۰۰ عیسوی فوت ہوا۔

نجم الدین کبرا۔ بانی کبراوی خوارزم میں ۷۱۰ ہجری مطابق ۱۳۰۰ ع فوت ہوا۔
عبدالحسین شاہری۔ بانی فرقہ شاہری کے ۷۱۰ ہجری مطابق ۱۳۰۰ ع
رحلت کر گیا۔

جمال الدین الرومی مولانا معروف بولاناو نکیار بانی فرقہ میولیوی ۷۱۰ ہجری
مطابق ۱۳۰۰ ع میں بمقام کونیہ فوت ہوا۔ یہ فرقہ عموم میں بنام ناچنے والے درویش
کے نامزد ہو۔

عبدالفتن احمد بداوی بانی فرقہ بداوی ۷۱۰ ہجری مطابق ۱۳۰۰ ع میں بمقام
تاشا واقع ملک مصر فوت ہوا۔

پیر محمد نقشبندی۔ بانی فرقہ نقشبندی ۷۱۰ ہجری مطابق ۱۳۰۰ ع میں بمقام
کسری اریقان واقع ملک ایران فوت ہوا۔ وہ ہمعصر عثمان اول بانی سلطنت
اوٹومن تھا۔

سعید الدین جبرادی۔ بانی فرقہ سعیدی ۷۱۰ ہجری مطابق ۱۳۰۰ ع عیسوی میں
متصل دمشق فوت ہوا۔

حاجی بیکتاش خراسانی معروف بے ولی بانی فرقہ بیکتاشی ۷۱۰ ہجری مطابق ۱۳۰۰ ع
میں بمقام کرشہر (ایشیا خرد) فوت ہوا۔ وہ چند سال دربار اورخان اول میں رہا
اور اسنے اپنے فرقہ جسناری کو بروقت اسکے شروع یا پیدا ہونے کے دعائے خیر کی تھی اور
برکت دی تھی۔

عمر خلوتی بانی فرقہ خلوتی ۷۱۰ ہجری مطابق ۱۳۰۰ ع میں بمقام کبیرہ راہی ملک
بقا ہوا۔

زین الدین ابوبکر خانی۔ بانی فرقہ زینی کوفہ میں ۷۱۰ ہجری مطابق ۱۳۰۰ ع

رحلت کر گیا۔

عبد الغنی پیر بابائی۔ بانی فرقہ بابائی ایدری نوپل بین پٹنہ ہجری مطابق ۱۲۶۶ء
میں رہ گئے عالم بقا ہوا۔

حاجی بیرام انکرا دی بانی فرقہ بیرامی پٹنہ ہجری مطابق ۱۲۸۶ء میں بمقام انگورا
فوت ہوا۔

سید عبد اللہ اشرف رومی بانی فرقہ اشرفی پٹنہ ہجری مطابق ۱۲۹۳ء میں
بمقام چین از نک فوت ہوا۔

پیر ابو بکر وفائی بانی فرقہ بیکری پٹنہ ہجری مطابق ۱۲۹۶ء میں بمقام الپوراجی
ملک عدم ہوا۔

سنبل یوسف بولادی بانی فرقہ سنبلی بمقام قسطنطنیہ پٹنہ ہجری مطابق ۱۳۰۹ء
میں فوت ہوا۔

ابراہیم گلشنی بانی فرقہ گلشنی پٹنہ ہجری مطابق ۱۳۰۳ء میں بمقام قاہرہ فوت ہوا
یہ فرقہ بنام روشنی داد عمر روشنی کے نام پر جو استاد و مرشد ابراہیم گلشنی تھا معروف ہوا۔
شمس الدین اغت باشی بانی فرقہ اغت باشی میگینشیا واقع ایشیا کے کوچک میں
پٹنہ ہجری مطابق ۱۳۰۹ء فوت ہوا۔

شیخ امی سنان بانی فرقہ امی سنان قسطنطنیہ میں پٹنہ ہجری مطابق ۱۳۱۸ء
فوت ہوا۔

پیر افتادہ محمد جلوتی بانی فرقہ جلوتی بمقام بردسا پٹنہ ہجری مطابق ۱۳۱۸ء میں فوت ہوا
حسین الدین اشاک بانی فرقہ اشاک قسطنطنیہ میں پٹنہ ہجری مطابق ۱۳۱۸ء
فوت ہوا۔

شمس الدین سواسی بانی فرقہ شمسی مدینہ میں پٹنہ ہجری مطابق ۱۳۱۸ء میں فوت ہوا

عالمستان امی بانی فرقہ سنان امی ششہ ہجری مطابق ششہ ۱۱۶۹ء بمقام الواسے فوت ہوا۔
 محمد نیازی مصری بانی فرقہ نیازی ششہ ہجری مطابق ششہ ۱۱۶۹ء بمقام تمینوس فوت ہوا۔
 مراد شامی بانی فرقہ مرادیہ قسطنطنیہ میں پر ششہ ہجری مطابق ششہ ۱۱۶۹ء بمقام ایدوس رہا
 ملک عدم ہوا۔

نور الدین جبرانی بانی فرقہ نور الدین ششہ ہجری مطابق ششہ ۱۱۶۹ء بمقام قسطنطنیہ فوت ہوا۔
 محمد جمال الدین اورنادی بانی فرقہ جمالی ششہ ہجری مطابق ششہ ۱۱۶۹ء بمقام
 قسطنطنیہ رگراے عالم بقاء ہوا۔

انہیں سے تین فرقے یعنی بسطانی و نقشبندی و یکتائی گروہ حضرت ابو بکر علیہ السلام
 کی اولاد سے ہیں۔ باقی اور فرقت حضرت علی سے تعلق ہیں۔ ان کی کرسی ناموں سے کہ گنگ
 شیخون نے تیار کیے ہیں ان کے باہم مطابقت معلوم ہوتی ہے۔ انکو سلسلہ الاولیاء کہتے ہیں۔
 انہیں سے جو اخیر لکھا گیا ہوا اسکا لکھنے والا عبید اللہ بنی شیع فرقہ جمالی ہے۔ یہ فرقہ
 قسطنطنیہ میں ششہ ۱۱۶۹ء میں فوت ہوا تھا۔ ان کے نامیات ترتیب سے قلمبند کر کے
 ناظرین کو بطور ایک تحفہ کے پیش کیا جو بعض شیخون کا نام اسمیں داخل نہیں کیا ہو بدین
 کہ جن مصنفون نے کہ انکا کرسی نامہ بیان کیا ہو وہ ان کے اصلی ناموں کو مختلف بیان کرتے
 ہیں یعنی ان کے ناموں کے باب میں ان مصنفون میں مطابقت پائی نہیں جاتی ہے۔ ان
 ناموں کے فروگزاشت کرنے سے صحت کرسی نامہ اصل کتاب میں کچھ خلل واقع نہیں ہوتا۔
 ان فرقہ نامے گوشہ نشینون میں سے فرقہ نقشبندی زیادہ مشہور و معروف ہوا۔

وہ دو گروہ جنہیں سے کہ یہ تمام پیدا ہوئے تھے رفتہ رفتہ نیست ہوتے گئے لیکن آٹھویں صدی
 سنہ ہجری میں پیر محمد نقشبندی نے اسکو بحال کرنا چاہا۔ اس ارادے سے اس نے ایک نیا
 فرقہ بنایا جو اس کے نام پر نامزد ہوا اور وہ صرف ایک مذہبی گروہ ہے۔ یہ فرقہ دو اصلی
 و قدیم فرقوں کے اصول پر خصوصاً اصول فرقہ حضرت ابو بکر پر مبنی ہو جیسا کہ ان دو

قدیمی فرقوں میں ہو ویسا ہی فرقہ نقشبندی میں دنیا دار داخل تھے اس زمانے میں جیسا کہ
فی زمانہ حال تمام سلطنت روم میں ہر فرقہ کے لوگ اور اشخاص درجہ اعلیٰ عبادت حق میں
مصرف ہوئے تھے۔ اول فرض اس فرقہ کا یہ ہر ایک خاص نماز جو بنام خاتم کوہ جاجیان معروف
ہو ہر روز اور کم از کم ایک مرتبہ استغفار اور سات مرتبہ سلامت اور سات مرتبہ فاتحہ اور نو مرتبہ قرآن کے
باب علم نشر الیقاد و اخلاص شریفین پڑھا کرین ماسوا کے اور بھی خاص رسوم ہیں جو انکی ذیلی
پر مشتمل ہیں یعنی پڑھنا نماز معمولی کا ہفتے میں ایک مرتبہ تہنق ہو کر یہ ہفتہ کی نماز جمعرات کے روز بعد
پانچویں نماز کے پڑھی جاتی ہو پس اس صورت میں وہ نمازات کو ہوتی ہو۔ ہر شہر و ہر بیرونجات
وہر مقام میں مرید اس فرقہ کے مختلف مختلف گروہوں میں جمع ہو کر اپنے اپنے شیخ کے گھر پر
بناتے ہیں اور پبلنگ پر بیٹھا نہایت سنجیدگی سے نماز ادا کرتے ہیں یا تو شیخ خود با کوئی اور اسکے



بھائی بندوں میں سے اسکی جگہ پر نماز کو راگ میں پڑھتا ہو اور باقی مرید اس کے
جواب میں ہو یا اللہ زبان سے کہتے جاتے ہیں۔ بعض شہروں میں نماز کے لیے فرقہ نقشبندی
میں خاص کمرے مقرر ہیں۔ اس صورت میں بروقت نماز شیخ بسبب ایک حمام کے
کہ نسل علامہ شیخ مسیحا اسکے سر پر ہوتا ہو وہ اور وہ سے تمیز کیا جاتا ہو یعنی وہ اس علامہ
سے پہچانا جاتا ہو۔ اور فرقہ ہاسے درویشان مختلف اصول پر مبنی ہیں ہر ایک فرقہ کے
بناتے والے نے مختلف قواعد و رسوم اپنے مریدوں کے لیے مقرر کیے ہیں جن کے ان کے لباس

میں بھی باہم فرق ہو گیا ہو۔ ہر ایک فرقے کا خاص لباس مقرر ہو اور ان فرقوں میں سے اکثروں میں لباس اس طرح منتخب کیا گیا ہو کہ لباس شیخ درویشوں کے لباس سے مختلف ہو۔ یہ فرق اکثر عمامہ و قطع برید کرنے و رنگ و قسم پارچہ کے دیکھنے میں آتا ہو۔ شیخ توسنبر یا سفید کپڑے کی پوشاک پہنتے ہیں اور جو کوئی موسم سرما میں چمڑے کی گوٹ لگاتے ہیں وہ پت گرس کو استعمال میں لاتے ہیں۔ چند ہی درویش کپڑے کی پوشاک پہنتے ہیں۔ سیاہ و سفید مندہ جبکو آبیہ کہتے ہیں اور جو بعض اشنہارا ناٹولیا میں بنتا ہو انکی پوشاک میں اکثر کام آتا ہو جلوئی و قادری پوشاک سیاہ مندہ پہنتے ہیں۔ فرقہ قادری کے موزے و عمامے ملل سیاہ مندے کے ہوتے ہیں۔ بعض فرقے مثل فرقہ مائے سیولیوی و بکیری لمبی کلاہ مندہ کی سر پر رکھتے ہیں۔ لیکن بعض اور فرقے مثل روفانی چھوٹی کلاہ جو بنام مکبہ معروف ہو اور صمیمی مونا کپڑا بھی لگتا ہو پہنتے ہیں۔ باقی اور درویشوں کی کلاہ تاج کلماتی ہو۔ عمامے انکے مختلف ڈھانچ و شکل کے ہوتے ہیں یا تو بسبب اسکے کہ وہ انکو مختلف طور سے لپیٹتے ہیں یا وہ پارچہ جو جوٹی سر کو ڈھانپتا ہو مختلف طور سے تراشا جاتا ہو مسمین کی ترک ہوتی ہیں۔ فرقہ ادیبی کی کلاہ میں چار ترک ہوتی ہیں اور فرقہ قادری اور سمیدی کی کلاہ میں چھ اور فرقہ گلشنی کی کلاہ میں آٹھ اور فرقہ بیکتاشی کی کلاہ میں ۱۲ ترک ہوتی ہیں۔ اور بعضوں کی کلاہ میں مثل فرقہ جلوئی اٹھارہ ترک بھی ہوتی ہیں۔

اکثر درویش واطعی اور موخچہ نہیں مونڈاتے ہیں۔ بعض فرقے مثلاً۔ قادری و روفانی و سمیدی۔ و خلوتی۔ و گلشنی۔ و جلوئی۔ و نورالدینی بیاوگاری طریقہ محمد مسلم و اکثر مریدان نبی اہل اسلام اتناک بال لیے رکھتے ہیں۔ بعض اپنے بال کندھوں تک لٹکاتے ہیں اور بعض اپنے بالوں کو شکل ہو باندھ کر عمامے کے پیچھے رکھتے ہیں۔ انکو لیے بال والے کہتے ہیں۔ اپنے کچے میں بھی وہ علحدہ و علحدہ رہتے ہیں۔ جیسا کہ بعض

دنیا دار مسلمان تسبیح ماتھ میں رکھتے ہیں و بسا ہی درویش بطور خدا پرستی عمل کرتے ہیں
انکی تسبیح کے دانے یا نو تعداد میں ۳۳ یا ۶۶ یا ۹۹۔ موافق صفات باری تعالیٰ ہوتے ہیں
بعض تسبیح کو ماتھ میں رکھتے ہیں اور بعض مکر بند میں اور تمام درویشوں پر دن میں
کئی مرتبہ نماز مقررہ اپنے اپنے فرقے کی پڑھنا فرض ہے۔

اگرچہ ہم نے مطول تفصیل خصوصیات مختلف گروہوں درویشوں کی بیان کی ہے لیکن
ہم چند بڑے بڑے قواعد و رسوم جن پر وہ بنا کئے گئے ہیں بیان کرینگے۔

قریب تمام فرقہ ہائے درویشان کے قوانین یہی ہدایت کرتے ہیں کہ ہر درویش کو
چاہیے کہ دن میں کئی مرتبہ سات اول صفات آسمیٰ جنکو اسمائے آسمیٰ کہتے ہیں پڑھا کرین
وہ الفاظ جن سے کہ اسمائے آسمیٰ مرکب ہیں ذیل میں درج ہیں۔

۱۔ لا الہ الا اللہ یعنی سوائے اللہ کے کوئی اور خدا نہیں۔ یہ اقرار آسمیٰ وحدانیت کا ہے۔
۲۔ اے اللہ یہ انشاء قادر مطلق سے ہے۔

۳۔ یا ہو۔ یعنی وہ جو ہمیشہ سے ہے۔ یہ اقرار آسمیٰ خلدائیت کا ہے۔

۴۔ یا حق۔ یعنی او منصف خدا۔

۵۔ یا حی۔ یعنی او زندہ خدا۔

۶۔ یا قیوم۔

۷۔ یا قہار۔

یہ الفاظ سات آسمان اور سات روشنیوں خدا کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ سات
آسمان کو سبع سما اور سات روشنیوں کو انوار آسمیٰ کہتے ہیں۔ سات انوار آسمیٰ سے
سات رنگ یعنی سفید و سیاہ و سرخ و زرد و نیلا۔ و سبز گہرا و سبز ہلکا پیدا ہوئے
ان راز و اسرار کے وسیلے سے وہ بڑے درویشوں میں داخل ہوا چاہتے ہیں جو کوئی
شخص کہ کسی فرقہ درویش میں داخل ہوا چاہتا ہو وہ انکی محفل میں جسکا افسر علی

شیخ ہو حاضر ہوتا ہو۔ شیخ اس مرید تازہ کے ہاتھ کو چھوتا ہو اور تین مرتبہ اس کے کان میں لا آله الا اللہ پڑھ کر بھونکتا ہو اور اسکو ہدایت کرتا ہو کہ ۱۰ یا ۱۵ یا ۳۰۔ مرتبہ اسکو ہر روز پڑھا کرنا۔ اس رسم کو تلقین کہتے ہیں۔ مرید تازہ حسب الحکم شیخ گونٹے میں جا کر اسکو پڑھتا ہو اور گوشہ نشینی اختیار کرتا ہو اور عرصہ امتحان میں جو کوئی خواب کہ وہ دیکھتا ہو شیخ سے بیان کر دیتا ہو۔ ان خوابوں سے صرف اسکی زرقی علم اس فرتے میں ظاہر نہیں ہوتی ہو بلکہ وہ شیخ کو وسیلہ دریافت اس امر کا ہو جاتا ہو کہ کب بھر اس مرید کے کان میں آگے کے الفاظ یا اللہ ہو بھونکنے چاہئیں۔ اسبطرح سے ساتوں اسماء الہی رفتہ رفتہ مرید کے کان میں بھونکے جاتے ہیں۔ اسکے سکھنے سے چچہ آٹھ یا دسٹس مہینے گزر جاتے ہیں اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ عرصہ گزر جاتا ہو۔ عرصہ سکھنے کا مرید تازہ کے مزاج کی خوبی پر منحصر ہو۔ وہ لوگ اسکے چکے کہتے ہیں۔ اسماء الہی کے اخیر نام پر کہ یا قہار ہو پونچکر تکمیل سلوک ہو جاتا ہو اوہ وہ نسب اس فرتے میں داخل ہونے کیلئے کامل تصور کیا جاتا ہو۔ عرصہ امتحان میں مرید تازہ کو کو چاق کہتے ہیں اور شیخ جو اسکا ہادی ہوتا ہو مرشد کہلاتا ہو۔

بانی فرقہ اولو انی نے اول یہ قواعد داخل میدان تازہ لفرقہ درویشان ایجا دیے تھے۔ بعد ازاں وہ قوانین قواعد مقررہ فرقہ قادری و خلوتی سے مکمل ہوئے۔ اشخاص فرقہ ماسے قادری و خلوتی اپنے عمالوں پر کار زرو وزی سے الفاظ لا آله الا اللہ منقش کرتے ہیں اور اس سے وہ اور درویشوں سے پہچانے جاتے ہیں۔

امتحان مرید تازہ فرقہ بیولیوی میں اس سے بھی زیادہ تر سخت ہو مختلف فرقوں میں مرید تازہ کے داخل کرنے کے لیے مختلف رسوم مقرر ہیں جو کوئی فرقہ بیولیوی میں داخل ہو اچا ہے اسکو اول تیکے کے باور چنجانے میں ۱۰۱ دن اوٹے سے اوٹے ہرجے پر خدمت کرنی پڑتی ہو اور اسی لیے اسکو کررا کو لک یعنی شغال کہتے ہیں۔ اگر وہ اچھا

ایک دن بھی اس خدمت میں مقصر ہوا ایک شب بھی غیر حاضر ہو تو پھر اسکو نئے سرے سے خدمت شروع کرنی پڑتی ہو اور پچھلے دن شمار میں نہیں آتے ہیں۔ افسر اعلیٰ باورچیخانہ جسکو شیخی باشی کہتے ہیں اور جو اُن درویشوں میں بڑا مشہور و معروف ہوتا ہو مرید تازہ کو شیخ کے پاس لاتا ہو۔ شیخ پلنگ کے کنارے پر بٹھکر محفل درویشانِ نیکی کے سامنے آسکو اپنی حضور میں بار دیتا ہو۔ مرید تازہ اس کے حضور میں آکر اور اس کے ہاتھ کو بوسہ دیکر بوریے پر کہ فرش پر بچھا ہوتا ہو بیٹھ جاتا ہو۔ افسر اعلیٰ باورچی خانہ اپنا داہنا ہاتھ تو مرید تازہ کی گردن پر اور بایان ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھتا ہو اور شیخ اپنی کلاہ سر پر سے اتار کر اس کے سر پر اونچی اٹھائے ہوئے رکھتا ہو اور اشعار فارسی کہ من تصنیف بانی اس فرقت کے ہیں پڑھتا ہو۔ مضمون اُن اشعار فارسی کا ذیل میں درج ہو۔

اصلی بزرگی و خوشی وہ ہو کہ انسانی جذبات یا نفسانیت کو دل میں فعل نہ ترک ہوا پستی و شہوت پرستی نتیجہ اعلیٰ اس قوت کا ہو جو بفضل و کرم ہمارے پیغمبر صلعم کے حاصل ہوتی ہو۔

بعد ان اشعار کے خطبہ کبیر پڑھا جاتا ہو۔ من بعد شیخ مرید تازہ کے سر پر کلاہ رکھ دیتا ہو اور اس کے سر کو ڈھانپ دیتا ہو تب مرید تازہ اٹھکر شیخی باشی کے ساتھ وسط کمرے میں جا کھڑا ہوتا ہو اس وقت اُن دونوں کی یہ صورت ہوتی ہو کہ اُن کے ہاتھ اپنی اپنی چھاتی پر تقاطع کرتے ہیں اور اُنکا آلتا پاٹن اپنے اپنے سیدھے پاٹن پر ہوتا ہو اور سر دہانے کندھے کی طرف جھکا ہوتا ہو۔ اس وقت شیخ افسر اعلیٰ باورچیخانے سے مخاطب ہو کر یہ گفتگو کرتا ہو۔ خدا کرے کہ نماز مرید تازہ تیرے بھائی کی مقبول نحت حی القیوم و منظور نظر پیر یسین بانی اس فرقت کے ہو۔ خدا کرے کہ اس عاجزون کے گھوٹیلے اور ان غیبوں کے جھوٹے بین اس کی خوشی اور شان روز در زرتی ہو۔ آوہم و تم مولانا کے نام پر باد و آواز ہو کہ میں۔ تب وہ پکار کر کہتے ہیں اور مرید تازہ اٹھکر شیخ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہو

اور وہ اس وقت نصیحت مربیانہ درباب اُسکے نئے فرائض کے دیتا ہے اور سب مریدوں سے یہ کہہ کر کہ تم اسکو اپنے فرقے میں مانو اور اُس سے بغلیہ ہو کلام کو ختم کرتا ہے۔

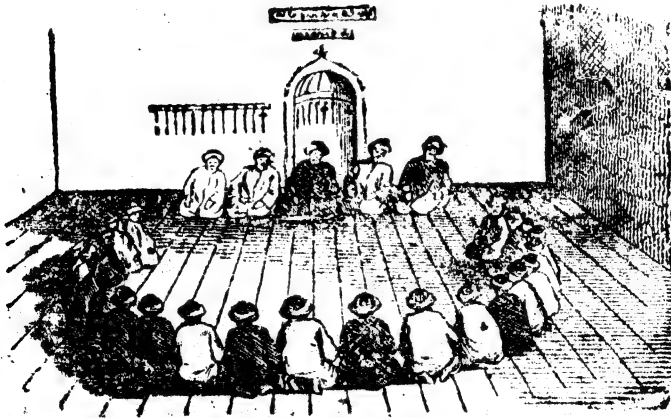
فرقہ بیکتاشی میں بھی مرید تازہ کا امتحان ۱۰۱۰ دن ہوتا ہے لیکن ہنوم او خال مدت تازہ اُس فرقے میں مختلف ہے ہر فرقہ درویشان میں مریدوں پر یہ فرض ہے کہ وہ خاص فقرات دن میں کئی مرتبہ پڑھنا گوشے میں اور بھی پنڈر شریک ہو کر پڑھا کرین بعض فرقوں میں بعض ایسے دستور مقرر ہیں جو خاص کسی فرقے سے متعلق ہیں۔ وہ دستور ناج یا ندھ ہی طریق کھونٹے و پکر لگانے سے متعلق ہیں۔ ہر یکے میں ایک بڑا کمرہ جو لکڑی کا بنا ہوتا ہے اس مطلب کے لیے مخصوص ہوتا ہے۔ اُس کمرے کی بناوٹ بہت سیدھی سا دھمی ہوتی ہے۔ اُس کمرے میں کوئی شی آرائش کی نہیں ہوتی ہے۔ وسط کمرے میں جسکا رخ کہنے کی طرف ہوتا ہے ایک طاق بنا رہتا ہے جو بطور قسبہ لٹکا ہوا کام میں آتا ہے۔ اُس کمرے کے سامنے ایک چھوٹا سا فرش جو اکثر چرم بھڑکا ہوتا ہے بچھا ہوتا ہے اسپر شیخ تکبیر لگا کر بیٹھتا ہے اور لیٹتا ہے۔ طاق سابق الذکر پر نام بانی فرقہ لکھا ہوا ہوتا ہے بعض کمروں میں پیر کے نام کی جگہ لا الہ الا اللہ و بسم اللہ الرحمن الرحیم منقش ہوتی ہے بعض کمروں میں ایسا دیکھنے میں آیا ہے کہ طاق کے دائیں و بائیں طرف تختیاں لگی ہوتی ہیں جنپر کہ علی قلم سے نام اللہ و محمد و چار خلفا لکھا ہوا ہوتا ہے۔ بعض کمروں میں نام حسن و حسین نبیرہ ہائے محمد صلعم اور بعض فقرات قرآن یا آداب طریقت دیکھنے میں آتے ہیں۔ ریاضت جو اُن کمروں میں ہوتی ہے بوجب قوانین فرقہ مختلف الاقسام کے ہوتی ہے لیکن قریب شام فرقوں میں شیخ سات اسمائے الہی جنکا ذکر کہ سابق ہو چکا ہے پڑھا کر چنت شروع کرتا ہے اور بعد اُسکے وہ مختلف فقرے قرآن کے گاتا ہے اور جس مقام پر وہ ٹھہرتا ہے گل درویش جو حلقہ باندھے گرد کمرے کے بیٹھے ہوتے ہیں سب ملکر آواز بلند اللہ اللہ یا ہو ہو کہتے ہیں۔ بعض محفلوں میں وہ ایڑیوں پر بیٹھتے ہیں اور اُنکی کینیاں ایک دوسرے کی کینیاں سے متصل ہوتی ہیں اور وہ سب ملکر ایک ہی وقت اپنے سر اور

جسم کو ہلکے سے ہلاتے جاتے ہیں۔ بعض محفلوں میں وہ آہستہ آہستہ دایں بائیں طرف جسم کو ہلاتے ہیں۔ بعض محفلوں میں یہ حرکت بیٹھ کر شروع کرتے ہیں اسی وقت انکا چہرہ سنجیدہ بنا ہوتا ہے اور آنکھیں یا تو بند ہوتی ہیں یا زمین کی طرف نیچے گڑھی ہوتی ہیں اور جب کھڑے ہوتے ہیں تب بھی وہ یہی حرکت چلی جاتی ہے۔ یہ عجیب ریاضتیں بنام مراقبہ معروف ہیں اور انکو توحید بھی کہتے ہیں۔ اسی لفظ سے توحید خانہ نکلا ہے وہ مکرہ جسمیں کہ یہ ریاضتیں ہوتی ہیں توحید خانہ کہلاتا ہے۔

بعض فرقوں میں مثلاً فرقہ مائے قادری دروفاقی و خلوتی و بیرامی و گلشنی۔ و عاشقی۔ میں یہ ریاضتیں اس طرح ہوتی ہیں کہ وہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہمیشہ داہنا پیراگے بڑھاتے ہیں اور ہر قدم پر جسم کی حرکت کو زیادہ کرتے جاتے ہیں اسکو وہ دور کہتے ہیں۔ ہم اپنے ترجمے میں اسکو لفظ ناچ یا چکر سے تعبیر کرتے ہیں عرصہ اس ناچ کا انکی مرضی پر منحصر ہے ہر ایک کو اختیار ہے کہ جب چاہے چھوڑ کر وہاں سے ہٹ جائے لیکن حتی المقدور جس عرصے تک کسی سے ٹھہرا جاتا ہے اس عرصے تک وہ وہاں قائم رہتا ہے۔ انہیں کے توانا و قوی ہیکل جو ان دگر محوش اور دن سے دیر تک اس ریاضت میں ٹھہرا چاہتے ہیں۔ وہ اپنا سر کھول ڈالتے ہیں یعنی تنگے سر ہو جاتے ہیں اور عمامہ پھینک دیتے ہیں اور اسی حلقے کے اندر ایک اور حلقہ بناتے ہیں اور اپنے بازوؤں کو اپنے بھائیوں کے بازوؤں میں لپیٹتے ہیں اور ایک دوسرے سے کندھے بٹھراتے ہیں اور رفتہ رفتہ او ازل بلند کر کے متواتر یا المتد یا المتد یا سو یا ہو کہتے جاتے ہیں اور ہر مرتبہ جسم کو زیادہ زیادہ حرکت دیتے جاتے ہیں جب تک کہ انکا دم چڑھتا ہے اور وہ بے طاقت ہو جاتے ہیں۔

انشخاص فرقہ روافی ان ریاضتوں میں سب پر فوق لے گئے ہیں صرف یہ ہی فرقہ اپنی عبادت میں آگ روشن کرنا ہے اور اس سے کام لینا ہے انکی ریاضتوں میں تمام

اور فوٹون کی ریاضتیں داخل ہین بیٹے جو کرتب کہ اور فرقے جدا گانہ کرتے ہین قریب اُن
 سب کو یہ عمل بین لاتے ہین۔ وہ ریاضتیں یا منظر یا تماشے پانچ مختلف اقسام میں منقسم ہین
 اور وہ تماشائیں گھٹنوں سے کچھ زیادہ رہتا ہو اور اُس کے قبل و بعد اور اُس کے ساتھ خاص رسوم
 جو اُس فرقے میں مقرر ہین عمل میں آتے ہین۔ اُن پانچ میں سے اول یہ ہو کہ تمام درویش
 قربانگاہ کے سامنے بیٹھ کر یہ کی تعریف کرتے ہین۔ قدیمی درویشوں میں سے چار تو اول و شد
 کے آگے آتے ہین اور ایک دوسرے سے بغلیں کرتے ہین گویا کہ وہ سلامتی ایک دوسرے کی
 چاہتے ہین اور من بعد اُس کے داہنے ہاتھ کو اور دو بائیں ہاتھ کو ہو جاتے ہین۔ باقی درویش ملکر
 اور ٹھاٹھ باندھ کر آگے بڑھتے ہین اس طرح کہ ایک بازو اُنکے دوسرے بازو سے تقاطع کرتا ہو اور
 سر اُنکے جھکے ہوتے ہین۔ ہر ایک اُمیدین سے اول اُس تختی کو سلام کرتا ہو جس پر کہ نام بانی اُس فرقے
 ثبت ہوتا ہو۔ بعد اُس کے ہر ایک اپنے دونوں ہاتھوں کو چہرے اور دائرہ پر رکھ کر گھٹنوں کے بل
 شیخ کے آگے جھکنا ہو اور بآداب اُس کے ہاتھ کو چومنا ہو اور تب وہ سنجیدہ طور سے قدم رکھتا ہو
 اپنی اپنی جگہ بیٹھ کر کھال پر کہ کمرے میں بشکل نصف دائرہ بچھی ہوتی ہو جا بیٹھتا ہو۔ حسب وقت
 کہ اُنکا حلقہ بند ہو جاتا ہو اس وقت فوراً وہ درویش باہم متفق ہو کر کبیر و فاتحہ گاتے ہین۔ بعد اُس
 فوراً شیخ لا آلا اللہ پڑھتا ہو اور یہ بھی متواتر کہتا چلا جاتا ہو اور درویش جسم کو دین بائیں
 ہلا کر اور ہاتھ چہرہ اور چپاتی اور شکم اور گھٹنوں پر رکھ کر اللہ اللہ در جواب اُس کے کہتے ہین۔



دوسرا منظر یا تماشا احمدی محمدی سے کہ راگ تقریف محمد صلعم ہو شروع ہوتا ہے اس
 راگ کو ایک بزرگون اُس فرقے میں سے کہ شیخ کے دایین طرف بیٹھا ہوتا ہو گاتا ہو
 یا الحان سے پڑھتا ہو۔ جب تک وہ حمدی محمدی پڑھتا رہتا ہو تمام درویش اللہ
 اللہ کہتے اور جسم کو آگے پیچھے ہلاتے رہتے ہیں۔ رجب کھنٹے بعد وہ سب کھڑے ہو کر
 ایک دوسرے کے نزدیک آتے ہیں اور اپنی کہنیاں ایک دوسرے کی کہنیوں سے
 بھڑاتے ہیں اور دایین سے بائیں طرف اور بعد ازاں بائیں سے داہنی طرف ملتے
 رہتے ہیں۔ داہنا پائون تو ہمیشہ زمین پر جما ہوا ہوتا ہو اور بایان پائون تھوڑے
 تھوڑے عصہ مقرر کے بعد جسم کی حرکت کے خلاف سمت میں متحرک ہوتا رہتا ہو۔ اس
 اثنا میں وہ یا اللہ و یا ہو باواز بلند کہتے رہتے ہیں۔ بعض آہ کھینچتے ہیں اور بعض سسکی
 بھرتے ہیں اور بعض آنسو بہاتے ہیں اور بعضوں کے جسم سے بڑے بڑے قطرے پسینے کے
 ٹپکتے ہیں۔ سبکی آنکھیں بند ہوتی ہیں اور مڑھ جائے ہوئے ضعیف اور چہرے زرد۔ بعد
 ختم ہونے دوسرے منظر کے تھوڑی دیر توقف ہوتا ہو اور بعد اُسکے تیسرا شروع۔ وہ
 راگ آئی کے وسط سے چلتا ہو جسکو دو بزرگ کہ شیخ کے دایین طرف بیٹھے ہوتے ہیں
 خوش الحانی سے گاتے ہیں۔ راگ آئی جیسا کہ سابق میں ذکر ہوا شیخوں کی تصنیفات
 جو یا آئی میں بن فوت ہوئے ہیں۔ بعد اسکے درویش جسم کو تیز اور جلد جلد حرکت
 دیتے ہیں اور اس نظر سے کہ کوئی انہیں سے ڈھیلا و سست نہو جائے ایک انہیں سے
 کہ سب سے قدیم و اول مرید ہوتا ہو بیچ میں بیٹھ کر انکو اپنی مثال سے اُنکے غم کو بڑا گنجستہ
 کرتا رہتا ہو اور دلیر۔ اگر انکی محفل میں اسوقت کوئی بیگانہ درویش موجود جیسا کہ اکثر
 ہوا کرتا ہو تو وہ اُسکو باخلاق تمام اس مقام عزت و توقیر پر یعنی بیچ میں بٹھاتے ہیں
 اور باری باری سے سب اس جگہ پر بیٹھ کر کام دیتے ہیں اور جسم کو ہلاتے رہتے ہیں۔
 صرف فرقہ بیولیوی میں یہ طریقہ جاری نہیں ہو۔ وہ سوائے اُس نامی کے کہ اُنکے

فرستے ہیں مخصوص ہو کوئی اور ناچ و تماشا نہیں کرتے ہیں۔ وہ اپنی ایویون پر تواتر چکر کرتے ہیں۔
 بعد ختم ہونے تیسرے منظر کے بھی کچھ دیر توقف ہوتا ہے اور بعد اُسکے چوتھا منظر شروع۔
 آغاز اس منظر میں تمام درویش اپنے اپنے عمامے پھینک دیتے ہیں اور ایک
 حلقہ باندھ کر اس طرح ہو بیٹھتے ہیں کہ اُنکے بازو و کندھے ایک دوسرے
 کے بازو و کندھوں سے بھرے ہوتے ہیں اور اس طرح سے گرد و کمرے کے قدم ناپ
 ناپ کر چکر کرتے ہیں اور تھوڑے تھوڑے عرصے بعد اپنے پاؤں فرش پر مارتے ہیں اور
 یکایک اُچھل پڑتے ہیں۔ جب تک کہ دو بزرگ درویش کہ شیخ کے بائیں طرف بیٹھے ہوتے
 ہیں باری باری سے راگ اُتھی پڑھتے رہتے ہیں یہ رقص جاری رہتا ہے۔ اس راگ کے
 وسط میں آواز یا اللہ یا ہو دو چند بلند ہو جاتی ہے۔ اور شور و غل درویشان کا ہونا کہ
 ہوتا ہے۔ صوقت معلوم ہوتا ہے کہ وہ بالکل تھک کر سست ہونے لگے ہیں شیخ خود اُٹھ کر
 اُنکے درمیان اس نظر سے چل قدمی کرتا ہے کہ اُنکے غم کو تازہ کرے اور اُنکو دلیری دے
 وہ اس وقت اپنے جسم کو زور سے ہلاتا رہتا ہے۔ شیخ کی جگہ پر پھر دو بزرگ درویش آکر
 اپنے قدم کو دو چند تیز کرتے ہیں اور دو چند زور سے جسم کو ہلاتے ہیں وہ کبھی کبھی سیدھے
 بھی کھڑے ہو جاتے ہیں اور حسد و رشک اور ون میں پیدا کرتے ہیں کہ وہ ناچ کے
 جاری رکھنے میں کمال سعی ظہور میں لاوین جب تک کہ بالکل تھک کر پیدم نہو جائیں۔

بعد چوتھے منظر کے پانچواں شروع ہوتا ہے جو سب سے زیادہ ہونا کہ ہے۔ اس منظر میں
 حالت درویشوں کی کمال سرور سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ اُنکی اصطلاح میں یہ حالت یا
 حال کہلاتا ہے۔ اس وقت جب وہ عالم بخود می ہوتے ہیں وہ گرم سرخ رو ہے کہ کام میں
 لاتے ہیں اور اس سے اپنا کرب دکھاتے ہیں۔ بہت سی تلواریں اور آلات تیز نوکدار
 کرے کے طاق میں اور اس قطعہ دیوار میں کہ شیخ کے دائیں طرف ہوتی ہے لٹکتے ہیں جب
 چوتھا منظر قریب الاختتام ہوتا ہے تو درویش اُٹھ کر ان آلات میں سے آٹھ غرا

آتا لیتے ہیں اور انکو خوب سرخ کر کے شیخ کو دیتے ہیں۔ وہ اس پر کچھ دعا پڑھتا اور عبد الرحمن بانی فرقے کا نام لیکر اور اسکو یاد کر کے اُن آلات پر چھونتا ہو اور ہلکے سے انکو کچھ منہ سے پاس لاکر درویشوں کو دیتا ہو اور وہ کمال اشتیاق سے انکو لیتے ہیں اور طلب کرنے میں یہ مجنون دو دو اسے اُن آلات کو لیکر انکو چاٹتے ہیں اور کاٹتے ہیں اور دانتوں کے پیچ میں پکڑتے ہیں اور آخر میں منہ سے انکو سرور دیتے ہیں۔ جبکہ ماتھ کہ یہ آلات نہیں لگتے ہیں وہ اُن تلواروں کو کہ دیواروں پر لٹکتی ہوتی ہیں پکڑ لیتے ہیں اور اپنے بھلوں و ٹانگوں و بازوؤں میں چھونے ہیں۔

انکا دیوانہ پن اور انکی بہادری کہ انکی دانست میں مقبول نظر محبوب حقیقی ہو قابل تعریف ہو بدینوجہ کہ وہ ان تکالیف کو بے آنکھ ایک آدھی آنکھ دل سے نکلے کمال جو غروری و بہادری سے برداشت کرتے ہیں اور بظاہر خوش معلوم ہوتے ہیں۔ اگر کوئی اتفاق سے اسبب تکلیف و درد کے گر پڑتا ہو تو وہ اپنے رفیقوں کے بازو میں آن پڑتا ہو لیکن درد کی شکایت نہیں کرتا ہو اور نہ آدھینچتا ہو۔ چند منٹ بعد شیخ آکرے کے گرد چہل قدمی کرتا ہو اور باری باری سے ہر ایک کے پیش کے پاس جاتا ہو اور انکے دھنوں پر پڑھتا ہو اور انپر تھوک پڑھتا ہو اور کچھ پڑھتا ہو اور انکی نشفی کرتا ہو کہ جلد آرام ہو جاویگا کہتے ہیں کہ جو میں گھنٹوں میں اثر زخم کا ناپدید ہو جاتا ہو اور اسکا تمام نشان بھی باقی نہیں رہتا ہو۔

اشخاص فرخہ روفائی کا یہ بیان ہو کہ یہ کرتب بانی فرقے سے چلے آئے ہیں۔ انکا یہ بھی اظہار ہو کہ ایک دن احمد روفائی نے اس حالت دیوانگی میں اپنی ٹانگیں جلتے کوٹلوں کے برتن میں ڈال دیں اور فوراً عبدالقادر گیلانی نے اسپر چھونک کر اور تھوک لکڑ اور کچھ پڑھ کر اسکو اچھا کر دیا۔ انکا یہ اعتقاد ہو کہ بانی اس فرقے کو یہ عمل و کرتب خدا سے حاصل ہوا تھا اور بعد اپنی وفات کے اپنے چاشینوں کو بتلایا یہی وجہ ہے

وہ ان تیز نوکدار آلات گرم سرخ لوسے اور ایسے ہی اشیاء کو کہ اس حالت دیوانگی میں
 متعلیٰ ہوتے ہیں گل کہتے ہیں۔ مطلب اسکا یہ ہو کہ جیسے کہ عیاض بھول کی خوشبو
 سے معطر ہو کر خوش ہوتے ہیں ویسے ہی روح متعجب ویشوکی انکے استعمال سے سرور و شادنا ہوتی ہے
 ایسا معلوم ہوتا ہو کہ انکی دانست میں یہ کتب بڑے عجیب ہیں جسکو عموم دیکھ کر
 فریب میں آ جاتے ہیں لیکن وہ اشخاص جو کچھ عقل و تیز سے بہرہ رکھتے ہیں انکی نگاہ
 میں یہ کتب کچھ عجیب معلوم نہیں ہوتے ہیں عقیل و فیسم ان کرتبوں کو ایسا
 اچھا نہیں سمجھتے ہیں جیسا کہ بعض خاص کرتبوں کو جسکو وہ ایسا چالاکی
 سے استعمال میں لاتے ہیں کہ تماثائی بلکہ بعض درویش بھی دھوکہ کھا جاتے ہیں
 ان دیوانوں کی بعض محفلوں میں شاید اسی وجہ سے بڑا ترقی علم و ہنر یہ مذہبی کرتب
 و مسخرا بن جو بنام مژور معروف ہیں تماثائیوں کو دکھلائے جاتے ہیں۔ ہر زمانہ اور ہر
 اقوام روئے زمین میں یونانی و سادہ لوحی و قصب و غیرہ نے مقدس رسمیات کو کہ
 لاحق ادب و تعلیم کے تھیں اکثر نہایت خراب و ناپاک کر دیا ہو۔

بعد رو فانی کے فرقہ سعیدی بھی معجزات کے باب میں مشہور و معروف ہو۔ وہ معجزات
 مثل معجزات سابق الذکر ہیں۔ تو انہیں اس فرقے میں درج ہو کہ ایک مرتبہ سعید الدین
 جباوی باقی اس فرقے نے جب گرو نواح و مشق میں لکڑیاں چیر رہا تھا تین بڑے
 بڑے سانپ دیکھے اور بعد کچھ پڑھ کر چھوٹنے کے اسنے ان تینوں کو زندہ پکڑ لیا اور انکی
 راسی بنا کر گٹھے لکڑیوں کے اس سے باندھ دیے۔ وہ کہتے ہیں کہ بسبب وقوع اس
 واردات کے اس فرقے کے شیخوں اور درویش میں یہ صفت پیدا ہو گئی ہو کہ وہ سانپوں کو
 تلامش کرتے ہیں اور انکو چھوتے ہیں اور کاٹتے ہیں اور کھا بھی جاتے ہیں بے آنکھ
 کچھ بھی ضرر ہو۔ انکا طریقہ تو صرف یہ ہو کہ وہ مثل فرقہ ماسر و دفائی وغیرہ پہلے ٹیڈ جاتے
 ہیں اور بعد ازاں انکو کھڑت ہوتے ہیں لیکن انکے کھڑتائی اور کت کو تکرر کرتے

وہ بی طاقت ہو کر فرسٹ پر گر پڑتے ہیں اور بھیرکت و جود ہو جاتے ہیں۔ تب شیخ اور اسکے نائب اُنکے بازوؤں اور ٹانگوں کو ملتے ہیں اور اُنکے کان میں کلمہ لا ایلہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔



فرقہ میو لیوی کا ناچ خاص قسم کا ہو جو اوون کے ناچ سے نہیں ملتا ہو۔ وہ اُسکو بجائے دور کے سمع کہتے ہیں اور جس کمرے میں یہ سمع ہوتا ہو اُسکو شمع خانہ کہتے ہیں۔ اُسکی بناوٹ بھی مختلف ہو۔ وہ کمرہ مثل ایک خیمے کے ہلکا ہوتا ہو اور آٹھ لکڑی کے ستونوں پر کھڑا ہوتا ہو۔ ان درویشوں کی نماز و رسوم و کرتب ایسے ہیں جو انھیں میں مخصوص ہیں۔ انہیں یہ کرتب ۹۔ یا ۱۱۔ یا ۱۳ اشخصوں سے زیادہ نہیں کرتے ہیں۔ وہ حلقہ باندھ کر اور چمڑے کی بیٹھک پر کہ برابر فاصلہ پر ایک دوسرے سے فرسٹ پر بھی جاتی ہیں بیٹھ کر کرتب شروع کرتے ہیں اور وہ نصف گھنٹہ تک وہاں اس طور سے بیٹھے رہتے ہیں کہ بازو نو ایک دوسرے پر ہوتے ہیں اور آنکھیں بند ہوتی ہیں اور سر ٹھیکاکر وہ خیال میں غرق و مست ہوتے ہیں بعد اُسکے شیخ جو ایک چھوٹے قالبین چرم کے کنارے پر بیٹھا ہوتا ہو خدا کا راگ گانا شروع کرتا ہو اور بعد اُسکے وہ حاضرین مغل سے کہتا ہو کہ تم میرے ساتھ باب اول قرآن الحمان کے ساتھ پڑھو۔ آؤ ہم تم پر مبارکباد کا کریں۔

مذہب پیغمبران بالتخصیص مذہب محمد مصطفیٰ صلعم کہ پیغمبروں میں برگزیدہ واسطے اترتے
 و بیادگاری چار خلفاء فاطمہ و خدیجہ و امام حسن و حسین و شہیدان جنگ معروف
 و مشہور و ویس اعلیٰ مرید کہ نیک ضامن دین محمد صلعم تھے و جمیع وفادار و ایماندار
 مریدان و جمیع امام و مجتہدین و جمیع علما و جمیع عورات پاکہ اس مذہب اسلام اور
 بھی بیادگاری حضرت مولانا کہ بانی اس فرقے کا ہو و حضرت سلطان العلماء کہ اسکا والد
 بزرگوار ہو و سید برہان الدین کہ اسکا استاد ہو و شیخ شمس الدین کہ اسکا مرشد ہو
 و ولیدہ سلطان کہ اسکی والدہ ہو و محمد علاء الدین افندی کہ اسکا فرزند و نائب تھا
 اور تمام چلیبی کہ اسکے جانشین تھے و جمیع شیخان و جمیع درویشان و جمیع حامی فرقہ مذکور
 جنہر کہ غفور الرحیم رحمت کرتا ہو فاتحہ پڑھیں اور یاد آئی کریں۔ آؤ ہم سب ملکر اپنے
 فرقے کی مدام کی بہبودی و کامیابی کے لیے اور حمایت و حفاظت چلیبی افندی کے واسطے
 کہ ہمارا خداوند بڑا عالم و فاضل و قابل ادب و عظیم و محترم ہو خدا سے دعا مانگیں اور بھی
 واسطے حمایت و حفاظت اپنے سلطان کے کہ اہل اسلام کے شہنشاہوں میں بڑا رحیم
 و صاحب شان و شوکت ہو اور کامیابی وزیر اعظم و شیخ الاسلام و فوج مسلمانین و حاجی
 شہر مقدس مکہ کے لیے دست بدعا ہوں۔ آؤ ہم سب ملکر دعا مانگیں کہ ارواح قانون سازان
 مذہبی یا بانی مذہب و شیخ و درویش جمیع فرقہ ہمارے دیگر و اشخاص نیک ذات و نیک
 اعمال و افعال جنت بن آرام پاویں۔ آؤ ہم عورات و مرد اہل اسلام ہا لک شرقی و غربی
 کے لیے دعا خیر کریں اور خدا سے مستدعی اس امر کے ہوں کہ وہ شرک و وہد کو سے اور
 نیک منتون کو پورا کرے اور چھی اور خواہد بخش و نیک مہمون میں کامیاب کرے
 آؤ ہم خدا سے یہ بھی دعا مانگیں کہ اسکا فضل ہم پر قائم رہے اور آتش عشق حقیقی ہمارے
 دلوں میں شعلہ زن رہے۔ بعد اس فاتحہ و دعا کے کہ وہ محفل متفق ہو کر خوش الحانی سے
 پڑھتی ہو شیخ فاتحہ و صلوٰۃ پڑھنا شروع کرتا ہو اور من بعد تلح درویشون کا ہونے لگتا

سب اپنی جگہ سے یک نخت اٹھ کر ایک قطار میں بائیں طرف اپنے بزرگ کے کھڑے ہو جاتے ہیں اور آہستہ آہستہ قدموں سے بازو ایک دوسرے پر ڈال کر اور سر فرسش کی طرف جھکا کر اسکے نزدیک آتے ہیں۔ جب ان درویشوں میں سے اول درویش قریب قریب مقابل شیخ کے آن پہنچتا ہو وہ جھک کر بڑی تعظیم سے اس تختی کو جو اسکے فرسش پر رکھی ہوتی ہو اور جس پر کہ نام حضرت مولانا بانی اس فرقے کا منقش ہوتا ہو سلام کرتا ہو۔ بعد اسکے وہ دو چھلانگ مار کے اس بزرگ کے دائیں ماتھ کو آجاتا ہو اور تب اسکی طرف مخاطب ہو کر بڑے ادب سے اسکو تعبی سلام کرتا ہو اور بعد اسکے ناچ شروع کرتا ہو اس طرح کہ بائیں اڑی پر پھر کر آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہو اور کمرے میں آنکھیں بند کر کے اور بازو پھیلا کر ایسا پھرتا ہو کہ کچھ معلوم نہیں ہوتا ہو۔ اسکے بعد دوسرا درویش آتا ہو اور دوسرے کے بعد تیسرا اور علیٰ ہذا القیاس عمل ہوتا جاتا ہو جب تک کہ سب آجاتے ہیں اور کمرہ تمام سے پُر ہو جاتا ہو اور ہر ایک علیحدہ علیحدہ وہ ہی کرتب کرتا ہو اور ہر ایک انہیں سے خاص فاصلے پر ایک دوسرے سے ہوتا ہو۔

یہ رقص بعض اوقات دو گھنٹے رہتا ہو۔ اس عرصے میں صرف دو ہی مرتبہ وہ تھوڑی تھوڑی دیر ٹھہر جاتے ہیں اور اس عرصے میں شیخ مختلف نمازین پڑھتا ہو۔ جب وہ ناچ ختم ہونے کو ہوتا ہو شیخ بھی انہیں شامل ہو جاتا ہو اس طرح کہ وہ درویشوں کے وسط میں جا بیٹھتا ہو۔ بعد اسکے پلٹ کر شیخ اپنی جگہ پر آجاتا ہو اور وہاں آنکر کچھ فارسی اشعار و حاتیہ در باب اوج و زرقی اپنے مذہب اور اپنے ملک کے پڑھتا ہو۔ اس فرقے کے جنرل اور سلطان اس عہد کا نام بھی موافق مندرجہ ذیل لیا جاتا ہو۔

شہنشاہ مسلمین کہ خاندان عثمان کے بادشاہوں سے قومی ترہی ہمارا سلطان ہو وہ سلطان کا بیٹا ہو اور سلطان کا پوتا وغیرہ وغیرہ۔ ان شعروں میں ذکر تمام بادشاہوں اور عہد عظیم و مفتی و پاشا و علما و جمیع شیخنا اور مرہبی فرقہ بیو لوسی و امرا و اہل اسلام

کاتا ہوا اور وہ تمام مستدعی اس امر کے خدا سے ہوتے ہیں کہ انکی فتح دشمنان سلطنتِ دہ پر ہوتی رہے۔

آؤ ہم تمام درویشان کے لیے کہ حاضر و غائب وغیرہ حاضر ہیں اور انکے دوستوں اور جمیع مومنین ممالکِ مشرقی و غربی کے واسطے کہ زندہ ہیں یا مردہ دعائیں لگیں۔
بعد اسکے یہ رسم فاتحہ پڑھتے ہوتے ہیں۔

یہ تمام مختلف رسمیں ہر فرقہ درویش میں ایک دو مرتبہ ایک ہفتے میں عمل میں آتی ہیں۔ فرقہ روفائی میں روزِ پنجشنبہ اور فرقہ میو لوسی میں سہ شنبہ و جمعہ اور اور فرقے میں دو شنبہ وغیرہ ادا کرے ان رسمیات کے لیے مقرر ہیں۔ تمام فرقوں میں ادا کرے ان رسمیات کے لیے ایک ہی وقت مقرر ہو یعنی بعد نماز دوم یا نماز دوپہر۔ صرف فرقہ نقشبندی جو شب کو بعد نمازِ پنجم جمع ہوتے ہیں اور بیکتاشی جو رات کو یہ رسمیات ادا کرتے ہیں قاعدہ مرقومہ بالا سے مستثنیٰ ہیں۔ بیکتاشی مثل ایرانی اپنی رسمیات بروزِ دہم محرم کہ روزِ عشرہ کہلاتا ہوا کرتے ہیں۔ بروقت اختتام نماز تمام درویش اس فرقے کے خاندان حضرت معویہ پر لعنت پڑھتے ہیں اسلئے کہ وہ دشمنِ جانی حضرت علیؑ خلیفہ چہارم و بھتیجہ و داماد نبی اہل اسلام کے تھے۔

یہ نہ خیال کرنا کہ ہر فرقہ درویشان میں یہ رقص بے باجے کے ہوتے ہیں۔ بعض فرقوں میں یہ رقص باجے کے ساتھ ہوتے ہیں۔ سید شمس الدین جانشین عبدالقادر گیلانی نے کہ بانی فرقہ قادری ہوا اول اول یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ اللہ میں اسنے اپنے درویشوں کو اجازت دی تھی کہ تم صرف تنبور کو ان رسمیات میں مستعمل کیا کرو لیکن تب بھی قدم بھی تانپ کے رکھا کرو اور اپنے جسم کے حرکت کی تیزی و چالاک کو بدستور بحال رکھو۔ اگرچہ مسلمانوں نے اس طریقہ استعمال باجہ تنبور کو جائز نہ سمجھا اور اسکو دور کرنا چاہا لیکن تاہم استعمال اسکا آخر میں فرقہ ہارے روفائی و میو لوسی و بدادوسی و سیدی و شہرانی میں

جاری ہوا اور پھیل گیا۔ فرقہ میو لوی نے بانسری کو بھی جو دونوں طرفوں سے کھلی ہوتی ہو اور بنام فرقہ معروف ہو ان رسمیات میں مستعمل کیا ہو۔ بہت سے درویش اس فرقے کے بانسری خوب بجاتے ہیں۔ صرف اسی فرقے کے باجے میں مختلف ترنم جو ملائم و رحم انگیز ہوتا ہو سنتے ہیں آتا ہو۔ اس فرقے کے جنرل کے تکیے میں ایک طائفہ باجہ بجاتے والوں کا ہوتا ہو اور وہ ان چھ مختلف باجے بجاتے ہیں یہ بات اور تکیوں میں پائی نہیں جاتی ہو۔ علاوہ فرقہ بنور کے درویش تکیہ مقام کونیہ ڈھول باسق وغیرہ بجاتے ہیں۔ مثل اور فرقہ مارے درویشان انکی رسمیات بھی مختلف دونوں پر عمل میں آتی ہیں۔ بہت سے درویش ایک دوسرے کے تکیے میں جا کر باہم رقص مذہبی میں مدد دیتے ہیں۔ وہ ان رسمیات میں شریک بھی ہو جاتے ہیں اور کارینک میں حتی الامکان تعریف حاصل کرتے ہیں۔ وہ درویش جنکا کام باجہ بجانا ہوتا ہو وہ کمال توجہ سے اپنا باجہ اپنے رفیقوں کے راگ سے مطابق رکھتے ہیں اور وہ بھی جو باجے کو وہاں جائز نہیں سمجھتے ہیں انکو اسوقت روکتے نہیں اور مانع نہیں ہوتے ہیں اشخاص فرقہ میو لوی بدون اپنی بانسری کے کسی اور فرقے کی رسمیات میں شریک نہیں ہوتے ہیں لیکن وہ کسی اور فرقے کو اپنے ناچوں میں آنے نہیں دیتے ہیں صرف بیگناشی ہی دروازہ بند کر کے نماز پڑھا کرتے ہیں لیکن انکو اجازت ہو کہ وہ فرقوں کی رسمیات میں مدد دیں اور شامل ہوں۔ ان مختلف گروہوں کے طریق وہی ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔ اگرچہ نماز انکی عقائد و اصول اسلام سے مشابہ ہو اور وہ خیالات عالی نسبت ذات خالق رکھتے ہوں تاہم اور رسمیات جو نماز و دعا کے ساتھ استعمال میں آتے ہیں مقولات پیغمبر سے مخوف کر دیتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہو کہ جب انسان کسی قاعدے کا پابند نہیں ہوتا ہو اور اپنی رائے پر کام کرنا ہو تو وہ متعصبین کی مثالیں دیکھ کر اور قوت تخیل کے خیالات میں پڑ کر گمراہ ہو جاتا ہو۔ غالباً یہ ایجادیں درویشوں کی مسلمانوں میں رقص مذہبی مصری و یونانی و رومی سلطنت پائین سے نکلی ہیں۔

لیکن صرف یہ ہی رسمیات نہیں ہیں جو سب فرقہ درویشان پر فرض ہیں اور مستعمل بلکہ انکی عبادت میں جو بڑے گرجوش و متعصب ہیں خود بخود موافق اپنی مرضی کے اپنے جسم کو سخت تکلیف دیتے ہیں اور ریاضت کرنے میں بعض تو اپنے حجر و دن میں بند ہو کر تمام اوقات عبادت و یاد اگہی میں صرف کرتے ہیں۔ بعض تمام رات الفاظ ہو و آتش و لا آہ الا اللہ زبان سے کہتے رہتے ہیں۔ سات شب کو جو انہیں بڑی مقدس ہیں اور بھی شبِ نیشنبہ و جمعہ و یکشنبہ و دو شنبہ کو کہ بسبب روزِ حمل و روزِ پیدائش محمد صلعم مقدس و متبرک سمجھی گئی ہیں وہ بالخصوص عبادت میں مصروف ہوتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں۔ نیند نہ آنے کے لیے بعض انہیں کے تمام شب بڑی حالت تکلیف میں کھڑے رہتے ہیں وہ زمین پر پائون رکھ کر دونوں اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھتے ہیں اور اس حالت میں وہ آپ کو چمڑے کے شے سے جو انکی گردن اور ٹانگوں میں سے گزرتا ہی باندھ دیتے ہیں بعض اپنے بال رسی سے باندھ کر چھت سے باندھ دیتے ہیں اور اسکو وہ پتہ کہتے ہیں۔

بعض درویش ایسے ہیں کہ وہ بالکل ترک دنیا کر دیتے ہیں اور کھانے پینے میں ایسا پرہیز کرتے ہیں کہ وہ بارہ دن تک متواتر بیا دگاری بارہ امام علی صرف خشک روٹی اور پانی پر قناعت کرتے ہیں اور گزراوقات۔ اس خاص رسم کو خلوت کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ شیخ عمر خلوتی نے اول یہ طریقہ اختیار کیا تھا اور وہ اکثر اس پر عمل کیا کرتا تھا اُنکا یہ بھی اظہار ہے کہ شیخ عمر خلوتی جب ایک روز اپنے گوشے سے نکلا تو آواز غیب یہ آئی کہ او عمر خلوتی کسو اسطے تو ہلکو چھوڑتا ہے۔ پس بموجب خواہش اُس آواز غیب کے اُس نے باقی تمام عمر اپنی توبہ میں گزار لی اور ایک نیا فرقہ جو بنام خلوتی ہے اُس نے بنایا ایسویہ سے اس فرقے کے درویش نسبت درویشوں اور فرقے کے گوشے میں رہنا اور غذا میں پرہیز کرنا زیادہ زاپنا فرض سمجھتے ہیں جو بڑے عابدانہیں ہیں وہ بعض اوقات چائے متواتر فاقہ کرتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں۔ اسکو وہ اربعین کہتے ہیں۔ اس فرقے کا

بڑا مطلب معافی گناہ چپا کی طریق ہو و با شس و شان و شوکت اسلام اوج و ترقی ملک و مغفرت اہل اسلام ہو۔ وہ ہر موقع پر اپنی قوم کے لیے خدا سے یہ دعا مانگتے ہیں کہ اُنکو وہ مصائب جنگ و قحط سالی و وبا و گناہ و بھونچال وغیرہ سے محفوظ رکھئے۔ بعض انہیں کے خصوصاً فرقہ مہولیومی غریبون کو پانی فی سبیل اللہ پلاتے ہیں اور اسی وجہ سے اُنکو سقہ کہتے ہیں۔ مشک آب میٹھیہ پر لیکر وہ گلیوں میں فی سبیل اللہ کہتے پھرتے ہیں اور جو کوئی پانی مانگتا ہو اُسکو وہ بدو ن کچھ لیے پانی پلا دیتے ہیں۔ اگر وہ کسی سے کچھ لیتے بھی ہیں تو وہ غریبون و مفلسوں میں اُسکو تقسیم کر دیتے ہیں۔

فرقہ مہولیومی درویشان میں سے جو فرقے کہ قدیم اور بڑے ہیں مثلاً فرقہ مہولیومی اولادانی و آدھیمی و قادری و روفائی و نقشبندی و خلوتی و غیدہ اصلی و بزرگ سمجھے جاتے ہیں اسی وجہ سے وہ اپنے تئیں اصلی کہتے ہیں۔ باقی اور فرقوں کو وہ بنام فروع نامزد کرتے ہیں مراد اُنکی اُس سے یہ ہو کہ وہ فرقہ اصل میں سے نکلے ہیں اور اُنکی شناخ ہیں۔

فرقہ مہولیومی نقشبندی و خلوتی درویشان دنیا داران میں اول درجے پر ہیں نقشبندی تو اسوجہ سے کہ اُنکے قوانین دس اول تو اہل بھائی بندی کے اصول سے مطابقت رکھتے ہیں اور امر اور نہی و دیگر اشخاص ذمی رتبہ اُس ریاست کے اسمین شریک و داخل ہوتے ہیں اور خلوتی اِس سبب سے کہ وہ چشمہ اُس محفل کے ہیں جس سے کہ اور بہت سے فرقے نکلے ہیں۔ درویشان دینداروں میں سے فرقہ قادری و مہولیومی و بیکتاشی و روفائی و سمیعہ سب سے زیادہ مشہور و معروف ہیں خصوصاً تین اول انہیں سے بدینوجہ کہ بانی اُن فرقوں کے بڑے مقدس و عابد تھے۔ اور وہ فرقے معجزات کے باب میں مشہور تھے اور وہ بڑے صاحب لیاقت و اوصاف حمیدہ سمجھے جاتے تھے یہ گوئیہ نشین فرقے اُس ریاست کے مختلف قطعات میں جا بجا پھیلے ہوئے ہیں۔ زیادہ برین ہر جگہ اُنکے تکیے یا خانقاہ یا زاویے دیکھنے میں آتے ہیں۔ ہر تکیے میں بیس تیش یا چالیس درویش زیر حکم شیخ

رہتے ہیں اور قریب تمام کے لیے بخششیں یا جاگیریں مقرر ہیں جو اشخاص دریا دل و فیاض
 نہیہ کرتے رہتے ہیں اور ان کے نام چھوڑ دیتے ہیں لیکن ان درویشوں کو کہ ان کیوں ہیں
 رہتے ہیں صرف خوراک و مکان بود و باش ملتا ہو۔ خوراک میں انکو صرف دو قاب اور
 کبھی تین مٹی ہیں۔ ہر ایک انہیں سے اپنی خوراک اپنے گونٹے یا حجرے میں لجا کر کھاتا ہو
 اگرچہ انکو ممانعت نہیں ہو کہ وہ کچا بیٹھکا اکٹھے کھاویں۔ جب کبھی وہ چاہتے ہیں یکجا
 ساتھ بیٹھکر کھاتے ہیں۔ انہیں سے جو منسوب ہوتے ہیں اور خنکی شادی ہو گئی ہوتی ہو انکو
 اجازت ہو کہ کسی علیحدہ مکان میں رہیں لیکن ہر ہفتے میں ایک دو مرتبہ انکو نیکی میں
 رہنا پڑتا ہو خصوصاً اس شب کو جبکہ دوسرے روز رقص ہوتا ہو یا کوئی اور رسم مذہبی۔



صرف جنرل فرقہ سیولیومی کی خانقاہ میں اس قاعدہ عام سے کچھ انحراف ہو سکتا ہو۔
 ان درویشوں کو بھی خنکی شادی ہو گئی ہوتی ہو کسی شب کو ومان رہنے کی اجازت نہیں
 ہوتی ہو۔ اپنی خوراک وہ آپ ہم کرتے ہیں اور اسی وجہ سے اکثر انہیں کے کوئی نہ کوئی
 پیشہ اختیار کر لیتے ہیں۔ جنکے دستخط اچھے ہوتے ہیں وہ کتابیں لکھا کرتے ہیں۔ اگر انہیں
 سے کوئی ایسا ہو کہ کسی طرح سے گذراوقات نہ کر سکتا ہو تو اس صورت میں یا تو اس کے رشتہ دار
 اسکی مدد کرتے ہیں یا امیر امرا اسکی پرورش کرتے ہیں یا شیخ اسکو کچھ دینا بہت ہو اور اسکی
 خبر لیتا رہتا ہو۔

اگرچہ یہ تمام فرتے فقیر سمجھے گئے ہیں لیکن کسی درویش کو انہیں سے بھیکہ مانگنے کی اجازت نہیں خصوصاً بر ملا کوچہ و بازار میں صرف فرقہ بیگتاشی اس قاعدہ عام سے مستثنیٰ ہے۔ وہ بھیکہ پر گذراوقات کرنے کو فخر سمجھتے ہیں۔ وہ صرف گھروں پر جا کر ہی بھیکہ نہیں مانگتے ہیں بلکہ کوچہ و بازار و چوک و سراؤں میں بھیکہ مانگنے پھرتے ہیں۔ وہ شاید اللہ اکبر خیرات مانگتے ہیں۔ یہ لفظ شاید اصل میں شیون اللہ ہے لیکن بگڑ کر غلطی عام شاید اللہ ہو گیا ہو۔ سنے اسکے ہیں خدا کے عشق کے لیے کچھ دو۔ اکثر درویش فرقہ بیگتاشی مثل حاجی بیگتاش بانی اس فرتے کے اپنی محنت سے مایحتاج ہم کرتے ہیں اور اسپر گذراوقات۔ وہ مثل اپنے پر حاجی بیگتاش کے پیچھے دوڑتی و جھانچہ و دیگر ظروف سنگ مرمر یا لکڑی کے بناتے ہیں یہ ہی درویش سفید ٹکڑے سنگ مرمر کے تراشتے ہیں اور سسکی رگین نکالتے ہیں۔ وہ اپنے فرتے کے درویشوں کو چہر اس و گلو بند و کشکول اسی کی بناتے ہیں اور اس مطلب کے لیے انکو خیرات مانگنی پڑتی ہے۔

جو نیکے دار کہ صاحب دول ہوتے ہیں اور سودہ وہ اپنے فرمے کے مفلسوں کی پرورش کرتے ہیں سب فرقوں سے فرقہ میو لیوی زیادہ تر سودہ حال ہے۔ انکی جاگیر بن سب سے زیادہ ہیں۔ خانقاہ جنرل فرقہ میو لیوی کے قبضے میں بڑی جاگیر ہے۔ جو سلاطین سلجوقیہ سے اسکو بطور وقف حاصل ہوئی ہے جو وقت کہ خاندان عثمان یا شاہان اوٹومن نے کرنا یا کوفت کیا تھا اسوقت انھوں نے جاگیر جنرل اس فرتے کو مستحکم کر دیا تھا اور منظور رکھا تھا مراد چہارم نے فیاضی و دریا ولی سے اسمین اور جاگیر شامل کی۔ سلاطین ہجری مطابق ۸۸۷ھ میں مراد چہارم نے بروقت حملہ ملک ایران کو نیہ واقع ایشیائے کوچک میں گذرے ہوئے جنرل فرقہ میو لیوی پر بڑی بخششیں کی تھیں اور کل محصول سائرہ رعیت باج گزاران اس شہر سے آتا تھا اس فرقے کو مدام کے لیے وقف کر دیا تھا۔ کیسی ہی آمدنی خانقاہ کی لیکن اسکے بزرگ عیاشی میں کبھی نہیں پڑ جاتے ہیں اور نہ کبھی اس زر کو نمود و نشان دیتے ہیں

میں صرف کرتے ہیں۔ جو کچھ کہ بعد صرف اخراجات بچتا ہو وہ مفلسوں میں تقسیم ہوتا ہو یا کسی لنگر مقرر کرنے میں صرف ہوتا ہو۔ شیخ و درویش اسی قاعدے کے پابند رہتے ہیں اور ہرگز کبھی اس سے منحرف نہیں ہوتے ہیں۔ چونکہ بچپن سے انکو عادت پڑھیندگاری و جفاکشی کی ہوتی ہو تو وہ قوانین مقررہ خانقاہ کی تعمیل میں ہر موافقت نہیں کرتے ہیں۔ اگرچہ انہیں سے کسی نے قسم نہیں کھائی ہو اور ہر ایک کو اختیار حاصل ہو کہ جب چاہے اس فرقے میں سے نکل کر دنیا داروں میں داخل ہو جائے اور جو پیشہ چاہے اختیار کر لے لیکن کبھی شاذ ہی ایسا اتفاق ہوتا ہو کہ کوئی انہیں سے نکل جاتا ہو اور اس آزادی اور اختیار سے فائدہ اٹھاتا ہو۔ اس لباس کو ترک کرنا ہر ایک اپنا فرض سمجھتا ہو۔ اس مفلسی اور استقلال کے ساتھ جو لائق تمثیل ہی انہیں بھیجی جاتی ہو کہ وہ اپنے ہندگ کی اطاعت بدرجہ غایت کرتے ہیں۔ انکے بزرگ اوصاف کمال عجز و حلم سے متصف ہوتے ہیں۔ کچھ گوشہ خانقاہ ہی میں نہیں بلکہ ہر جگہ و ہر وقت انکے چال و چلن میں کمال عجز و حلم پایا جاتا ہو جو کوئی انکو دیکھتا ہو انکا سر جھکا ہوا پاتا ہو اور چہرہ مودب۔ و خصوصاً اٹنی ص فرقتہ ماتہ یولیوی و یگتا شہی کسی کو سلام نہیں کرتے ہیں لیکن بجائے سلام وہ یا ہو کہتے ہیں۔ لفظ عیب اللہ یعنی شکر خدا انکی گفتگو میں اکثر متعمل ہوتا ہو اور انہیں سے چہرے کا بار و گرموش و متعصب ہوتے ہیں وہ ہی خواب و فرشتوں وغیرہ کا ذکر درمیان میں لاتے ہیں۔ خیال بلند نظری انکے دلوں کو کلیف چھین دیتا ہو بدینوچہ کہ صرف وہ جہا جو مرید قدیم ہیں درجہ شیخ یا بزرگ نیکی کے حاصل کرنے کی آرزو رکھتے ہیں شیخو نکو انکے اپنے اپنے جنرل بنام رئیس المشائخ نامزد کرتے ہیں۔ فرقہ یولیوی کے شیخ بنام چلیبی انڈی مسجد دف ہیں جس شہر میں کہ انکا بانی مدفون ہو ہوتا ہو اسی شہر میں وہ رہتا ہیں۔ اسکو وہ آستانہ یعنی دربار کہتے ہیں۔ وہ مطیع احکام مفتی دار السلطنت ہوتے ہیں اور وہ انکا حاکم کل اختیار ہوتا ہو۔ مذہب اسلام کا انفسر اعلیٰ جو بنام شیخ الاسلام

نامزد ہو اختیار تقرری جنرل مختلف فرقہ ہائے درویشان جنین قادری و سیولی و
بیکتاشی بھی داخل ہیں رکھتا ہو اگرچہ یہ عہدہ اُنکے خاندان میں بسبب اُنکے کہ ان
تینوں فرقوں میں اُنکے جنرل انھیں کی بنا کرنے والے کی نسل سے ہوتے ہیں موروثی ہوتا
ہو۔ مفتی کو اختیار استحکام کرنے شیخ کا اپنے عہدے پر چل رہا ہو گا وگرنہ اُنکے فرقے کے
کسی جنرل نے اس عہدے پر مامور کیا ہو۔

درجہ شیخ کے چل کرنے کے لیے صرف بزرگی عمر کا ہی لحاظ نہیں ہوتا ہو بلکہ اُسکی قوت
و نیکی و چال چلن بھی دیکھے جاتے ہیں۔ بزرگی عمر کے ساتھ چاہیے کہ وہ نیک بھی بد بخت
ہو اور لیاقت بھی اُسکی اچھی ہو اور چال و چلن بھی اُسکا قابل تمثیل ہو۔ چاہیے کہ وہ
شخص پارسائی میں بھی مشہور ہو اور فضل الہی بھی زیادہ اُنکے شامل حال ہو۔ قریب
تمام فرقہ ہائے درویشان میں یہ قاعدہ معمولی ہو کہ تا وقتیکہ جنرل روز سے رکھ کر اور نماز
پڑھ کر خدا کی ہدایت طلب نہیں کرتا ہو وہ کسی کو عہدہ شیخ پر نامزد نہیں کرتا ہو۔ وہ
اس صورت میں اُسکی تقرری کو بختانہ الامام ضعی تصور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ
بسبب سفارش محمد بانی فرقہ و شیخ عبدالقادر گیلانی بدرگاہ اُنہی یہ الامام ہوتا ہو بسبب انبیاء
اور تعصب کے شیخ الاسلام تقرری شیخ کے باب میں کہ اس فرقے کے جنرل سے ظور میں آئی ہو تی ہو
کبھی انکار نہیں کرتا ہو اور جسکو جنرل شیخ کے عہدے پر نامزد کرتا ہو اُسکو شیخ الاسلام منقول رکھتا
اور اس عہدے پر اپنی منظوری سے متقل کرتا ہو۔

انھیں وجوہات سے جنرل کے اختیار میں نہ دیکھو چاہیے عہدہ شیخ پر مامور کسی بزرگی
عہدہ دار اس شہر یا مفصل میں جہاں کہ بوجوب جواب جنرل جنرل کسی فرقہ و شیعہ
مقرر کرنا مشیت ایزدی سے متصور ہو جاتے ہیں اور وہاں جا کر منتظر وقت تقرری تک یہ
رہتے ہیں۔ وہ اس امید میں کبھی مایوس نہیں ہوتے ہیں۔ اُنکی یہ آرزو ہے ولی ہمیشہ
خبر آتی ہو اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں کیونکہ امر او فی حق متمول و خدا پرست

ایسے کار خیر میں جملہ شامل ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے سے اس باب میں رقیبی کرنے میں۔ بعض عمارت تکیہ اپنی جیب خاص سے بنوا دیتے ہیں اور بعض اسکی پرورش و امداد کے لیے کچھ دان یا بخشش مدام کے واسطے جاری رکھتے ہیں اور بعض شیخ سے متفق ہو کر اس نئے تکیہ کے جاری رکھنے میں کمال سعی و کوشش ظہور میں لاتے ہیں۔ اسی طریق سے زمانہ قدیم میں نئے نئے تکیے کھڑے ہوئے اور زمانہ حال میں بھی اسی طور سے اس ریت کے مختلف قطعات میں تکیے بنتے جاتے ہیں۔

پہلے زمانے میں ان فرقوں کو ترجیح ہوتی تھی جنہیں کہ نہ تو رقص و نہ۔ آگ جائز ہوتے تھے۔ اور فرقے کہ جنہیں ناچ و راگ جائز سمجھے گئے تھے بجائے بخشش پانے کے اکثر لوگوں سے تکلیف اٹھانے تھے۔ ایسے کہ وہ لوگ اسے متفر ہونے تھے اور اپنے یہ الزام بظاہر عائد کرتے تھے کہ وہ موافق طریقہ اسلام و شرع شریف عمل نہیں کرتے ہیں انکی رسوم کو وہ ناپاک سمجھتے تھے اور انکی پرستش گاہ کو لعنت خدا تصور کرتے تھے۔ کوئی انکی پرستش گاہوں میں جانا نہیں چاہتا تھا۔ غرض کہ لوگ اسے ابسا بدرجہ غایت متفر تھے کہ اکثر بادشاہوں کے عہد میں خصوصاً بعد محمد چارم کی مسلمانوں نے یہ تجویز پیش کی کہ وہ فرقے بالکل موقوف کیے جاویں اور انکی خانقاہ اور ناچنے کے کمرے سمار کر دیے جاویں۔ اگرچہ ان متعصب مسلمانوں کے بعض عقائد مذہبی خلاف ان فرقوں کے تھے لیکن انکے اور عقائد جو اسی چٹنے سے نکلے مانع پنج گنی ان فرقوں کے تھے۔ اس قوم کے اکثر انتمی خاص شیخوں اور درویشوں اور بانی ان فرقوں کو برگزیدہ باری تعالیٰ سمجھتے تھے اور انکو صاحب کشف و کرامات جانتے تھے۔ ان لوگوں کا یہ اعتقاد ہی کہ یہ فرقے دو گروہوں حضرت ابو بکر و حضرت علی خلیفہ دوم و چارم سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور فیض جو انھوں نے محمد معلم سے پایا تھا۔ ازراہ مجتہد ان شیخوں تک بھی پہنچایا ہو جو ہر زمانہ میں فرقہ نامے گونشیدہ میں مقرر ہوتے چلے آئے ہیں۔ وہ لوگ اس بات کے بھی معتقد ہیں کہ ۳۵۶ اولیاء

بموجب اعتقاد مسلمین ہمیشہ پردہ زمین پر موجود رہتے ہیں اور نگاہ سے غائب ہیں اور بنام غازی عالم معروف انھیں مختلف فرقہ نامے درویشان میں سے بنے ہیں پس اس صورت میں اُن فرقوں کو بیخ و بن سے اکھاڑنا جیسی کہ رائے لوگوں کی اس عہد میں تھی اہانت و بددعا اُن اولیاءوں کی کہ اب بھی گوشہ ہائے خداپرستی میں رہتے ہیں اپنے اوپر لانی ہو۔ جو اشخاص کہ کم متعصب تھے اور فرقہ درویشان سے عداوت نہیں رکھتے تھے اُنکو اس قدر جرات تھی کہ وہ اُنکے خلاف ہوتے۔ وہ کہتے تھے کہ جو رسوم ناپاک کہ انہیں دیکھنے میں آتی ہیں کچھ راز و اسرار ہیں جنکا اہل اسلام کو ادب کرنا چاہیے۔ درویشوں نے جو خیالات متوہم کہ اپنی قوم میں پھیلائے ہیں وہی اُنکو ہمیشہ بلاؤں سے محفوظ رکھتے آئے ہیں۔ بسبب ادب و تعظیم کے کہ لوگ اُنکا کرتے ہیں اور بھی بیاعت فیاضی اشخاص سادہ لوح وہ فرقے بنے رہتے ہیں اور تکیے اُنکے قائم رہتے ہیں اور کام اُنکا چلا جاتا ہو۔ اسی وجہ سے بہت سے لوگ مختلف فرقہ نامے درویشان میں شامل و داخل ہو جاتے ہیں۔ اگر ابتدا میں انھوں نے اُن فرقوں کو پسند کیا ہو جنہیں کہ راگ و رقص جائز نہیں تو بعد کچھ عرصے کے وہ انہیں بھی جنہیں کہ ناچ و رقص جائز ہو خود شامل ہو گئے ہیں اور وہ تیز و متعصب اُنکے دل سے بالکل جاتا رہا۔ بعض اشخاص ایسے ہیں کہ وہ ابک ہی فرقے میں رہنے پر قانع نہ ہو کر کئی فرقوں میں داخل ہو جاتے ہیں۔ بعض یہ خیال کرتے ہیں کہ درویشوں کے ناچوں میں شریک ہونے سے لیاقت داخل ہونے کی فرقہ درویشان میں زیادہ تر حاصل ہو چکی۔ بعض تو ناچوں میں جا کر درویشوں میں بھجائے ہیں اور خود بھی اداسے اُن رسمیات میں شریک ہو جاتے ہیں جو کوئی انہیں سے بسبب شغل اپنے پیشہ دینوی کے یا بسبب اپنے درجے کے اسطرف زیادہ تر توجہ نہیں کر سکتا ہو وہ اپنے ہی گھر میں ایک جزو اس نماز کا کہ اُسکے فرقے میں مروج ہوتی ہو پڑھتا رہتا ہو لیکن اُسکو ہفتے میں دو تین مرتبہ کلاہ اپنے فرقے کی کم از کم چند

کے لیے سر پر رکھنی پڑتی ہو ایسا معلوم ہوتا ہو کہ امیر فرقہ میو لیوی کو پسند کرتے ہیں۔ اس
فرقہ کے لوگ جب تنہا ہوتے ہیں تو بالضرور اپنا عمامہ آمار کر کلاہ درویشان سر پر
رکھ لیتے ہیں۔ یہ رسم عہد سلیمان پاشا سے فرزند عثمان اول سے چلی آتی ہو۔ ہمسلم بھی
بیان کر چکے ہیں کہ اس شہزادے نے جنرل فرقہ میو لیوی سے بمقام کوئٹہ یہ کہا تھا کہ تم پر
دعائے خیر کرو تاکہ تمھو کو خجاک یونانیوں قطعہ پست اس ریاست پر فتح نصیب ہو۔ اس
جنرل نے اپنی ایک کلاہ شہزادے کے سر پر رکھ کر اور دعائے خیر کر اسکو متیقن و مطمئن کیا تھا
کہ تمھو ضرور اس مہم میں فتح حاصل ہوگی۔ سلیمان پاشا نے اس کلاہ پر کار زردوزی کو
نقشہ کر دیا تھا اور حکم دیا تھا کہ عمامے قریب قریب اسی شکل کے میرے اور تمام افسر
فوج کے لیے طیار کرو۔ یہ کلاہ سلطان اور تمام امیران کے دربار کے پہنا کرتے تھے۔ سلطان
تو اپنی کلاہ کار زردوزی طلائی کی بنوائے تھے۔ محمد پاشا نے اس رسم کو ترک کر کے وہ کلاہ
افسران فوج جتنسریہ کو دیدی اور انھیں کو ان کلاہ کے پہننے کی اجازت ہوئی۔

جو اعتقاد کہ نسبت اثر اس کلاہ کے اسوقت تھا اب بھی تمام ان امیرون میں کہ حامی
فرقہ میو لیوی میں چلا جاتا ہو۔ اشخاص فرقہ میو لیوی سے ملاقات کرنا اور کبھی کبھی اس
کلاہ کو سر پر رکھنا ان امیرون کے نزدیک فرض اہم ہو۔ فوج خصوصاً قسطنطنیہ فرقہ
درویشان بیکتاشی کو بہت مانتی تھی اور انکا بڑا ادب کرتی تھی بدینوچہ کہ جس روز وہ
نئی فوج بعد آوزخان اول بھرتی ہوئی اسی دن حاجی بیکتاش باقی اس فرقے سے
داسن اپنے پیچھے کاٹکے سر پر ڈالکر دعائے خیر آنکے حق میں کی تھی اور اپنا فیض انکو دیا تھا۔
اسی وجہ سے انکو بھی بیکتاشی کہتے ہیں اور تمام جنرل اس فرقے کے مخاطب کرنل ۹۵۔
آودا معروف ہیں۔ اسی وجہ سے اس فوج میں یہ رسم مقرر ہوئی کہ اٹھ بیکتاشی درویشان
بیرک قسطنطنیہ میں رہا کریں اور کھانا کھایا کریں۔ ان درویشوں کا صرف یہ ہی کام تھا
کہ وہ شب دروزیہ ہی دعائے خیر کرتے تھے کہ سلطنت کی پونا فیوگمانتی ہو اور دروزیہ

ہمیشہ فتح نصیب رہے۔ یہ قاعدہ معمولی تھا کہ فوج جس سر دیوان حرم سرا کے
تیو مارون کے روز اور تمام اپنے رسومات میں اس فوج کے آغا کے گھوڑے کے آگے آگے
پا پیادہ چلا کرتے تھے اس طرح کہ لباس آنکا سنبھوتا تھا اور ماتھے ان کے شکم پر قلع کرتے جو
جانتے تھے بزرگ اس فوج کا متواثر کریم اسد کریم اسد باواز بلند کھتا تھا اور باقی اشیاء
اس فوج کے دربار اس کے ہو ہو کتے جانتے تھے۔ اسی وجہ سے فوج جس سر کو ہوشیار
بھی کہتے ہیں۔

اگرچہ باقی باشندگان اس ریاست کے جمیع فرقہ مائے درویشان کو ایک ہی سمجھتے ہیں
لیکن تاہم بعض فرقہ مائے نلوتی و قادی و سییدی کو اور فرقہ قون پر
ترجیح دیتے ہیں۔

بہت سے اشیاء اگرچہ ان فرقہ قون میں داخل ہونے کی پروا نہیں رکھتے ہیں لیکن
تاہم وہ کبھی کبھی ان کے ناچون میں شریک ہو جاتے ہیں۔ امیر و غریب عورت و مرد و
بطریق سیر جاتے ہیں۔ قاعدہ عام یہ ہے کہ تماشا کی کرے کے گوشوں میں یا کسی علیحدہ
مکان میں بیٹھ جاتے ہیں۔ وہاں طرف مردوں کی نشست گاہ ہوتی ہے اور بائیں طرف
عورتوں کی مردوں کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں اور عورتوں کی آنکھیں پٹی سے بند۔
اگرچہ عیسائیوں کو مسجد میں نماز کے وقت جانے کی اجازت نہیں لیکن وہ درویشوں کے
مکانوں میں ہر وقت نماز وادائے رسمیات مذہبی آسانی جاسکتے ہیں خصوصاً عیسائی
مکان بیگانہ و صاحب رتبہ و درجہ۔ درویشوں کے بزرگوں میں سے ایک تماشا یوں کو
علیحدہ مکان میں بٹھاتا ہے۔ چونکہ میں خود اکسٹر فاقا ہوں قسطنطنیہ میں جا کر انکی
زیات میں شامل ہوا ہوں تو میں صحت اس بیان کا شاہد ہوں۔

چونکہ اکثر لوگوں کی رائے میں یہ فرقہ مائے مذہبی بڑے عابد و پارسا ہوتے ہیں تو جاے
تجسس نہیں کہ وہ ان کے شیخوں کا اس قدر ادب کریں اور ان سے بکمال تعظیم و تحریم پیش آئیں

جب کبھی وہ باہر کسی محفل میں آتے ہیں یا کسی سے ملتے ہیں تو لوگ انکی بڑی تعظیم و تحکیم کرتے ہیں اور اگرچہ امیرون سے وہ کچھ طلب نہیں کرتے ہیں تاہم وہ فیاض و دریا دل اشخاص کی بخششوں کو قبول کرتے ہیں۔ بعض اشخاص ایسے ہیں کہ وہ بھیکم مانگ کر ان خدا پرست گوشہ نشینوں کو کچھ ہو بچاتے ہیں۔ بعض جو درویشان کامل کی تلاش میں پھرتے ہیں ان سے واقف کاری پیدا کرتے ہیں اور اکثر انکو دیکھنے جاتے ہیں اور انکی احتیاجوں کو رفع کرتے ہیں۔ اکثر اشخاص ایسے ہیں کہ وہ درویشوں کو اپنے گھر میں بلا کر کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ بدین نظر کہ وہ انکے اور انکے خاندان کے حق میں دماغی خیر کریں اور اس ذریعے سے فضل الہی انپر شامل ہو اور وہ مقبول ہو جاویں۔ بروقت جنگ وہ عبادت و ریاضت میں زیادہ تر سعی کرتے ہیں اور بڑی گرمجوشی سے اکثر نماز و یاد الہی میں مشغول و مصروف رہتے ہیں۔ اسوقت وہ ان کے پاشا و رئیس و افسر و ملازمین و دربار ایک یا کئی عابدوں و گوشہ نشینوں کو جنگ میں اپنے ہمراہ لیجاتے ہیں۔ وہ ان جا کردہ درویش خدا پرست خیموں میں شب و روز اہل اسلام کی فتح کے لیے منتیں رکھتے ہیں۔ زیادہ برین بروقت آغاز مهم قریب ہر فرقے کے شیخ و درویش فوج کے ہمراہ بطریق دولتیں جوق جوق ہو جاتے ہیں۔ حاکم و مانکا انکو دلیر دیتا ہو بد بخیاں کہ انکی حاضری کے سبب اور انکی دکھا دکھی فوج دلیر ہو جاتی ہو۔ اور بروقت جنگ غم انگا نہ ہی عقائد کے تلقین کے سبب جوش میں آتا ہو اور وہ تب مذہب کے لیے کٹ کٹ کر لڑتے ہیں۔ وہ تمام شب نماز پڑھتے ہیں اور یاد الہی میں ابدیدہ ہوتے ہیں۔ اور فوج میں جا کر سپاہ و افسروں کو تعلیم و تلقین کرتے ہیں کہ اپنے فرائض خوب ادا کرنا اور انکو یاد دلانے ہیں کہ بنی اہل اسلام صلعم نے کیا کیا اقوال ان اشخاص کے لیے کیے ہیں جو اپنے مذہب کے لیے (رینگے یا شہید ہونگے۔ بعض تو ان درویشوں میں سے یا قازمی یا شہید باواز بلند کہتے پھرتے ہیں اور بعض یا انکراہو۔ کسی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا ہو کہ

جب سبک شریف یعنی جھنڈہ مقدس جو پیغمبر صلعم کے لباس سے بنا تھا اندیشے میں پڑ گیا اور خوف اُسکے چھین جانے کا ہوا اس وقت یہ گروہ درویشان جھنڈے کے بجائے بن بڑا ساعی ہوا اور وہ اُن امیر دن اور افسر دن کو کہ اُسکے محافظ تھے مدد دینے لگے اور انکے غم کو اُٹھاتے رہے۔ اُنسے خود بھی بڑے بڑے عجیب کام اس وقت ظہور میں آئے۔

قطع نظر ان خدمات کے کہ اُنسے بوقت جنگ ظہور میں آئی ہیں اور جنکے سبب سے وہ قوم اعلیٰ عزت کرتی ہو اکثر شیخوں کے معجزات جنکے لوگ معتقد ہیں باعث اُنکی تعظیم و تکریم و عزت و توقیر کا ہوتا ہو۔ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم خواب کی تعبیر صحیح بتا سکتے ہیں اور امراض جسمانی و روحانی کو بعلال روحانی رفع کر سکتے ہیں۔ علاج روحانی مرقومہ و عا و سحر ہی۔ قاعدہ مستمرہ مہولی اُنکا یہ ہو کہ مریض کے سر پر ماتھے رکھ کر اُسکے جسم پر کچھ پھلک بھونکتے ہیں جس مقام پر کہ مرض ہوتا ہو اُسکو وہ چھونے ہیں اور کاخدر ایک تعویذ لکھ دیتے ہیں۔ اُن تعویذ و ن مین یا تو کچھ عبارت قرآن کی لکھی ہوتی ہو یا راگ مذہبی جو اُنکے اپنی تصنیفات سے ہوتے ہیں۔ ان تعویذ و ن مین عبارت قرآن و باب سے کہ در باب بدخواہی و سحر وغیرہ ہیں لکھی گئی ہو منتخب ہو کر درج ذیل کی جاتی ہو۔

مریضوں کو یہ تعویذ دیکھا کسی سے تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ اُسکو پانی مین گھول کر تھوڑی دیر بعد پی جانا اور مریضوں کو حکم دیتے ہیں کہ اُنکو جیب مین رکھنا یا گلے مین ۱۵-۱۴-۱۳-۱۲-۱۱-۱۰ نمک باندھے رکھنا اور کبھی کبھی وہ اُسپر کچھ پڑھ کر بھونک بھی دیتے ہیں۔

اُنکا یہ اعتقاد ہو کہ استعمال تعویذ و گنڈہ عمدہ بنی اہل اسلام علیہ السلام سے چلا آتا ہے اس مین شک نہیں کہ مورخ احمد افندی اپنی تواریخ مین بیان کرتا ہو کہ سنہ ۱۰۰۰ ہجری مین جب حضرت علیؑ خلیفہ چہارم صوبہ آئین پر جب کا لشکر اُنکے لشکر سے کہیں زیادہ تھا فوج کشی کیا چاہتے تھے تو اس وقت وہ بڑے متفکر و متردد ہوئے تھے محمد صلعم نے اس وقت اُنکا یہ حال دیکھ کر اُنکی تسکین و تسلی کے لیے اُنکا سر اپنے عمامے سے ڈھانپا اور تب اپنا ماتھے اُنکی جہانج

یہ الفاظ زبان سے نکالے اور میرے خدا تو اسکی زبان کو پاک کر اور اسکے دل کو مستحکم و مضبوط
 اور اسکے خیال کا نور ہنما ہو۔ اسوقت سے مذہبی روایات میں یہ الفاظ متبرک سمجھے گئے ہیں
 اور انکا اثر بڑا مانا گیا ہو انھیں سے شیخ جو ساحر ہیں علاج امراض نکالتے ہیں اور خیال
 کرتے ہیں کہ انکی تاثیر سے وہ رفع ہو جاویں گے۔ وہ شیخ کچھ مریضوں کو ہی یہ تعویذ نہیں دیتے
 بلکہ تندرستوں کو بھی بدین نظر کہ انکے اثر سے نہ تو کوئی تکلیف جسمانی و نہ روحانی عائد
 ہو سکتی ہو۔ وہ تعویذ ان تکالیف کو آنے نہیں دیتے ہیں۔ وہ جو ان طلسمات کے مقصد
 ہیں یہ یقین کرتے ہیں کہ انکے اثر سے مرض چھپا و جمیع دیگر امراض رفع ہو جاتے ہیں
 حتیٰ کہ زخم بھی اچھے ہو جاتے ہیں۔ بعضے تو ان تعویذوں کو سونے و چاندی میں منڈھکر
 تمام عمر اپنے جسم سے لگائے رکھتے ہیں اور بعض انکو اپنے بازوؤں پر باندھتے ہیں یا اپنی ٹوپی
 میں رکھتے ہیں یا اپنی دستار میں۔ بعض انکو چاندی یا سونے کی زنجیر سے گلے میں لٹکاتے ہیں
 اور نیسے اور جامے کے بیچ میں ڈالے رکھتے ہیں۔ ان تعویذوں کو یقتاس یا نسخہ یا ہمیل
 کہتے ہیں شیخوں کا یہ قول ہو کہ صرف اسوقت یہ تاثیر بخشتے ہیں جبکہ وہ اپنے ہاتھ سے سیکو
 دیں۔ ہر فرقے کے مرد و زن جو متعصب و وہمی ہیں بخواہش تمام ان تعویذوں کو طلب
 کرتے ہیں اور وہ شیخوں کو چاندی یا پارچہ یا ہر قسم کی خوراک بخشتے ہیں۔ اثر ان تعویذوں کا
 خواہ کچھ ہی ہو لیکن بیوقوفوں کے اعتقاد میں کچھ فرق نہیں آتا ہو بدینوچہ کہ جو ان تعویذوں
 دیتے ہیں وہ یہ شرط کر لیتے ہیں کہ اگر اعتقاد تمہارا درست ہو گا تو یہ اثر کرینگے ورنہ تاثیر
 نہ بخشینگے پس اس صورت میں اگر وہ اثر پذیر نہیں ہوتے تو وہ انکو الزام ہے اعتقادی کا
 لگاتے ہیں اور اس ترکیب سے انکی لعنت ملامت سے بچے رہتے ہیں اور انکی زبان کو بند
 کر دیتے ہیں کہ وہ کچھ کہتے نہیں پاتے ہیں۔

لوگوں کا یہ اعتقاد ہو کہ بعض شیخ سانپ کا منتر جانتے ہیں اور بزور اس منتر کے جس
 مکان میں جس جگہ پر وہ ہوں دریافت کر لیتے ہیں۔ وہ چورون اور گنڈہ کٹوں کو بھی

بتا دیتے ہیں اور اثر اس سحر کا جسکے سبب سے کہ خصم جنھوں نے کہ نئی شادی کی ہوتی ہو اپنی قبیلہ سے ہم سبتر نہیں ہو سکتے ہیں دور کر سکتے ہیں اور عورتوں اور بچوں کی پیشانی پر ستر سے آلف لکھ چکر انکو از سحر اور سب آفتوں سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

یہ خبر منتر کہ مذہب اسلام میں درج ہیں جو قوفون اور متعصبون اور دہیوں کے ولوں میں ایسا اثر کرتے ہیں اور اعتقاد پیدا کہ وہ ان ساحروں کا ادب کرنے لگتے ہیں اور انکو روپیہ دینے ہیں لیکن عقیل و فہیم کی نگاہ میں بسبب ان فریبوں کے وہ ناقابل اعتبار و حقیر ہو جاتے ہیں۔ علاوہ برین بد اخلاقی و بد وضعی زیادہ تر موجب بدنامی اکثر ساحر شیخ و درویش ہو جاتی ہو۔ کہتے ہیں کہ وہ بڑے زنا کار بھی ہوتے ہیں اور سخت ریاضت بھی کرتے ہیں اور اپنے جسم کو تکلیف بھی دیتے ہیں بسکہ انکا طریقہ مثال بے اعتدالی و بچے پن و اعمال قبیحہ ہو۔ ان تمام میں سے درویشان سیاح کچھ مستثنیٰ ہیں۔ انکے باب میں اب کچھ ذکر کرنا باقی ہو۔ یہ گوشہ نشین طریقہ سیاحی اختیار کر کے مالک مقبوضہ اہل اسلام میں کہ تین قطع راج مسکون میں واقع ہیں پھرتے ہیں اور تین جماعتوں میں منقسم ہیں۔ ایک انہیں سے فرقہ مائے بیکتاشی و روفائی ہیں جو روپیہ جمع کرنے کے لیے اور خدا پرست و فیاض اشخاص سے واسطے اپنے فرقے کے زرب طلب کرنے کے لیے سفر کرتے پھرتے ہیں۔ دوم وہ درویش ہیں جو بسبب بد وضعی اپنے فرقے سے خارج کیے گئے ہیں۔ وہ لباس درویش ہنکر شہر بشہر بھیکہ مانگتے پھرتے ہیں۔ سوم درویش مالک بیگانہ ہیں۔ مثلاً آبدالی و عاشقی۔ و ہندی وغیرہ جنکو کہ ساکنین ریاست آڈوٹس بسبب اسکے کہ وہ حین حیات محمد صلعم اصلی فرقوں سے نہیں نکلے ہیں مانتے نہیں ہیں۔

اس تیسرے فرقے میں جو دوسری جو نام فرقوں میں سے نہایت قدیم ہیں اور قادری چنگا بانی یوسف اندلوسی ساکن اندلوشیا واقع ہسپانیہ تھا داخل ہیں۔ یہ شخص مدت دراز تک مرجع حاجی بیکتاش رہا تھا لیکن آخر سن بسبب بد وضعی و گستاخی اپنے فرقے

سے نکالا گیا تھا۔ اُسے فرقہ میوکیوی میں داخل ہونیکا ارادہ کیا تھا لیکن وہ اپنے مطلب میں کامیاب نہوا۔ جب وہ اس امید سے مایوس ہوا اُسے ایک نیا فرقہ درویشان بنایا جنکو اُسے حکم دیا کہ ہمیشہ سفر کیا کرو اور فرقہ بیکتاشی اور میوکیوی کو اپنا دشمن سمجھا کرو اور مدام اُسے تنفر رہو۔

اُسے اپنا خطاب قلندر رکھا اور بعد اُسکی وفات کے اُسکے مرید بھی اُسی خطاب سے معروف ہوئے۔ قلندر کے معنی طلا، خالص کے ہیں یہ اشارہ ہو صفاے قلب و ترک دنیا و تقدس روح سے۔ اُسے اپنے مریدوں پر ترک دنیا فرض کیا تھا۔ قواعد اس فرقے کے ایسے ہیں کہ انکو بنا چاری بھیکہ پر گزاراوقات کرنی پڑتی ہو اور اکثر تنگے پاؤں سفر کرنا پڑتا ہو وہ اپنے جسم کو سخت تکلیفیں دیتے ہیں خصوصاً بوقت حال بدین نظر کہ وہ مستحق فضل الہی ہوں۔ انکے مرشد کا یہ قول ہو کہ ہر گوشہ نشین کو چاہیے کہ وہ اپنے جسم کو خوب تکلیف پہنچاؤ بدون اسکے کوئی مستحق نام قلندری یا میوکیوی نہیں ہو سکتا ہو۔ یہی نام اسی لیے اُن درویشوں اور فرقوں پر بھی آتا ہو جو کہ الہام و معجزات و کرامات کے لیے اپنے فرقے میں مشہور و معروف ہیں۔ ایسے ہی درویشوں ہر فرقے سے ہر زمانے میں بہت سے دیوانے



و متعصب و گرجو من مسلمانوں میں نکلے ہیں انھیں کے سبب سے سلطان تیا زو دوم اور بہت سے امرا و وزراے ریاست روم قتل ہوئے۔ انھیں میں سے مختلف بادشاہوں

عہد میں بہت سے جھوٹے و فریبیہ ہندو اُٹھ کھڑے ہوئے و بن بیٹھے۔ اسی نام سے انھوں نے بڑی بڑی خرابیاں پیدا کیں اور بڑی بڑی مہمیں اختیار کیں۔ لوگوں کو بہکا کر اور اپنے فریبوں اور اِہام اور جھوٹی پیشین گوئیوں سے گمراہ کر کے اور درغلجہ کر کے انھوں نے ملک کے ملک بالکل تباہ و ویران کر دیے۔

اس ملک اور اسکے ساکنین کو ویسی ہی مصیبت سے محفوظ رکھنے کے لیے چاہیے کہ روشنی علم اس زمانے کی صمیمین ہم موجود ہیں تاریکی جہالت اور توہمات باطلہ و تعصبات اس قوم کو رفع کرے۔ وہ قوم ایسی ہو کہ جو تدابیر کہ اسکی اصلاح کے لیے کبھی کبھی عقلمندوں نے سوچی تھیں انکو اسنے عمل میں آنے نہ دیا۔ البتہ یہ کہنا ضروری ہو کہ وہ لوگ سعی و کوشش بدل عمل میں نہ لائے اور اپنی تدابیر کی تعمیل میں کانپتے رہے اور اسقدر انکو حوصلہ نہوا کہ اپنی بات پر مستقل رہتے۔ اگر سلطنت و آئٹومن کی تقدیر میں بہتر ہونا اور اصلاح پر آنا لگتا ہو تو چارسی آرزوے دلی یہ ہو کہ وہ جو انکی اصلاح میں کمر ہمت چست باندھیں درجہ اعتدال پر رہیں یعنی نہ تو بہت تشدد کریں اور نہ سعی و کوشش میں ڈھیلے ہو جائیں اسی تدبیر سے غلطیاں باب سیاست و مذہب و ملت و گورنمنٹ کے ہر قوم میں دہشت ہو سکتی ہیں اور اس طرح سے مسائل مذہبی و باب سیاست و دونوں متفق ہو کر ملک کو اوج و زتری پر لاسکتے ہیں اور قدر و منزلت و شان و شوکت اور خوشی خاطر رعایا زیادہ کر سکتے ہیں۔

باب دوازدہم

چونکہ مصر میں بہت سے درویش رہتے ہیں تو میں انکے باب میں یہ ہی مناسب تصور کرتا ہوں کہ جو کچھ سٹرلین نے اپنی کتاب مصر میں زمانہ حال میں انکی نسبت لکھا ہے اسکو گھوڑا سنا نقل کر دے۔ الفاظ عربی کے اچھے جو آئے لکھے ہیں میں نے بدستور

قائم رکھتا ہے۔

مصر میں درویش بکثرت ہیں و بیشمار۔ بعض انہیں کے ادارے رسومات مذہبی میں مشغول و مصروف رہتے ہیں اور بھیکم پر گذر اوقات کرتے ہیں اس ملک میں لوگ انکی بڑی تعظیم و تکریم کرنے میں خصوصاً اشخاص فرقہ اونے۔ یہ درویش پارسائی میں نیکنامی و شہرت حاصل کرنے کے لیے اور اپنے معجزات کا لوگوں کو معتقد کرنے کے واسطے مختلف مکر و فریب کام میں لاتے ہیں۔ لوگ کئی درویشوں کو انہیں سے ولی سمجھتے ہیں۔

ایک فرقہ انہیں سے جو حضرت ابو بکر خلیفہ اول کی اولاد میں سے ہو اور بلقب اسق شیان البکری معروف تمام فرقہ ہائے درویشان مصر پر حکومت رکھتا ہو اور لوگ انکو نائب حضرت ابو بکر سمجھتے ہیں۔ شیخ البکری کو فی زمانہ موجود ہو اولاد محمد میں سے ہو وہ نقیب الاشرف کہلاتا ہو۔ بن اسحاق بھی درج کرتا ہوں کہ حضرت عمر خلیفہ دوم کا نائب یہاں موجود ہو۔ وہ شیخ فرقہ اناثیہ یا اولاد اناں ہو۔ فرقہ اناثیان فرقہ درویشان ہیں سے ہو۔ شیخ ابن اناں کے نام پر اسکا نام رکھا گیا ہو۔ حضرت عثمانؓ کا کوئی نائب انہیں اسلئے کہ وہ بعد وفات کوئی اولاد نہ رکھتے تھے۔ نائب حضرت علیؓ شیخ السادات یعنی شیخ سیدون یا شریف کا کہلاتا ہو۔ خطاب شریف خطاب نقیب شریف سے درجے میں کم ہو۔ ان قبوں شیخوں میں سے ہر ایک سگدی نشین اپنے آبا و اجداد کا کہلاتا ہو۔ اسی طرح سے ہر فرقے کا شیخ بھی سگدی نشین بانی اپنے اپنے فرقے کا کہلاتا ہو۔ سگدی کو تخت روحانی بھی سمجھتے ہیں۔ مصر میں چار بڑے سگدے درویشوں کے ہیں۔ وہ اُن چار فرقوں سے متعلق ہیں جنکا ذکر آگے کیا جاویگا۔

مصر میں سب سے فیاوہ مشہور فرقے درویشوں کے وہ ہیں جو ذیل میں درج ہیں۔
۱۔ فرقہ رفاہ۔ بانی اس فرقے کا سید احمد رفاہی، لکیر ہو۔ انکا جھنڈہ سیاہ و رنگ کا ہوتا ہو۔ انکا علامہ بزرگ سیاہ یا شوخ نیلا ہوتا ہو اور اون یا عمل باریک سنہرے رنگ کا

بنتا ہو۔ رَفائی درویش بڑے بڑے عجیب کارہائے جو انفرادی وجوہات کے لیے مشہور
 و معروف ہیں۔ آلوانیہ یا اولاد آلوان کہ رَفائی کی شاخ میں سے ہیں یہ دعویٰ
 کرتے ہیں کہ ہم اپنی آنکھوں اور جسم میں لوہے کی برجھی کھسٹ دیتے ہیں بے آنکھ کچھ بھی
 تکلیف معلوم ہو۔ وہ بظاہر ایسی چالاک سے یہ کام کر جاتے ہیں کہ سادہ لوح و بیوقوف
 جو اس بات کو ممکن سمجھتے ہیں دھوکھا کھا جاتے ہیں۔ وہ بڑے بڑے پتھر اپنی چھاتی پر
 دھر کر توڑتے ہیں اور جلتے ہوئے اور گرم کوئلے و شیشے وغیرہ کھا جاتے ہیں اور کہتے
 ہیں کہ وہ تلوار کو جسم میں سے اور موٹے سوئے کو رخساروں میں سے بے آنکھ کچھ بھی
 تکلیف معلوم ہو یا نشان زخم کا باقی رہ جاوے گذار دیتے ہیں لیکن یہ کرتب اب نشانہ
 کبھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ اس فرقے کے درویش یہ کرتب کیا کرتے
 تھے کہ وہ کھجور کے درخت کی تنہ کو اندر سے خالی کر کے اُس میں جتیہڑے تیل درال سے
 خوب ترکیے ہوئے بھر دیتے تھے اور تب اُن میں آگ لگا کر اُن کو اپنے بازوؤں کے نیچے
 اس طرح کہ شعلہ اُن کی ننگی چھاتی اور پیٹ و سر پر پونچتا تھا۔ ابوہ خلائق کے سامنے
 لیجاتے تھے اور بظاہر اُسے اُن کو کچھ ضرر نہیں پہنچتا تھا۔ ایک اور فرقہ اُن میں کا سعید یہ
 ہے۔ بانی اس فرقے کا سعید الدین الجبادی ہے۔ اُن کا جھنڈہ بزرگ سے بڑا سیاہ ہے جو فرقہ
 رَفائی میں عموماً مستعمل ہوتا ہے۔ اس فرقے کے بہت سے درویش ایسے ہیں کہ وہ زہریلے
 سانپ اور بچھو کو چھو لیتے ہیں بے آنکھ وہ اُن کو کچھ ضرر پہنچا دین اور وہ اُن کو کچھ ٹھوڑا سا
 کھا بھی لیتے ہیں۔ سانپ کے زہریلے دانت نکال کر وہ اُن کو ایسا کر دیتے ہیں کہ اُن کا کاشت
 کچھ اثر پیدا نہیں کرتا ہے۔ اور بچھوؤں کا بھی زہر نہ کال لالتے ہیں۔ خاص موقعوں پر مثلاً
 بروز تیسوار پیدائش محمد بنی اہل اسلام صلعم شیخ فرقہ سعیدہ گھوڑے پر سوار ہو کر بہت سے
 درویشوں وغیرہ کے جسموں پر سے جو زمین پر لیٹے ہوئے ہوتے ہیں گذر جاتا ہے اور وہ
 لوگ بیان کرتے ہیں کہ ہم کو گھوڑے کے سُم سے اصلہ تکلیف نہیں پہنچتی ہے۔ اس سُم کو

دوسہ کہتے ہیں۔ بہت سے درویش فرقہ ہائے روفائی و سمیدی گھروں میں سے بزور
سحر سانپ نکالتے پھرتے ہیں اور اس طرح سے روٹی کما لکھتے ہیں۔ ان بلیوں کے
کرتوں کا حال ایک اور باب میں مفصل بیان کیا جاوے گا۔

۲۔ سکا ڈیریہ۔ بانی اس فرقے کے مشہور و معروف سید عبدالقادر گیلانی ہیں۔
انکے جھنڈے و عمامے بزرگ سفید ہوتے ہیں۔ فرقہ قادریہ مصر میں سے اکثر درویش
ماہی گیر ہیں۔ یہ لوگ اپنے مذہبی رسمیات میں بال مختلف رنگ کے یعنی زرد و سنبر و سرخ
و سفید وغیرہ بطور اپنے فرقوں کے جھنڈوں کی لکڑیوں پر لپجاتے ہیں۔

۳۔ احمدیہ۔ بانی اس فرقے کا سید احمد الہیادی ہو جسکا ذکر سابق ہو چکا ہو۔ یہ فرقہ
تعداد میں بکثرت ہو اور لوگ انکا بدرجہ غایت ادب کرتے ہیں اور کمال تعظیم و
تکریم اُنسے پیش آتے ہیں۔ انکے جھنڈے و عمامے بزرگ سرخ ہوتے ہیں۔

فرقہ بیومیہ جسکا بانی سید علی البیامی ہو و شنائیہ جسکا بانی سید علی الشناویہ ہو۔ و
شنارادیہ جسکا بانی شیخ علی الشاریہ ہو اور بہت سے فرقے احمدیہ کی شاخیں ہیں۔
فرقہ شنائیہ ایک گدھے کو تربیت کرتا ہو اور وہ بروز سالگرہ پیدا ہونے پر سید احمد
بدادی کہ انکا بڑا ولی بہت مٹتا ہو عجیب عجیب حرکتیں کرتا ہو اور عجب نمائش دکھاتا ہو
وہ گدھا خود بخود مسجد میں داخل ہو کر اسکی قبر پر جاتا ہو اور وہاں جا کر کھڑا ہو جاتا ہو
ابن وہ کنیر اس گدھے کے پاس جمع ہو کر ہر ایک انمیں سے اسکے بال جادو و منتر کے کام
میں لانے کے لیے نوجتا ہو جب تک وہ مانند انسان کی تھیلی کے بے بال ہو جاتا ہو۔

ایک اور شاخ احمدی بنام اولاد نوح معروف ہو۔ وہ تمام نوجوان ہیں اور تر تو یعنی
بلند کلاہ سر پر دھرتے ہیں اس کلاہ کی چوٹی پر ایک ستروہ پارچہ مختلف رنگوں کا لٹکتا ہو
وہ لکڑی کی تلواریں باندھتے ہیں اور ہیشمار مالے یا شمع پہنتے ہیں۔ اور ایک کوڑا
موسوم بفر کلیہ کہ ایک موٹا بٹا ہوا تاگا ہوتا ہو اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔

۴۔ ہماہیہ یا بورنامیہ۔ بانی اس فرقے کا سید ابراہیم الدسوکی ہے۔ روز پیمائش اس شخص کا سابق بیان ہو چکا ہے اسکا جھنڈا اور عمامہ سبز ہوتا ہے اور بھی بہت سے فرقے درویشوں کے ہیں جو کسی نہ کسی فرقہ نامے مذکورہ بالا کی شاخ میں سے ہیں۔ چند انہیں سے جو نہایت مشہور و معروف ہیں ذیل میں درج ہیں۔

ہفتادہ۔ دیقیہ۔ و مرداشیہ۔ نقشبندیہ۔ بکریہ۔ لیسیمہ۔

تمام قواعد و مسائل درسمیات درویشوں سے واقف ہونا ناممکن ہے بدینوجہ کہ اکثر مسائل انکے مثل مسائل فراموشی ایسے ہوتے ہیں کہ جب تک کوئی اس فرقے میں داخل نہ ہو تب تک وہ ان سے واقف نہیں ہو سکتا ہے۔

ایک درویش نے جو میراد بہت تھا مجھے کیفیت اپنے عہد کی کہ بروقت داخل ہونے کے فرقہ درویشان میں گیا تھا یوں بیان کی ہے۔

مجھکو شیخ و مرداشیہ نے اپنے فرقے میں داخل کیا تھا۔ قبل از نماز غسل و وضو کر کے میں زمین میں شیخ کے سامنے بیٹھ گیا۔ میں نے اور شیخ نے باہم ایک دوسرے کے دایمن ہاتھ کو اسی طور سے پکڑا جیسا کہ شادی میں دہلہ دہلھن کا پکڑتے ہیں۔ سہمے جبکہ ہم دونوں کے ہاتھ شیخ کی آستین سے ڈھکے ہوئے تھے۔ میں نے عہد کیا اور جو الفاظ کہ شیخ زبان سے نکالتا تھا اور جو ذیل میں درج ہیں میں وہی اُسکے ساتھ کہتا جاتا تھا۔ وہ عہد موافق قسم معمولی توبہ شروع ہوتا ہے۔

میں باری تعالیٰ سے جسکا نہ تو کوئی نمانی ہو اور نہ شہ یک۔ اور جو حی القیوم ہو منتظر و معافی چاہتا ہوں۔ ریتیں مرتبہ کہا جاتا ہے) میں توبہ کر کے اُسکی طرف پھرتا ہوں اور طالب اُسکے فضل اور مغفرت اور عدا صی کا آتش و وزخ سے ہوں۔ بعد اُسکے شیخ نے مجھے پوچھا کہ تم توبہ کر کے خدا کی طرف پھرتے ہو۔ میں نے در جواب اُسکے کہا کہ میں توبہ کر کے خدا کی طرف پھرتا ہوں۔ میں اپنے اعمال و افعال سے کہ مجھے اتنا

سرزد ہوئے ہیں بڑا نادم و پشیمان و غموم ہوں اور میں ارادہ بدل مصمم کرتا ہوں کہ پھر اس حالت گناہ کی طرف عود نہ کروں گا۔

بعد اسکے میں نے وہ الفاظ جو ذیل میں درج ہیں شیخ کے ساتھ زبان سے نکالے۔
 میں خدا و محمد مصطفیٰ صلعم کا فضل و کرم چاہتا ہوں اور میں عبدالرحیم ولد مراد شی الرافی
 النباوی کو اپنا شیخ و رہنما و مادی بناتا ہوں۔ میں اسکے طریقے سے نہ تو بدلوں گا اور نہ
 جدا ہوں گا۔ خدا ہمارا گواہ ہے۔ قسم ہے باری تعالیٰ کی یہ قسم تین مرتبہ پڑھی گئی (کہ سو
 اللہ کے کوئی اور خدا نہیں (یہ بھی تین مرتبہ پڑھا گیا) بعد اسکے میں نے اور شیخ نے باہم
 مل کر فاتحہ پڑھا اور میں نے شیخ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور تب یہ رسم تمام ہوئی۔

نہ ہی رسوم و ریشوں کے اکثر طریق ذکر حق ہو۔ بعض اوقات تو کھڑے ہو کر حلقہ مدور
 یا بشکل مستطیل بناتے ہیں یا دو قطاروں میں سامنے ایک دوسرے کے چہرہ کر کے کھڑے
 ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات وہ بیٹھ کر لا الہ الا اللہ یا از بلند پڑھتے ہیں یا کوئی اور نام
 اللہ کا بار بار لیتے ہیں جب تک کہ انکے دم میں دم نہیں رہتا ہو اور اسکے ساتھ سرایا تمام
 جسم یا بازو ہلاتے جاتے ہیں۔ وہ کرتے کرتے آخر سن عرصہ دراز میں ایسی عادت پیدا
 کر لیتے ہیں کہ یہ کرتب وہ عرصہ دراز تک بلا توقف کرتے چلے جاتے ہیں اور جلد تھکے نہیں
 پہنچ میں کبھی کبھی ایک یا زیادہ بالنسری یا ارغول بجانے والے اور قوال مذہبی راگ
 گانیوالے موجود ہو کر گانے بجانے لگتے ہیں۔ بعض درویشوں کو جو بنام باز معروف ہیں
 یا توریخی کو بروقت ذکر حق استعمال میں لاتے ہیں۔ بعض ایک خاص قسم کا ناچ بھی اُستاد
 کرتے ہیں۔ کیفیت اسکی اور مختلف ذکر حق کی کسی باب آئندہ میں درج ہوگی۔

بعض رسمیات تو نسبت طریق نماز و طریق ذکر حق وغیرہ ایسے ہیں کہ وہ صرف
 خاص فرقے ہی عمل میں لاتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ اشخاص فرقہ ہائے مختلف انکو
 ادا کرتے ہیں۔ اشخاص فرقہ ہائے مختلف جو رسمیات عمل میں لاتے ہیں انہیں سے ہم

رسمیات فرقہ ہائے غلوئی شازی لی کو جبکہ جداگانہ شیخ مقرر ہیں بیان کرتے ہیں۔
 بڑا فرق ان دونوں میں یہ ہو کہ انکی نماز سحری کے طریقے میں اختلاف واقع ہو اور
 غلوئی کبھی کبھی گوشہ نشین ہو جاتے ہیں اور اسی سبب سے وہ غلوئی کہلاتے ہیں۔
 اس فرقے کی نماز جو قبل از صبح صادق پڑھی جاتی ہو بنام ورد سحر نامزد ہو اور نماز فرقہ
 شازی لی کہ بعد صبح صادق ادا ہوتی ہو نہ ریش شازی لی کہلاتی ہو۔ بعض اوقات
 کوئی درویش غلوئی چالیس شب و روز گوشے میں بیٹھ کر صبح صادق سے غروب آفتاب
 تک ہر روز بلا ناغہ روزہ رکھتا ہو۔ بعض اوقات کسی غلوئی مقبرہ شیخ او مرداشی میں کہ
 بطرف شمال قاہرہ بنا ہوا ہو جا کر علیحدہ علیحدہ گوشوں میں تین شب و روز بوقت سحر
 اس ولی کے بیٹھ کر روزہ رکھتے ہیں اور شب کو صرف نھوڑے سے چانول کھاتے ہیں اور
 ایک پیالہ شربت پیتے ہیں وہ اس مقام پر وہ نماز وغیرہ پڑھتے ہیں جو غیر فرقوں سے وہ
 مخفی رکھتے ہیں۔ ان ایام میں وہ صرف پانچ نماز معمولی روزمرہ کے پڑھنے کے لیے مسجد
 میں آتے ہیں اور جو کوئی ایسے کچھ گفتگو کرتا ہو تو سوائے لا الہ الا اللہ کے وہ کچھ اور جواب
 انکو نہیں دیتے ہیں جو چالیس روز کاروزہ رکھتے اور گوشے میں جا بیٹھتے ہیں فریب
 وہ ہی قواعد وہ بھی عمل میں لاتے ہیں اور تمام وقت اپنا لا الہ الا اللہ پڑھتے اور معتقد
 چاہتے و شکر و سپاس و تعریف خدا کہنے میں صرف کرتے ہیں۔

درویشان مصر قریب تمام کے یا تو تجار ہیں یا دستکار یا کسان اور صرف کبھی کبھی اور
 رسمیات اپنے فرقے میں مدد و معاون ہوتے ہیں لیکن بعض ایسے ہیں کہ وہ تیو مارا و لیاوا
 روز اور خانگی و حقون میں ذکر حق کیا کرتے ہیں اور مردوں کے جنازوں کے ساتھ آ
 کاتے جاتے ہیں۔ اور سوائے ان کاموں کے کوئی اور کام انکو نہیں ہوتا ہو یہ لوگ فقہ
 کہلاتے ہیں۔ لفظ فقہ بالعموم مفلسوں پر آتا ہو لیکن بالخصوص عابدان مفلس مستعمل ہوتا ہو
 بعضوں کا پیشہ پانی پلانے کا ہو۔ وہ اسی طرح سے روٹی کما کھاتے ہیں۔ وہ شہر قاہرہ

کی گلیوں میں راہگیروں اور ندہی تیو مار کے دنوں میں پوجاریوں کو پانی پلاستے پھرتے ہیں۔ کندھے یا پیٹھ پر انکے مشک پانی کی بھری ہوئی ہوئی ہو یا کوئی مٹی کا برتن پانی سے بھرا ہوا وہ اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ بعض خیرات مانگتے پھرتے ہیں اور اسی پر گذر اوقات کرتے ہیں۔ وہ بڑی عاجزی و گستاخی سے بھیکہ مانگتے ہیں۔ بعض انہیں کے مثل مشہور ولیوں کے رہتے ہیں۔ وہ دلچ پھرتے ہیں اور بعض ہر قسم کی ہوشاک و افح اپنے دل کی لہر کے پھرتے ہیں۔

علاوہ انکے جو بروز سحر سانپ کو گھروں سے نکالتے پھرتے ہیں بعض روفا فی درویش آوارہ پڑے پھرتے ہیں اور مصر کے گرد و نواح میں سفر کرتے ہیں اور لوگوں کے تہمت باطلہ سے کہ قابل مہنی ہیں (جبکا ذکر میں اس موقع پر کرونگا) فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ایک جڑاؤدب ولی موسوم بہ دود الغرب ساکن دیہ تھا جی تو واقع قطعہ مصر بہت ایک بچھڑہ رکھتا تھا جو پانی وغیرہ اسکے لیے لایا کرتا تھا اسکی وفات کے بعد بعض روفا فی درویش اس شخص متوفی کے وطن میں یا اسکی قبر پر بہت سے بچھڑے پالا کرتے تھے اور انکو زینے پر چڑھنا اور بر وقت حکم کے لیٹ جانا وغیرہ سکھانے تھے اور ہر ایک اپنے اپنے بچھڑے پر چڑھ کر خیرات مانگنے جایا کرتے تھے۔ ہر ایک بچھڑہ انہیں سے بنام اگل العسور نامزد ہو۔ ان فقیروں میں سے ایک کو میں نے ایک تہہ مع بچھڑے گھر میں بلایا۔ وہ ساندکا بچھڑہ تھا۔ اسکے جسم میں دو گھنٹے لٹکے ہوئے تھے۔ ایک تو اسکی گردن میں اور دوسرا گرد اسکے جسم کے تھا وہ زینے پر خوب چڑھ گیا لیکن مشاہدے سے معلوم ہوا کہ وہ ہر باب میں اچھا تعلیم یافتہ نہیں ہو۔ دہقانی اور بیوقوف یہ یقین کرتے ہیں کہ جو اگل الغرب کو اپنے گھر میں بلاتا ہو اس پر فضل الہی شامل ہوتا ہو۔

مصر میں بیشمار ترک اور ابران کے درویش آوارہ گرد موجود ہیں اکثر خصوصاً ماہ رمضان میں کوئی درویش مالک بیگادہ محمد حسین میں بروز جمعہ جہان اکثر ترک

و ایرانی اُس روز جمع ہوا کرتے ہیں اگر بیٹھ جاتا ہو اور حکومت کے خطیب خطبہ اول پڑھتا شروع کرتا ہو وہ آدمیوں کی قطاروں میں کہ فرش پر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں جا کر ہر ایک کے سامنے ایک ٹکڑہ کاغذ کا جپر کہ چند الفاظ نقل اسکے کہ جو دیو یگا سو پا دیگا اور غریب درویش خیرات مانگتا ہو وغیرہ لکھے ہوئے ہوتے ہیں ڈال دیتا ہو۔ اس ترکیب سے وہ بہت سارے دھیم جمع کر لیتا ہو کیونکہ ہر ایک بقدر توفیق و نسل پانچ فہدہ یا زیادہ اس سے دیتا ہو۔

مصر میں اکثر ایرانی درویش ایک طرف لکڑی یا دھات یا تاریل کا شکل مستطیم ہاتھ میں لیے ہوئے بھیکہ مانگتے پھرتے ہیں اور جو کچھ کہ انکو بطریق خیرات وصول ہوتا ہو اسکو وہ اُس طرف میں ڈال دیتے ہیں اور اپنی خوراک اور ایک لکڑی کا چھپر بھی اُسی میں رکھتے ہیں۔ اور اکثر درویش بیگانہ و دہی لباس پہنتے ہیں جو کہ انکے اپنے فرقے میں مخصوص ہوتا ہو۔ اکثر نوآزمین تیراکی کلاہ سے ہوتا ہو۔ وہ کلاہ جو عموماً مستعمل ہو اندے کی بنتی ہو اور شکل گا و دم ہوتی ہو۔ اور پوشاک انکی یہ ہو۔ جامہ۔ پانچامہ۔ قمیض۔ کمر بند۔ موٹے کپڑے کا چھہ بالے کرتے۔ ایرانی آپ کو مصر میں سنہی بیان کرتے ہیں مسٹر لین نے جو تماشہ ان درویشوں کا قاهرہ میں دیکھا تھا بعینہ اُسی طرح کا چھوٹا کہ میں نے قسطنطنیہ میں مشاہدہ و معائنہ کیا تھا۔ میری دانست میں وہ درویش جنکا حال کہ وہ بیان کرتا ہو فرقہ روفائی میں سے ہونگے یا انکی شناخون میں سے کیفیت انکی جو آئے لکھی ہو ذیل میں درج ہو۔

قریب تیس کے ذکر میں کرنے والے آلتی پالتی مارے ہوئے ایک فرش بوریا پر کہ شکل حلقہ مستطیل لگی ہیں ایک طرف مکانوں کے متصل بچھا ہوا تھا بیٹھے ہوئے تھے اس حلقے کے اندر قطار وسط فرش میں تین موم کی تیاں جو قریب چار چار فٹ کے لمبی ہونگی اور لکڑی میں جمی ہوئی روشن تھیں۔ ان ذاکرون میں سے اکثر تو درویش فرقہ احمدی تھے۔ یہ لوگ ادھے فٹ کے درویش ہیں۔ لباس انکا موٹا جھوٹا چھٹا۔ پرانا کمینوں کی سی

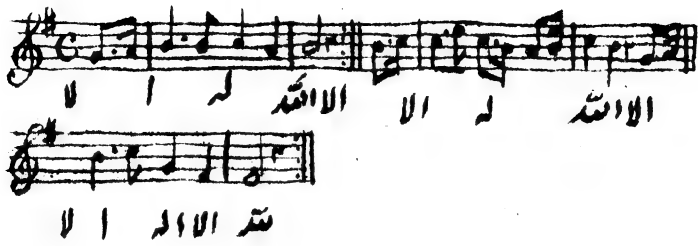
ساتھ۔ اکثر انہیں کے سہر عامہ باندھے ہوئے تھے جس فرسٹ کے ایک کنارے پر چار مویشید
یعنی قوال شعر گانے والے اور ایک بانسری بجانے والا بیٹھا تھا۔ ایک چھوٹا سا مونڈھا
متصل کی دوکان سے ہم کر کے بامداد اپنے خدمتگار کے لوگوں کو ہٹاتا ہوا مین قوالوں
کے قریب جا بیٹھتا کہ اچھی طرح سے ذکر حق سنوں۔ مین اسکو حتی الامکان از سر تا پایاں
کرونگاتا کہ معلوم ہو کہ شہر قاہرہ مین ذکر حق بہت مروج و بہت دلپسند کس قسم کا ہوتا ہے۔
تین گھنٹے بعد غروب آفتاب ذکر حق شروع ہوا اور دو گھنٹے تک متواتر ہوتا رہا۔

قوالوں نے باہم ملکر اول فاتحہ پڑھنا شروع کیا۔ انکے شیخ نے اول باوازی بلند الفاظ
آفاتہ زبان سے نکالے۔ بعد اسکے وہ الفاظ مندرجہ ذیل گانے لگے۔

ا و کریم کار ساز ہمارے محمد صلعم پر اخیر نسلوں مین اپنا فضل و کرم کر۔ اور
ہمارے خداوند محمد صلعم پر ہر زمانہ اور ہر وقت مین مہربان رہ اور ہمارے خداوند
محمد صلعم کو نہایت اعلیٰ درجے کے شہزادوں یعنی فرشتگان مین روزِ حشر تک مقبول برگزیدہ
رکھ اور تمام انبیاء و حواریوں پر ساکنین آسمان و زمین مین اپنی عنایت پسندول رکھ۔
خدا کے لایزال ہمارے خداوندوں اور مالکوں اور انھیں خاص عالی رتبہ یعنی حضرت ابوبکر
و حضرت عثمان و حضرت عمر و حضرت علی و دیگر اشخاص برگزیدہ پر اپنا فضل و کرم کر۔
خدا ہمارا رزاق ہو اور محافظ۔ اوقاد مطلق سوائے تیرے کسی مین قدرت نہیں ہے۔ تو بڑا غفور و
رحیم ہو۔ فیاضون مین تو سب زیادہ فیاض و کریم ہو۔ او خدا آمین۔ بعد اسکے وہ مین چار
منٹ خاموش رہے اور تب پھر فاتحہ نمح مین پڑھنے لگے۔

یہ طریق ذکر حق کے شروع کرنے کا قصہ کے تمام فرقہ بابے درویشان مین مروج ہے۔
اسکو افتتاح الذکر کہتے ہیں۔ بعد اس ویبا جے کے قوالوں اور درویشوں نے ذکر حق
شروع کیا۔ موافق طرز مرقومہ بالا بیٹھ کر وہ آہستہ آہستہ لائے کہ لا الہ الا اللہ
موافق نواب ترانہ ذیل پڑھنے لگے۔

شکل باجہ



ہر مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ کر وہ سہو جسم کو دو مرتبہ ہلاتے تھے۔ اسی طرح سے رنج گھنٹے تک عمل ہوتا رہا اور بعد اسکے وہ ہی الفاظ اُتارنے ہی عرصے تک وہ پھر پڑھتے رہے لیکن زیادہ تیز کرنے سے۔ اور سہو اور جسم کو بھی وہ اسی قدر زیادہ تیزی سے حرکت دیتے رہے۔ اس اثنا میں موشیہ یعنی قوال مختلف کُستے ایک جزو راگ موسی شاہ کہ راگ سلیمان کے طور کا ہو اور جسمین کہ اکثر جعفریت محمد صلعم کی آئی ہو گاتا گیا۔

میں اس ترجمہ ایک راگ کا ان بیچارہ راگوں میں سے ایک کتاب سے کہ میں نے ایک درویش سے خریدی ہو درج کرتا ہوں۔ اس درویش نے مجھ سے بیان کیا کہ اشعار مندرجہ ذیل ذکر حق کے باب میں اکثر پڑھے جاتے ہیں اور اس موقع پر بھی وہ پڑھے گئے تھے جس کا میں بیان کرتا ہوں۔ اس نے ترجمہ ہر شعر میں کیا ہو اور قافیہ کا بھی خیال رکھا ہو۔ لیکن میں ترجمہ اُسکے ہر مصرعہ کا نہیں کرتا ہوں۔

عشق سے میرا دل بیتاب ہو۔

اور میری ہلکین نیند نہیں آنے دیتی ہیں۔

اور میں رو کر دریا آفسودن کے بہانا ہوں۔

صورت وصال دور معلوم ہوتی ہو۔

میرا عشق کیا کبھی مجھے سونے دیگا۔

افسوس اگر جدائی۔

آنسو میری آنکھوں سے نہ نکالتے تو میں آہ نہ کھینچتا۔
 بسبب شہاے دہشت ناک میں خراب و پریشان ہو گیا ہوں۔
 بسبب میسر نہ آنے وصال کے میری امید قطع ہو گئی ہو۔
 میرے آنسو موتیوں کے مانند گر رہے ہیں۔
 اور میرا دل شعلہ آتش میں گھرا ہوا ہو۔
 کسلی حالت میری حالت کے مانند ہو۔
 میں اسکا علاج کچھ نہیں جانتا ہوں۔
 افسوس اگر جدائی۔
 آنسو میری آنکھوں سے نہ نکالتے تو میں آہ نہ کھینچتا۔
 اور قمری مجھے بتا۔

کسو اسطے تو ایسا نالہ فراری و فغان کرتی ہو۔
 کیا تجھکو وصال کا ایسا غم ہو۔
 کہ تیرے پر وبال جھڑ گئے ہیں اور تو پچرے میں بند ہو گئی ہو۔
 وہ کہتی ہو کہ ہمارا اور تمہارا غم مساوی ہو۔
 میں بھی عشق کی ماری ہوئی پڑی رہتی ہوں۔
 افسوس اگر جدائی۔

آنسو میری آنکھوں سے نہ نکالتے تو میں آہ نہ کھینچتا۔
 اوحے القیوم۔

اب بھی مجھ پر اپنا فضل کر۔

تیرا بندہ احمد سیکری۔

سوائے تیرے کوئی اور خداوند نہیں رکھتا ہو۔

تو اسکی درخواست واستدعا کو نامقبول نہ کر۔

آنسو میری آنکھوں سے نہ بہاتے تو میں آہ نہ کھینچتا۔

تھے اسی ترتیب سے اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر وہ ہی الفاظ اور ان میں پڑھنے لگے۔ اس

اسکی عجیب شکل دیکھا میں نے پوچھا کہ یہ کون ہو۔ انھوں نے کہا کہ یہ ایک خوجہ پاشا ہے۔

ذکر بھروہی الفاظ بڑھی بھاری اور کھردری آواز کی دانت سے کھڑے ہوئے بڑھتے ہیں

اور لفظ لا اور آتد کے اول حرف پر بڑا بوجھ دیتے ہیں اور بظاہر بڑی کوشش و زور سے

وہ الفاظ زبان سے نکلتے معلوم ہوتے ہیں۔ آواز انکی مسوقت تیورین کی آواز سے ملتی ہے۔

ہر ایک مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ اکمل ہر ایک فکر کا سر و این با این طرف بصر تہو۔ وہ خوب

ذکر حق کے اس مقام پر لباس ہو جاتا ہے۔ بازو و نگوادھر اُدھر حرکت دیکر اور دو طرفہ

پھیلا کر نگاہ اوپر کر کے اور چہرہ بنا کر باواز بلند بڑے زور اور تیزی کے ساتھ جلد جلد

اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَاعْلَمُ

یا عجمی۔ ایشماومی۔ یا ایشماومی۔ یا ایشماومی۔ پڑھنے لگا۔ ریاضی کے معنی اویس

جھاہن! یہ بڑھتے ہوئے رفتہ رفتہ آواز اسکی ہلکی ہوتی اور مٹتی گئی اگرچہ اُسکو ایک

در ویشہ بکڑے ہوئے تھا وہ یکایک زمین برگرا اور اسکے منہ سے صعاگ نکلنے شروع

ہوئی اور انھیں اسکی بندوگستیں اور اسکے بازو اکٹھے کیے اور اسکی انگلیاں انگوٹھوں

جڑھکرا خٹینے لگیں۔ وہ مرگی کا سا غصہ تھا۔ کوئی اسکو دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ

یہ مکر کا جذبہ ہی بیشک وہ اثر انداز ہی جذبے کا تھا۔ یہ واقعہ عجیب و گھبرائی میں
نہو اسلئے کہ ایسی صورت میں ذکر حق میں اکثر طور میں آتی رہتی ہیں۔ تمام جو ذکر حق میں
مصرف تھے اس وقت بڑے جذبے میں آئے وہ اس درود کو بڑے زور سے جلد جلد
پڑھنے لگے اور سر و جسم کو خوب ہلاتے رہے اور بعض انہیں کے کودنے لگے۔ خوب چند مرتبہ
پھر ملبوس ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ جون جون مونسند یعنی نوال ایک دوسری طرح پڑھتا تھا
اور سامعین کے جذبے کو اٹھایا جاہتا تھا وون وون خوبہ کو زیادہ زیادہ حال
آتا تھا اور غش ہوتا تھا۔ مجھے تو وہ راگ اچھا معلوم ہوتا تھا۔ جب ذکر حق ختم ہونے کو تھا
ایک سپاہی بھی کہ اسمین شریک تھا کئی مرتبہ ملبوس ہوا اور بڑی چیخیں ہولناک ہونے لگا
اور سر کو خوب ہلاتا رہا۔ جیسا کہ یہ ذکر حق کرنے والے شروع میں سنجیدہ تھے ویسے ہی وہ
اختتام ذکر پر جوش میں آئے اور شور مچانے لگے اور بڑے زور و شور سے پڑھنے لگے۔
مومن شید یعنی نوالون کے لیے اس اثنا میں روپیہ جمع کیا گیا۔ ذکر کچھ خواہ نہیں پانے ہیں
آئنا ذکر مذکورہ بالا میں ایک اشارہ باہم ہوا۔ ذکر حق تمام شب صبح کی نماز تک
رہتا ہے۔ ذکر حق کرنے والوں کو صرف بک ملتا ہے اور بعض انہیں کے حقہ بھی پیتے ہیں۔
وہ ہی مشہور مصنف و زبان دان فارسی کیفیت دوسرے یعنی شیخ کا گھوڑا دوڑا ہوا
درویشان افادہ زمین پر بیان کرتا ہے۔ میری دانست میں یہ تماشہ مصر میں ہی ہوتا ہے
وہ کیفیت دوسرے ذیل میں درج ہے۔

شیخ فرقہ سقید یہ جو خطیب یعنی خطیب پڑھنے والا مسجد حسنین کا ہی ایک روز پہلے اخیر
شب کو گوشے میں بیٹھ کر خاص نماز پڑھتا رہا اور یاد آئی کہ جب کا حال وہ کسی پر کھولنے نہیں
کرتا رہا اور قرآن کے کچھ آیات پڑھتا رہا۔ اس روز کہ جمعہ تھا مسجد مذکور میں نماز معمولی
پڑھنے گیا۔ بعد نماز دوسرے دوپہر وہ وہاں سے اٹھ کر شیخ البکری کے گھر پر گیا۔ یہ شیخ تمام
فرقہ ہائے درویشان مصر کا مرشد ہے۔ مکان اس شیخ کا برکت الازکیہ سے بجانب جنوب

متصل اس مکان کے ہو جو گوشہ جنوب مغرب پر واقع ہو۔ جب وہ مسجد سے چلا بیشمار سعیدی درویش مختلف اضلاع دارالریاست سے اُسکے ہمراہ ہوئے۔ ہر ایک نام کے درویشوں کے ساتھ دو دو جھنڈے تھے۔ وہ شیخ بڑا ضعیف العمر ہو۔ اُسکے سب کے تمام بال سفید ہو گئے ہین۔ وہ بڑا عقیل و ہوشیار و ہر دل عزیز معلوم ہوتا ہو اور چہرہ اُسکا حسین ہو۔ وہ دوسرے سفید بیش اور ایک سفید سکوک یعنی ایک قسم کی کلاہ پہنے ہوئے بیٹھا تھا اور اُسکے سر پر ایک عمامہ ملل کا شوخ زیتون کے رنگ کا کہ رنگ سیاہ سے آسمین اصلا تیز نہیں ہو سکتا تھا بندھا ہوا تھا اور ترچھا عمامہ پر ایک ٹکڑا ملل کا گرد بندھا ہوا تھا گھوڑا اُسکا میانہ قد تھا اور جسم اُسکا نہ تو بہت قریب تھا اور نہ بہت لاغر۔ وجہ اس تذکر کی بین آگے بیان کرونگا۔ وہ شیخ ہمراہی بیشمار درویشوں کے برکت الازکیہ کے گھر میں داخل ہوا۔ راہ میں یہ سواری تھوڑے ہی فاصلے پر جا کر شیخ البکری کے مکان کے سامنے ٹھہر گئی۔ اس مقام پر بہت سے درویش وغیرہ جو قعداویں تھیں ٹھہر گئے زمین پر بہت پاس پاس لیٹ گئے اس طرح کہ پیٹ اُنکے اوپر تھے اور ٹانگیں پسارے ہوئے اور دونوں ہاتھ پیشانی کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔ منواتر لفظ اللہ کہتے جاتے تھے۔ قریب بارہ درویش کے یا کچھ اس سے زیادہ جنہیں سے کہ اکثر ننگے پاؤں تھے وہ ان درویشوں کے پیٹ پر کہ زمین پر پڑے ہوئے تھے دوڑنے لگے۔ بعضے تو انہیں سے باجہ بائیں ہاتھ میں پکڑ کے بجاتے تھے اور اللہ اللہ کہتے تھے۔ بعد اُسکے شیخ صاحب آئے۔ اُسکے گھوڑے نے چند منٹ تک تاول درویش کے پیٹ پر قدم رکھنے میں تامل کیا لیکن جب آخر میں اُسکو لوگوں نے پیچھے سے ڈھکیلا تو اُس نے قدم بڑھایا اور وہ بے اندیشہ سب کے پیٹ پر سے تیز قدم مارتا ہوا چلا گیا۔ اس گھوڑے کو دو آدمی پکڑے ہوئے لیے جاتے تھے اور وہ بھی درویشوں زمین قنار کے پیٹ پر سے گزر گئے۔ ایک تو انہیں سے بعض اوقات اُنکے پاؤں کو بھی جھوٹا تھا اور دوسرا اُنکے سر وں کو تماشائی اس وقت باور بند آمد۔ لا۔ لا۔ لا۔ اللہ کہتے تھے

بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گھوڑے کے گزرنے سے درویشان افتادہ زمین میں سے کسی کو
 آسیب نہیں پہونچا تھا لیکن ہر ایک بعد گزرنے گھوڑے کے اُسپر سے اٹھکرا اور کوہد کر شیخ
 کے ہمراہ ہوا۔ ہر ایک پُر امنین سے گھوڑے نے چارون پاؤں ایک ایک مرتبہ رکھے تھے
 کہتے ہیں کہ شیخ اوریہ درویش ایک روز پہلے اسکے الفاظ سیمیلو اسما پڑھتے ہیں تاکہ گھوڑے
 کے قدم اُنکے اجسام پر کچھ اثر نہ کرنے پاویں اور اُس سے کسی طرح کا آسیب نہ پہونچے۔ لیکن
 جس کسی نے کہ یہ عمل نکلیا اور گھوڑے کے قدم کے نیچے آیا وہ یا تو مر گیا یا سخت زخمی ہوا۔ اُس
 کرب کو لوگ معجزہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا نے شیخون فرقہ سعیدہ کو طاقت روحانی عطا
 کی ہو جسکے ذریعے سے یہ ظہور میں آتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ دوسرا شیخ یعنی وہ جو بانی اُس فرقہ
 کا جانشین ہوا تھا ایک مرتبہ نیشے کی بوتلون پر سے گزر گیا اور ایک بھی امنین سے
 نہ ٹوٹی۔ بعض کا یہ بیان ہو کہ اُس موقع پر اُس گھوڑے کے نعل نکلاؤاڑا لےتے ہیں لیکن میل
 مشاہدہ اُنکے اُس اظہار کو غلط کرنا ہو۔ اُنکا یہ بھی اظہار ہو کہ گھوڑے کو اُس مطلب کے لیے
 سدھار رکھتے ہیں۔ اگر بیان انکار است و درست ہو تو بھی حقیقت اس طرح کا جو نور کو سدھانا
 عجیب ہوا و مشکل لیکن ویسا عجیب نہیں جیسا کہ گھوڑے کے چلنے سے ضرر نہ پہونچنا عجیب
 و غریب ہو۔ اُس شیخ فرقہ سعیدہ نے کہ فی الحال موجود ہو کسی سال تک اُس کرب کرنے سے
 انکار کیا آخر سن بعد بہت عجز و سماجت کے اُس نے منظور کیا کہ میں کسی اور شخص کو اُس کرب
 کے کرنے کی طاقت بخشوں گا اور وہ تمکو دوسکھو دکھاویگا۔ اُس شخص نے کہ نابینا تھا یہ کرب
 اچھی طرح کر دکھایا لیکن تھوڑے ہی عرصے بعد اُسکے وہ مر گیا۔ شیخ فرقہ سعیدہ نے حسب شدت
 اپنے مریدوں کے دوسہ آپ کرنا شروع کیا اور تب سے ہمیشہ آپ ہی کرتا چلا آیا ہو۔

یہ عجیب کرب کر کے حسین کہ کسی کو ذرا بھی آسیب نہ پہونچا شیخ سوار ہو کر باغ میں گیا اور
 ہمراہی چند درویش کے شیخ الیکری کے گھر میں داخل ہوا۔ جب میں اُسکے گھر کے دروازے
 پر گیا ایک خدمتگار مجھکو اُس محفل میں لے گیا اور وہاں میں بھی شریک محفل ہوا۔ شیخ

فرقہ سعیدی کا یہ طریقہ تھا کہ اس موقع پر بعد دوسرے وہ شیخ البکری کے گھر میں خاص خاص اشخاص کے سامنے زندہ سانپ نکل جایا کرتے تھے اور یہ کرتب لوگوں کو دکھاتے تھے۔ لیکن شیخ زمانہ حال نے تھوڑے ہی عرصے سے اس دارالریاست میں اس عمل کا استعمال موقوف کر دیا ہو یہ وجہ کہ وہ کام تنفر انگیز بھی ہو اور خلافت مذہب بھی کیونکہ سانپ کا کھانا مذہب میں ناجائز ہی۔ جب میں پہلے اس ملک میں آیا تھا درویش فرقہ سعیدی اکثر سانپ بچھو کھا یا کرتے تھے۔ سانپ کے نوہ زہریلے دانت نکال دالتے تھے یا انکے اوپر اور نیچے کے ہونٹوں میں سوراخ کر کے انکو رشیم سے اوپر اور نیچے باندھ دیتے تھے تاکہ وہ کاٹنے پھاوین اور بعض اوقات ان سانپوں کے ہونٹوں میں جھکوسواری ایجاتے تھے بجائے رشیم کے چاندی کے چھلے ڈال دیتے تھے۔ جب کبھی کوئی درویش فرقہ سعیدی سانپ کھاتا تھا تو وہ لوگوں کے دکھانے کے لیے جو میں میں آجاتا تھا اور ایک قسم کا دیوانہ پن کرنے لگتا تھا۔ بروقت پکڑنے سانپ کے وہ اسکے پیٹ پر سر سے قریب دو انچ کے فاصلے پر دیتا تھا۔ وہ صرف اسکے سر کو مع تمام کے جو کہ مابین اسکے انگوٹھے اور سر ہوتا تھا دو تین لقموں میں کھا جاتا تھا اور باقی کو بھینک دیتا تھا۔ باوجود اسکے بعض اوقات درویش فرقہ سعیدی کو بھی اُسے ضرر پہنچتا تھا۔ عرصہ چند سال منقضى ہوا ہے کہ ایک درویش نے جو بسبب فرہی و طاقت جہانی موسوم بالقیل تھا اور اپنے زمانے کے سانپ کھانے والوں میں مشہور و نامی تھا یہ ارادہ کیا کہ ایک بڑے زہریلے سانپ کو کہ اُسکا فرزند بہت سے سانپوں کے ساتھ ریگستان سے لایا تھا پر ورش کرے۔ اس ارادے سے اُس نے اس سانپ کو ٹوکری میں رکھا اور چند روز تک اُسکو کچھ کھانے کو دیا بدین نظر کہ وہ فاقہ کشی سے ضعیف ہو جائے۔ بعد اسکے جب ٹوکری میں ہاتھ ڈالا اُس نے سانپ کو نکالنا چاہا تاکہ اُسکے زہریلے دانت نکال دالے فوراً سانپ نے اسکے انگوٹھے میں کاٹ کھایا وہ تب چلانے لگا اور طالب مدد ہوا لیکن سوارے عورتوں کے کوئی

اس وقت اس گھر میں موجود تھا۔ عمر تین ڈر کر اس کے پاس جاسکیں اور کئی منٹ بعد
دروہ پوچھی لیکن اس وقت اس کا نام بازو سن کر سیاہ ہو گیا تھا۔ اور اس کا کام تمام
ہو چکا تھا غرض کہ چند گھنٹوں میں وہ راجہ ملک، عدم ہوا۔
فرقہ درویشان عیسائی یہ مقیم ہو سکے گا حال ہو گا کہ سرسین نے بیان کیا ہو تو بل بن
درج ہو۔

قبل از بیان کتب و رسومات اس فرقے کے میں انکی اصلیت کا حال لکھ چاہتا ہوں
یہ ایک فرقہ جو چین کے قریب تمام درویش مغربی تھے اعلیٰ عرب ساکن ملک و اق
ملک مصر میں۔ وہ اپنے اول شیخ کے نام سے بنام مغربی نامزد ہوئے ہیں۔ نام اس شیخ
کا شیخ سعیدی محمد بن تھانی مغربی تھا۔ ان کے کتب ان کے صحبات بڑے عجیب ہیں
ایک ان میں سے بہت مشہور اور قابل بیان۔ میں چاہتا تھا کہ اس شب کو ان کا شہ
دیکھوں۔ یہ بہت عجیب و غریب ہے برائی اگرچہ میں نے سنا تھا کہ انھوں نے کئی حال
سے قہرہ میں کرب دیکھا تھا چھوڑ دیا ہو۔

تھمنا میں درویش اس فرقے کے مختلف لباس پہنتے ہوئے ہیں فرس پر پاس پاس
حلقہ باندھے ہوئے اس مکان کے سامنے کی دیوار کے متصل بیٹھے تھے۔ ہر ایک ان میں سے
بجز دو کے ایک بڑا ستدر جو ایک فٹ سے زیادہ چوڑا تھا اور بچنے والے ٹکڑے دھات کے
جو آئین ٹوٹا لگے ہوئے تھے ان کے تھے بجا رہا تھا ان دو میں سے جو استن میں داخل
ہوئے تھے ان ایک چھوٹا ستدر بجا رہا تھا اور دوسرا نقارہ۔ اس حلقہ درویشان کے سامنے
اس سے زیادہ تر میدان جو کہ انھوں نے گھیرا تھا اور درویشوں اسی فرقے کے پلے تھے
نے چھوڑا تھا جب اس حلقے کے درویشان نے منبر بجا نا شروع کیا دوسرے حلقے نے
جسمین چھہ درویش تھے ایک عجیب قسم کا ناچ کیا۔ بعض اوقات تو باوازی بلند آواز
کرتے تھے اور بعضے وقت اللہ مولانا۔ ان کے ناچ میں کچھ قاعدہ پایا نہیں جاتا تھا بلکہ

سے حرکات دیوانہوں کے سے سرزد ہوتے تھے۔ کبھی تو وہ ہم کو اوپر کی طرف اور کبھی
 نیچے کی طرف دھکیلتے تھے اور بازوؤں کو اطوار حسب ہمت تھے بچہ کو دھکیلتے تھے۔
 اور بعض اوقات چپٹیں مارنے تھے انصاف اگر کسی بچی کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ وہی رسم
 اور کر ہے ہیں تو بکو لوگ اشریاد آئی سمجھتے تھے تو وہ حقیقتاً یہ سمجھتا کہ یہ لوگ سڑے پن
 ہیں ایک اور سڑے سے بھٹکا ہوا یا پانچتہ بین اور اٹلی پوشاک دیکھ کر وہ بیشک
 انسان اس کا پس باریک بین نہیں بل ہو جاتا۔ ایک انہیں سے خفاں یہ ہے مسنین
 پانچ ہوتے تھے وہ سب کچھ جاننا تھا وہ سنہنگا تھا اور ایک ہتھکڑی سے اسے جھامت
 بھی دیا کرتے تھے وہ لوگوں کی توہین کرتے تھے وہ بانی سرست کڑیاں لٹکا دوزاؤ
 تھا۔ لیکن پانچاٹن لکھنا چکا تھا ہر پانچ ہوتے تھے وہ درویش اپنے اس فن میں
 جسے کان تھے۔ چنانچہ ان سے جو ان سے یہ نام تھا عجیب ٹوٹے ہوئے اس کا معمول تھا
 چند منٹ ناچ کر اور رفتہ رفتہ جو شہین آکر اور حرکات وحشیانہ کر کے اس حلقے کی طرف
 جہاں ستارہ ناچ رہا تھا بے تحاشہ دوڑا اس حلقے کے وسط میں ایک طرف تانبے کا تھی
 کیا ہوا اور لوگوں سے دھکیلتا ہوا رکھتا تھا۔ اس میں سے ایک جلتا ہوا کوئلہ اس درویش
 نے اٹھا کر منہ میں رکھ لیا اور اسی طرح ایک ایک اٹھا کر منہ میں بھرتا گیا جب تک کہ
 وہ خوب نہ چہرہ ہو گیا تب اس نے آگ کو چبنا شروع کیا۔ ہر لحظہ وہ اپنے منہ کو لوگوں کے دکھانے
 کے لیے خوب کھولتا تھا۔ قریب تین منٹ بعد وہ ان سب کو لوگوں کو نگل گیا اور کچھ بھی
 عمارت ملکیت کی اس کے بشرے سے نمودار تھی۔ عمل کرنے وقت وہ زیادہ تر خوش
 و خرم معلوم ہوتا تھا۔ دوسرے درویش نے بھی جسا ذکر سابق ہو چکا ہو خوب ماشہ دکھایا
 وہ بھی نوجوان معلوم ہوتا تھا۔ جب یہ بھی اتنے ہی عرصے تک ناچ چکا اس کے حرکات ایسے
 تیز و وحشیانہ ہو گئے کہ ایک نے اس کے بھائی بندوں میں سے اس کو پکڑ لیا لیکن وہ چھوڑ کر
 اسی طرف آتش کی طرف دوڑا اور پڑا سا جلتا بنا کوئلہ اٹھا کر منہ میں دھر گیا اس نے

اپنا منہ دو منٹ تک خوب کھٹار کھا۔ اس عرصے میں جب وہ دم اوپر کھینچتا تھا وہ
کوئلہ اسکے منہ میں خوب جلتا بلتا روشن دکھتا تھا۔ لیکن جب وہ سانس چھوڑتا تھا
بیشمار جنگاریاں اسکے منہ سے باہر نکلتی تھیں۔ بعد اسکے وہ چاکر کوٹلے کو نکل گیا اور
پھر ناپنے لگا۔ قریب نصف گھنٹہ کے یہ تماشا رہا اور تب وہ در دین ٹھہر گئے اور
دم لینے لگے۔ قبل انکے ٹھہرنے کے انہیں سے ایک گروہ نے کہ وسط برآمدے مکان میں
بیٹھا ہوا تھا شروع کر دیا۔ اب میں انکا تماشا دیکھنے لگا۔ یہ بھی اسی ترتیب سے بیٹھے
تھے جیسا کہ فرقہ سابق الذکر بیٹھا تھا۔ اس حلقے میں بھی تنبورچی آتے ہی تھے جنہ کے پہلے
حلقے میں۔ لیکن اس حلقے میں ناپنے والے کبھی دوبارہ ہونے نھے اور کبھی اُسے کم۔ ایک سے
اس گروہ میں سے کہ قد اور جوان سیاہ ادنیٰ پشتوار پہنے اور سر بوند ہوا تھا اس
طرف میں سے کہ کوئلوں سے دکھتا تھا ایک خوب دکھتا کوئلہ اٹھایا اور وہ ظرمت
ناچنے والوں کو مثل طشت شیرینی یا قلعہ دیدیا۔ اس جلتے پتے کوٹلے کو اپنے دانتوں کے
نیچے تھوڑی دیر رکھا اور پھر زبان پر لا کر اور منہ کو دو منٹ سے کچھ زیادہ تک کھلا رکھا
خوب نیز مٹی سے دم لیا۔ اسکا منہ اسوقت مثل مٹی کے معلوم ہوتا تھا۔ جنگاریاں آگ
کی نکلتی تھیں لیکن پنج شخص مثل پہلے شخص کے حیران و گھبرایا ہوا تھا۔ اس کوٹلے کو
چمکرا کر نکل کر وہ تنبور سجائے والوں کے حلقے میں جا شامل ہوا اور میرے پانوں کے
نزدیک آ بیٹھا۔ میں نے خوب و بغور اسکے چہرے کی طرف دیکھا تو کہیں نشان آسیب
و تکلیف و زخم کا نہ دیکھا۔ ان عجائب کربون کو گھنٹہ بھر تک دیکھ کر جبوقت وہ
بھی دم لینے کے لیے ٹھہر گئے۔ میں اسجا سے رخصت ہوا کیونکہ وہاں کوئی اور کرتب
قابل دید نہ تھا۔

یعنی اوقات ایسے ہی موقع پر درویشان فرقہ عیسائیہ شیشہ جات داگ نکالتے ہیں
انہیں سے ایک جوان م بڑا قد آور تھا اور مسجد حسنین میں چراغ بالا کرتا تھا آگ اور

شیشہ جات کھانے اور اور کرتون کے لیے بڑا مشہور نامی تھا۔ نام اس شخص کا ناگ
محمد ایس سلا می تھا۔ چند ہی برس گزرے ہیں کہ وہ فوت ہو گیا ہو۔ جب وہ نہایت
جوش میں آیا کرتا تھا مروج لکڑی کے کانٹوں میں کہ مسجد کے ستونوں سے اوپر محرابوں کے
آر پار رکھے ہوئے تھے اور فرش زمین سے ۱۶ فٹ بلکہ اس سے بھی زیادہ بلند تھے
اچھل کر جاتا تھا اور اپنے اوپر سے ادھر کو داتا تھا اور تب اپنی انگلیوں کو منہ کے تھوک
سے تر کر کے اور بازو پر مار کے خون نکالتا تھا اور اسی تھوک سے اسکو بند کر دیتا تھا۔
بر وقت بیان حالات سواری کسیوہ کعبہ واقع مکہ مسٹر لین اور کیفیت رسوم و رتبہ
در ویشان قلمبند کرتا ہو۔ کسیوہ پوشہ ستخانہ کعبہ کو کہتے ہیں۔ جو کیفیت کہ اسنے آنکی رسوم
کے باب میں لکھی ہو ذیل میں درج ہو۔

اس تماشے میں نہایت مشہور گروہ در ویشان فرقه روفانی معروف بواو لا و آلوان
تھا۔ انہیں سے ہر ایک کے ماتھ میں ایک ایک لوہے کی میخ تھی ٹھیکاً ایک فٹ طول میں
ان میخوں کے موٹے سرے میں لوہے کا گھنٹہ لگا ہوا تھا اور اس گھنٹے سے کسی چھوٹی
چھوٹی زنجیریں لٹکتی تھیں۔ انہیں سے کسی درویشوں نے لوہے کی میخ اپنی آنکھوں میں
زور سے کھوس کر بچہ باہر نکال لی۔ بے آنکھ کچھ بھی آسیب آنکھوں کو پہنچایا کوئی نشان آکا
باتی رہا۔ جو سب ظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ میخ آنکھ میں قریب ایک انچہ کے اندر گئی
یہ کرتب انھوں نے بڑی صفائی و خوبی کے ساتھ کیا۔ ان مذہبی بازگردن کو بعض اس
تماشے کے پانچ ندیہ یا تھوڑا سا تمباکو دینا کافی منظور تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تماشائیوں کو
ذرا بھی شک و شبہ قریب کا اس کرتب میں نہ تھا۔ ایک شخص بڑا صاحب علم جو میرے پاس
اس وقت بیٹھا تھا مجھ کو لعنت و ملامت کر کے کہنے لگا کہ تم اسکو نظر بندی و دھوکہ کہتے ہو۔
مسٹر لین کے بیان سے ظاہر ہوتا ہو کہ در ویشان فرقه روفانی وسیع مدی سانپ کے
پہلے ساحرین۔ میں نے ٹونس میں مجسم خود کسی اشخاص کو سانپ سحر سے پکڑتے ہوئے

دیکھا ہے۔ اُس وقت میں نے یہ خیال کیا تھا کہ یہ لوگ صرف بازی گر ہیں لیکن وہ حقیقت
فرقہ مانے روفا می یا سعیدی میں سے کسی سے متعلق تھے۔ ان بازگیروں نے چند سناپ
تختیا ایک ایک گز طول میں تھیلے سے نکال کر زمین پر چھوڑ دیے تاکہ تماشا می انکو زمین
رینگے ہوئے دیکھ کر ڈر جائیں۔ بازی گر ایک ایک کو اُن میں سے سر یا دُم سے پکڑ لیتے تھے
جیسے بخوبی یاد نہیں کہ آیا وہ انکی دُم پکڑتے تھے یا انکا سر۔ جبکہ کرتب کرنے والے دائرے میں
ناچتے تھے اور چھوٹے ڈھول ایک یا کئی بجتے تھے ہر سناپ اپنا سر اٹھاتا تھا۔ بازگیر انکا
سر پکڑ کے منہ میں رکھ جاتا تھا اور اس طرح سے تمام کو گلے کے اندر غائب کر لیتا تھا۔ چند
لحوظ میں رکھ کر پھر بازگیر اُسکو باہر نکال لیتا تھا اور تھیلے میں رکھ دیتا تھا۔ یہ ہی عمل
تنب وہ اور سناپ پر کرتا تھا۔ یہ معلوم نہیں کہ آیا وہ سناپ لپٹ کر منہ میں ہی رہتا تھا
یا حقیقت حلق کے اندر اُتر جاتا تھا لیکن اس میں شک نہیں کہ کل جسم سناپ کا بازگیر کے
منہ کے اندر چلا گیا تھا۔ قسطنطنیہ میں بعض درویش دعوے کرتے ہیں کہ ہم انعی کو سحر سے
بند کر لیتے ہیں۔ حال میں میرے ایک دوست نے قصہ ذیل اس باب میں مجھے بیان
کیا تھا۔

استنبول میں اُس دوست کے کارخانے کے متصل ایک مکان مدت دراز سے غیب آباد
پڑا ہوا تھا بدینوجہ کہ لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ اُس میں ایک بھوت رہتا ہے جو کوئی اس
مکان میں بود و باش کرتا ہے اُسکو وہ عجیب شور و غل کر کے ڈرا دیتا ہے۔ جب یہ قصہ
ایک درویش سے بیان کیا گیا تو اُس نے یہ ارادہ بدل مصمم کیا کہ میں وہاں جا کر اُس مکان
کا امتحان کرونگا۔ بعد سر اسری امتحان کے اُس نے بیان کیا کہ اُس میں کئی انعی رہتے ہیں
میں اُنکو سحر سے نکال کر مار ڈالونگا۔ اس مطلب کے لیے وہ تھوڑی دیر تک مکان
کے ہر طرف ملائم لڑے کچھ گاتا گیا لیکن کچھ اثر اُسکا ظہور میں نہ آیا یعنی کوئی انعی نمود
نہوا۔ ایک دوست نے اُس درویش سے پوچھا کہ اگر ایک یا کئی انعی نکل آدینگے

تو تم کیا کرو گے۔ در جواب اسکے اُسنے کہا کہ میں فوراً آنکو ماتھ سے پکڑ کے یا تو مار ڈالوں گا یا آنکے زہریلے دانت نکال ڈالوں گا۔ کہتے ہیں کہ استنبول میں افعی کے زہریلے دانت نکال کر اسکو بطور دوا استعمال میں لائے ہیں۔ اس مطلب کے لیے بہت سے افعی اڈریا نوبل سے جہان کہ انکی کثرت ہوتی ہے استنبول میں لائے ہیں۔ درویش کا امتحان کرنے کے لیے میرے دوست نے اپنے خدمتگار سے کہا کہ اس مقام پر جا کر جہان کہ افعی ملتے ہیں چھو زہریلے افعی خرید کر جلد لاو اور درویش کو کہا کہ تم اس اثنا میں اپنا سحر کرتے رہو۔ وہ خدمتگار جلد ایک صندوق جنہیں کہ افعی رکھے جاتے ہیں خرید کر ہمراہ لایا۔ اسکو دیکھ کر درویش گھبرایا۔ اس اندیشے سے کہ مبادا افعی کو صندوق سے کمرے میں چھوڑ دین درویش نے میرے دوست سے کہا کہ مجھے گھر جانے کی اجازت دو تاکہ میں ایک سہ ایسا لاؤں کہ جو کوئی چاہے زہریلے سے زہریلے افعی کو پکڑ لے بے آنکھ کچھ بھی سکوضر ہو پچے۔ اسکو اندیشہ ناک دیکھ کر اجازت گھر جانے کی دیدی اور اگرچہ تھوڑی دیر اُسکے ومان انتظار رہا لیکن وہ گھر سے نہ پھرا۔ چونکہ میں نے قصہ سحر افعی کا چھیڑا ہی تو میں ایک اور قصہ اس باب میں اسجا درج کرتا ہوں۔

ایک مسلمان نے کہ میرا دوست تھا مجھ سے یہ بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ ایک درویش سے ملا۔ اُسنے کہا کہ میں کس پاس ایک تعویذ ایسا ہو کہ جو کوئی اسکو پہنے تو گولی اُسکے جسم پر اثر نہ کرے۔ میں ازراہ مہربانی یہ تمھارے ہاتھ چیتا ہوں۔ ایسا معلوم ہوا کہ میرا دوست اثر سحر کا اعتقاد رکھتا ہے۔ اُسنے درویش سے کہا کہ تم اسکو ہنکر باغ میں چلونا کہ میں دو تین گولیاں تیر مار کر اسکا امتحان کروں اور اُسکے عجیب اثر کا زیادہ تر مفقہ ہوں۔ درویش یہ سن کر زینے کی طرف یہ کہتا ہوا گیا کہ میں موزے پہن آؤں اور کوچہ کا دروازہ کھلا دیکھ کر اس طرف سے چلا گیا اور پھر اسکا پتہ نہ لگا۔ میرا دوست جو اس دارالریاست میں ہو بڑا قادر انداز تھا یہ حال دیکھ کر بڑا متعجب ہوا۔

سٹرلین نے جو کیفیت کہ درویشان ساحران سانپ کی لکھی ہو ذیل میں درج ہو۔
 بہت سے درویش فرقہ مائے روفائی و سعیدی گھردن سے بزر و سحر سانپ کا تے ہیں
 اور اسی طرح سے روٹی لکھا تے ہیں جیسا کہ میں سابق ذکر کر چکا ہوں۔ چند اور شیخیں
 بھی اس کرب کا دعوے کرتے ہیں لیکن وہ چند ان مشہور نہیں۔ درویشان فرقہ روفائی
 و سعیدی ہر قطعہ مصر میں سفر کرتے پھرتے ہیں اور اپنے پیشے میں انکو کام بھی بہت ملتا ہے
 لیکن تاہم انکو اس قدر کم فائدہ ہوتا ہے کہ بدشواری تمام اسپر انکی گزراوقات ہو سکتی ہے۔
 ساحر یہ بیان کرتا ہے کہ بدن دیکھنے کے میں کہہ سکتا ہوں کہ اسی مکان میں سانپ
 رہتا ہے یا نہیں اور اگر وہ وہاں موجود ہو تو نیش چڑی مار کے جو جانورون کو بطبع لاسہ
 جال میں اتارتا ہے اسی طرح میں بزر و افسون انکو اپنی طرف کھینچتا ہوں۔ چونکہ سانپ
 اکثر مقامات تاریک میں جا چھپتا ہے نو افسون گر اس بہانے سے تاریک کمرے میں جا کر
 یا سانی چالاک کر جاتے ہیں یعنی وہ وہاں اپنی چھاتی سے کوئی سانپ کا لکر کڑ لاسے
 ہیں اور لوگوں سے باہر آنکر بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس مکان سے سانپ نکالا ہے کیونکہ
 جب وہ انکو اپنے اظہار سے منتہن کرتا ہے کہ فلاں کمرے میں سانپ رہتا ہے تو کسی میں اتھار
 جرات نہیں ہوتی ہے کہ وہ اس کمرے میں افسون گر کے ساتھ جاوے اور اسکے فریب کو
 دیکھتا رہے اکثر ایسا بھی اتفاق ہوتا ہے کہ لوگ روشنی میں اسکا کرب دیکھا چاہتے ہیں
 اور اسکے کپڑے اتار کر اسکو ننگا کر کے دیکھ لیتے ہیں لیکن تاہم اسکا فریب بن پڑتا ہے۔
 وہ اس کھجور کی چھوٹی لکڑی کو کہ اسکے ہاتھ میں ہوتی ہے دیواروں پر مارتا پھرتا ہے اور
 سیٹی بجاتا ہے اور زمین پر ٹھوکتا ہے اور عموماً یہ کہتا ہے کہ میں تجھکو خدا کی قسم دلاتا ہوں
 کہ اگر تو اوپر یا نیچے ہو تو مکمل آ۔ میں تجھکو قسم باری تعالیٰ کی کھلاتا ہوں کہ اگر تو مطیع حکم ہو
 تو جلد مکمل آ۔ اور در صورتیکہ سرکش و نافرمان بنو دار ہے تو میں مرجا۔ مرجا۔ مرجا۔
 وہ اپنی لکڑی سے یا نو دیوار کے سوراخوں میں سے سانپ کو پکڑتا ہے یا سقف خانے

سے نیچے ڈالتا ہو۔ مین نے لوگوں کی زبانی اکثر یہ سنا ہو کہ سانپ کے افسون گر قبل
از داخل ہونے کے کسی مکان میں سانپ نکالنے کے لیے وہ اس مکان دار کے کسی خد شکار
سے پہلے ایک سانپ اس مکان میں ڈلوادیتے ہیں لیکن مین نے بہت سی ایسی مثالیں
دیکھی ہیں جنہیں وہ بات ممکن تھی پس مجھے ایسا گمان ہوتا ہو کہ درویش کوئی ایسی دوا
یا تدبیر جانتے ہیں جس سے کہ بدرون دیکھنے کے معلوم ہو جاتا ہو کہ سانپ گھر میں موجود
ہو یا نہیں اور وہ انکو اس ترکیب سے منگھی جگہ سے نکال لیتے ہیں۔ یہ امر تحقیق ہو کہ
بلا لاک سے بلا لاک افسون گر کسی زمین بے سانپ کو نادھتیکار وہ اسکا زہر نکال دالین
اپنے پاس نہیں رکھتے ہیں۔ اکثر انہوں کے بھو بھی ٹوپی کے اندر اس طرح رکھتے ہیں کہ
وہ سر سے سنسن کرتے رہتے ہیں لیکن زمین شک نہیں کہ وہ اول باتوائے ڈکھہ بالکل
نکال دیتے ہیں یا انکو گم کر دیتے ہیں زندہ زہمٹے سانپ کو کھانا یہ لوگ مذہبی بات سمجھتے
ہیں اسکا ذکر میں کچھ تو سابق کر چکا ہوں لیکن کسی آئندہ باب میں حال اسکا بالتفصیل
و بالتفصیل بیان کرونگا۔

باب سیزدہم

در باب اولیاء اہل اسلام

میں اب مطلب اصلی سے فرما دوں گا کہ فقیر باب نسبت حالات اولیاء اہل اسلام
کے لکھتا ہوں حال انکا حالات درویشان سے ایسا تعلق رکھتا ہو کہ میری دانست
میں اسکا فرد گذشت کرنا مناسب تصور ہوتا ہو اور مطلب اصلی میں خلل ڈالتا ہو
میں اس مضمون کے باب سوم میں کچھ اشارہ کر چکا ہوں لیکن مسٹر لین نے جو کچھ نسبت
اسکے اپنی کتاب میں لکھا ہو اسکو میں اسجا تفصیل درج کرتا ہوں۔
اہل اسلام ساکن مشرق سلطین ممالک دیگر ولیوں کے باب میں عجیب خیالات

دل میں رکھتے ہیں۔ میں نے انکے منفی توہمات باطلہ کے باب میں تحقیقات کرنی چاہی تھی لیکن سب سے مجھے یہی جواب دیا کہ تم باب طریقت یا طریقہ مذہبی درویشان میں دخل دیا جاتے ہو۔ لیکن اکثر باتیں انکی اس باب میں جو چند ان منفی تہمیدیں دریافت ہو گئی ہیں اور اس کتاب اعلیٰ سے زیادہ کچھ اور لکھنے کی احتیاج بھی نہیں۔ میں اسکا وہ بھی درج کرونگا جو عجیبو غمناک و درویشان سے دریافت ہوا ہے۔

مصری صرف وجود توہمی و خیالی کا ہی ادب نہیں کرتے ہیں بلکہ وہ بعض اشخاص کے بھی جو درحقیقت و بنظر انصاف قابل ادب معلوم نہیں ہوتے ہیں بڑی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ بعض دیوانوں اور بے وقوفوں کے باب میں انکی یہ رائے ہوتی ہو کہ روح انکی آسمان پر ہے اور جسم زمین پر مخلوقات عالم میں پھرتا ہے پس اس صورت میں وہ انکو حبیب اللہ و برگزیدہ خلایق سمجھتے ہیں۔ مشہور و معروف اولیا خواہ کیسے ہی گناہ کبیرہ کرنے اسکی شہرت اور پاکی خلعت میں کبھی کچھ غفل واقع نہیں ہوتا ہے اور اس پر داغ بدنامی کا ماند نہیں ہو سکتا ہے بدین وجہ کہ روح انکا اعمال و افعال دنیوی سے آزاد ہو کر یاد انہی میں بالکل محسوس جاتی ہے پس جبکہ انکے حواس باطنی و عقل دریاہ علم اتہی میں غرق ہوئی تو انکے جذبات اور انکی نفسانیت کا روکنے والا کوئی موجود نہیں ہوتا ہے۔ ان دیوانوں کو جو تکلیف پہنچاتے ہیں قید میں رکھا کرتے ہیں لیکن ان دیوانوں کو کہ کسیکو ایذا نہیں دیتے ہیں وہ دلی سمجھتے ہیں۔ اکثر مشہور اولیا مصر دیوانے و احمق و باولے یا مکار و ریاکار و فریبی ہیں۔ بعض انہیں کے بالکل ننگے مادر زاد پھرتے ہیں اور لوگ انکا ایسا بد رتبہ غایت ادب کرتے ہیں کہ عورتیں بجائے اسکے کہ ان سے بچ کر رہیں کوچہ و بازار میں بر ملا جو کچھ کہ وہ چاہیں انکو کرتے دیتی ہیں اور اصلاح شہم نہیں کرتی ہیں اور فرقہ مائے اولیٰ تو اس بات کو کچھ بغیرتی نہیں سمجھتے ہیں لیکن ایسے اتفاقات بہت کم واقع ہوتے ہیں۔ بعض اولیا لمبے بچھے

نکڑے نکڑے پارچے مختلف رنگوں کے بڑے ہوئے سینے دلق پہنے ہوئے ہوتے ہیں اور پٹا ہوا
 عمامہ سر پر بندھا ہوا ہوتا ہے اور پارچے مختلف رنگ کا اسکی چوٹی پر لگا ہوتا ہے۔ بعض نہیں
 کے خشک گھانس کھاتے ہیں اور لغویہ وہ حرکات کر کے لوگوں کو اپنی طرف مائل و
 متوجہ کرتے ہیں جب میں اول مرتبہ اس ملک میں آیا تھا میں نے ایک شخص کو یہ منظر
 ایسے بال گندھے ہوئے گدھے پر سوار جسکو ایک اور آدمی پکڑے ایسے جاتا تھا کو پہ و بازار
 شہر تاہرہ میں اکثر دیکھا تھا۔ اسکا جسم قریب تمام کے ننگا تھا جب کبھی وہ مجھ کو راہ میں
 ملتا تھا وہ گدھے کو میرے سامنے لا کر ٹھہرا دیتا تھا اور اسے طرح میری راہ روکتا تھا اور
 فاتحہ پڑھتا اور ماتھ پھیلا کر کچھ بطور بھیکے مجھ سے مانگتا تھا۔ اول مرتبہ جب وہ میرے سامنے
 آکر کھڑا ہوا میں اس سے بچ کر چلا آسوقت ایک اور راہ گیر نے جو دمان سے گذرتا تھا
 مجھ سے کہا کہ یہ ادباً ہی تمہیں چاہیے کہ تم اسکا ادب کرو اور اسکے سوال کو پورا کرو تاکہ تم پر
 کچھ خرابی واقع اور بلاناظر نہ ہو۔ اس طرح کے اولیا بھیکے پر گذراوقات کرتے ہیں اور کچھ
 بے انگے انکو کچھ کچھ بجاتا ہے۔ مشہور اولیا کو شیخ یا تورايت یا ولی کہتے ہیں۔ اگر وہ دیوتا
 ہو یا بے وقوف ضعیف العقل تو اسکو مجذوب یا مسلوب کہتے ہیں۔ ولی ایک خطاب ہے
 جو بڑے عابدوں و پارساؤں و خدا رسیدوں پر آتا ہے اور مراد اس سے حبیب اللہ ہے
 لیکن یہ لفظ عموماً اصلی یا سنگار و بوانون و ضعیف العقل پر متعلی ہوتا ہے۔ بعض اشخاص
 لطیف و لطیف گونے اس باب میں کیا خوب کہا ہے کہ لفظ پلید جو معنی ضعیف العقل کے
 آیا ہے یعنی ولی ہے اور ان دونوں کی تعداد حروف ابجد سے بھی مساوی ہیں کیونکہ
 ولی مرکب ہو و ولی سے و کے اعداد ۶ ہیں اور ل کے ۳۰۔ اور ی کے ۱۰۔ پس
 مجموعہ اعداد ۴۶ ہوا۔ اس طرح پلید مرکب ہے ب اور ل اور ی اور و سے ب کے ۲
 اور ل کے ۳۰ اور ی کے ۱۰۔ اور و کے ۴۔ ہوتے ہیں پس مجموعہ انکا بھی ۴۶ ہوا
 ضعیف العقل کو اکثر ولی کہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اس باب میں شک لاوے کتب حقولی

کوئی پردہ زمین پر موجود نہیں تو وہ کافر سمجھا جاتا ہو اور آیت مندرجہ ذیل قرآن اسکو
لعنت ملاست کرنے کے لیے پڑھی جاتی ہو۔ وہ آیت یہ ہو کہ وہ جو حبیب اللہ ہیں
انپر کسی طرح کا خوف و خطر نہ آویگا اور نہ وہ ذموم ہونگے۔ اس آیت کو وہ دلیل کافی
اس امر کی سمجھتے ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں جو باقی اور انسانوں پر فوق رکھتے ہیں۔
جب انہی سے سوال کیا جاتا ہو کہ وہ کون ہیں جو باقی انسانوں پر ترجیح رکھتے ہیں تو جوا
انکے وہ یہ کہتے ہیں کہ جو بدرجہ غایت و بدرجہ کمال و بدار و خدا پرست ہیں اور جنکو
طاقت معجزہ کرنے کی حاصل ہو وہ سب پر فوق رکھتے ہیں۔

انایت مقدس دلیون کو قطب کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ دین اولیا اس اعتبار سے
قطب ہیں لیکن بعض انکی مثال کو صورت چاندی قرار دیتے ہیں۔ قطب کے معنی محور
کے ہیں پس یہ لفظ ولی پر استعمال ہوتا ہو۔ ایسے کہ وہ دین پر حکومت کرتا ہو اور لوگ
اسپر بھروسہ کرتے ہیں اور اسکی اطاعت۔ اسی وجہ سے داکان دنیوی اور دینی میں
فرق یہ پڑ بھی وہ لفظ استعمال ہوتا ہو۔ میں نے سنا ہو کہ برائے لوگوں کی محض غلطی
کہ قطب چار ہیں۔ یہ غلطی اس سبب سے پیدا ہوئی ہو کہ چار مشہور فرقہ ہائے درویش اپنے
وفاقیہ، دناوریہ، و آحادیہ و براہمیریہ اپنے اپنے عہد کے قطب سمجھتے جاتے تھے۔ پس
اس سے انھوں نے یہ سمجھ لیا ہو کہ قطب چارویں چارین۔ میں نے یہ بھی سنا ہو کہ یہ
لوگوں کی غلطی ہو کہ قطب دو ہیں۔ یہ غلطی اس سبب و دناون قطب الحقیقت قطب اللہ
کے پیدا ہوئی ہو۔ وہ حقیقت دوناں ہیں ایک ہی شخص کے جو اشخاص کہتے ہیں کہ
قطب ایک ہی ہو وہ لفظ القطب المودودی۔ اسکی کے استعمال میں لاتے ہیں جو فی ظاہر
موجود ہو لیکن جو دو قطب مانتے ہیں وہ قطب قائم مقام پر بھی اسکو استعمال کرتے ہیں۔
قطب جو سپرٹنڈنٹ باقی دلیون کا جو مختلف فرقوں کے دلیون پر حکومت رکھتا ہو۔
اور انہی مختلف کام لیتا ہو۔ بعض نقیب ہیں۔ اور بعض بریل وغیرہ۔ صرف وہی

ایک دوسرے کو ہم جانتے ہیں اور شاید باقی اولیا بھی اس بات سے واقف ہیں کہ کون کس کام پر مقرر ہو۔

کہتے ہیں کہ قطب دیکھنے میں تو اکثر آتا ہو لیکن بچا ناہین جاتا ہو کہ یہی قطب ہو۔ وہ ہمیشہ عاجز و مسکین سا ہوتا ہو۔ اور پوشاک اسکی بہت خستہ حال ہوتی ہو جنکو وہ کھدوے دین پاتا ہو بحال نرمی و ملائمت لعنت ملائمت و فضیحت کرتا ہو خصوصاً انکو جو پارسائی میں جھوٹی شہرت و نیکنامی حاصل کرتے ہیں۔ اگرچہ دنیا انکو نہیں جانتی ہو لیکن وہ مقامات جو انکے پسند خاطر ہیں سبکو معلوم ہیں لیکن ان مقامات پر بھی شاذ و بجا کبھی وہ نظر آتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ قریب ہمیشہ دہر وقت کئے میں کعبے کی چھت پر بیٹھے ہوتے ہیں اگرچہ وہ زمان دیکھنے میں نہیں آتے ہیں لیکن وہ ہر روز نصف شب کو یہ باواز بلند کہتے ہیں اور حیم جو سب رحیموں سے زیادہ رحیم ہو نب مؤیدین خانہ کعبہ یہی آواز نکالتے ہیں۔ ایک بڑے مؤدب حاجی نے ہر وقت استفسار مجھ سے کیا بیان کیا کہ میں نے بچشم خود دیکھا ہو کہ سجد کعبہ کے خدمتگاریہ آواز ہر روز نصف شب کو زبان سے نکالتے ہیں لیکن چند ہی حاجی اس اسرار سے واقف ہیں۔ باوجود اسکے وہ اس بات کا معتقد ہو کہ مسقف کعبہ بڑا مرکز یا مقام قطب ہو۔ دوسرا مقام اس شخص مؤدب و مغرور و نامعلوم کا دروازہ شہر قاہرہ ہو جو بنام باب موتا آتی نامزد ہو اسکو باب زد و بے بھی کہتے ہیں۔ اگرچہ اسقدر مقامات اسکے دلپسند و خاطر خواہ موجود ہیں لیکن تاہم وہ صرف انھیں میں ہی نہیں رہتا ہو بلکہ دنیا میں انھیں خاص ہر مذہب و ملت میں پھرتا رہتا ہو اور انھیں کا سالباس پہن لیتا ہو اور انھیں کی زبان بولنے لگتا ہو اور معرفت اپنے دلہون مطیع کے جو کچھ کہ جسکی قسمت میں ہوتا ہو خواہ بڑائی خواہ بھلائی اور خواہ انجام ہر ایک کو تقسیم کرتا ہو یہ جو وقت کہ ایک قطب مرجاتا ہو دوسرا فوراً اسکا جانشین ہو جاتا ہو۔

اکثر اہل اسلام کا یہ قول ہو اور اعتقاد کہ الیجیہ یا الیس جب کو ناخواندے و دہقان
 آنحضرتؐ سے مشتبہ کرتے ہیں قطب اپنے عہد کا تھا۔ وہ باقی قطبوں کی جواسکے جانشین ہوتے
 جاتے ہیں مقرر کرتا ہو ایسے کہ موافق انکے اعتقاد کے اُس نے آب حیات پیا ہو اور اسی ہم
 سے وہ کبھی نہ مرے گا۔ یہ وہی خیالات درباب قطب مع دیگر خیالات متوہم جن کا میں سابق
 ذکر کر چکا ہوں بڑے عجیب معلوم ہوتے ہیں۔ خصوصاً جبکہ حال الیجیہ ہم بائبل میں پڑھتے
 ہیں کہ روح القدس اُس کو منتقل کر کے جا بجائے گئے اور آلیشا کو اُس نے طاقت عجمہ
 کرنے کی عطی کی اور اپنا جانشین کیا اور باقی اور پیغمبر اُسکے اور اُسکے جانشینوں کے
 بطریق ٹھہرے حسب البیان علما و فضلا ایسا واضح ہوتا ہو کہ آنحضرتؐ پیغمبر تھا بلکہ وہ ایک
 شخص عادل و خدا دوست و ولی یا وزیر و مشیر ذوالقرنین اول تھا۔ ذوالقرنین
 وہ شاہ تھا جس نے تمام عالم کو فتح کیا تھا لیکن اُسکے نام میں شبہ ہو۔ وہ ہمعصر ابراہیم تھا
 کہتے ہیں کہ اَلْقَدَر نے آجیات پیا تھا بسبب جسکے وہ تار و زحشر زندہ رہیگا اور وہ اکثر
 امم و مسلمانوں کو دق کریگا۔ وہ اکثر سبز پوشاک پہنتے ہوئے ہوتا ہو اور اسی وجہ سے
 موافق رائے بعضوں کے خضر کہلاتا ہو۔

میں اسجا یہ بھی بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ ایک کتاب موسوم بہ ہدایت الجموع
 میرے پاس موجود ہو سمین کہ حال مساجد و مکہ ہائے شہر قسطنطنیہ درج ہو۔ از روئے
 اُس بیان کے کہ درباب مسجد ولی سو فیاض سمین درج ہو ایسا ظاہر ہوتا ہو کہ اُس
 مسجد مقدس کے مرکز میں زیر قندیل بالا ترین مابین دروازہ مسئلہ و منبر ایک دروازہ
 کی تصویر بنی ہوئی ہو اور اُس سمین مقام خضر لکھا ہو اور کہ حکم خضر حمدی افندی پوتہ
 مشہور عابد اک شمس الدین نے قصہ یوسف زلیخا میں تصنیف ملا جامی کا ترجمہ مرکز
 مسجد میں کیا دیکھو نوریت اول بادشاہان ۱۸-۱۲- اور دوم بادشاہان ۲-۴-
 ۱۶- مالک مشرقی بن ادلیا اور شیخ دو دیگر اشخاص عابد و خدا پرستوں کی قبروں کی

بڑی زیارت ہوتی ہو اور لوگ وہاں کے اُنکا بڑا ادب کرتے ہیں۔ تمام مسلمانوں میں
جا بجا ویسی ہی قبریں دیکھنے میں آتی ہیں۔ اُنہر ایک ایک چراغ لٹکا ہوتا ہو اور شب کو
وہ روشن کیا جاتا ہو۔ اور قبرین مقبروں کے اندر کم و بیش شان و شوکت کے ساتھ ہیں
اُنہر یا تو شمال میں قیمتی پارشیہ پارچہ کار زر و زری کیا ہوا پڑا رہتا ہو اور یا تو قبر کے
پتھر پر ہی یا کسی علیحدہ پتھر پر نام اشخاص متوفی مع دیگر حالات منقش ہوتے ہیں۔
کھڑکیوں پر چھتھرے لٹکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ چھتھرے اُن شخصوں نے باندھے ہیں
جو طاقت روحانی اور پارسانی شخص متوفی سے فائدہ اٹھانے کی توقع رکھتے ہیں اور
یقین کرتے ہیں کہ وہ اُنکو مدد دیں گے۔ اسکو نذر یا منت کہتے ہیں۔ اس باب میں جو کچھ
کہ مسٹر لین نے لکھا ہو ذیل میں درج ہو۔

نہایت مشہور اولیاؤں کی قبروں پر بڑی بڑی اور تحفہ و نادر مسجد بنی ہوئی ہیں
اور کم مشہور اولیاؤں کی قبروں پر چھوٹی عمارت بشکل مزع گنبد دار تعمیر کی ہوئی ہوتی
ہو اور تمام پر سفیدی ہوتی ہو۔ اُس تہ خانے کے اوپر جہاں نعرہ مدفون ہوتی ہو پتھر
یا اینٹ کی عمارت بشکل بیضاوی بنی ہوئی ہو اسکو ترکیبہ کہتے ہیں لیکن اگر وہ گڑھی
کی ہو تو اسکو تابوت بولتے ہیں۔ اکثر اُنہر پارچہ ریشمی یا بنوٹا ہوتا ہو اور اُسپر چاند
الفاظ قرآن لکھے ہوتے ہیں اور اُسکے گرد ایک کٹھرہ یا گڑھی کا پردہ جسکو تفسور کہتے
ہیں بنا ہوتا ہو۔ مصر میں اکثر اولیاؤں کی درگاہ و قبریں ہیں۔ بعض قبروں میں نفسین
اشخاص غیر مشہور کی دفن ہیں۔ مصری کبھی اپنے اولیاؤں کی قبروں پر جانے ہیں یا تو
صرف زیارت کے لیے یا صحت یا اولاد وغیرہ چاہنے کے واسطے۔ وہ اس بات کے متفق
ہوتے ہیں کہ ایسی متبرک جگہوں میں اولیاؤں کے درپے سے اُنکی دعا بدرجہ اچاہت
مفرد ہوتی ہوگی۔ اکثر مسلمان اولیاؤں متوفی کو شفیع سمجھتے ہیں اور اُنکی قہر و ن ہر
منت رکھتے ہیں۔ زیارت کرنے والے مقبروں کے متصل پہونچکر دعا ہے رحمت اشخاص

ستونی کے حق میں کرنے ہیں اور سلام اور قہر جا کر پھر اسی طرح سلام و دعا کرتے ہیں صورت اول میں زیارت کرنے والے ٹھہ تو مڑے کی طرف کرتے ہیں اور پیٹھ قبلے کی طرف۔ وہ مکسورہ کے گرد بائیں سے دائیں طرف ٹھہ میں یا ہلکی آواز سے فاتحہ دروازے پر یا اسکے چاروں طرف پڑھتا پھرتا ہو۔ بعض اوقات بعد فاتحہ کوئی اور باب قرآن جو باب اول سے مطول ہوتا ہو زیارت کرنے والا پڑھتا ہو اور بعض اوقات ایسے مومن پر نکل قرآن پڑھا جاتا ہو۔ اس طرح کی عبادت و ریاضت ان اولیاءوں کے لیے کی جاتی ہو اگرچہ انکا اعتقاد ہو کہ پڑھنے والے کو بھی اسکا فیض پہنچتا ہو۔ قرآن کا پڑھنے والا خاتے پر یہ الفاظ زمان سے نکالتا ہو۔ کمالیت قادر مطلق کی تعریف کرو اور اسمین وہ داخل نکرو جو کفار اسکی نسبت بیان کرنے میں نہ کہو کہ وہ صاحب اولاد ہو اور اسکا فرزند ہو یا کوئی اسکا شریک۔ وہ تب حواریوں کے حق میں دلع غیر کرتا ہو اور کہتا ہو کہ اس خالق کو کہ خداوند جمیع مخلوقات ہو شکر و سپاس و تعریف پہنچے۔ او خالق کائنات قرآن شریف سے جو کچھ کہ میں نے پڑھا ہو اسکا فیض اس شخص کو پہنچے جسکی کہ یہ قبر ہو۔ تا وقتیکہ یہ الفاظ زبان سے نہ نکالے اور یہ نیت نکمے فیض اسکا صرف اسی شخص کو پہنچتا ہو جو اسکو پڑھتا ہو۔ بعد اسکے زیارت کرنے والا دعایا تو مطالب دنیوی کے لیے یا آخرت کے واسطے مانگتا ہو۔ اکثر تو وہ اسطرح کے الفاظ کام میں لاتے ہیں جو ذیل میں درج ہیں۔

او کریم کار ساز میں مجھ کو پیغمبر کی قسم دلانا ہوں اور اس شخص کی قسم کھلانا ہوں جسکی یہ قبر ہو کہ تو پیغمبر اپنا فضل کر اور فلان فلان چیز مجھ کو بخش۔ میرا بوجہ خدا پر ہو اور تجھ پر جسکی یہ قبر ہو۔ یہ دعا پڑھنے ہوئے بعض زیارت کرنے والے تو اپنا چہرہ مکسورہ کے کسی بجا و بطرف قبلہ کرتے ہیں لیکن میری دانست میں وہ ہی قاعدہ اسوقت بھی عمل میں لانا چاہیے جو کہ بروقت سلام مقبرہ عمل میں آیا تھا جیسا کہ روز مرہ نماز میں۔ ویسا ہی

اس وقت بھی دعا پڑھنے والے کے ہاتھ اٹھتے رہتے ہیں اور کھلے ہوئے اور بعد ختم دعا وہ ہاتھ کو چہرے پر پھیرتے ہیں اکثر زیارت کرنے والے تو دایمہ مقبرہ اور دیواروں اور کھڑکیوں و محسورہ وغیرہ کو بوسہ دیتے ہیں۔ اس رسم کو وہ ناپسند کرتے ہیں مگر یونہی کہ وہ عیسائیوں کے رسم سے ملتا ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ عمل میں لانا اس رسم کا نتیجہ کرنا عقیدہ ہے۔ انخاص متحمل قبروں پر زیارت کے لیے جا کر کچھ روپیہ یا روٹیاں غریبوں اور یتیموں کو تقسیم کرتے ہیں اور اولیاءوں کے نام پر حقون کو کچھ دے کر پانی پوانے ہیں اور سبیل رکھتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر مرد شاخ و خیز حنا اپنے ساتھ لیجاتے ہیں اور سمین سے کچھ تو قبر پر کھدیتے ہیں یا محسورہ کے اندر فرشی پر اور کچھ اچا کر دستوں میں تقسیم کرتے ہیں قریب تمام دیہات مصر میں کسی نہ کسی رلی کی قبر موجود ہو۔ اکثر باشندے ان مقامات کے ہر ہفتے میں روز مقررہ پر خصوصاً عورات زیارت قبر کے لیے جاتی ہیں۔ بعض روٹیاں مسافرین و محتاجین وغیرہ کے لیے چھوڑ جاتی ہیں۔ بعض کچھ روپیہ پیسے قبروں پر چڑھاتی ہیں۔ یہ روپیہ پیسہ شیخ کی نذر ہوتا ہے۔ وہ قانون میں یہ ایک اور رسم مروج ہو کہ وہ اپنے شیخوں کی قبر پر منت بولتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی بیمار ہو یا کسی کو آرزو اولاد کی ہو یا وہ کوئی اور مطلب مکنون خاطر رکھتا ہو۔ تو وہ منت رکھتا ہو کہ اگر مجھ کو صحت ہو جائیگی یا میری آرزو برائیگی تو میں فلاں شیخ ستوئی کو بکری یا بھیڑ یا بھیڑ کا بچہ چڑھاؤنگا۔ بروقت حصول مدعا وہ منت پوری کرتا ہو اور جس جوان کی قربانی کا اس نے اقرار کیا ہوتا ہو اسکو وہ اس شیخ کی قبر پر سبکی منت بولی ہوتی ہو چڑھاتا ہو اور جو مان موجود ہوتے ہیں اسکا گوشت چاکر اُنکو کھاتا ہو مسلمانوں میں موافق یہودیوں زمانہ سابق کے یہ رسم مروج ہو کہ وہ شکستہ قبروں اولیاء کو دوبارہ بنوانے ہیں اور سفیدی کراتے ہیں اور آراستہ کرنے ہیں اور کبھی کبھی تابوت پر نئی چادر ڈکھادیتے ہیں۔

علامہ آراستگی قبروں کے مالک مشرقی میں درویش اکثر غیر گیری انکی رکھتے ہیں

عقیل و فہم تو تھا لیکن وہ بڑا خدا پرست و واقف اپنے فرائض کا سمجھا جاتا تھا۔
 پارسی بن کوئی قصور نسبت اس کے پایا نہیں جاتا تھا۔ وہ رفتہ رفتہ مثل خدا پرست
 درویشوں کے خاموش بیٹھنے لگا اور ہر وقت طریقہ خموشی اس نے اختیار کیا۔ زیارت
 کرنے والے اس تربت کے اسکا چال و چلن دیکھ کر اس کے بڑے معقد ہوئے۔ لوگوں نے
 اسکو دیکھ کر پہلے سے کمدیا کو دیا ایک روز جراثمور و نامی شیخ بنے گا اسکی تقدیر نیک
 ابھی سے اسکو اس طرف ہدایت کرتی ہو اور اسکو ادھر ہی کہنے سے ایسے جاتی ہو۔ اس کے
 بھی سبب و نسب کا حال مثل سبب و نسب شیخ کسکو معلوم تھا لیکن درویشوں کے
 باب میں حرب و نسب کا لحاظ بچا ہو کیونکہ سب جانتے ہیں کہ درویشوں کو یہ اس
 شہرت کے کہ اپنی طاقت روحانی اور اپنے چال و چلن سے انکو حاصل ہوتی ہو کسی اور
 طرح کی شہرت کا دعویٰ نہیں موتا ہو۔ وہ شیخ انکا مرشد تھا جو کچھ کہ مرید نے علم
 حاصل کیا تھا وہ اس شیخ کی زبانی تعلیم کا نتیجہ تھا۔ مرید نے اسی مرشد سے بیت بھی
 لی تھی۔ مرید نماز و عابین رات کو بڑی دیر تک مشغول و مصروف رہا کرتا تھا اس
 جو کچھ کہ وہ خواب دیکھا کرتا تھا بے کم و کاست اپنے مرشد سے بیان کر دیا کرتا تھا۔
 مرشد نے تعبیر ان خوابوں کی ایسی بیان کی تھی کہ مرید اس کے سنتے سے شاد ہوا تھا
 اب وقت وہ آیا کہ بوجہ رسم و رواج اس فرقے کے وہ مختلف مقبروں واقع ملک
 مقبوضہ اہل اسلام کے حج کے لیے جاتا اور بھی ملائے رب میں کہیں تک سفر کرتا اور
 سفرہ واقع کر بلانک جہان کہ سن و حسین و دیگر اشخاص کہ بعد ملی غازیان خلافت
 کے ماتھے سے مقتول ہوئے تھے۔ مدفون ہوئے ہیں پہونچنا۔

ایک روز جمعہ کی شام کو جب کہ سب زیارت کرنے والے رخصت ہو گئے تھے اور مرید
 و مرشد دونوں تنہا رہ گئے تھے شیخ تذکرہ اس بات کا پھر در بیان لایا کہ ملکو اس
 کرنا چاہیے۔ تذکرہ اس بات کا پہلے بھی لکھی مرتبہ در بیان آیا تھا لیکن ابھی مرتبہ

یہ قرار پایا کہ مرید اگلے اتوار کو ضرور بالضرور عازم سفر ہو گا۔ شیخ نے مرید سے کہا کہ اسے میرے فرزند جو کچھ کہ ضروری تھا وہ بین نے جھکو بڑی کوشش سے سکھلایا۔ پس اب تمھارا یہاں رہنا محض بے فائدہ ہی نہیں بلکہ تمھارے حق بن مضر ہو۔ تم بخوبی جانتے ہو کہ میرے پاس دولت دنیا بہت نہیں اور جو کچھ کہ ہو اس میں سے بہت سا حصہ تم کو ملے گا۔ اب تم جوان ہو گئے ہو۔ اگر تم اشخاص صاحب دِل و دریا دِل سے طالب امداد ہو گے تو وہ تم سے مدد سے دریغ نہ کھینکے اور جو کچھ کہ تم کو درکار ہو گا ہم کر دیں گے۔ اتوار فجر رو کی صبح کو میں تم کو سامان سفر دراز کر دوں گا اور اپنا فیض تیرے بخت و ننگا مرشد کی یہ مہربانی اسی مرید کے دل پر موثر ہوئی کہ اُس نے بجائے کچھ جواب دینے کے شیخ کا ہاتھ اپنے ہونٹوں پر رکھا اور تب اپنے گوشے میں جا کر اپنے آئندہ کے حالات پر کہ کیا پیش آویگا سوچنے لگا اور خیال کرتا رہا کہ یہ طریقت یا نبی اہل اسلام علیہ السلام کی روحانی خواب بھیجتے ہیں۔ اتوار کی صبح کو علی خواب سے بیدار ہو کر منتظر شیخ کے جاگنے کا رہا۔ شیخ بھی جلد خواب سے بیدار ہوا اور بعد سلام معمولی اور اے نماز پیر نے مرید کو اچھی اچھی نصیحتیں کیں اور کہا کہ میں ازراہت و شفقت دلی تم کو اپنا رفیق گدھا جسر کہ کمی سال میں نے سواری کی جو مع زمین اور پنا خرقہ اور جھولنا جسمیں کہ چند روز کی خوراک ہوگی دینا ہوں۔ علاوہ انکے اُس نے ایک کنگول اور لوہے کا میان جسکے اندر ایک خنجر تھا اور شیر کی کھال کندھے پر ڈالنے کے لیے تاکہ تپیش آفتاب و شدت سردی موسم ہر اسے محفوظ رہے عطا کیں خنجر اسیلے دیا گیا تھا کہ وہ اپنے تئیں جانوران موزی سے محفوظ رکھے یہ گمان نہیں ہو سکتا ہو کہ خدا پرست درویش جو مطالب خدا پرستی کے لیے دنیا میں سفر کو جاتا ہو وہ کبھی اُس کو کسی کے قتل کرنے میں کام میں لاویگا۔ بڑی قیمتی بخشش جو کہ شیخ نے دی وہ تعویذ یا شفاء تھا کہ پیر مدت دراز سے اپنے گلے میں پہنے ہوئے تھا۔ وہ تعویذ کسی دھات کی نمی میں بند تھا یہ دھات کچھ قیمتی معلوم ہوتا تھا اور چاندی جیسے بہت مشابہت رکھتا تھا۔ پس

تربت کی زیارت کرنے والے اس قویذ کی بڑی تعریف اور تعظیم و تحکیم کرتے تھے۔ گدھے باسبب اپنی عمر اور خوبی چہرے کے قابل غور و برداشت معلوم ہوتا تھا۔ دونوں مرید اور گدھ حادث دراز سے شیخ کی خدمت کرتے چلے آتے تھے اور قات خوراک کے سبب سے دونوں نے خصوصاً موسم سرما میں کلیفین کھینچی تھیں اور گدھے کے جسم کی لاغری سے بہت معلوم ہوتا تھا کہ اب بھی دانہ و چارے کی قلت ہو۔ آیا وجہ اسکی لاغری کی قلت دانہ و چارہ تھی یا اسکے دانت نامکمل و درست تھے صحیح صحیح معلوم نہیں لیکن یہ بات علی بنجوبی جانتا تھا کہ چونکہ وہ اور گدھ عمر میں قریب برابر تھے تو انکی ہر حالت میں باہم خوب بیگی اور وہ سفر اسکی رفاقت میں خوب طی ہو جاویگا۔

گدھے کو سفر کے لیے جلد طیار کیا اور اسپر تھیلہ خوراک و کنگول و چہرہ رکھا اور علی مثل درویشان پاپیادہ چلنے پر مستعد ہوا۔ بدین خیال کہ شروع سفر میں ہی عادی سواری کا نونا چاہیے۔ شیخ نے سب سامان طیار کر دیا اور اپنے مرید کے ہمراہ تربت سے قریب نصف میل یا کچھ کم و بیش کیگیا اور تب ایک مقام پر ٹھہر کر اور مرید کے ماتھے کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر اسکو دھارے خیر کی اور فاتحہ پڑھا۔ بعد اسکے وہ پیر سے مرخص ہو کر پھر اپنی جگہ پر واپس آیا۔ علی شہر کی طرف تونہ گیا لیکن اسنے رخ اپنا سمت گھائی متصلہ و کوہ کہ بقاصلہ دراز افق پر نظر آتا تھا کیا۔ علی چند روز تو شاہراہ پر چلا گیا اور اس بات کا اسنے کچھ خیال نکلیا کہ کہاں وہ راستہ ختم ہوویگا۔ اسکا توشہ روز بروز کم ہونے لگا اور گدھے کی طاقت باسبب ہم نہونے اچھی خوراک کے سلب ہونے لگی۔ گدھے کو جو کچھ کہ راہ میں ملتا تھا اسی پر وہ اوقات بسر کرتا تھا۔ راہ میں اسکی درحقیقت راہ میں درویشوں کے طریقے کے مانند بسر ہو میں کیونکہ کبھی تو وہ درختوں کے سایے میں اور کبھی متصل چشمہ آب رات بسر کرتا تھا۔ راہ میں راہگیروں سے بطریق خیرات بہت کم اسکو وصول ہوا چونکہ ابھی وہ بھوکا تھا اسلئے اشخاص فیاض دیا دل کی امداد کا وہ طالب ہوا۔ از بسکہ وہ بڑا بزدل و لاعلم تھا

اسی لیے وہ راہ میں کسی غیر کی رفاقت بچا ہوتا تھا بلکہ وہ سب سے بچ کر علیحدہ چلتا تھا چونکہ ایشیاء کو چاک کے راستوں پر اکثر درویش آوارہ گرد ملتے ہیں اور پھر اگرتے ہیں اسی لیے کوئی اسکے حال کی طرف متوجہ نہوا اور مثل درویشوں کے وہ بھی سمجھا گیا ایک روز جب آفتاب غروب ہونے کو تھا۔ علی گدھے کو ہانکتے ہانکتے نہایت تنگ ہوا اور گدھا بھی بی طاقت ہو کر کسی مرتبہ راہ میں بیٹھ گیا۔ اس روز پیش آفتاب کی بدرجہ غایت تھی اور راہ میں نہ تو کہیں سایہ دیکھنے میں آیا تھا اور نہ کہیں دانہ و چارہ وغیرہ کے ٹکے لیے میسر ہوئی تھی غرض کہ گدھا بسبب عمر و ضعیفی و نا طاقتی کے بیٹھ گیا اور اسکی طاقت جلد جلد سلب ہونے لگی۔ چند منٹ تو اسکا دم چڑھتا رہا اور اس کے اعضا کا ہنسنے لگے اور گلا کھڑکھڑانے لگا اور آنکھیں پھر گئیں اور آخر میں اسکی جان نکل گئی۔ علی تنہا گدھے کی نعش کے پاس رہ گیا۔ کوئی اسوقت وہاں موجود نہ تھا کہ اسکی ہمدردی کرنا اور اسکو تسکین و دلاسا دیتا۔ نہایت مغموم ہو کر اور ماتم چھاتی پر رکھ کر بے اختیار رونے لگا۔ ہنوا اسکی آنکھوں سے بکثرت بہنے لگے۔ وہ مقام جہاں وہ کھڑا ہوا تھا ایک میدان لق و دف اسکو معلوم ہوا اور اب اسکو وہ تربت جہاں اسنے کئی برس بے صعوبت گزارے تھے یاد آئی۔ اس مقام پر وہ اٹھا جائیں سکتا تھا۔ حقیقت یہ ہو کہ یہ اول ہی مرتبہ تھا کہ اسنے اصلی غم دیکھا تھا اور تنہائی نے اس کے رنج و الم کو اور تازہ کر دیا تھا۔

یہ درویش مغموم و متفکر بیٹھا تھا کہ اس اثنا میں افق پر بفاصلہ دراز ایک بادل خاک اٹھتا ہوا اسکو نظر پڑا۔ یہ دیکھ کر اسکو یقین ہوا کہ راہگیر آئے ہیں اور وہ یہ سوچا کہ اگر میں گدھے کو ہمیں پڑا رکھوں گا تو لوگ اس کے مارنے کا الزام میرے سر پر دھریں گے۔ پس اسنے گڑھا کھود کر اس گدھے کی نعش کو جلد دفن کر دیا اور اسکی قبر کے پاس بیٹھ کر رونے لگا۔ اس اثنا میں وہ بادل خاک کا جو علی نے بفاصلہ دراز دیکھا تھا اور جسکے سبب سے اس کے دل میں اندیشہ پیدا ہوا تھا رفتہ رفتہ زیادہ زیادہ ہوتا گیا اور اس کے نزدیک آہٹھا

اپنے رفیق گدھے کی قبر پر بیٹھ کر بڑے بڑے ہولناک خیالات اُسکے دل میں گزرنے لگے
 اس میدان میں تنہا بیٹھ کر وہ منتظر آمد اُس گروہ کا رہا اگرچہ وہ سڑک سے نزدیک
 بیٹھا تھا لیکن تاہم اس قدر فاصلے پر اُس سے تھا کہ راہ گیروں کی نظر اُس پر نہ پڑتی۔ یہود وہ
 اور جیسا اندیشے نے اُسکے دل کو نہایت مشوش و متفکر کر رکھا تھا۔ اُس نے دل میں افسوس
 کیا کہ میں نے کیوں اس گدھے کو دفن کر کے لوگوں کی نگاہ سے چھپا دیا۔ اُس نے ارادہ
 بدل مصمم کیا کہ اُسکی قبر کو کچھ کھلا رکھوں تاکہ اندیشہ اس بات کا نہ رہے کہ کوئی گمان کرے کہ
 اُس میں کسی انسان کو مار کر کسی نے دفن کر دیا ہو اور صاف نظر آوے کہ اُس میں گدھا نہ فون
 ہوا ہو جو بسبب ضعیفی دانا توانی کے مر گیا ہو۔ اگر کسی کو اُس صورت میں شبہ بھی ہو گا
 تو جلد باریک بینی کی جو اُسکے اوپر پڑی ہوئی ہو اُٹھا کر دکھا دیا جاویگا کہ وہ گدھا ہی
 اور اس طریق سے تصدیق اظہار اپنی بے گناہی کا کیا جاویگا۔ اس خیال سے اُس نے
 اپنے دل کو یک گونہ تشفی دی اور سچ کو دل سے کچھ دور کیا۔ اس اثنا میں وہ بادل کا
 قریب آن پہونچا اور اُسکے اندر سے ایک گروہ سواران مسافرین از اہل اسلام سکو
 نظر پڑا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان سواروں میں سے کسی کی نگاہ اُس پر اتنا نہ پڑی تھی
 ان سواروں میں سے ایک سب سے آگے تھا۔ باقوبسب شدت تپش آفتاب و گرمی
 یا باعث تھکاوٹ وہ گروہ سواران جلد جلد چلا جاتا تھا۔ بسکہ اس شخص کو اس صورت
 میں یہ توقع ہوئی کہ وہ یہاں سے آگے بڑھ جاویں گے بے آنکہ اُنکی نگاہ اُس پر نہ پڑے۔ یکایک
 بیباختہ بسبب جذبہ ادب کے جو انخاص مالک ترقی میں کسی اپنے سے بزرگ کو دیکھ کر
 پیدا ہوتا ہو وہ اُٹھا اور شاید اُسکی اس حرکت سے نگاہ سب سواروں کی اُس پر پڑی
 اس میدان میں ووق میں نشان انسان کا دیکھ کر سب کے چہرے فوراً عقلی کی طرف
 پھر گئے اور انہیں کچھ اشارے باہم ہوئے۔ ہر دار اُس گروہ کا فوراً اُٹھ گیا اور اُس نے
 اپنے ایک خدائگار کو حکم دیا کہ جا کر دیکھو کہ وہ شخص جو تنہا بیٹھا ہو کون ہے۔ یہ گروہ

سواران قریب وجوار کے متمول بنی مین سے تھا۔ وہ فاصلہ دراز سے گورنر اس ضلع کے پاس واپس آتا تھا۔ اس کے ہمراہ علاوہ بہت سے اس کے اپنے خدمتگاران کے بہت سے امراء اس شہر کے بھی تھے جہاں وہ رہتا تھا۔ وہ شہر کو ہستان بین چند ہی میل دہان سے تھا جس مقام پر علی کھڑا ہوا تھا اس مقام سے وہ شہر نظر آتا تھا۔ اگرچہ وہ بنی بسبب قطع راہ دراز بسواری بمیدان ریگستان چھٹھا گیا تھا اور شدت پیش آفتاب سے کہ تمام روز پڑتی رہی تھی اور اب دن ختم ہونے کو آیا تھا تنگ ہو گیا تھا لیکن وہ ایسا تھا کہ وہ اور وں کی احتیاجوں پر توجہ نہ کرتا۔ اس نے خیال کیا کہ کوئی مسافر تھکا ہوا انھوں نے امداد سجا بیٹھا ہوا ہو۔ اہل اسلام ایسے موقعوں پر یعنی جب کوئی مردے کے کفن کے لیے سوال کرے تو بڑی فیاضی و دریا دلی کام میں لاتے ہیں پس اس صورت میں علی کی طرف اس موقع میں متوجہ نہ ہونا خلافت طریقیہ شریفان مالک شہرتی منظور ہوتا۔ اس خدمتگار نے علی کے پاس آکر اس کی کلاہ اور کنگول اور چرم شیر سے دریافت کیا کہ درویش فرمود اسلام سے ہو۔ پس یہ دیکھ کر وہ اٹھا گیا اور اس نے جا کر بیان کیا کہ وہ ایک غریب درویش جو یہ سن کر تمام گردہ سواران اپنے سوار کے پیچھے اس مقام پر آئے جہاں کہ علی اندیشے سے کانپتا ہوا کھڑا تھا اور اب بھی اس کے چہرے سے اندر رخ و الم کہ بسبب مرنے گدھے کے اسکو عائد ہوا تھا نمودار تھے۔

بعد سلام علیک معمولی بنی یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ علی کے متصل ایک نازہ بیکھڑی ہوئی ہو۔ اسکو یہ لگان ہوا کہ شاید اسکا کوئی بھائی بندھوڑے ہی عرصے سے فوت ہوا ہو اور مسکین دفن ہوئے ہونے پر بھی افسوس کیا کہ اسی دیران جگہ پر اسکا بھائی بندھوڑے مر گیا اور علی اسکو اس مقام پر گاڑتے لایا جہاں نہ تو پانی جو غسل و وضو مردے کے لیے ضروری منظور ہی میسر تھا اور نہ امام۔ اس نے علی سے پوچھا کہ کب شخص مرا تھا در جواب اس کے اس نے کہا کہ آج ہی یہ فوت ہوا ہو۔ تب بنی نے یہ سوال کیا کہ کتنے عرصے

سے تم دونوں باہم رفیق تھے۔ اسکے جواب میں آہ سرکہ کھینچ کر اس نے بیان کیا کہ ہمیں سے
ہم دونوں کچھ رہے ہیں اور کبھی جدا نہیں ہوئے ہیں۔ ان دونوں بھائیوں کی محبت کا
حال سنا کر اسکے دل میں بڑا اثر پیدا ہوا اور اس نے زیادہ تر اس باب میں تحقیقات کرنی مناسب
منجھمی۔ جی نے اپنے ایک دو بڑے رفیقوں سے کچھ گفتگو کر کے قلی سے مخاطب ہو کر یہ کہ
کہ میری دانست میں اس ملک کے ساکنین کے لیے یہ بڑا خیر کا فضل ہوا کہ یہاں ایک ولی
کی قبر بنی ہوگی اور لوگ اسکی حمایت اور طاقت روحانی سے فائدہ اٹھاویں گے۔ یہاں
کسی ولی کی قبر تھی اور اسکے ہونے کی ضرورت یہاں بدرجہ غایت تھی۔ میں جسے بہت
کرتا ہوں کہ تم ہمارے پاس رہو اگر تم اس بات کو منظور کرو گے تو میں فوراً ایک تربت
اس ولی کی نقش پر بنوادونگا اور وہ تمہارے زیر حفاظت رہیگی یا تو بسبب اسکے کہ
درویش وفات اپنے رفیق سے بڑا مغموم تھا یا شاید اسوجہ سے کہ اگر راست راست
کندونگا تو بیخفا ہو کر ٹھیکو پڑا دیگا اور کہیگا کہ جو عزت کہ انسان کے لیے واجب ہو کہ
تو تے گدھے کے لیے روا رکھی وہ اسکے جواب میں کچھ کہہ نہ سکا اور خاموش ہو گیا بدخیال
اس ترکیب سے نہ تو جھوٹ بولنا پڑیگا اور نہ جھوٹ کھلیا دیگا۔ اسکے چہرے اور جھک کر
سلام کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ وہ اسکو منظور کرتا ہو۔ پس اس نے اس طور سے اپنے سفر دور
دراز کو کہ مقدس قبروں کی زیارت کے لیے اور فائدہ مسلمانان ملک قرب و جوار کو اس
اختیار کیا تھا تو یہ رکھا۔ جی نے اس سے کہا کہ یہاں ٹھہرو اور اپنے رفیق کی قبر کی
محافظت کرتے رہو۔ ہم اب جا کر فوراً تربت کی طیارمی شروع کر دیتے ہیں ہن اپنے
گھر جا کر آج ہی شب کو کچھ کھانا پینا تمہارے لیے بھیجتا ہوں اب تمہیں کسی چیز کی احتیاج
نہیگی اور ہر شے جو آرام کے لیے ضروری ہو تمہارے پاس پہنچ جاوے گی۔ یہ کہہ کر جی نے
ہمراہی اپنے رفیقوں کے اپنی راہ لی اور رفتہ رفتہ وہ نگاہ سے غائب ہو گیا۔ ایک
دو گھنٹے میں وہ اپنے گھر جا پہنچا اور ضرورت و فائدہ درویش بمیدان دارادہ تعمیر تربت

اسکی نفس پر اس شہر یا قصبے میں جہاں وہ رہتا تھا سب میں جلد پھیل گئی۔
 علی نے بعد اسکی رخصت کے تھیلے میں سے کہ شیخ نے ہمراہ دیا تھا اور کسی قدر خالی
 ہو چکا تھا کچھ نکال کر کھایا۔ چونکہ وقت غروب آفتاب تھا اُسے سجادہ چرم شیر اپنے رفیق
 کی قبر کے سامنے بچھا کر چوتھی نماز و زائے کہ مذہب اہل اسلام میں فرض ہو چڑھی۔ چونکہ
 وہاں پانی میسر نہ تھا کہ غسل و وضو کرتا سیلے وہ موافق رسم و رواج مقررہ بجائے
 پانی کے ریت کو کام میں لایا اور اسطرح فرائض مذہبی سے فارغ ہوا۔ مرشد نے
 اُسکو ہدایت کی تھی کہ کبھی نماز کو قضا نہ کرنا خواہ ریگستان میں ہو خواہ تربت میں اور
 خواہ انبوہ لوگوں میں اور خواہ سفر میں راہ پر تاکہ اسکی خدا پرستی و پارسائی میں
 شبہ واقع نہو اور تمہیل احکام شریعت اُس فرتے میں خلل پیدا نہو۔ نماز سے فارغ
 ہو کر کشکول کو سرہانے رکھ کر اور میان کو زینل کی کعبہ میں نظر کہ اگر کوئی درندہ جب نوز
 و چوپایہ حملہ کرے تو کام آوے۔ وہ چرم شیر پر سو گیا اور اپنے چپے کو اُسنے اوڑھ لیا
 اور اسطرح کسل سفر و تفکرات سے آسودہ ہوا۔ نصف شب سے کچھ پہلے انسان کی
 آواز اور حیوان کے پیر کا کھٹکا سنکر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ خواب سے بیدار ہو کر اُسنے
 دیکھا کہ ایک مسلمان دہقان بی کا بھیجا ہوا کھانا پینا با فراط میرے لیے لایا ہو۔ وہ شخص
 جو کچھ کہ لایا تھا درویش کو دیکر تھوڑی دیر وہاں ٹھہرا اور اُسنے علی سے کہا کہ بی کا
 یہ حکم ہو کہ تم اپنے رفیق کی قبر کی محافظت کرتے رہو۔ اسکی نفس پر تربت جتنے الامکان
 جلد ظہار کیجا و یگی یہ کھرا اُسنے علی کے ماتم چومے اور بحیال تعظیم و ادب سلام کہہ کر
 اور طالب دعاے خیر ہو کر وہ وہاں سے رخصت ہوا۔ دوسرے روز علی نے گدھے
 کی نفس کو خوب نیچے زمین کے دفن کیا اور اُسکے اوپر مٹی اسطرح ڈال دی کہ قبر کی
 شکل بنجائے۔ یا تو اسوجہ سے کہ مٹی و نالکی پختہ ہو جائے یا بطریق نذر و نیاز اُسنے تھوڑا سا
 پانی اُس مٹی پر چھڑک دیا۔ جو وقت کہ وہ اس کام میں مصروف و مشغول تھا اُسکو

دور سے مسافر دانا آتے ہوئے نظر آئے۔ اُسکو گمان ہوا کہ شاید یہ مسافر ہین یا کاریگر
 تربت بنانے کے لیے بھیجے گئے ہین۔ نسبت روز گذشتہ کے زیادہ تر استقلال کے ساتھ ٹھیکر
 وہ منتظر آنکے آنے کا بار وہ لوگ بہت آہستہ آہستہ آتے تھے۔ جب وہ نزدیک آئے
 تو اُس نے دیکھا کہ چھکڑے بوجھ سے لڑے ہوئے ہیں اور ساند کھینچ لائے ہیں اور چھکڑے والے ہاتھ
 سے ہری طرف بہ اشارہ کرتے ہیں کہ وہاں جانا ہو۔ اس خیال سے کہ جب وہ لوگ
 یہاں پہنچ جاویں گے تو نماز پڑھنے کی فرصت نہوگی۔ وہ قبر کے سامنے سجدہ چرم شہر
 بچھا کر نماز میں مصروف ہوا۔ جب چھکڑے اُسکے پاس پہنچے چھکڑے والے اُسکو مننا
 پڑھتے ہوئے دیکھا کہ تعظیماً فاصلے سے کھڑے ہو گئے۔ اور منتظر اختتام نماز رہے۔ بعد اختتام نماز
 ہر ایک نے علی کو سلام کر کے اُسکے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ من بعد اس قبر کے گرد ایک گردہ
 کاریگروں کا جمع ہوا اور ایکسٹے انہیں سے دو ٹوٹے لیکر ایک کو سر پر اور دوسرے پر
 شخص متوفی کے کلمہ لکھا اور تب کل اسباب چھکڑوں پر تے اتار کر وہاں ڈال دیا اور
 تربت بنانے کے لیے احاطہ کھینچ کر اس عمارت کو فوراً منسوخ کر دیا۔

اب ہم چند سال کا حال بیچ بین چھوڑ کر آگے کا ذکر کرتے ہیں۔ تربت کو بنے ہوئے
 عرصہ دراز گذر چکا تھا اور علی اُسکا تربت دار مقرر ہوا تھا۔ وہ تربت اُسی نمونے پر
 بنی تھی جس میں کہ وہ شیخ کے ساتھ سالہا سال بعینہ تمام رہ چکا تھا۔ اکثر اُسکے بنانے میں
 وہ کسی طرح کا اختیار رکھتا تھا تو اسمین شک نہیں کہ وہ تربت اس نمونے پر اڑاتا
 بنی ہوگی۔ بجائے دو ٹکڑے لکڑیوں کے اب اس قبر پر سنگ مرمر لگ گیا ہو۔ ایک
 ٹکڑہ سنگ مرمر پر عبارت کھدی ہوئی تھی۔ خالق وحی القیوم۔ یہ قبر بڑے مشہور و
 معروف قطب کی ہو جو خدا پرستی و پارسائی میں بڑا نامی گرامی تھا۔ نام اُسکا شیخ
 عبدالقادر بانی طریقہ قادری ہو۔ اُسکی روح پر فائز ہو۔ یہ دکھانے کے لیے کہ کسی
 انسان کا قدر اس ولی کے قدر کے برابر نہیں ہو سکتا ہو۔ قبر اُسکی دس فیٹ لمبی تھی

سر سر جڑی اور سائی ہوئی
 ل منصف نے تعجب سے
 ہی سے اور ایک سہنت
 یہ میدان رویشون پر
 ہے۔ اور اپنے وطن
 رکھنا ہر کر دیا ہے کہ
 کو ایمان کی مطلق تائید
 میں کا فر اور بے ایمان
 بے دینا تھا۔

نہی۔ ہڈیاں اسکی جو دہان مدفون تھیں وہاں کے ساکنین کے لیے بڑی برکت تصور کی گئی تھیں۔ اس قبر کے گرد لوہے کے ناکہ جالدار کھڑا بنا ہوا تھا تاکہ کوئی ناپاک ہتھ اسکو نہ چھو سکے۔ اکثر اس قبر پر شمال میں قیمتی پارشیمی پارچے کی چادر پڑی رہتی تھی اگرچہ بعد چند روز کے اسکو قبر پر سے اٹھا کر کوئی اور اڑھتا تھا اور اسطرح تاثیر قوت روحانی ولی متوفی سے فائدہ اٹھاتا تھا۔ اس احاطے کے اندر ایک چراغ لٹکتا تھا جو شب کو روشن کیا جاتا تھا اور ایک قب و جوار کے قصبے کی عورت خدا پرست کچھ روپیہ بطور وقف اخراجات چراغ بتی کے لیے مقرر کر دیا تھا۔ اور اور ارقام وقف بھی ادا سے اخراجات تربت و آسائش و آرام اس روح پرست کے لیے جو اسکا نگہبان تھا مقرر و معین ہو گئی تھیں۔ تربت کی کھڑکیوں پر ہمیشہ چھترے لٹکتے تھے اور وہ شہادت کامل اس امر کے تھے کہ لوگ وہاں جا کر منت و نذرین رکھ آئے ہیں اور طالب امداد قوت روحانی ولی متوفی کے ہوئے ہیں۔ بہت سے مسلمانوں کی عورتیں مناکوہ اپنے شوہروں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے اور بنین اپنی محبت پیدا ہونے کے واسطے طالب یا اولاد چاہنے کے لیے طالب امداد طاقت روحانی شیخ مشہور و معروف کی ہوتی تھیں۔ چند ہی شخص ایسے ہونگے جو اس قبر پر پہونچکر وہاں نماز پڑھتے ہونگے۔ از بسکہ زیارت کرنے والے اس قبر پر بہت آتے تھے تو علی کو بھی بڑا نفع ہوتا تھا۔ وہ ایک بڑا چشمہ دولت اُسکے لیے تھا۔ علی اب شیخ کہلاتا تھا۔ اکثر اشخاص متمول و ذی رتبہ اس قبر پر نذرین بھیج کر علی سے مستدعی اس امر کے ہوتے تھے کہ ولی سے ہمارے حق بین دعا کے فیرو اور خواہان ترقی ہمارے مراتب و مدارج و دولت کے ہو۔ چند عورات و بیوگان اشخاص متمول متوفی نے شیخ علی سے درخواست نسبت شادی کی علی سے کی لیکن اس نے اس امر سے انکار کیا۔ وہ موافق اپنے شیخ کے مجرد رہنے کو زیادہ تر پسند کرتا تھا۔ شیخ علی کا رفیق اسوقت ایک شخص نوجوان تھا عمر دوازدہ یا چہار دہ سالہ۔ اس شخص کو وہ ایک متصل کے گانون سے کتان و نیمبر

دیکھ کر اپنے ساتھ لے آیا تھا۔

شیخ کی شہرت دینکنامی و درملک مالک قریب و جوار میں پھیل گئی تھی۔ اس کی خدا پرستی اور پارسائی اور پیشیار کرامات کہ اس تربیت پر جب کا وہ محافظ تھا ظہور میں آئیں موجب از دیار و ترقی اس کی شہرت دینکنامی کی ہوئیں۔ لوگوں کا یہ اعتقاد ہوا کہ کرشمہ و کرامات کہ اس تربت پر ظہور میں آئی ہیں نتیجہ عبادت و دعا ہے شیخ علی و از قوت روحانی ولی ہو۔ غرض کہ شہرت اور دینکنامی اس کی ایسی پھیلی کہ وہ قابل حد ہوئی غیبر اس کی تربت تک پہنچی جہاں کہ شیخ علی نے تعلیم پائی تھی۔ اس تربت کا شیخ یہ خبر سن کر بڑا متعجب ہوا۔ اس نے اپنے بھائی بندون میں سے نہ تو کسی مردہ و نہ کسی زندہ کی تعریف سنی تھی۔ اس قبر کے شیخ کی تعریف و توصیف سن کر کچھ تو حسد پیدا ہوا اور کچھ خیال تحقیقات اس امر کا اسکے دل میں جاگزمین ہوا۔ اس نے آخر میں یہ ارادہ بدل مصمم کیا کہ خود چلا کر اس شیخ کو دیکھے جو ایسا پارسائی کے لیے مشہور و معروف ہو۔ ایک روز موسم خزان میں تربت کو بند کر کے وہ عازم سفر ہوا۔ چونکہ وہ بڑا ضعیف و ناتوان تھا ایسے راہ میں اس کو تکلیف دہ پیش آئیں اور وہ تھک گیا۔ چونکہ امر مکنون خاطر اس کا اس کی اغراض دینی و دنیوی سے متعلق تھا تو اس نے اس کو خدا کی طرف سے سمجھا اور اس سفر کو لائق اپنی عمر ضعیف کے تصور کیا۔ اس نے اپنے ملاقاتیوں سے کہدیا کہ مجھے اس عمر میں یہ سفر کرنا واجب ہو۔ ایسا سفر دراز و سخت اس عمر چیران سالی میں اختیار کرنا زیادہ تر موجب ترقی شہرت و دینکنامی و پارسائی اس شیخ کا ہوا اور لوگ اسکے زیادہ تر معتقد ہوئے۔ اسکے دوستوں اور اسکے تعریف کرنے والوں نے دعائیں دیکر اس کو رخصت کیا۔ تھوڑا تھوڑا ہر روز سفر کر کے وہ آخر میں اپنی منزل مقصود پر جا پہنچا اور بروز جمعہ و دھیر کے وقت اس تربت کے احاطے میں کہ راہ میں تھی داخل ہوا۔ اس وقت اس قبر پر بہت سے زیارت کرنے والے بھی موجود تھے عورتیں ان سوار یوں

کہ اس ملک میں یہ سزا کی گئی تھی کہ بعض گھوڑوں پر مردوں کے لباس میں
 وہاں گئی تھیں اور بعض خصوصاً بڑھیا و ضعیف ٹھون پر۔ مرد بعض تو گھوڑوں کی
 سواری پر اور بعض پیادہ آئے ہوئے تھے۔ چند درخت جو زیر حفاظت شیخ علی و حمایت
 قبر ولی نشو و نما پا کر بڑے ہو گئے تھے انکے سایے میں زیارت کرنے والے طہن آفتاب
 سے محفوظ ہو کر آرام پاتے تھے اور ایک چاہ سے کہ متصل قبر کے کھودا گیا تھا وہ لوگ
 پانی پیتے تھے۔ پانی اس چاہ کا بیمار یون کے معالجے کے لیے اسی مشہور ہو گیا تھا۔ چونکہ
 شیخ مسافر ضعیف العمر ابوہ کثیر میں ملا ہوا تھا کسی نے اسکی طرف توجہ نہ کی۔ نماز معمولی
 اس قبر پر پڑھ کر وہ وہاں خاموش ہو بیٹھا اور خیال محمد صلعم نبی اہل اسلام و پیڑ پر طہن
 اور اولیاء کا اسکے دل میں گذرتا رہا۔ چونکہ شیخ علی کہ شہر اسکے پاس سے ہو کر چلا گیا
 تو اسنے اسکے خط و خال کو جو بسبب گذرنے عرصہ دراز کے کچھ بدل گئے تھے اور اسکی دامی
 کو کہ رونق اسکے چہرے کی تھی اور زیادہ تراوب پیدا کرتی تھی خوب دیکھا اگرچہ وہ ایک
 بڑا عمامہ باندھے ہوئے تھا جس سے کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اولاد پیغمبر میں سے ہو نا ہم
 شیخ مسافر کے دل میں کئی مرتبہ یہ خیال گذرا کہ میں نے اسکو اور صورت و لباس میں
 امین دیکھا ہو۔ آخر سن اسکو یہ یاد پڑا کہ یہ شخص میرے مرید علی سے کچھ مشابہت رکھتا ہو
 لیکن چونکہ باوجود انقضائے زمانہ دراز کوئی حال اسکا وقت روانگی سے جب تک گونتر
 اسکے نہوا تھا تو اسنے خیال کیا کہ یہ مشابہت اتفاقی ہو اور کہ علی غالباً مرگیا ہو گا کہ خبر
 اسکی نہیں آئی۔ غرض کہ رفتہ رفتہ زیارت کرنے والے نورخصت ہونے لگے اور آخر سن
 وہ شیخ مسافر و شیخ علی و شخص نوجوان سابق الذکر تھا اس تربت میں بوقت غروب
 آفتاب رہ گئے شب کو انہیں باہم گفتگو ہوتی رہی اور مسافر شیخ کو تب یقین کامل ہوا کہ
 شیخ اس تربت کا ضرور مرید ہو۔ شیخ جوان نے اقرار کیا کہ میں نے اہمیت تمہارا
 مرید ہوں۔ پس اس صورت سے ان دونوں میں ازہر نو محبت تازہ ہوئی۔ شیخ

ضعیف العمر اپنے مرید کو آسودہ حال دیکھ کر بڑا شاد و شاد ہوا۔ اور جو جذبہ جسد کہ اسکے دل میں سابق جاگزین ہوا ہو گا بیکلم اسکے صفحہ خاطر سے محو ہو گیا۔ شیخ علی بھی اپنے مرشد کو دیکھ کر بڑا خوش ہوا اور وہ اس سے کمال ادب پیش آیا۔ وہ اپنی تربتوں کے بابت میں صاف صاف وجہ رو و رعایت باہم ذکر کرنے لگے۔ شیخ ضعیف العمر نے اقرار کیا کہ کہ شہرت اس نئی تربت کی میری تربت کی شہرت پر فوق لیگنی ہو اور اس نے اسکو بہت ہست کر دیا ہو۔ شیخ مسافر و ضعیف العمر نے شیخ علی سے پوچھا کہ کونسا تمہارے بھائی بندہ میں سے فوت ہوا ہو جسکی یہ قبر ہو۔ لیکن اس بات کا جواب دینے سے اس نے انکار کیا۔ جب اس نے اس باب میں بہت اصرار کر کے پوچھا تو شیخ علی نے اپنے مرشد کو یہ قسم دلو کر کہ میں اس راز کو افشا نہ کروں گا کل حال از سر تا پا کہم دیا چونکہ یہ امر بجانب خدا ظہور میں آیا تو میں نے اسکے خلاف عمل کرنا مناسب نہانا۔ شاید یہ گدھا پھیلے ختم میں کوئی ولی ہوگا یہ بات سن کر شیخ پیران سال کچھ متعجب نہو بلکہ اس نے اسکو اچھی طرح استقلال کے ساتھ سنا یہ کھکر بڑا اندیشہ ناک ہوا کہ شاید میں اب شیخ اس تربت کا زہر ہوں گا۔ اسکے دل میں اس وقت یہ خیال گذرا کہ اپنے مرشد سے پوچھنا چاہیے کہ اسکی تربت میں کونسا ولی دفن ہوا ہو۔ جب اس نے شیخ ضعیف العمر سے اس باب میں استفسار کیا تو وہ اسکے بیان کرنے میں متامل ہوا۔ تب شیخ علی نے باصر اس راز کو اس سے پوچھا۔ شیخ ضعیف العمر نے بعد اس قسم لینے کے کہ میں اس اسرار کو کسی پر ظاہر نہ کروں گا کہا کہ اس تربت میں جسکا کہ میں ساہما سال سے محافظ ہوں اور جسپر کہ ہزاروں نماز و دعا پڑھی گئی ہیں اس گدھے کا باپ دفن ہوا ہو۔

مف کو یہ راز کیا ہے
وہ معلوم نہتا ہے کہ پاری
م کے کان میں کیا کہ ایسی
ایسی کتاب کے باب اولیہ
تکد و -

باب چہار و ہم

ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ عقائد و اصول فرقہ ہائے درویشان زمانہ جدید اول آبران

و بخارا میں مشہور و معروف ہوئے تھے اگرچہ اسمین شک نہیں کہ وہ عرب سے شروع ہوئے تھے۔ وہاں سے وہ ممالک روم و شام و مصر اور کنارہ بحر شام میں تاجپور و کو پھیل گئے۔ تواریخ ایران من تصنیف ناکم صاحب بن بڑا الحیپ و دلپسند حال صلی فرقہ ہائے صوفیان و رنج ہو۔ وہ فارسی کتب قلمی سے جو قابل اعتبار ہیں نقل ہوا ہو۔ اس تواریخ میں یہ لکھا ہو کہ ابتدا میں فرقہ ہائے صوفی تعداد میں دو تھے یعنی حلویہ و اتخاویہ۔ انہیں سے پانچ شاخیں نکلیں اول و صولیہ۔ دوم عاشقیہ۔ سوم یقینیہ۔ چہارم فرجیہ۔ پنجم وحدتیہ۔ جو اتخاویہ سے بہت مشابہت رکھتے ہیں۔ بڑا مسئلہ انکا جو ابتداء سے زمانہ سے چلا آتا ہو وحدانیت خالق ہو۔

شاخ اول کا یہ قول ہو کہ روح خدا انسان میں حلول کر گئی ہو اور جو کوئی خدا پرست و عقید ہو تا ہو اسمین روح خالق کی حلول کر جاتی ہو۔

شاخ دوم کا یہ اعتقاد ہو کہ عقید نفیس کے نزدیک خدا ایک ہے اور روح انسان جو فانی نہیں خدا کی روح میں ملکر خدا ہو جاتی ہو۔ انکا یہ قول ہو کہ روح خدا شیخ حبیبو اہل اسلام روح اللہ کہتے ہیں روح خالق سے کل حضرت مریم عقیقہ کے رحم میں داخل ہو گئی تھی۔

شاخ سوم و چہارم کے مسائل اس باب میں ان کے کچھ زیادہ تفصیل و متفرق نہیں۔ شاخ پنجم اس بات کی معتقد ہو کہ خدا ہر چیز میں ہے اور ہر چیز خدا میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اصول اس باب میں قدیم حکماء یونان کے مسائل سے خصوصاً مسئلہ پلیٹو سے مطابقت کھاتے ہیں۔ موافق ان کے بیان کے پلیٹو کا یہ مسئلہ ہو کہ خدا نے ہر شے کو اپنے نفس سے پیدا کیا ہو پس اس صورت میں ہر شے دو فون خالق و مخلوق ہو۔ یہ اصل یا عقیدہ یا مسئلہ درویشان زمانہ جدید کی تحریرات میں بنام نفس نامزد ہو یہ لفظ انسان کے جسم و جان پر متعل ہو تا ہو اور روح سے جو جاودانی ہو کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ بخارا میں بہت سے فرقے درویشوں کے ہیں لیکن قریب تمام کے سب سنی ہیں

وہ قرآن پر نسبت ساکنین ایران کہ شیعہ ہیں زیادہ تر چلتے ہیں اور اسکے پابست رہتے ہیں اور محمد صلعم کو وہ نسبت شیعوں کے زیادہ تر مانتے ہیں۔ شیعہ حضرت علی کے زیادہ تر معتقد ہیں۔ ساکنین ان دو ممالک کے مذہبی باب میں بہت مختلف الرائے ہیں اگرچہ ساکنین بخارا حضرت عثمان کو بہت مانتے ہیں۔ افسوس ہو کہ میں حال درویشان بخارا سے واقف نہیں لیکن مجھے یقین ہو کہ وہ اپنے مذہب میں بڑے کٹے ہیں اور آپ دیوانے ہیں کہ جو مسلمان نہیں اُسے وہ دشمنی رکھتے ہیں اور کینہ۔

مسٹر آئی سی ڈی گوہی۔ نیوٹن جو مقرر ایچی گورنمنٹ فرانس بمبک ایران تھا۔ ۱۸۶۴ء میں ایک کتاب مختصر موسوم تیسہ سال ملک ایشیا تصنیف و شہر کی ہو۔ اس کتاب میں حال مذہب ساکنین ملک ایران بڑا دلچسپ و دلپسند درج ہو اور اس میں سے کچھ اختصار کر کے میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

شاہ اول خاندان صفوی جو سولہویں صدی میں تخت نشین ہوا تھا مسلمان تھا بلکہ صوفی تھا۔ بسبب اسکے کہ ساکنین ملک ایران حضرت علی کے بڑے معتقد و طرفدار ہیں بہت سے فرقے و مان پیدا ہوئے بلکہ وہ شام تک پھیل گئے۔ اکثر زمین کے شیعہ تھے ملک ایران کے ملا مذہب شیعہ کی طرف ہمیشہ میل رکھتے ہیں۔ نئے خاندان شاہی نے اُسے ملکہ مذہب اُس ملک کا شیعہ قرار دیا۔ حدیثوں کو انھوں نے بہت بدل دیا اور مذہب اہل اسلام سے خارج کر دیا۔ اُس وقت سے شرع محمدی کا ترجمہ جو ایرانیوں نے کیا تھا پاک تصور کیا گیا اور جائز اور اصل سمجھا گیا۔ ایک گروہ مذہبی مقرر کیا گیا اور از روئے مسائل مذہبی درست و جائز سمجھا گیا۔ اماموں کا اختیار بڑھایا گیا۔ علم الہی و علم تصوف ایسا مطول کیا گیا جیسا کہ مسائل قرآن مختصر ہیں۔ تعظیم و تکریم اولیا جنکو انھوں نے دیوتا بنایا مسئلہ مذہبی بنایا گیا اور ان سب باتوں کو داخل مذہب و جائز کر دیا اور ان پر اعتقاد لانے کا حکم دیا۔ غرض کہ ملا اُس ریاست میں کل مالک و ممتا

ہوے۔ چونکہ وہ رعایا پر بدعت و ظلم کرنے لگے تو لوگ انکو گالیوں دینے اور برا کہنے لگے اور انہیں طعن کرنے لگے اور باہم فساد برپا ہوا۔ شاہ ایران ملاؤن کے طرفدار ہوئے اور انکو اور فرقوں پر غلبہ حاصل ہوا۔ اس سبب سے ملکی طاقت تو زیادہ ہوئی لیکن مذہب میں خلل واقع ہوا۔ ملک ایران میں اکثر شیخ زمانہ جدید مسئلہ آواگون کے مثل ساکنین ممالک شرقی معتقد ہیں۔ انکا یہ اعتقاد ہے کہ روح بعد فنا ہونے جسم کے مدت دراز بعد پھر اسی دنیا میں کسی اور قالب میں آتی ہے۔ امام مہدی کے دوبارہ پیدا ہونے کے باب میں اور مسلمان ایسے معتقد نہیں جیسے کہ شیخ زمانہ حال ولایت میں وہ تمام بجز چند شیخوں کے معتقد حضرت علی کے ہیں اور بارہ امام کو وہ بڑا بزرگ سمجھتے ہیں۔ انکے اس بیان سے کہ امام مہدی پھر آدینگے بافت ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مسئلہ آواگون کے معتقد ہیں۔ شاید کہ امام مہدی کا آنا مذہب عیسائی کے مسائل کی رو سے دیکھ کر مانا گیا ہو تو ریت میں بھی اسی طرح کا مضنون دیکھنے میں آیا ہو۔ بموجب انکے اعتقاد کہ امام مہدی زندہ ہیں اور پھر کبھی نئے قالب میں ظاہر ہونگے۔ یہ ہی بڑا عقیدہ مذہب دروز کا ہے۔ انکا یہ اعتقاد ہے کہ قالب حکیم بنی عمر اسد میں جو حواری انکے مذہب کا بارہ اماموں کی ارواح حلول کر گئی ہے۔ ایرانی بعض مسائل قرآن کے چند ان معتقد نہیں اور چونکہ وہ حضرت علی کو محمد پر فوق دینے ہیں تو وہ بعض مقامات قرآن کی صحت پر شک لاتے ہیں یا ان فقرات کا ترجمہ مثل نبیوں کے نہیں کرتے بلکہ انکے معنی خلاف انکے بیان کرتے ہیں۔ فرقہ بابی درویشان ایران ایسے اصلی حقیقی مسلمان نہیں جیسے کہ اکثر لوگ ساکنین اس ولایت کے ہیں۔ ان فرقوں کا یہ اعتقاد ہے کہ روح انسان خدا نکلی ہے اور پھر اکر سمین مجا دیگی۔ روح انسان کی غایت درجہ پارسائی و اعتقاد مسائل مذہبی سے خدا کی روح سے شامل ہو جاتی ہے یا اسکے قریب بدرجہ غایت آ جاتی ہے۔ بسبب اس قریب کے ذات باری قائلے سے انکی دانست میں درویشوں کو ایسی

طاقت روحانی حاصل ہو جاتی ہو کہ وہ قوانین مقررہ قدرت کو پلٹ سکتے ہیں اور اس طرح سے کرامات و معجزات اُن سے ظہور میں آتے ہیں۔ ان درویشوں میں جو نہایت مشہور ہیں وہ درحقیقت ایرانی نہیں بلکہ ہندوستانی ہیں جو ہند سے واپس آئے ہیں۔ مسٹر ڈی گو بی نیو ایک درویش کا حال جو ظہران میں کشمیر سے آیا تھا یوں بیان کرتا ہے کہ وہ روئی کی پوشاک بڑی پھٹی پرانی پہنے ہوئے تھا اُسکے لمبے اور دبلے پتلے بازو و آستینوں کے اندر ایسے چمکے گئے تھے کہ وہ آستین جسم سے ٹکرتی تھی۔ وہ پیرنگا نقلا اُسکے سر پر سیاہ چھوری بال تھے۔ اُسکی آنکھیں بڑی چمکتی تھیں اور واپس آئے اُسکے بڑے سفید تھے لیکن چہرہ اُسکا سیم فام تھا۔ اُس نے تمام ہندوستان و ترکستان و مالک مشرقی کی سیر کی تھی۔ لوگ کہتے تھے کہ وہ واقف عجیب اسرار ہے۔

ازرو سے بیان مسٹر ڈی گو بی نیو ایسا واضح ہوتا ہے کہ فرقہ نصیری ساکن ایران کا طریقہ درویشان مقدان حضرت علی سے بہت ملتا ہے۔ وہ اپنے مذہب کے لوگوں کو اہل الحق کہتے ہیں۔ اہل عرب و ترک اُنکو نصیری کہتے ہیں اور ایرانی علی اُلی۔ اہل عرب و ترک اُنکو عیسائی یا ممالک مشرقی سے مشابہت دیتے ہیں۔ اور اُنکو اسی قبیل سے سمجھتے ہیں۔ لیکن ایرانی یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ علی کو خدا سمجھ کر پوجتے ہیں۔ اس فرقے کے لوگ فلسطین میں بہت ہیں۔ اکثر نو انہیں کے ایران سے واپس آئے ہیں اور ایرانی درویش اس فرقے کے مختلف قطعات ایشیائے کوچک میں موجود ہیں اُسکا یہ اظہار ہے کہ علی اُلی اہل الحق سے مختلف ہیں کیونکہ فرقہ علی اُلی کا یہ مقولہ ہے کہ داماد پیغمبر اہل اسلام اوتار خدا تھا اور اسی وجہ سے کہے مسلمان اُنکو عیسائیوں سے مشابہت دیتے ہیں کیونکہ عیسائی بھی مسیح کو اوتار خدا سمجھتے ہیں۔ لیکن اہل الحق کا یہ اعتقاد ہے کہ انسان بزور ریاضت و کمال درجہ پارسائی و عشق و محبت خدا ذات باری تھا لے میں ملتا ہے اور جس نے کہ خدا بھی بن جاتا ہے۔ ولایت ایران کے ان دو فرقوں

حال بالخصوص بیان کرتا ہوں۔ انھیں دو فرقوں سے قریب تمام فرقہ مائے درویشی کو فی الحال سلطنت آؤٹومن میں موجود ہیں نکلے ہیں۔ بین عقائد فرقہ بیکتاشی کو بھی جنکا ذکر کیا ہے ہو چکا ہے بالخصوص بیان کرونگا۔ اگرچہ وہ آپ کو مسلمان کہتے ہیں لیکن وہ مذہب اسلام کو کچھ سمجھتے نہیں۔ اور اسکا ادب نہیں کرتے ہیں۔ اہل الحق مسائل فرقہ بیکتاشی کو درجہ غایت پر لے گئے ہیں۔ وہ قریشی پیغمبر یعنی محمد کو فریبیا جانتے ہیں۔ نہ تو وہ مسجدوں میں آمد و رفت رکھتے ہیں اور نہ نماز پڑھتے ہیں اِلَّا اُسوقت جبکہ وہ نہایت ضروری متصور ہوتی ہو۔ وہ دعوے کرتے ہیں کہ ہمارا خدا روحانی و مقدس ہو۔ وہ اندر نہ ہوں کو چھیڑتے نہیں اور برا بھلا نہیں کہتے ہیں وہ مسلمانوں سے اس بات میں مختلف الاعتقاد ہیں کہ وہ کسی طرح کی پاکی جسم کو کہ شرع میں ممنوعات سے جو مانتے نہیں اور اسی لیے غسل و وضو جو شرع میں درست ہیں وہ کرتے نہیں۔ وہ چار گروہوں میں منقسم ہیں۔ ایک اہل شریعت۔ اور دوسرے اہل معرفت۔ اور تیسرے اہل طریقت۔ اور چوتھے اہل حقیقت۔ یا اہل حق۔ موافق اُنکے اعتقاد کے سب سے اول وہ ہیں جو شرع یا قوانین مذہبی پر چلتے ہیں۔ انہیں عیسائی و یوودی و اہل ہندو میں۔ دوم وہ ہیں جو علم الہی زیادہ تر حاصل کیا چاہتے ہیں اور اب بھی اُسکی تلاش میں رہتے ہیں انہیں صوفی و اہل ہندو میں۔ چونکہ اُنکا یہ اعتقاد ہے کہ روح انسان ذات باری تعالیٰ میں سے نکلی ہو اسیلئے لوگ اُنپر طعنہ زن ہوتے ہیں اور اُنکو وق کرتے ہیں۔ بموجب اس مسئلے کے وہ آپ کو درجہ انسانیت سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ چونکہ اوتار ہونا انسان کا ہندو سے نکلا ہوا اسیلئے اس مسئلہ کو نصف ہندوئی و نصف گبری سمجھنا چاہیے۔ اہل معرفت وہ ہیں جو متلاشی علم الہی کہیں۔ جب وہ علم اُنکو حاصل ہو جاتا ہو وہ جاہلون سے درجہ اعلیٰ پر ہو جاتے ہیں۔ اہل طریقت وہ ہیں جو دعوے کرتے ہیں کہ ہم نے راہ راست خدا دریافت کر لی ہو اور ہم اس پر

چلتے ہیں اور اُسکے سبب سے الہام نبی حاصل ہو جاتا ہو۔

تاکم صاحب اپنی تواریخ ایران میں صوفیوں کے عقائد کے باب میں یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ راز و اسرار کو مخفی رکھنے کے لیے صوفی مرید تازہ کو یہ ہدایت کرتے ہیں کہ تم کسی اپنے فرقتے کی رو سے شیخ کو اپنا پیر و مرشد بناؤ جو بڑا پارسا و عابد ہو اور اُس سے تعلیم باب مذہب میں پاؤ اور جو کچھ کہ وہ ہدایت کرے اُسکو بصدق دل مانو اور اُس میں کسی طرح کا شک و شبہ نہ لانا یعنی حسب محاورہ درویشان امام کے ہاتھ میں مثل ایک نغس مردہ ہو جاؤ جس طرف چاہے وہ نکلے بھیسے۔ درویش اپنے تین ایسا دکھاتے ہیں کہ گویا وہ بالکل حق کی طرف مائل و مشغول ہیں۔ اور شب و روز پرستش و یادِ الہی میں مصروف رہتے ہیں۔ اُنکی کمال آرزو یہ ہوتی ہو کہ ذات باری تعالیٰ میں تلین ہو جائیں۔ بوجہ اُنکے عقیدے کے خالق تمام مخلوقات میں اور بھیدا ہوا ہو۔ وہ جگہ اور ہر چیز میں موجود ہو۔ روح انسان ذات باری تعالیٰ میں سے نکلتا شعاع آفتاب سے تشبیہ دی گئی ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ حسب طرح کہ شعاعیں آفتاب میں سے نکلتی ہیں اور بچھر آسمین جذب ہو جاتی ہیں اسی طرح روح انسانی ذات باری تعالیٰ میں سے نکل کر بچھر آسمین جذب ہو جاتی ہو۔ روح انسانی ذات باری تعالیٰ میں جذب ہونے کی مدام کمال آرزو رکھتی ہو اور اس طرف مائل ہوتی ہو۔

قرآن کے باب دوم میں ایک شعر اس مضمون کا آیا ہو ترجمہ اُسکا ذیل میں درج ہو تمام انسان اُسی سے ہیں اور اُسی میں جا ملیں گے۔ یہ ہی شعر بنائے اُس مسئلے کی ہے۔ وہ مسئلہ بالتخصیص درویشوں میں مروج ہو اور وہ ہی اُسکے معتقد ہیں۔ اُنکا اعتقاد ہو کہ روح انسانی و جان جو تمام قدرت و کارخانہ الہی میں موجود ہو خدا کی ذات سے نکلی ہو نہ یہ کہ خدا نے اُنہیں پیدا کیا ہو۔ وہ اپنی پیدا رفتہ پر بین لفظ عالم خیالات کو کام میں لانے ہیں اور اُس سے تشبیہ و کریمہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم درج

وجود مادہ جس سے کہ دنیا بنی ہو دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ روشنی خالق کے سبب سے ہم مادے کو دیکھ سکتے ہیں۔ بعینہ اسی طور سے جیسا کہ روشنی چیزوں پر گر کے آنکھ قابل دیکھنے کے کر دیتی ہو۔ خدائے اپنی روح تمام کائنات میں ڈالی اور وہ ہر جگہ پھیل گئی اور اس سے شعاع عقل و فہم انسان کی روح میں داخل ہوئی اسکو وحدت الوجود بھی کہتے ہیں۔ وحدت الوجود سے یہ مراد ہو کہ خدا ایک ہی جو ہر جگہ ہو اور ہر چیز میں۔ اُنکا بڑا مسئلہ یہ ہو کہ انسان تا وقتیکہ چار درجوں میں سے جبکو چاروں طریقہ کہتے ہیں گذر نہیں لیتا تب تک وہ ذات باری تعالیٰ میں جس سے وہ علیحدہ ہو گیا ہو لیکن تقسیم نہیں ہوا اہل نہیں سکتا ہو اور اس درجہ اعلیٰ پر پہنچ نہیں سکتا ہو اول درجہ انہیں سے شریعت ہو۔ شریعت یہ چاہتی ہو کہ مرید پابند قوانین مذہبی رہے اور موافق رسم و رواج و مسائل مذہبی اہل اسلام جو انسان کے چال چلن درست کرنے کے لیے اور جاہلون اور عموم کو حد سے باہر نہ نکلنے دینے کے واسطے مناسب تصور ہوئے ہیں عمل کرے۔ ارواح اشخاص عموم ایسی نہیں کہ وہ بلند خیالات باریک خدا شناسی کو پہنچ سکے اگر اُنکو باب مذہب میں آزادی دیجاوے اور اُنکی چال و چلن پر کسپر حکا روک نہ رکھا جائے تو وہ خراب ہو جاوین۔ پس جو آزادی کہ باعث خوشی و روشنی عقل و تیزی فہم عاقلان و عابدان ہوتی ہو وہ جاہلون اور کم فہمون کے حق میں نہ ہر قائل ہو جاتی ہو۔

درجہ دوم طریقت ہو۔ اُسکو راز و اسرار مخفی بھی کہہ سکتے ہیں۔ اُنکی واقفیت سے مرید کو طاقت روحانی حاصل ہو جاتی ہو۔ جو اس درجے پر پہنچتا ہو وہ اسحالت کو چھوڑ دیتا ہو یعنی شریعت کو ترک کرتا ہو۔ وہ طریقہ شریعت میں تو پابند ہدایات مشر لیکن وہ درجہ دوم پر پہنچکر احاطہ راز و اسرار مذہب صوفی میں قدم رکھتا ہو۔ اُسکو اختیار ہو کہ اس درجے پر پہنچکر تعمیل احکام شریعت سے باز رہے بدینوجہ کہ اس صورت میں

وہ بجائے پرستش ظاہری عبادت باطنی اختیار کرتا ہو۔ لیکن بدون بڑی خداپرستی
و نیکی و استقلال یہ درجہ حاصل نہیں ہو سکتا ہو۔ در صورت غفلت و عدم تعمیل احکام
شرعی جو اُسکے روکنے کے لیے بحالت کم عقلی ضروری متصور ہیں۔ روح پر اعتبار نہیں
ہو سکتا ہو جب تک کہ وہ عادت عبادت و پرستش روحانی سے کہ موافق علم کامل اُسکے
اپنے درجہ اور صفات ذات باری تعالیٰ کے ہو طاقت حاصل نہ کرے۔

درجہ سوم معرفت ہو یا گیان۔ جو مرید کہ اُس درجے پر پہنچتا ہو اُس سے نوع کشف
و کرامات کی ہوتی ہو اور اُسکو علم گیان یعنی علم معرفت الہی میں فرشتوں کے مساوی
سمجھنے میں اور اُسکو الہام بھی ہوتا ہو۔

چوتھا اور اخیر درجہ سوم حقیقت ہو۔ جب مرید اُس درجے پر پہنچ جاتا ہو وہ بالکل
خدا سے مل جاتا ہو۔

ان چاروں درجوں میں مرید کو چاہیے کہ زبردایت کسی ایسے مرشد کے رہے کہ وہ
چرائیک ہو اور خداپرست اور وہ اُن چاروں درجوں پر خود کسی اور کی تعلیم نہ ہی
و روحانی سے پہنچ گیا ہو۔ حصول اُس مدعا کے لیے مرید کسی عالم و فاضل و واقف علم
الہی کو تلاش کرتا ہو اور اُسکی تعلیم سے فائدہ اٹھاتا ہو بعینہ اُسی طور سے جیسا کہ بزمائے
حکماء یونان وہ لوگ جو کسی خاص حکیم کے عقائد سیکھنے کے مشتاق ہوتے تھے اُسکے
شاگرد بن جاتے تھے اور اُسکی زبانی تعلیم سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ یا مثل سینٹ پال کیسبیل
یہودی اُستاد کے پیروں پر گرا تھا وہ اپنے مرشد کے پانوں میں گرنے میں۔

مرید کو چاہیے کہ اپنے مرشد کا خیال مدام دل میں رکھے اور بسبب ہمیشہ کے استعمال کے
اُس میں محو ہو جاوے۔ مرشد کو چاہیے کہ بڑے خیالات مرید کے دل میں آنے نہ دے۔
روح مرشد یا اُستاد کی روح مرید کے ساتھ خواہ وہ کہیں جاوے ہمیشہ رہتی ہو اور
اُسکی محافظ ہوتی ہو۔ یہ حالت اُس درجے پر پہنچتی ہو کہ مرید اپنے مرشد کو ہر جگہ اور

ہر چیز میں دیکھتا ہے۔ اس حالت کو حالت محویت مرشد یا شیخ مین کہتے ہیں۔ مرشد اپنے خواب و خیالات میں دیکھ لیتا ہے کہ مرید کس درجے پر پہنچ گیا ہے اور آیا اسکی روح مطیع روح مرشد ہو گئی ہے یا نہیں۔

جب مرید اس درجے پر پہنچ جاتا ہے شیخ اسکو پیر یا بابائی اس طریقت کے زیر اثر طاققت روحانی لاتا ہے اور مرید صرف بامداد روحانی شیخ پیر طریقت کو دیکھتا ہے۔ اسکو محویت پیر مین کہتے ہیں۔ اس عمل سے روح اسکی ایسی جزور روح پیر ہو جاتی ہے کہ کل طاقت روحانی اسکی اسمین آ جاتی ہے اور وہ اسکے ذریعے سے تمام اسکے کرشمے و کرامات و معجزات دکھا سکتا ہے۔

تیسرے درجے پر بھی مرید شیخ کی روحانی طاقت کی امداد سے پیغمبر اہل اسلام علیہ السلام تک پہنچ سکتا ہے جسکو وہ اب سب چیزوں میں دیکھتا ہے۔ اس حالت کو محویت خیال پیغمبر کہتے ہیں۔

درجہ چارم مرید کو خدا تک پہنچاتا ہے۔ وہ ایک سبزو خدا ہو جاتا ہے اور وہ خدا کو ہر چیز میں دیکھتا ہے۔ بعض اشخاص ایران میں اس حالت محویت دس و دہین اس درجے کو پہنچے ہیں کہ وہ انالحن کہنے لگے ہیں اور اسی وجہ سے دار پر کھینچے گئے ہیں۔ مثلاً منصور و نسیم۔ یہ دونوں بڑے مشہور درویش واقف راز و اسرار آہی ہیں۔ کہتے ہیں کہ جنید ساکن بغداد نے جو تمام درویشان زمانہ حال کا کہ معقہ حضرت علی بن پیر تھا آپ کو ایسی ہی حالت میں پا کر اپنے مریدوں کو اجازت دی کہ تم میرے تلوار سے کاٹ ڈالو۔ کہتے ہیں کہ اسکے مریدوں کی تلوار نے اسکے جسم پر کچھ اثر پیدا کیا بلکہ زخم انکے اپنے جسموں پر اسی قدر تعداد میں ہو گئے جتنے کہ صدمے انھوں نے اسکے جسم پر دیے تھے۔

یہ وجہ ثبوت اثر تعلیم روحانی دے کر شیخ مرید کو پھر حالت اصلی پر لاتا ہے بعینہ اسی طور

سے جیسا کہ طبیب بیمار کو اول دوا دے کر ضعیف کر دیتا ہے لیکن آخر سن اسکی تندہی بجال کرتا ہے۔ بعد اسکے شیخ تاج یا کلاہ اپنے فرقے کی اسپر رکھتا ہے یا اسکو اپنا خلیفہ بناتا ہے۔ درویشوں میں درجہ خلیفائی درجہ عزت ہے۔ اس درجے پر پہنچ کر وہ پھر تمام رسمیات معمولی روزمرہ اسلام ادا کرنے لگتا ہے۔ چند ہی درجہ چارم پر پہنچتے ہیں لیکن درجہ دوم پر بہت پہنچ جاتے ہیں۔ اگرچہ مختلف فرقہ ہمارے درویشان میں مختلف رسمیات و طریقہ پرستش مقہر رہیں لیکن پھر بھی بڑے بڑے اصول انکے باہم یکدہ کے اصول سے مطابقت رکھتے ہیں۔ خصوصاً ان اصول میں کہ مشدودن رسیدہ کی ہدایات و احکام کی بدرجہ غایت مطابقت از بس ضروریات سے ہو اور ہر وہ عانی اس دنیا میں کمال خدا پرستی و پارسائی و عبادت سے حاصل ہو سکتا ہے۔ مرید کو اول اول یہ ہدایت کیجاتی ہے کہ وہ گوشے میں بیٹھ کر کم از کم چالیس روز و شب نماز و یاد الہی میں بہت دیر تک مصروف و مشغول رہا کرے اور یہ کم دیا جاتا ہے کہ بعد اس عرصے کے وہ خواب دیکھیگا۔ اس خواب کی تعبیر شیخ نکمہ اپنے مرید سے بیان کر دیتا ہے۔ وہ لوگ عقائد مندرجہ ذیل کے متقدہ ہیں۔

بعضوں کا یہ اعتقاد ہے کہ خدا پرستوں کے اندر روح خدا حلول کر گئی ہے اور جو کوئی حقیقی پارسا و عابد و عقیل و فہیم ہوتا ہے اس کے اندر روح اللہ حلول کر جاتی ہے۔ بعضے اس مسئلے کے متقدہ ہیں کہ خدا ہر عقیل و فہیم کے نزدیک واحد ہے اور روح جو جاودانی ہے ذات باری تعالیٰ میں مل جاتی ہے اور خدا بن جاتی ہے۔ انکایہ قول ہے کہ روح حضرت مسیح صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل اسلام روح اللہ کہتے ہیں خدا ہے تعالیٰ سے نکلی ہے اس طرح کہ روح القدس حضرت مریم عقیقہ کے رحم میں داخل ہوئی اور اس سے حضرت مسیح پیدا ہوئے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ خدا ہے تعالیٰ سب میں ہے۔ اور ہر چیز خدا ہے۔ انکایہ اظہار ہے کہ پیغمبر اہل اسلام علیہ السلام ایک صوفی تھے اور تصدیق اپنے اس کلام کے وہ بہت سی

حدیثوں کا حوالہ اس باب میں دیتے ہیں۔ وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ علیؑ ہمارے مسائل سے بالکل واقف تھے۔ اپنے اپنے دو فرزندوں یعنی حسنؑ و حسینؑ اور دو اور پارساؤں اور عابدوں اپنے عہد کو کہ بنام کمال ابن زید و حسن البصری معروف ہیں ان مسائل کے سکھانے اور انکو مشہر کرنے کے واسطے بھیجا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ اُنسے بڑے بڑے بانی طریقت نے تعلیم روحانی پائی ہو اور اُنکے خرتے اُنکے پاس بطور علامت فرقہ درویشان خدا شناس موجود ہیں۔ یہ علامت خرقہ چنہ ایکجیا کو کہ اہلیت یا کے ورثے میں آیا تھا اور بھی جامع مسیح کو یاد دلاتی ہو۔

میں اسجا ایک امر واقعی اس باب میں بیان کرتا ہوں جیسا کہ زمانہ حال کے فرقہ درویشان میں افسر اعلیٰ الشیخ یا مرشد کہلاتا ہو اور اُسکا جانشین خلیفہ یا خاٹہ سبطیج سے افسر اعلیٰ ملک روم حبکو بنی اہل اسلام علیہ السلام نے اپنا چنہ عطا کیا تھا خلیفہ یا اُسکا جانشین بنجاتا ہو۔ سلطان سلیم اول کو خرقہ شریف محمد نے کہ خاندان عباسی و نسل پیغمبر سے اخیر ہو بروقت فتح مصر عطا کیا تھا یہ خرقہ شریف پرانی حرم سرا میں ہو شیاری تمام زمانہ حال تک زیر حفاظت اولاد ایک کے اصحابوں میں سے کہ بنام رئیس نامزد ہو محفوظ رکھا گیا ہو۔

درجہ خلیفہ فانی حاصل کرنے کے لیے جیسا کہ سابق بیان ہوا یہ ضروری ہو کہ مرید بہت سا و نماز و روزے میں صرف کرے اور تارک الدنیا ہو کر یاد آگاہی میں مصروف رہا کرے۔ یہ نسل مشہور ہو کہ آدمی کو مرنا چاہیے قبل اسکے کہ وہ ولی بنے۔ علاوہ حصول اُس درجہ کمال کے اور واقفیت راز و اسرار و مسائل اُس فرقے کے یہ بھی ضروری ہو کہ اُسکا سب مرید اوب کرتے ہوں اور اُسکی اطاعت بسبب مشغول ہونے کے مدام عبادت حق میں چاہیے کہ اُسکے نفس میں ایسی تاثیر ہو کہ وہ جبکو مس کرے وہ فوراً پارسا بن جائے اور لوگ اُسکے معجزات و کرامات کے متقد بھی ہوں۔ یہ بتخصیص صورت فرقہ روفانی ہو۔ اگر مرید اُس فرقے کا

بوقت امتحان کوئی خواب دیکھے تو یہ طریقت جو اسکی تعبیر بیان کرنا ہو اختیار رکھتا ہو کہ اس سے گوشہ نشینی چھوڑ دے اور اگرچہ اسکا جسم ریاضت کے سبب ضعیف ہو گیا ہو لیکن طاقت روحانی زیادہ ہو گئی ہو تو بھی اسکا امتحان یہیں ختم نہوگا۔ چاہیے کہ وہ مختلف مقامات میں جا بجا سیر کرتا پھر سے مقدس و متبرک قبروں کی زیارت کرے اور اُن سے کچھ زیادہ تر فائدہ اٹھا دے۔ مکے و مدینے میں حج کرے اور زیارت متبرک قبروں حسن و حسین کے لیے کربلا میں کہ متصل بغداد واقع ہیں جاوے بعض فرقہ درویشان میں شیخ کو اختیار ہوتا ہو کہ بروقت اپنی وفات کے جس کسیکو لمبے سمجھے اپنا جامہ جانشینی ملو کرے لیکن سلطنت اوٹومن میں عہدہ شیخ خاندان مرشد میں موروثی ہو گیا ہو اگرچہ در صورت ہونے فرزند و وارث کے مریدوں کو اختیار ہو کہ وہ اپنے میں سے جس کسیکو چاہیں اس عہدے کے لیے منتخب کریں۔ یا تمام شیخ اس فرقے کے جمع ہو کر کسی کو اس مطلب کے لیے انتخاب کریں اور شیخ الامام کی منظوری و مسکنی تقرری کے باب میں حاصل کریں شیخ الامام افسر اعلیٰ مذہب اسلام ہو جو قسطنطنیہ میں رہتا ہو اسکو سلطان اس عہدے پر مقرر کرتا ہو۔

ذکر حق یا یاد الہی جو درویشوں اور مسلمانوں میں عموماً مستعمل ہو محمد نبی اہل اسلام علیہ السلام سے شروع ہوا ہو وہ بنی نماز میں اور بھی جب کبھی اُنکے رفق و خواف و اندیشے میں پڑ جاتے تھے آیات قرآن مختلف مقامات سے اس طرح کہ سنائی دین پڑھا کرتے تھے۔ اس پڑھنے کی تائید کے وہ بڑے معتقد تھے اور یقین کرتے تھے کہ خالق اُنکو پسند کرتا ہو۔ اکثر رُطائیوں میں وہ یہی طریقہ عمل میں لاتے تھے یا تو اسوجہ سے کہ وہ باعث ازواج و عسدم جو اندوی و بہادری کا ہو گا یا اس خدا پرستی سے امداد و خالق حاصل ہوگی اور فضل الہی شامل حال اُنکے ہو جاویگا۔ چونکہ اُنکو اپنے الہام کا یقین تھا اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ آیات قرآن جو میں پڑھتا ہوں خدا کی طرف سے اُتری ہیں اور حضرت جبریل اُنکو لاتے ہیں تو

اس لیے اُنکے یہ بھی یقین کئی تھا کہ وہ خدا کی نگاہ میں بڑی قدر و منزلت رکھتے ہیں۔ سہین کچھ جاسے تعجب نہیں کہ پیر و ان مذہب اسلام اُس بات کے اب بھی ویسے ہی معتقد ہوں یہ اعتقاد کچھ اور زیادہ مضبوط ہوتا ہے جب یہ دیکھتے ہیں کہ خدا پرست عیسائی توریت و انجیل کے فقرات پڑھ کر نام خدا و عیسیٰ لیتے ہیں محمد نبی اہل اسلام علیہ السلام اپنی اخیر ہماری میں مختلف سورہ نامے قرآن مجید جنہیں کے بڑے طول ہوتے تھے شکوہ جب عالم فطوحی ہوتا ہو خدا کی تعریف میں پڑھا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت جبریل سورہ قرآن محمد علیہ السلام کے پاس لائے تھے تو اُنکو بڑا حال آتا تھا اور اُس سبب سے اُنکو کمال تکلیف ہوتی تھی جب کہ سورہ ہود اتری تھی اُس وقت اُنکو بالخصوص بڑا جوش و حال آیا تھا۔ کہتے ہیں کہ محمد صائم کا یہ اظہار تھا کہ میرے بال ہی وہ سے سفید ہو گئے ہیں۔ یہ قیاس کہنا مشکل ہے کہ ایسے ایسے مطول باب قرآن تصنیف کر کے محمد صلعم اُنکو بزبان یاد رکھتے تھے ایمان و اس کے کچھ اور قیاس بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ ضروریہ ہی بات ظہور میں آئی ہوگی۔ حالت پیغمبر ہی میں اُنھوں نے دعویٰ کشف و کرامات و معجزات کا کبھی نہ کیا اور کبھی اپنے دوستوں یا مریدوں یا کسی اور کو فریب دینے کے لیے اُس بات کو زبان سے نکالا۔ اس صورت میں وہ درویشوں سے جو دعویٰ کشف و کرامات و معجزات کرتے ہیں مختلف الفاظ و نسبت تھے۔ اگر ناظرین کو صحیح صحیح وقایع محمد نبی اہل اسلام علیہ السلام دیکھنا منظور ہو تو وہ وقایع حضرت محمد من تصنیف ولیم تیور اسکوار متعلق بنگال سولسروس مطالعہ کریں۔ مجھے افسوس ہے کہ اُس کتاب میں حال آغاز طریق درویشان درج نہیں ہے اگر حال آغاز طریقہ درویشان چال و چلن اشمال رسم و رواج محمد نبی اہل اسلام علیہ السلام اور ترجمہ آیات قرآن سے کہ اُنکے پیر اور بانی طریقت نے کیا ہے یا بجا و سے تو یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ وہ حدیثوں میں کہ اول و دوم صدی ہجری میں جمع ہوئی ہیں ضرور ہوگا جن نے ترجمہ اُنکا نہ تو زبان ترکی اور نہ کسی زبان اہل یورپ میں اب تک کبھی دیکھا ہے

اگر انکا ترجمہ کیا جاوے خصوصاً اس ترکیب سے کہ وہ تاریخ وار ہو تو محنت ضائع نہ جاوے اور فائدہ کثیر بخشتے۔

ریاضت روحانی

وہ حالت جو یاد الہی میں محو و غرق اور نماز میں بدل مصروف ہونے سے پیدا ہوتی ہے مراقبہ کہلاتی ہے۔ یہ صورت حالت بیداری میں جبکہ روح و جسم باہم شامل و متفق ہوتے ہیں اور جو اس خمسہ ظاہری بسبب قوت جو اس باطنی کمزور ہو جاتے ہیں ظہور میں آتی ہے جو یا سو اسے اسکے ایک اور حالت ہو جسکو انسلا کہتے ہیں۔ یہ وہ حالت انسان ہو کہ روح جسم سے جدا ہو کر بدون خیال غمہ و زمانے کے پھرتی ہو۔ اسی حالت میں حضرت محمد نبی اہل سلام علیہ السلام کو معراج ہوئی تھی لیکن اس پر براہ پر سوار ہو کر وہ اس حالت میں آسمان پر صعود کر گئے تھے۔

محمی الدین الغریبی کہ بڑے مشہور و معروف شیخ ہیں حال سندرجہ فیل و رباب انسلا بیان کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ جب میں مقدس و متبرک کعبہ کے قرب و جوار میں قیام رکھتا تھا بروقت محو ہونے کے خیال چہار شبہ اسلام میں مئے اس شخص کو دیکھا جو دما دم طواف کعبہ کیا کرتا ہو۔ قدم اسکا بلندی میں کعبے کی بلندی کے برابر تھا۔ وہ اور اشخاص اسکے ہمراہ طواف کعبہ کرتے تھے اور جب وہ قریب قریب ایک دوسرے کے آجائے تھے وہ ایک درمیان میں سے بے آنکدہ جدا ہو کر گزر جاتا تھا۔ اس امر واقعی سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ شخص ضرور جسم روحانی ہو گا۔ طواف کعبہ کرنے ہوئے وہ یہ پڑھتا تھا۔ ہمیں شک نہیں کہ ہم سالہا سال سے گرد اس مکان مقدس کے پھرتے ہیں لیکن نئے نو ابھی طواف کعبہ کرنا شروع کیا ہو رد بحقو قرآن باب ۱۲۲ یہ الفاظ شکر میں مشتاق اس امر کا ہوا کہ میں اس سے پوچھوں کہ تم کس فرقہ و قوم سے متعلق ہو پس میں نے اسکو جس نظر سے

آگے جاتے ندیا۔ جب اُس نے دور ختم کر کے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا وہ آگے بڑھ نہ سکا۔ افسوس
وہ میری طرف آیا اور جب اُسکو محسوس ہوا کہ میں باعث قطع اسکی حرکت کا گردِ کعبہ کے
ہوا ہوں تو اُس نے مجھے یہ استدعا کی کہ مجھے اجازت جانے کی دو۔ اس کے جواب میں
بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کے میں نے کہا کہ میں تمکو اجازت جانے کی اسوقت دوں گا جب
تم مجھکو یہ بتا دو گے کہ تم کون ہو اور کس فرقے اور قوم سے متعلق۔ در جواب اس کے اُس نے
کہا کہ میں انسان ہوں۔ میں نے تب اُس سے یہ استفسار کیا کہ کب تم نے اس جہان فانی
سے رحلت کی تھی۔ اس کے جواب میں اُس نے کہا کہ چالیس ہزار برس سے زیادہ گزرے ہیں۔
متعجب ہو کر میں نے پھر اُس سے سوال کیا کہ آدم کو پیدا ہوئے تو صرف چھ ہزار برس ہوئے
ہیں تو اس صورت میں تم کیونکر انسان ہو سکتے ہو۔ اُس سوال کا جواب اُس نے یہ دیا کہ
فی الحقیقت آدم انسان کا باپ تھا اور اگرچہ اُسکی پیدائش کو صرف چھ ہزار برس ہی ہوئے
ہیں لیکن اُس کے پہلے تین اور دنیا گذر چکی ہیں۔ حضرت محمد صلعم کی حدیثوں میں کہ غصہ
جميع مخلوقات عالم تھا اور شاہ علی کی حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ تم جانتے ہو کہ خدا نے تعقیباً
آدم کو بعد پیدائش ایک لاکھ اور مخلوقات کے پیدا کیا تھا اور میں انہیں سے ایک ہوں۔
غلام اس مصنف کے باختصاص روحانی ہیں۔ اس مصنف کا یہ اعتقاد ہے کہ قبل از
پیدائش آدم و خواد دنیا اور اقسام انسان سے مملو و آباد تھی۔ وہ سب ایک دوسرے سے
قد و قامت طاقت روحانی میں مختلف تھے۔ روح قالب انسانی سے جدا ہو کر اس سطح میں
رہتی ہے جو اس دنیا کی محیط ہے لیکن نظر سے غائب رہتی ہے۔ وہ اشخاص جو بڑی طاقت
روحانی رکھتے ہیں اُسکو دیکھ سکتے ہیں۔ بڑی طاقت روحانی کم درجے کی طاقت روحانی
پر غلبہ رکھتی ہے اور اُسکو اپنے زیر اختیار۔ خواب روحانی جو اس غمہ ظاہری سے کچھ متعلق
نہیں رکھتے ہیں بلکہ وہ روحانی ہیں۔ اکثر غمہ میں جبکہ وہ اس غمہ مغل و بیکار ہو جاتے ہیں
وہ جس جسم سے ٹکرا رہی ہے وہ دنیا کی سیر کرتی ہو کہ وہ کسی عرصہ وقت و سطح کو

کچھ خیال میں نہیں لاتی ہو اور ہر شے کو گو کیسے ہی فاصلے پر ہو دیکھ سکتی ہو۔ خواب روزمرہ جو دیکھنے میں آتے ہیں حافظے سے کچھ منید میں پیدا ہونے ہیں اور جو امانات مطلق سے بھی متعلق ہیں ایسے وہ حیوانات بھی جنکی روح جاودانی نہیں خواب دیکھا کرتے ہیں۔ تشریح ان سوال کے لیے جو جمعی الدین نے در باب نمبر ۱۱ کسی شخص کے بزور مندرج بیان کیے ہیں کتاب میں تعذیب آئین اسی سے کچھ بطریق اختصار اس جاوڑن کرنا خارج از مطالب متعوی نہیں۔

از رویت اس کتاب کے ایسا واضح ہوتا ہے کہ آئین اسی آگ سی امی واقع ایسا کو چکا۔
 میں تولد ہوا تھا۔ وہاں سے وہ پہرہ رومی پولی واقع ملک بایری میں منتقل ہوا تھا
 اس مقام پر اسے ایک نیا فرقہ جو موسوم بہ اسامی ہو کھڑا کیا تھا۔ پچھن دراصل فرقہ
 بیرونی میں سے تھا۔ حال منتقلہ اس کے خیالات کا ذیل میں درج ہو
 طالب سے مراد رویش ہو۔

مطلوب اس شخص سے مراد ہو جسکے حاضر ہوتے کی جو آرزو رکھتے ہیں۔
 ملاحظہ خیال کسی شخص کا اس طرح دل میں لانا کہ وہ فوراً حاضر ہو جاوے ملاحظہ کیا تاہی
 توجہ سے مراد ہی پیدا کرنا شخص مطلوب کا۔
 اہل حال۔ وہ ہیں جو اپنی قوت باطنی سے اور رون کو اپنے پاس حاضر کر سکتے ہیں۔
 اہل تصرف۔ وہ اشخاص پارسا و عابد ہیں جنکو وہ طاقت بہم ہو۔
 مراقبہ اور توجہ دونوں ایک ہی ہیں۔

حال۔ اس حالت سرور کو کہتے ہیں جس میں کہ وہ شخص جو کسی کو بزور اپنی قوت باطنی
 کے حاضر کیا چاہتا ہے بڑبھانا ہو اور بے خود و محو ہو جاتا ہے۔

کال۔ اس شخص کی اطاعت کامل کو کہتے ہیں جو کہ بزور قوت باطنی حاضر ہوا ہو اس
 شخص کے قبضے میں ہو جسکو حال آیا ہو۔

شغل۔ اس حرکت کے عمل میں لانے کو شغل کہتے ہیں۔

وقف۔ علم اعداد محقق اسرار و راز کو وقف کہتے ہیں۔

استدراج۔ پاکی و عبادت نہ ہی کو ترک کر کے جو شیطانی طاقت کہ حاصل ہوتی ہو اسکو استدراج کہتے ہیں۔

اس کتاب کے چودھویں باب میں مصنف حال طاقت روحانی سحر جسکے زور سے کسی شخص غیر حاضر پر نیک یا بُرے مطلب کے لیے اثر پیدا کیا جاتا ہو متنبہ صحیح بیان کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ یہ ایک طاقت روح کی ہے جس سے کہ طالب مطلوب کو بزور قوت اپنی مرضی کے اپنے سامنے حاضر کر سکتا ہو اسکا یہ اظہار ہے کہ ترکیب اسکے استعمال میں لانے کی مشائخ یا کوئی شیخ ہی خوب بنا سکتا ہے۔ ان قواعد میں سے ایک یہ ہے طالب شغل میں مصروف ہو کر سے نہ طالب و مطلوب ہو جب علم وقوع مخفی ترکیب اعداد میں اپنے بائیں گھٹنے پر رکھ کر لکھنے چاہیں۔ طالب کو چاہیے کہ ان حرکات اعداد کو خوب آنکھیں جما کر دیکھتا رہے اور پس اثنا میں خیال شکل و وہاں جو مطلوب نہ نظر آگئے طالب کو چاہیے کہ سحر بڑھ کر مطلوب کے منہ میں جسکی شکل کا وہ خیال کرے نہ ہو پھونکنے اور اس طرح بار بار اسکی شکل کو اپنی نگاہ کے نزدیک آنا جاوے بعد اسکے اسے چاہیے کہ وقف کو دیکھ کر زور جو اسام میں ایک نما ہو پڑھے اور ابھی ابھی آنکھیں بند کر کے مطلوب کے منہ پر پھونکے۔ بعد اسکے فائز پڑھے اس طرح کہ ایک لمحہ بھی شکل مطلوب کی اسکی نظرتے غائب نہ ہو۔ اس طرح وقف دیکھنا حقیقت مطلوب کو دیکھنا اور مسلسل مطلوب کو بخور دیکھتے رہنا دلیل اس امر کی ہے کہ طالب حالت حال میں ہو اور اس قاعدے سے مخوف ہونا اور اسکی قیاس میں غفلت و پستی ازما شمولت کامل اس امر کی ہے کہ طالب بحالت استدراج ہو۔

کہتے ہیں کہ عمرو و حبکو ساکنین ممالک شرفی بڑا کافر سمجھتے ہیں ایک مرتبہ خوابان اس امر کا ہوا کہ کسی شاہ پر بزور سحر بلا نازل کروں پس اس مطلب کے لیے اسکی نصیحتیں بھی کر

اپنے سامنے رکھی۔ اس تصویر کو متواتر غور و بیکار اور قوت اپنی مرضی کو استعمال میں لاکر اسے اس شاہ کی صحت جسمانی میں ایسا خلل ڈال کہ وہ یقیناً مرجع تا لیکن اسے موقوفہ کے پاس پیغام بھیجا کہ تم مجھے معاف کر دو میں تمہارا بالکل مطیع رہوں گا اور تمہاری مرضی پر عمل کیا کروں گا۔ فرقہ اہل سلوک مطلوب کے دل پر آنکھ بھرا کر توجہ پیدا کرنے میں۔ اگر وہ باہرین طوفان چھاتی کے دیکھے تو مسکو وہ شکل دل سے نکلتی ہوئی نظر آگئی اس حالت میں طالب مطلوب پورا ہو جاوے گا۔ تب اسکو چاہیے کہ تارک کمرے میں جہان شور و غل نہ دیکھ کر باہرین طوفان چھاتی کو دیکھے اس حالت میں بہت سے خیال فاسد اس کے دل میں پیدا ہونگے۔ بعد از روئے ان خیالات فاسد کے رفات اپنے اسی حالت طاری ہوگی شکل مطلوب اس کے سامنے کھڑی ہو جائے گی اور چونکہ وہ بالکل اسکی مرضی کی مطیع ہوگی تو اسے اختیار ہو کر کچھ اسکو منظور ہو وہ مطلب اس سے نکالے۔

ایک اور ترکیب حالت توجہ پیدا کرنے کی ذیل میں درج ہو

اس ترکیب میں دل کی طرف دیکھنے کی کچھ حاجت نہیں۔ تادم طریق کا خیال باندھنے سے حالت توجہ پیدا ہو سکتی ہو۔ تمہیں چاہیے کہ عبادت مہذبہ میں مشغول ہو اور اپنے تئیں بالکل اسی کی مرضی پر چھوڑ دو اور جبہ تن و بدل اسی طوفان مشغول رہو خواہ تصویر مطلوب کی ظاہر و پیدا ہو خواہ زمین۔ تم مشغول سے اپنے باز نہ ہو اور بری کریم سے دعا مانگو اور زرار زرار روئید تاکہ آخرین تصویر مطلوب پیدا ہو جاوے جسوقت کہ وہ تصویر سامنے آوے اس کے منہ پر پھونکو اور دنا پڑھتے جاوے اور عرض حال کرو اور اپنے جذبات کو خوب جوش پر لاؤ۔ باوجود اسکے طالب کو چاہیے کہ خیال اس کے پریشان نہ ہو اور اسکی گرجوشی اسکی طاقت پر غالب نہ آجائے اور اس کے حوصلے کو پست نہ کر دے۔ علاوہ برین وہ اپنی سعی و کوشش کے کامیاب ہونے کے باب میں ذرا بھی شک و شبہ دل میں نہ لاوے بلکہ معتقد اس امر کا ہو کہ مراد تحقیقاً حاصل ہو جائے گی۔

ہر داکٹر یا سحر کے لیے جداگانہ توجہ مقرر ہے۔ توجہ طالب جو متلاشی راہ راست ہوتا ہے توجہ
 دل کھلاتی ہے۔ جب وہ طاقت طالب کو حاصل ہو جاتی ہے تو وہ اپنے جنگی مرضی ضعیف
 ہونی ہو خود و ضاعورات پر سحر کر سکتے ہیں جب وہ داکٹر کے رُوح پر پہنچتا ہے تب وہ
 مرد و ن اور عاشقون پر سحر کر سکتا ہے جب وہ داکٹر خیال پر آجاتا ہے تب وہ بدعنوان
 و علما و فضلا و زہاد و ن پر سحر کر سکتا ہے۔ بخفی داکٹر کے ذریعے سے علما و شاعروں پر
 اور بھی اپنے جوش قبازی کرتے ہیں سحر چل سکتا ہے اسی داکٹر کے ذریعے سے شیخون اور
 اہل نقوٹ و اہل سلوک پر بھی اثر پیدا ہو سکتا ہے۔ داکٹر بلال بدلیہ اپنے کے باب میں
 متعلق ہوتا ہے اور داکٹر جمال مہربانی اور ترقی کے کاموں میں۔ اہل حال ان سب سے
 واقف ہوتے ہیں اور ان کا علم رکھتے ہیں۔ اکثر ایسا بھی ظہور کرتا ہے کہ طالب کی نگاہ
 میں بجائے مشکل مطلوب کے کوئی اور مشکل ہو تو قوت خیال میں آجاتی ہے اور اس سبب سے
 اس شخص پر شرابی واقع ہوتی ہے کہ وہ مر بھی جاتا ہے۔ پس اس صورت میں عامل
 کو ہوشیار کرنا چاہیے اور سب باتوں سے واقف ہونا چاہیے تاکہ کوئی خرابی واقع
 نہ۔ اگر طالب کے خیال میں اس کا کل جو کچھ اسے اپنے دوست کی آواز سے فوراً
 سمجھ جائے اور نماز اور اس پر عمل کے اور طاعت سے اپنے دوست کو تکلیف دینا
 مفقود رکھے۔ طالب آپ کو واقف رہیں کر سکتا ہے جو اس صورت میں جب قوت کے کل میں مطلوب
 پیدا ہو وہ ترسے گا کہ اس کا کچھ ہو اس طرح کہ اس کے نام پر آواز بلند کرے اس کے مخالفین
 چھوٹے اور اس کے دل کی طرف بھڑکیں۔ اور دعا پڑھتا رہے۔ قوت بطنی شیخ اس میں
 اس باب میں حقیقت نہایت عجیب تھی کیونکہ بعد پڑھنے نماز و رُوح کے وہ وقت پڑھتا
 غور سے انگھین جاتا تھا کہ قوت پر مطلوب کی اسکی نگاہ کے سامنے پیدا ہو جاتی تھی۔
 وہ اس ترکیب سے مطلوب پر ایسا اثر پیدا کر سکتا تھا کہ خواہ وہ مرد ہو خواہ عورت وہ
 اسکو اپنی مرضی کے مطیع کر لیتا تھا۔ اور تب حسب مرضی بدلے سکتا تھا۔ کوئی شخص اس

اثر کو روک نہیں سکتا تھا۔ وہ اسپر ایسا اثر پیدا کر سکتا تھا کہ وہ اسکا بالکل مٹا دیتا ہو سکتا تھا۔ ایک اور توجہ یہ ہو کہ طلب مطلوب کو کچھ بھٹانا چاہیے۔ اس صورت میں طلب اب مطلوب ہوا۔ اسپر ایسا اثر پیدا کر سکتا ہو کہ اسکو بہت فائدہ پہنچے۔ یہ عمل سالکوں و مریدوں کا روزہ پر کیا جاتا ہو جو کہ شیخ کے زیر تعلیم ہوتے ہیں۔ شیخ ابن اسی بروقت تعلیم فرمادے گا و عا و نماز اپنے تمام غشے کے مریدوں کو دے سکتا تھا اور اسطرح سے انکو ایسا لائق کر دیتا تھا کہ وہ اور دن پر وہ ہی اثر پیدا کر سکیں۔ یہ عمل وہ اپنے دور و نزدیک سے کر سکتا تھا اور اپنے عمل سے وہ انکو چاہے خوش و چاہے غموم کر سکتا تھا یعنی وہ حالت خوشی و حالت غم حسب مرضی اپنے اثر طریقی کر سکتا تھا۔

ہشیش

ایک مین نے یہی بشرح بیان کیا ہو کہ درویش معتقد اس اور کے ہیں کہ ذکر حق سے الہام پیدا ہوتا ہو جسکے سبب حال آتا ہو یا باب مذہب مین گروموشی پیدا ہوتی ہو۔ بعض درویش ادویات کے زور سے اگر تمام تو اسے غشی کو نہیں تو دماغ کو تو متھیک و شبہ تحریک دے سکتے ہیں۔ اس ترکیب سے وہ خیالات و خواب مرید کے دماغ مین جنکی تعبیر سے مرشد حال انکی آئندہ کی خوشی کا دریافت کیا کرتے ہیں پیدا کر سکتے ہیں۔ اس مضمون پر ایک اویٹر یونیٹ ہرلہ کہ فلسطینہ مین شایع ہونا ہو کیفیت ذیل مرج کرتا ہو۔

تمباکو وانیون جو مسکرات مین سے ہیں اور جسکے اثر سے عاق پر ایک خاص قسم کی خوشی پیدا ہوتی ہو زمانہ قدیم مین مستعمل تھے بلکہ تھوڑے عرصے سے استعمال انکا عموم مین ہونے لگا ہو۔ اشخاص زمانہ قدیم ان اشیاء سے بلا شک شبہ واقف تھے لیکن انکے اثر سے امام و مرشد و خادمان دین و درویشان ہی مطلع تھے اور حال انکا بطریق راز و اسرار انمیں مخفی تھا مثلاً شوالہ سائپر سس یا شام مین لوگ مختلف قطعات دنیا سے

اپنی مطلب براری کے لیے جمع ہوتے تھے اکثر تو خواہش انکی یہ ہوتی تھی کہ اپنی کسی مشفقہ سے ملاقات کریں یا خواب ایسا دیکھیں جس سے نہ حال انکے آئندہ کی خوشی کا اندیشہ ہو بلکہ اس شخص کو غسل کرا کے اور اچھے کپڑے پہنے کے اور کچھ خاص قسم کی خوراک کھا کے ٹھیک رہیں۔ لیکن جبکہ سلاوت تھے غالباً اس بچہ نے پرامن سکونینہ آجانی ہوگی۔ غرض کہ نشہ کے زور سے ایسا اثر پیدا ہو جاتا تھا کہ دوسری صبح کو اسکی تسلی ہو جاتی تھی کہ شب کو مطلب یہ اسی پر ہوا۔ ہر وقت اسے سمیات عبادت پرستش یقین و مینس و یونانی اہل حشر یا سام سکرا یا ساری یا کسی اور نام سے نامزد کرتے تھے۔ دماغ پر ایسا ہی اثر پیدا ہوتا تھا جبکہ اسے ادویات سکرات سے پیدا ہو سکتا ہو۔

استعمال در اسے شیش کا مطلب اول اول نشہ پیدا کرنا تھا۔ وہ خواب روحانی پیدا کرنے کے لیے متعمل ہوتا تھا۔ اس سے خواب شیرین جسکے ساکنین ممالک شہرانی جیسے شش ہوتے ہیں پیدا ہو جاتا تھا۔ ان ممالک میں جو زیر عالم گورنمنٹ عرب نشہ و دنیا کی قیقت معروفت ہو۔ لیکن خیالات کا دور ہونا یا زائد خواب ان اعلیٰ اور سچے کے اشخاص کے لیے کافی تصور ہوا۔ انھوں نے استعمال ادویات سکرات قوت متحدہ نہ بڑھایا جب تک کہ عالم نشہ میں اُنکو درجہ حاصل ہوا۔ شیش بین کچھ اور ادویات ملنے سے یہ اثر پیدا ہو سکتا ہو گا۔ شیش تو خود سکرات جو جب آسمین کوئی اور نشہ و دماغی قواؤں کا اثر پرانیون سے بھی بدتر پیدا ہوا۔ جب اثر ادویات سکرات کا دماغ پرست جاتا رہتا ہو اور نشہ اتر جاتا ہو دماغ سست پڑ جاتا ہو پس اس صورت میں نسبت فیون کھا یا یونان طلب اسکی زیادہ تر ہو جاتی ہو اور قوت متحدہ کی صحت کے لیے کوششی میں پڑائی ہو پھر اس دوا کھانے کی ضرورت پڑتی ہو جب قدر کو خواہش خوشی حاصل کرنے کی زیادہ ہوئی اسی قدر مقدار اس دوا کی زیادہ کی گئی۔ اس دوا کو چھ مینے استعمال میں لانے سے ایک قسم کا دیوانہ پن پیدا ہو جاتا ہو۔ اور دماغ بالی بن پڑ جاتا ہو۔ شیش

سو نکلنے والے کے مثل افیون کھانے والوں۔ یہ جاتی نہیں رہتی بلکہ بھال رہتی ہے جو اس دھماکو استعمال میں لاتے ہیں وہ دھنکے پیوٹون کے افیون کی دکان پر بیٹ نہیں جاتے ہیں اور کیچر میں لوتے نہیں اور خرابیاں پیدا نہیں کرتے مگر لیکن اثر اسکا افیون کے اثر سے زیادہ تیز اور خوفناک ہوتا ہے۔ خیال اس کے اثر سے زیادہ بھٹکتا پھرنا ہے اور علاج اسکا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ وہ اسے شیش لیونٹ میں اس طرح مستقل ہو جاتی

ہی کہ مشاہدہ کرنے والے کو معلوم نہیں

ہوتا ہے کہ وہ دوا اسے پی ہے۔ بہت

حقہ نوشی کے وہ حقے ہیں جو شکاری تیار

اسکو پلا دینے ہیں اس طرح کہ پیئے والے

کو اسکا شبہ بھی دل میں پیدا نہیں

ہوتا ہے۔ لفظ شیش دراصل لفظ زبان



مصری یا اہل شام ہے۔ کھوش کھوش کہ لفظ عربی ہے معنی پوست آیا ہے۔ قسطنطنیہ میں

اسکو اسرارینے مخفی دوا کہتے ہیں۔ رکی واقع یورپ میں شیش پوست کو کہتے ہیں

جس میں سے کہ وہ دوا نکلتی ہے۔ بہت سے قطعات سلطنت آرمین میں اس درخت

کی بڑی زراعت ہوتی ہے۔ اضلاع ایشیا کوچک و خصوصاً لکومیدیا و برسا۔ دسوپوشیا

میں متصل موسل پوست اچھا و بافراط پیدا ہوتا ہے۔ دوا اسے اکر کے طیار کرنے والے

باہر مکی آن ممالک میں اس غرض سے جاتے ہیں کہ وہ جا کر حال زراعت اس درخت کا

دیکھیں اور ترکیب اسکی بہتر و تحفہ پیدا کرنے کی بنا دیں اور اسکی خاک کو خود جمع کر لیں

تھاران مقامات پر پہونچکر ان آدمیوں کو کہ اپنے ہمراہ لائے ہوئے ہیں کہتوں میں

اس غرض سے بھیجتے ہیں کہ وہ وہاں جا کر پودوں کے سر دھن کو قطع کر دین تاکہ

ہتے جو اسکی دھیمی جزو درخت ہیں زرد و کھڑکین اور بانس طیار پیدا ہوں۔ پندرہ روز بعد

اس عمل کے ان پودوں کو کھاتے کر جمع کرنے ہیں لیکن قبل از فصل کاٹنے کے وہ یہ تحقیق کر لیتے ہیں کہ پتے ان پودوں کے بڑے بڑے اور لمبے دار ہیں۔ اس اندیشے سے کہ مبادا پتے خراب ہو جائیں وہ پودوں کو جڑ سے نہیں اکھاڑتے ہیں بلکہ چھ مین سے کاٹ ڈالتے ہیں پودوں کو اس طرح سے کاٹ کر وہ ایک جھونپڑی میں لیجاتے ہیں اور ہوشیاری تمام پتوں کو جدا کر کے اونی کلیم پر پھیلا دیتے ہیں جب پتے خشک ہو جاتے ہیں ان سب کو نصف کلیم پر یکجا جمع کر کے باقی نصف کلیم سے ان کو کوٹ کر خاک کر دیتے ہیں۔ اس وقت کی اول پیداواری کو فوراً جمع کر لیتے ہیں یہ ان کے اسرار ہوتا ہے اور اس کو سفر ماکتے ہیں پتوں کے ریشوں کو دوبارہ دس بارہ کوٹ کر خاک کر دیتے ہیں۔ ریشوں کی خاک ہونڈا کھلائی ہو اور وہ ایسی اچھی نہیں ہوتی جیسی آسمانوں کی خاک۔ ان دونوں کی قیمتوں میں اس قدر فرق ہوتا ہے کہ اگر خاک قسم اول چالیس فرینک کو بھرتی ہو تو قسم دوم کی خاک دس فرینک سے زیادہ کو فروخت نہیں ہوتی جی۔ قسم دوم قسم اول کی پیمائش ہی نہیں ہوتی جی بلکہ اسمیں شبہ ملاپ کا بھی ہوتا ہے۔ قسم دوم کی خاک کو جھوگر بھی کہتے ہیں۔ وہ فلسطین سے دو خانوں کے نوشدان میں بھیجا جاتا ہے۔ باہر کا خانہ اسکا تو مال کا ہوتا ہے اور اندر کا چمڑے کا۔ کل پیداواری اس حبش کی فلسطین میں ہی صرف نہیں ہوتی ہے۔ یہاں سے اسمیں کے مقصد و شام میں بھیجی جاتی ہے قبل اسکے کہ بازار میں فروخت کے لیے لایا جاوے اسرار کو مختلف مالک ہیں موافق اپنی اپنی خواہش کے مختلف طور سے طیار کرنے ہیں خاص طور سے اسمیں مکھن ملا کر اسکو چکنا و چڑب کر دیتے ہیں۔ فلسطین میں اس کو چب کو ناپسند کرتے ہیں بدینہ کو ذائقہ اسکا شہا ہوا اور چمپک دار ہوتا ہے اور چمپک کے دھان اسے ار کو شکل شیر بناتے ہیں تاکہ تبا کو کے ساتھ نرمی میں پیا جاوے۔ اس سادہ شیرے میں تب بھی کچھ ذائقہ چمپک و چوبی کا رہتا ہے۔ اس کے دور کرنے کے لیے اسمیں کچھ خوشبو دار شے مثلاً ہلدی ملا دیتے ہیں۔ بہار کے مٹنے سے وہ شے خوشبو

و نامہ بنجانی جو بد خو جہ کہ وہ علاوہ سرور نشے کے جو خالص شیش سے پیدا ہوتا ہو ایسے
 شراب شیرین پیدا کرتی جو کہ خوشی و مسہ و بہشت سے مٹے ہیں اور عتے کے اور حالات
 کا تماشا دکھاتی ہو اور اسی وجہ سے مومنین اسکی بڑی قدر کرتے ہیں۔ اسکی عیاری تین
 صورت میں ہوتی ہے اور اسی سبب سے صرف اور ان شخصوں میں استعمال ہی اسکا طریقہ کر کے
 استعمال میں لاسکتے ہیں۔ اور او ایشیا و کوچک جو نسبت ارا و ولایت یورپ زیادہ
 تر یا رسا میں شراب سے کہ خم چڑھا کر پیدا ہوتی ہو پینہ کرتے ہیں اور اسکی جگہ اسکا استعمال
 تین لاکھ تین وہ ہشیاں کو حیرت انگیز شراب کے اثر سے کہیں زیادہ ہوتا ہے جو مذہب
 اسلام میں جائز سمجھتے ہیں۔

مذہب کین فسططیہ کم محرم کو کمزور ہیں اور وہ حالت روح پیدا کرنے کے لیے
 جو اسکا مطلوب طبع ہو اور جو ماسکشی فی تین بنام کیف معروف ہو وہ اس میں تھوڑا
 سا کی یا کوئی اور مانی جو خم چڑھا کر بنا ہو ملا دیتے ہیں تھوڑا سا سرور نشے میں جینے کے
 لیے بظہرین مندرجہ ذیل طیار ہوتا ہے۔

لوہے کی پانڈمی میں تھوڑا سا اسرار الکحل کی آمیزش میں گرم کرنے میں۔ جب ایک
 خاص قسم کی نیر اس میں سے نکلنے لگتی ہو کہ اگر اپنا ناغہ اس پر رکھ دیتا ہو اور تب ایک
 طرف بھرا ہوا بڑا شیرہ کا بیکرا اس میں تھوڑی سی خاک برگ پوست اس اسرار سے
 ملا کر گوند دیتا ہو۔ اس طرح سے باہم مخلوط ہو کر وہ خاک نکل بیٹی بنجانی ہو اور اس میں سے
 بن کی ہو آتی ہو اور رنگ بھی اس کا بن کے رنگ سا ہو جاتا ہے تب اسکو آئینہ پر سے
 آرا کر ایک میز سنگ مرمر پر رکھ دیتے ہیں اور ملائے جاتے ہیں جب تک کہ اجزاء اس کے
 خوب مخلوط ہو جاتے ہیں۔ بعد اسکے اسکو نریشن کریشکل نلی خریدار ول بنا دیتے ہیں۔
 یہ نلی وزن میں چار گرام ہوتی ہو اور ایک پیر کو فروخت ہوتی ہو۔ ایک ہی نلی ہفتہ
 شیشی ہوتی ہو کہ اس شخص کو کہ عادی اسکا نہ ہو مدہوش کرنے کے لیے کافی سے زیادہ

متصور ہو۔ ایک اور طریقہ طیاری تہشیش کا ہو جو بہت مد ورج ہو اور اس ملک کے لوگ اسکو بہت پسند کرتے ہیں۔ وجہ اسکی ترجیح کی اور ون پر یہ ہو کہ وہ سستا بھی ہوتا ہے اور اسکا رنگ بھی اچھا ہوتا ہے اور وہ منجمد و مجسم ہوتا ہے اور اسی لیے اسکو باستانی اچھے ستارے کہہ سکتے ہیں اور بنے معلوم کسی کو کھلا بلا سکتے ہیں۔ اسکو اکثر ایرانی یا ہندوستانی متبا کو کے پانی میں بگو کر پیتے ہیں لیکن وہ جو اسکے اثر کو تیز کیا چاہتے ہیں ہندوستانی متبا کو دھوا ہوا استعمال میں لاتے ہیں۔ وہ تجارتی اسکی تجارت کرتے ہیں آسمین متبا کو مادہ پتہ میں لادو وہ اشخاص جو اسکے استعمال کے عادی نہیں اسکو کام میں لاسکیں۔ از روے کو انہذا حساب و اسناد دریافت ہوا کہ خاک اسرار ہر سال بقعات مذکورہ بالا مقدار میں... ہا۔ کریم سے زیادہ جمع کی جاتی ہو۔

علوم مخلق و مخفی

ہا ملک شرقی بین تعلیم کے اثر سے بہت سے خیالات باطلہ و متوہم جو در باب علوم مخلق و مخفی دائر توفیر و تفسیر و فلسفہ دل میں جاگزین تھے اب نکلتے جاتے ہیں لیکن محض تحقیق ہو کر اب بھی اشخاص درجہ اولے خصوصاً درویش انکے معتقد ہیں اور انکو استعمال میں لاتے ہیں مسئلہ آئین نے اپنی کتاب سابق الذکر میں حال انکا مفصل و مشرت درج کیا ہے جو کچھ کہ میں نے اس کتاب میں فرو گذاشت کیا ہے ناظرین اسکو اس کتاب میں مطالعہ کریں۔

مسلمان بالعموم و درویش بالخصوص بعض آیات قرآن کے ایسے معتقد ہیں کہ وہ یقین کرنے میں کہ انہیں بعض قواسم روحانی موجود ہیں اور انکو وہ مختلف مقامات میں استعمال میں لاتے ہیں۔ محلات شاہی و مکانات اشخاص متمول میں کچھ بطور توفیر حفاظت و حمایت مکان و یمنین کے لیے لکھ لٹکا دیتے ہیں۔ بعض اوقات تو اسساو آہی میں سے کوئی نام مثلاً یا حافظاً لکھا لٹکا دیتے ہیں اور بعض اوقات وہ عبارت کئی الفاظ

سے مرکب ہوتی جو اور کبھی کل آیات قرآنی بھی لکھ کر لٹکائی جاتی ہیں علاوہ ان کے کثرت
محل پناہی و عمارات و مکانات انخاص شمول کے کسی گوشے میں پُرانا جوتا یا کچھا و گنٹھ
لہسن کا لٹکا ہوا ہوتا ہے۔ بعض اوقات وہ تسن بزرگ آسمانی رنگا ہوا ہوتا ہے۔ یہ
نزدیک پُرانا جوتا مکان کو اثر آنسو زدگی اور نزولِ آفات سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ یہ
قیاس میں نہیں آتا ہے کہ عقل و فہم مالک مکان اس تاثیر یا پوش کمنہ کا معق ہوگا
شاید وہ لوگوں کے تعصبات کے سبب سے اسکو لٹکا رہتے دیتا ہے اور اس باب میں
دست اندازی کر کے انکو خبیہ و غلط فہم کیا جاتا ہے۔ یاد آئی کرنا اور اس کے نام کو
لکھ کر لٹکانا موافق عقائد و اصول مذہب اسلام کے ظور میں آتا ہے۔ وہ عقائد و اصول
یہ ہیں کہ بہر صورت اپنے نبین خدا کی مرضی پر چھوڑو اور اسکو ہر وقت اپنا حامی و محافظ
سمجھو۔ مذہبی تقوید یا تسلیم اکثر بیش قیمتی پتھر یا جواہرات مثل عقیق و سنگ سیامانی یا شیم
ہوتے ہیں۔ یا ان سے بھی زیادہ قیمتی جواہرات کے بنتے ہیں۔ انہی مختلف آیات
قرآن یا کوئی مختصر باب قرآن موافق اعتقاد کھودنے والے یا پہننے والے کے کھدے ہوتے
ہیں۔ یا تو ان تقویدوں کو گردن میں ڈالتے ہیں یا بازو پر باندھتے ہیں یا بطرین چھلے
پہن لیتے ہیں۔ بعض اوقات انہی نام علی یا نام چارون خلفا کا یا حضرت محمد نبی اہل اسلام
علیہ السلام کا کھدا ہوتا ہے۔ اگر انکا کھودنے والا شیعہ ہوتا ہے تو وہ انکو ایرانیوں یا درویشوں
کے طور کا بناتا ہے۔ آیات قرآن پر پلہ کا غذا یا دفترین پر لکھ کر اسی طور سے اسی مطلب کے
یسے اکثر لوگ پہنتے ہیں۔ انکو فتن یا تقوید کہتے ہیں۔ بہت سے مسلمان ہر درجے کے
انکو پہنتے ہیں۔ ایک اور قسم کا طلسم یا فتن ہوتا ہے جو علم و فدا یا حساب سے بنتا ہے۔ لوگ
خصوصاً درویش انکی عجیب عجیب تائید کے معتقد ہیں۔ اس علم سے عبارت اعداد ہیں
کسی جاتی ہے۔ تمام حروف ابجد کے لیے زبان عربی میں اعداد مقرر ہیں پس اس صورت
میں کسی نام کو اعداد میں لے آنا آسان ہے۔ تاریخ کسی و لدوات کی اسی طور سے عربوں

ابجد بیان کرتے ہیں۔ اکثر عمارات سرکاری میں چند اشعار کھدے ہوئے لگے ہوتے ہیں انکے اخیر مصرعہ سے بحساب حروف ابجد تاریخ تعمیر مکان کی نکل آتی ہو۔ اسی طور سے اس کتاب کے اخیر شعر سے کہ اخیر سلطان عبد المجید نے واشنگٹن کی عمارت کے لیے بھیجے تھے مجھے ابسا گمان ہو کہ تاریخ تعمیر اس مکان کی بحساب حروف ابجد نکل آتی ہو۔ صرف یہ ہی جانتا کافی ہو کہ کس حرف کے لیے کونسا عدد مقرر ہو۔ جبوقت یہ معلوم ہوا تو ہر حرف کے اعداد بیکر نکل کو جمع کرنے سے تاریخ نکل آتی ہو۔ لفظ بیکٹاسٹن سے تاریخ فقہری و ایجاد اس فرتے کی ششہ ہجری از رو سے بحساب ابجد نکلتی ہو۔

لوگوں کا یہ بھی اعتقاد ہو کہ خدا تعالیٰ نے ہر حرف پر ایک ایک خدا نگار مقرر کیا ہو انکی دانست میں بروقت ضرورت انکو بھی نام لیکر طلب کر سکتے ہیں اور انہیں طالب کسی دعا کے ہو سکتے ہیں۔ خاص خاص نقش یا اسماء کے لیے بھی اسی طور سے ایک ایک فرشتہ یا جن تعینات ہو اگرچہ وہ بروقت طلب دکھائی نہیں دیتے ہیں لیکن تاہم وہ حاضر ہوتے ہیں اور طالب کے احکام کی تعمیل موافق لوگوں کے اعتقاد کے بلاعذر کرتے ہیں۔ وہ نقش یا اسماء خاص دن اور خاص گھنٹے اور خاص خاص مقامات چاند و ستاروں پر لکھے جائیں درندہ اپنی تاثیر بخشیں گے۔ خاص خاص مقامات کے چھ دن پر بھی وہ نفس کھودے جاتے ہیں۔ مثلاً اشتہار مقدس مکہ و مدینہ با قبر و منبر کسی اویسا بابائی فرقہ درویشان کے متصل سے پتھر لاکر ان پر وہ نفس کھودے جاتے ہیں۔ وہ پتھر جو قرب و جوار قبر حاجی بیکٹاسٹن سے لائے جاتے ہیں اس مطلب کے لیے بہت مفید تصور ہوتے ہیں۔ علاوہ آیات قرآن اکثر نام حضرت علی یا خلفائے دیگر و نام محمد صلعم بھی اس مطلب کے لیے مستعمل ہوتا ہو اور دیکھنے میں آیا ہو کہ کچھ اعداد بطور راز و اسرار پالا آب کے اندر اور کناروں پر کھدے ہوتے ہیں تاکہ پانی پینے والے کی آنکھ اس پر نہ پڑے اگرچہ اسطرح حکا کرنا منظور ہوتا ہو کہ کسی میں عشق و محبت پیدا ہو تو جن جو ان حروف پر تعینات ہوتے ہیں

حروف اربع عناصر یعنی آب و تراب و نار و ہوا سے ۲۰ حروف ابجد مندرجہ ذیل متعلق ہیں۔

ا	ب	ج	د	و	ز	ح	ط	ی	ک	ل	م	ن	س	ع	ف	ص	ق	ش	ث	خ	ذ	ر	ز	ح	ط	ی	ک	ل	م	ن	س	ع	ف	ص	ق	ش	ث	خ	ذ	ر
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	

یہ چار مختلف مزاجوں میں منقسم ہیں۔ سات اُمین سے تا ہی ہیں یعنی آقا طہموت کشف کشف اور سات ہی ترابی یا خاکی ہیں تفصیل انکی یہ ہو تو آج ل غ آ غ آ غ اور باوی یا ہوائی بھی سات ہیں یعنی ب کوئی ات جس ان نور اور آبی بھی سات ہیں تفصیل انکی یہ ہو غ غ غ غ کشف غ غ غ سات حروف آبی تو اسلی کلامتے ہیں اور باقی انکے فروغ ایسے کہ خدا نے قرآن میں کہا جو کہ سب چیزوں کو جسے پانی سے بنا یا ہو انکو اربعہ منجکت ہیں۔ اکثر علوم زمانہ حال میں مثلاً طبابت و علم کیمیا اسی میں کچھ درائش ہی نہیں بلکہ عالم و فاضل علم بھی انکا بیان کرتے ہیں اور انکو عنقہ سمیت ہیں

فہرست

جمیع تہذیب و رویشان واقع قسطنطنیہ ناظرین کے مطالعے کے لیے درج کیا جاتی ہیں جنہ میں جو فرقہ جس جس روز نماز پڑھتا ہو اور رسمیات مذہبی ادا کرتا ہو وہ بھی قلمبند کیا گیا ہو۔

میو لیوی۔ جنگو چکر کھاتے والے درویش کہتے ہیں تکیہ انکا پیرا میں ہے۔
سنبلی۔ تکیہ انکے مقامات نحوہ و مصطفیٰ پاشا و استنبول میں واقع ہیں۔

جلوئی۔ تکیہ عزیز محمد افندی کا سکونت گاہی میں واقع ہے۔

نقشبندی۔ تکیہ باغ نقاہ و امیر نجار متصل سببی سلطان محمد کشور کشائے قسطنطنیہ۔

قادری۔ تکیہ عیسیٰ افندی بمقام بیشک توشس۔

نقشبندی۔ تکیہ کیوش گیارہی عبد اللہ افندی بمقام ادریس کیوسک۔

نقشبندی۔ قلعہ رخانہ بمقام ارب۔

جلوئی۔ تکیہ اک شمس الدین بمقام مزیرک۔

روغائی۔ تکیہ موسوم بہ قصبہ متصل سببی سلطان محمد دوم واقع قسطنطنیہ۔

نقشبندی۔ تکیہ شیخ الاسلام بمقام ایت۔

جلوئی۔ تکیہ امیر زمان بمقام شہرائینی۔

جلوئی۔ خانقاہ موسوم بہ تکیہ بمقام ٹوپی کا پو۔

جلوئی۔ خانقاہ موسوم بہ بندر والی زادہ بمقام آناویہ واقع سکوترکے۔

نقشبندی۔ خانقاہ موسوم بہ عثمان افندی بمقام سکوترکے۔

سنبلی۔ تکیہ سینان اردوی بلی متصل مسجد سینٹ صوفیا۔

سعدیہ۔ تکیہ کار مصطفیٰ متصل اکسہ واقع استنبول۔

قادری۔ خانقاہ موسوم بحکیم اوغلو علی پاشا بمقام استنبول۔

قادری۔ خانقاہ موسوم بہ فوری بمقام بیل دوسبی متصل ارب۔

نقشبندی۔ خانقاہ موسوم بہ ہندی لرنکیہ سے بمقام نور خور متصل اکسہ۔

واقع استنبول۔

قادری۔ خانقاہ موسوم بہ پائے پاشا تکیہ سے متصل اولیٰ پیدان صحن مقامات جہاز کے بجھے۔

قادری۔ سیدی تکیہ سے متصل دروازہ اوڑیا نوپل واقع استنبول۔

سنبلی۔ بابت تکیہ سے متصل مسجد بابت واقع استنبول۔

قادری۔ علی بابا تکیہ سے متصل پیالی کوشا۔

قادری۔ ترابی تکیہ سے متصل نوی یارو یا صحن مقامات جہاز۔

نقشبندی۔ بشیر اعانیہ سے متصل سلایم پورنی واقع استنبول۔

نقشبندی۔ ازبک تکیہ سے متصل ببل، سیسی واقع سکوتری۔

خلوتی۔ کلنجی شیخ امین افندی تکیہ سے مقام اوک فلو واقع چمن چیرہائی۔

بیرامیہ۔ عبدی بابا تکیہ سی متصل ایب۔

خلوتی۔ شیخ سنووی افندی تکیہ سے مقام لوگن ہیلرز واقع سکوتری۔

نقشبندی۔ ازبک تکیہ سی مقام چڑھا و محمد پاشا یو کاشی واقع استنبول۔

وفائی۔ الاجا مسجد تکیہ سی متصل دروازہ لشاہی مقام و بیگ۔

خلوتی۔ ایدین اغلو تکیہ سی متصل سلایم پورنی واقع استنبول۔

نقشبندی۔ عزت محمد پاشا تکیہ سی مقام ایب۔

نقشبندی۔ امیر بخارا تکیہ سی دروازہ اوڑیا نوپل واقع استنبول کے باہر

نکلتے ہی ملتا ہے۔

سیدی۔ شیخ غنی تکیہ سی متصل تابوت جلاز واقع سکوتری۔

خلوتی۔ خانقاہ موسوم بہ خلوتیہ تکیہ سی جو مسجد کچوک آیا صوفیہ واقع استنبول کے

اندروں۔

خلوتی۔ فیض افندی تکیہ سی متصل اکاچی گاکن۔

خلوتی۔ شیخ فی حسین افندی تکیہ سی متصل چمن احمدیہ۔

سیدیہ۔ چاکرا آغا تکیہ سی متصل سلما ٹورک واقع استنبول۔

سعیہ۔ کنہی تکیہ سی متصل نو و لما کچا۔
 خلوتی۔ دیوانی مصطفیٰ افندی تکیہ سی چو سجد شیخ جامی واقع سکوتری کے اندر ہو۔
 غامتی۔ اور جید تکیہ سی متصل دروازہ سکوتری واقع استنبول۔
 خلوتی چو لاک حسن افندی تکیہ سی بقیام ارب کسلی۔
 روفانی۔ شربت دار تکیہ سے بقیام فانی متصل چمن خساکے۔
 ترازو۔ کہ کجی تکیہ سے بقیام اتالی زو کا ک چمن لالہ زار۔
 خلوتی۔ پندار تکیہ سے چمن منلوچ۔

شنبہ

سبیلوی۔ میو آبیوی نی نہ تکیہ سے۔
 خلوتی۔ سید ولایت حضرت سی تکیہ سے متصل میدان یاجمین عاشق پاشا از اس۔
 سبلی۔ کشتی حنفی افندی تکیہ سے بقیام فندلی۔
 خلوتی۔ سبھی حنفی تکیہ سے بقیام آبی باوم واقع سکوتری۔
 خلوتی۔ اردو شیخی حافظ افندی تکیہ سے متصل چمن چلیبی محمد خان۔
 سعیہ۔ بچاک تکیہ سے بقیام دفتہ دار۔ کہو سی متصل آدب۔
 روفانی۔ علی فاضل تکیہ سے بقیام تارک لاک واقع خانم پاشا۔
 قادری۔ پشماک جی تکیہ سے بقیام کچوک پیالی پاشا۔
 خلوتی۔ سعادت چاش تکیہ سے بقیام آینالی باکل متصل دروازہ سکوتری۔
 روفانی۔ شیخ کبیل افندی تکیہ سے متصل عورت بازار واقع استنبول۔
 روفانی۔ بربر لبر سخی عثمان افندی تکیہ سے بقیام یازو آغاملاسی نوپ کا پو۔
 حیرامیہ۔ محمد آغا تکیہ سے در سجد مذکورہ بالا۔
 یکشنبہ و چار شنبہ

خلوتی۔ بیل جی زادہ افندی تکیہ سے مسجد عثمان جی پاشا جدید۔
 قازق۔ برما جی بابا تکیہ سے بمقام لیمین پاشا واقع سنیری۔
 قازق۔ شیخ محمد خفاف تکیہ سی بمقام بلجی لوشی واقع کچوک تھمن۔
 خلوتی۔ شیخ فیض اللہ افندی تکیہ سے بمقام احمدیہ واقع سکوتری۔
 سنہلی۔ برام پاشا تکیہ سے متصل خساکی مسجد واقع استنبول۔
 خلوتی۔ امیر کر تکیہ سے متصل دروازہ سلمی۔

قازق۔ کوسی افندی تکیہ سے متصل خانقاہ بیمارستان سے۔
 قازق۔ حمادی افندی تکیہ سے بمقام مرستان پاشا۔
 سعیدیہ۔ سچجی زادہ تکیہ سے بمقام گھات مہین واقع سکوتری۔
 سعیدیہ۔ کرچی مصطفیٰ افندی تکیہ سے بمقام ایب۔

یکشنبہ

نیولیہ تی۔ قاسم پاشا نیولیہ تی خانہ۔
 نقش بندی۔ شیخ مراد تکیہ سے متصل اوبیک جاز۔
 نقش بندی۔ مراد ملا تکیہ سے بیازار پھار شنبہ۔
 نقش بندی۔ امیر خا۔ تکیہ سے متصل دروازہ اگر می کپو۔
 نقش بندی۔ سلیمی افندی تکیہ سے بمقام بابا حبیب متصل ایب۔
 خلوتی۔ جمالی زادہ تکیہ سے بیرون دروازہ اگر می کپو۔
 نقش بندی۔ مصطفیٰ پاشا تکیہ سے بیرون دروازہ اڈر بانو پل واقع استنبول۔
 وفائی۔ سچلی افندی تکیہ سے متصل چشمہ چراغ جی بمقام کچک مصطفیٰ پاشا۔
 سعیدیہ۔ شیخ علی افندی تکیہ سے متصل اڈر بک لردادی تکیہ سے بمقام ٹاٹولا۔
 خلوتی۔ بلذر تکیہ سے متصل کچم کپوسی واقع استنبول۔

سعیدہ۔ سنجک دار ہرید دین تکیے سے متصل مسجد نجفین۔
 قاورز۔ جبر ویدی تکیہ سے متصل سرائے خانہ۔
 رونائی۔ لکھی زادہ تکیہ سے متصل دروازہ نو۔ وہ تروسس تکیہ ہی۔
 نقشبندی۔ سلیم بابائے سے متصل چنار۔
 خلوتی۔ شیخ سلیم افندی تکیے سے متصل صوفی لہ۔
 خلوتی۔ آملی نشان تکیہ سے متصل مسجد کرک جی بقیام ٹوب کاپو۔
 نقشبندی۔ نوری افندی تکیے سے متصل ٹوب کاپو۔
 نقشبندی۔ وشتی احمد افندی تکیے سے بقیام لالزار۔
 سنبل۔ میر اکبر تکیے سے متصل ہفت برج۔
 خلوتی۔ حاجی قدین تکیے سے بقیام ساتھیہ۔
 خلوتی۔ خمر آزادہ تکیے سے متصل نشان جی پاشا جدید۔
 نقشبندی۔ رقم افندی تکیے سے بقیام زنجری کیو واقع استنبول۔
 سعیدہ۔ عرب حسن افندی تکیے سے متصل باب میولیومی خانہ۔
 خلوتی۔ حافظ افندی تکیے سے بقیام بیکوس۔
 رونائی۔ ٹو اگیٹیبسی تکیہ سے بقیام سکوتری۔
 قادری۔ علم گوہم تکیہ سے بقیام زنگری کیو بقیام سکوتری۔
 نقشبندی۔ اروک تکیے سے متصل داؤد پاشا۔
 قادری۔ جدو حاجی ویدی تکیے سے ٹولنس باغ کے اندر بقیام سکوتری۔
 قادری۔ عبد اسلم تکیے سے بہکوس کیوئی۔
 خلوتی۔ شیخ حافظ افندی تکیے سے متصل کراہا احمد بقیام سکوتری۔
 خلوتی۔ خلوتی تکیہ سے اندرون مسجد کا متصل کیوسک کلمے طار۔

تھامری۔ تاشی جی تکیہ سے بمقام قاسم پاشا اندرون بابی سبیل۔
 سنبل۔ سفونی تکیے سے بمقام آغا پیر متصل دروازہ سلوریا۔
 غلوی۔ اوکسر جابا تکیے سے متصل اگر جا۔
 غلوی۔ سترارک زادہ تکیے سے بمقام ایب متصل نشان بھار۔
 تھامری۔ شیخ غافل افندی تکیے سے متصل الہی مدر۔
 نقشبندی۔ پیگلہ تکیے سے بمقام سیدہ واقع سکوتری۔
 بیرامیسہ۔ یازمکیہ بمقام سلا جاک واقع سکوتری۔
 غلوی۔ کوسرہ مصطفیٰ بابا تکیے سے بمقام چارن ڈورہ واقع سکوتری۔
 سعیدہ۔ حبیب الدین افندی تکیے سے بمقام چارن ڈورہ واقع سکوتری۔
 نقشبندی۔ شیخ سید افندی تکیے سے بمقام گندی واقع گھاٹی۔
 نقشبندی۔ جان فدا تکیے سے بمقام قیہ نوش
 دوشنبہ

نیولیوسی۔ یانی کا پو نیولیوسی خانہ سے۔

غلوی۔ نور الدین جبرائی تکیے سے متصل کا۔ المراک واقع استنبول۔
 سعیدہ۔ عبد اسیم تکیے سے متصل حسن پاشا خان۔ یہ تکیہ بنام کو غامی شیخ تکیے سے
 معروف ہو۔

روفاٹی۔ یحییٰ افندی تکیے سے بمقام ایب۔ یہ خانقاہ بنام حبیب افندی تکیے سے
 معروف ہو۔

روفاٹی۔ کاراسرک لڑکیے سے متصل مفتی حمام۔
 نقشبندی۔ دیکر زادہ تکیے سے بمقام بیگلک نوش۔
 سنبل۔ حاجی آدم تکیے سے متصل بادی کولی ہا ہفت برج۔

شذلی - شذلی تکیے سے متصل دیہ علی بی -
 جلوتی - سلیم علی افندی تکیے سے بمقام بیشک نوش -
 قادری - نظامی زادہ تکیہ سے متصل شہر اینی -
 خلوتی - مٹھک تکیے سے بمقام بیشک نوش -
 سعیدیہ - فذک زادہ تکیہ سے بمقام یساک کلہ رم -
 خلوتی - التون جی زادہ تکیے سے بمقام اکشی کاراوت -
 قادری - پیک دیدی تکیے سے متصل دروازہ سلوریا -
 خلوتی - پیکہ زادہ تکیے سے متصل اسکی علی پاشا -
 بدآوی - حبیب افندی متصل یوپ تاشی واقع سکوتری -
 خلوتی - بازار جین تکیے سے بمقام خوجہ مصطفیٰ پاشا -
 سعیدیہ - جگرم دیدی تکیے سے متصل میرین بیرکس -
 روفانی - جندی نرم تکیے سے بمقام الہی مرم -
 نقشبندی - نقشبندی تکیے سے مسجد کرشنندی حسن واقع گلاٹا -
 قادری - شیخ عمر افندی تکیے سے بمقام حاجی امین متصل گرمی کپوسو واقع استنبول -
 خلوتی - حسن افندی تکیے سے مسجد جہانگیر -
 خلوتی - عاشق کرمانی تکیے سے بمقام سد لیجا -
 سعیدیہ - عبدالباقی تکیے سے بمقام کاوی کیوی -
 خلوتی - فضل الہی متصل بازار عثمان افندی تکیے سے بمقام آٹھ بازار واقع استنبول -
 قادری - تاش جی تکیے سے متصل داؤد پاشا اکالاسی -
 کشنی - ناتار افندی تکیے سے بمقام ٹوپ خانہ -
 خلوتی - فناء تکیے سے بمقام ملاکیووانی -

خلوئی - میر حسین احمدی تکیے سے متصل اسکی علی پاشا -
 نقشبندی - کریمز تکیے سے بمقام ادریس کسکی -
 سعدیہ - بدر الدین زادہ لرتکیے سے بمقام ہمایہ شبہ -
 قادری - قادری تکیے سے متصل چاگا لازادہ سہرا -
 خلوئی - طغزاجی تکیے سے بر پشت جہانہ سلج خانہ -
 بیرامیہ - عبد الصمد افندی تکیے سے بمقام فاجد خانہ -

سہ شنبہ

قادری - اسماعیل رومی حضرتی تکیے سے بمقام توپخانہ معروف بہ بکا ورخانہ -
 سنبلی - شاہ سلطان تکیے سے بمقام بہاریہ معروف بہ پنجانی افندی تکیے سے -
 بدادی - شیخ متطقی افندی تکیے سے متصل ناما والا واقع اوزن بول -
 سعدیہ - محمد افندی تکیے سے بمقام کاراگمک معروف بہ اجدر افندی تکیے سے -
 گلشنیہ - کیو جی شیخ علی افندی تکیے سے متصل ملا عاشقی -
 جلوئی - سزارک زادہ تکیے سے بمقام کبرتی متصل مسجد محمد دوم -
 نقشبندی - کسفی افندی تکیے سے اندرون مسجد لقیلی واقع درالمن -
 سنبلی - ابراہیم پاشا تکیے سے بمقام کم کا پو اندرون مسجد نشام جی -
 سنبلی - کورک تکیے سے متصل ملا خورانی -
 خلوئی - اسماعیل افندی تکیے سے بمقام بانی کیوئی -
 سعدیہ - کا پو اگاسی اسماعیل آغا تکیے سے متصل آغا مہم واقع سکوتری -
 بیرامیہ - بزجی زادہ محی افندی تکیے سے بمقام دین مہلی واقع سکوتری -
 قادری - کرتال احمد افندی تکیے سے بمقام بازار باشی واقع سکوتری -
 گلشنی - ہوی افندی تکیے سے بمقام شہر اپینی -

عاشقہ۔ محمد افندی تکیے سے بquam چچا جبر۔
 قادری۔ محمد افندی تکیے سے بquam آب متصل دیہ خانہ۔
 پراسیدہ۔ ناول محمد افندی تکیے سے متصل اتنی مرمر۔
 سیدیہ۔ شیخ جوہ تکیے سے بquam او کی میدان۔
 خلوتی۔ شوکی مصطفیٰ افندی تکیے سے متصل مہار۔
 سعیدہ۔ کلامی تکیے سے بہ چار سو بquam میلا۔
 نقشبندی۔ سالیہ افندی تکیے سے متصل درآگن۔
 سعیدہ۔ شیخ آیین افندی تکیے سے بquam پاشک جی چیر۔
 خلوتی۔ میرستان تکیے سے بquam عاشق پاشا۔
 جلوتی۔ بدجی لار تکیے سے متصل عزیز محمد افندی دافع سکوٹری۔
 خلوتی۔ خواجہ زادہ الحاجی احمد افندی تکیے سے بquam زیرک۔

چار شنبہ

میویوی بشک ناسن میویوی خانے سے۔
 خلوتی۔ ادومی سان تکیے سے متصل بیت بquam ود کی جی لر۔
 سعیدہ۔ حضری زادہ تکیے سے بquam سد لوجا۔
 روفائی۔ شیخ ہلادی تکیے سے بquam بوز تان خان کیری۔
 سنبلی۔ عباسی زادہ تکیے سے متصل درآگن۔
 ملاورز۔ شیخ رسمی تکیے سے متصل کاراگرک دافع استنبول۔ یہ خاتواہ معروفت
 بہ لقبہ لکھتہ ہے۔
 خلوتی۔ اک بابک تکیے سے متصل اخور کپوس سو۔
 سبکی۔ ملا حاجی تکیے سے بquam مینی کپوسو۔

نقشبندی۔ چکر ویدی تکیے سے بمقام شہزادہ ہاشمی۔

خلوتی۔ کشفی تکیے سے متصل شہزادہ ہاشمی۔

خلوتی۔ ترسن ویدی تکیے سے بمقام رومانی حصار۔

قادری۔ رملی تکیے سے متصل شہر ایمنی۔

قادری۔ یانک تکیے سے بمقام فرہاد واقع قاسم پاشا۔

خلوتی۔ اسکندر بابا تکیے سے متصل آغا حماد واقع سکوتری۔

ردفانی۔ شیخ قوری تکیے سے ویگلر میدان واقع سکوتری۔

جلوتی۔ ابراہیم افندی تکیے سے بکول مسجد واقع بکری۔

خلوتی۔ امی احمد افندی تکیے سے متصل مسجد چنبلی واقع سکوتری۔

خلوتی۔ ادلس افندی تکیے سے بمقام چاسخی ویری۔

گاشتی۔ سید افندی تکیے سے مسجد یاشن جی بمقام خاساکی۔

قادری۔ قادریہ تکیے سے بمقام توپخانہ۔

جلوتی۔ سلیمی علی افندی تکیے سے بمقام جلد جا۔

جلوتی۔ جلوتی تکیے سے بمقام توپخانہ متصل اکار جا۔

خلوتی۔ بھی گنودا تکیے سے بمقام قاسم پاشا متصل جمیع بازار۔

جلوتی۔ قنارہ تکیے سے بمقام الایا بنا رہ واقع سکوتری۔

یرامہ۔ حبیب طیف تکیے سے بمقام آسہ اے۔

خلوتی۔ علی افندی تکیے سے بمقام اجی مشہد متصل دروازہ اڈریا نرمل۔

رومانی صوبہ زادہ تکیے سے متصل توپخانہ بمقام فیروز خانہ۔

سنبلی۔ سید تکیے سے بمقام مہار چارسو۔

خلوتی۔ سید خلیفہ تکیے سے بمقام قناتی۔

قادر سی۔ بنانی تکیے سے بمقام توخمانہ۔
 قادر سی۔ میر حسن تکیے سے بمقام قاسم پاشا۔
 قادر سی۔ بیل کالاحمد افندی تکیے سے متصل میولیوی خانہ۔

چخشنبہ

میولیوی۔ یانی کا پو میولیوی خانے سے۔
 نقشبندی۔ مرکز افندی حضرت سی تکیے سے بیرون میولیوی خانہ۔
 نقشبندی۔ احمد انجاری سی تکیے سے بمقام کابین وکیلک واقع استنبول۔
 نقشبندی۔ بھی افندی حضرت سی تکیے سے بمقام میولیوی خانہ۔
 نقشبندی۔ شہزادی تکیے سے بمقام کابین وکیلک واقع استنبول۔
 روفانی۔ الیائیک علی افندی تکیے سے مسجد زہکری بمقام لالہ زار۔
 نقشبندی۔ بینک جی زاود تکیے سے متصل مسجد بیکر پاشا۔
 حمید۔ عابد علیبی تکیے سے متصل خاضی شہب۔
 خلوتی۔ الہک جی محمد افندی تکیے سے متصل اوت لاگبی بوکشی۔
 نقشبندی۔ سمانی زاود تکیے سے بمقام مذکور کوبالا۔
 سعید۔ تاشل بیرون تکیے سے متصل ایب۔
 نقشبندی۔ یولک لوبیر تکیے سے بمقام ایب۔
 نقشبندی۔ امیر خجاری تکیے سے بمقام اوتاک جلار۔
 نقشبندی۔ سلیمہ تکیے سے بمقام سکوتری۔
 نقشبندی۔ قاسم الدین عاشقی تکیے سے بمقام قاسم پاشا۔
 خلوتی۔ کللی محمد پاشا تکیے سے بمقام میدان واقع استنبول۔
 نقشبندی۔ صادق افندی تکیے سے بمقام الاجد عماری واقع سکوتری۔

نقشبندی۔ مدانیہ لی زادونیکے سے متصل بابی ہمایون واقع استنبول۔
 بیرامیہ۔ ہمت زادونیکے سے متصل نقاش پاشا۔
 روفائی۔ محمدتوس الدین افندی نیکے سے متصل بانی کچھ۔
 نقشبندی۔ تاجیرخان نیکے سے متصل اسباب ہائی چشمی۔
 سعیدیہ۔ بھام بینر نیکے سے متصل ہمایون واقع استنبول۔
 نقشبندی۔ آغا شیخ نیکے سے متصل کتب خانہ۔
 نقشبندی۔ سید بابا نیکے سے متصل قاسمی۔
 قاورز۔ شیخ قلم افندی متصل قاسمی۔
 نقشبندی۔ درونی نیکے سے متصل کمریزنگن۔
 نقشبندی۔ تاجیر محمد افندی نیکے سے بھام رومالی حصار۔
 نقشبندی۔ بابا امید نیکے سے متصل آیت۔
 خلوتی۔ خلوتی نیکے سے متصل انادیہ واقع سکوتری۔
 سعیدیہ۔ خلیل پاشا نیکے سے متصل گھاٹ داود پاشا واقع استنبول۔
 خلوتی۔ حبیقی عثمان افندی نیکے سے متصل الری کا پور۔
 خلوتی۔ خلوتی نیکے سے متصل ارچنہاسی واقع آیت۔
 نقشبندی۔ اثنا افندی خلیفہ سی نیکے سے بھام انادولی حصار۔
 روفائی۔ روفائی نیکے سے بھام اسکی منزل خانہ واقع سکوتری۔
 نقشبندی۔ محمد اثنا افندی نیکے سے بھام تھان ایجاب۔
 نقشبندی۔ سعیدی بنی نیکے سے متصل یواک سک کالدزم۔
 بیرامیہ۔ ہاشمی عثمان افندی نیکے سے بھام کاکشہ واقع ہاسم پاشا۔
 خلوتی۔ چلی جالی محمد افندی نیکے سے متصل چاش ڈیری واقع سکوتری۔

نقشبندی۔ سلیم بابائیکے سے بقیام سلطان پٹنہ واقع سکوتری۔
 قادری۔ حاجی ابیس ٹیکے سے متصل اگرہی کا یہ واقعہ جٹی۔
 خلوتی۔ رانی افندی ٹیکے سے بقیام نوگنجا واقع سکوتری۔
 خلوتی۔ مغوتی افندی ٹیکے سے بقیام ایضا۔
 خلوتی۔ کاراباش علی افندی ٹیکے سے بقیام اسکی جامی والدہ واقع سکوتری۔
 خلوتی۔ سرمانٹیکے سے متصل دروازہ اٹریا نوہل واقع استنبول۔
 نقشبندی۔ دو لجر او خلوتیکے سے متصل قنات خانہ۔
 خلوتی۔ کشت اولیٰ ابوزہر افندی ٹیکے سے بقیام منگلی بقال۔
 خلوتی۔ شیخ سلیمان افندی ٹیکے سے بقیام بکوس۔
 سعیدیہ۔ سلطان عثمان ٹیکے سے بقیام سیراسر ویز واقع اوگاجدر۔
 خلوتی۔ سیواسی ٹیکے سے متصل مسجد سلطان سلیم واقع استنبول۔
 نقشبندی۔ اگوان لارٹیکے سے متصل مسجد صیقلی واقع سکوتری۔
 خلوتی۔ کاراباش ٹیکے سے متصل رومالی حصار۔
 خلوتی۔ کاراباش ٹیکے سے بقیام توپخانہ۔

باب پانزدہم

مسٹر ایم ای بونی سی نے بڑا صحیح صحیح اور دلچسپ دلچسپ نوارخ ممالک شہرتی
 لکھنے والا اپنی کتاب کے ایک باب میں مال درویشان قلعہ کرناہر۔ بن اسمین سے
 مضامین مندرجہ ذیل نقل کرتا ہوں۔

اس مصنف کا یہ بیان ہے کہ اگر علماء ملک روم کو ملکی اپنی اصلی حالت میں خادمان
 دنیا داران تصور کریں تو درویشوں کو خادمان فرقہ دین سچی سمجھ سکتے ہیں۔ وہ لوگ

مجراد قیافہ سے دریاے گنگ ناک پھیلے ہوئے ہیں اور بنام درویش و صوفی و سنت و فقیر نامزد ہیں۔ وہ مذہب اسلام کے دینداروں میں اسی طرح ہیں جیسے کہ علماء اسکی تبعیت جانتے والے ہیں۔ یہ دونوں گروہ باہم ایسے دشمن ہیں کہ صلح انہیں منع الودع ہے۔ یہ دونوں مخالفت گروہ ملک و مہین موجود ہیں۔ وہ باہم ایک دوسرے سے مخالفت کرتے ہیں۔

یہ بھی ضروری ہے کہ انکو ہر باب میں مشابہ نہ سمجھنا چاہیے۔ درویش تو خود دولت مند چھوڑ کر اسکو غریب غربالی پرورش میں صرف کرتے ہیں۔ درویش کے معنی زبان فارسی میں در بدر بھیک مانگنے والے ہیں پس وہ لفظ انکی مفہمی پر دلالت کرتا ہے۔ درویش اسکو بھی کہتے ہیں جو اپنے تئیں اور دن کی امداد کے لیے فقیر کو دیتا ہو۔

مسلمانوں میں حضرت علی اول تک جعفرین نے کہ اپنی دولت دنیا کو غریب و مساکین پر تقسیم کیا۔ یہ امر ان سے کچھ اظہار عمل تو ظہور میں نہ آیا بلکہ وہ اس مقولہ قرآن پر کاربند ہوئے کہ دنیا میں وہ بہتر شخص ہے جو انسان کو فائدہ پہنچاتا ہے انکی دیکھنا دیکھی بہت مسلمان انکے قدموں پر چلنے لگے۔ وہ باہم متفق ہوئے اور انکے سرگروہ حضرت علی مفسر ہوئے۔ وہ بنام صفا صافی معروف تھے۔ یہ لفظ صافی سے کہ زبان عربی میں صفت ہے بمعنی صاف کھلا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ مفہمی و غریبی میں اوقات بسر کرتے تھے اور آداب طریقت قرآن پر کاربند ہوتے تھے۔ رفتہ رفتہ درویش اپنے ارادہ اصلی سے منحرف ہو گئے۔ گوشہ نشینان بن دیوان کو دیکھا اور حسن و خوبی گوشہ نشینی و یاد آئی کو پسند کر کے وہ گوشہ نشینی اختیار کرنے لگے اور تارک الدنیا ہونے لگے اور خواہان سرور و یاد آئی ہوئے۔ تھوڑے ہی عرصے بعد وہ گروہوں میں متفق ہو کر اس طریقے پر چلنے لگے۔ جعفرین نے طریقہ ریاضت سخت و زشت اور جعفرین نے طریقہ تعصب و محال دیوانگی پیدا کی اور بسبب استعمال تو امد نہ ہی وہ اہمیت رکھتے

آئیں انہیں ایسے درویش پیدا ہوتے جو ہمارے فرقہ مذہبی سے مشابہت رکھتے ہیں
درویشوں میں مسائل مذہبی و مقولے ان قوانین سے مختلف ہیں جنہر و غسل
کرتے ہیں۔

مسائل مذہبی اُنکے وہ ہیں جو مما لکشف فی بین قبل از آغاز مذہب اسلام
مدت دراز سے موقوفین میں جاری تھے اگر ابتدا و بنائے مذہب صوفی دریافت
کیا جائے تو نہایت زیادہ قدیم ہیں کہ عالم آئی پذیر یہ مخفی، اسس پر وہ ان طریقہ یعنی گوس
و پلیٹو اسکندریہ سکھایا جاتا تھا۔ بیان کرنا چاہئے کہ اگر بغور و قیاس و تحقیق تو صاف
یقین ہو جائیگا کہ باوجود انقلاب نامہ و انقلاب مسائل و اشتباہ نامہ متعصبان مذہب
نشان حکمت اہل یونان و ہند حکمت اہل عرب میں پایا جاتا ہے۔ اس طرح دیکھنے
میں آتا ہے کہ حضرت محمد معلوم ہے ایک صدی سے کچھ زیادہ پہلے و قبل فرماتے تھے۔ اور
وہ دس دو فرقوں مشائخ و ائمہ اربعین سے نکلتے تھے اور چونکہ مسائل حکمت عرب دو
بڑے حکماء یونان کے مسائل سے ملتے ہیں اور نام بھی کچھ ملنے ہوتے ہیں تو ہم کو وہ
دو بڑے حکیم یعنی ارسطو کہ معلم الارستنائیس و پلیٹو کہ افلاطون آئی کہلاتے تھے یا
ماتے ہیں یہ امر واقعی جو حسین ذرا بھی شبہ نہیں کہ باوجود کہ پلیٹو افلاطون آئی
کہلاتا تھا اور حکمت یونان میں اس نسب کے لقب تھا تاہم وہ وہی پلیٹو اپنے شاگردوں
میں متبعار باب مذہب و اخلاق میں حسب بیان مورخ و آریستیس کہتا تھا کہ مجھ کو
مطلق و حیرت ہونا اور جمیع قواعد عقلی کو اپنے حواس خمسہ باطنی کو بالکل معدوم کرنا
کمال درجے کی نیکی ہے۔ بسبب ظہور قرآن و کتب حکمت قدیم یونان یہ ملک عسیر
قریب قریب ایک ہی عہد میں توارخ حکمت اس ملک کے ایک نئی صورت پھڑی۔
اس عہد تک ملک عرب میں حال حکمت یونان صرف کچھ پذیر و بہرہ زبانی روایات کے
معلوم تھا۔ باب حکمت جو اس زمانے تک بلا اثرات غیرہ علمانی کرتا چلا آیا تھا اب

مذہب بھی اسمیں شریک ہوا اور ان دونوں کے اثر سے دو مصلیٰ فرستے سابقین الذکر اپنے اپنے مسائل پر کاربند ہونے لگے۔ فرقہ مسیحین تو منظم رہے اور انخاص فرقہ پشورین صوفی بن گئے۔ صوفی کے نام کی اصلیت کیا ہو چہ کہ اتنے رسالے لکھے گئے ہیں۔ کیا یہ لفظ صانی سے نکلا ہو جو حضرت علیؑ نے اس فرقے کا نام رکھا تھا جسکے وہ سرگروہ تھے یا غایت کہ نام ایک مقام کا ہو متصل کیسے کے بالفاظ صوف سے کہ معنی اون یا پارچہ اونیاں جو بسکایہ یا فرقہ جامہ پہنا کرتا تھا اسوجہ سے کہ وہ علامت غیبی و فروتنی کی ہوتا کہ وہ اور فرقوں سے تمیز کیا جاوے۔ بایہ کہ لفظ یونانی ہو جو بائبل کے غلط العام صوفی ہو گیا ہو۔ یہ سوال اسقدر لائق توجہ نہیں جیسا کہ مسائل مذہب صوفی قابل تحقیقات تصور ہیں۔ مثلاً و جمیع مسائل صوفی سوائے اسکے کچھ اور نہیں کہ ہم سب خدا ہیں جیسا کہ بیان مندرجہ ذیل سے کہ مولانا جلال الدین اپنے مرشد سے مخاطب ہو کر کہتا ہوتا ہوا۔

او میرے مرشد تھے مجھے یہ سکھا کر کہ تم خدا ہو اور تمام سب چیزیں خدا ہیں میری تسبیح کو کامل و ختم کیا۔ مختلف طریقہ ہائے عکمت ہندو یونان تو صرف اسی خدا محمد و دتھے کہ روح انسان جاودانی ہو۔ اور وہ ذات بدی نقالے امین سے نکلی ہو اور اس دار فانی میں اپنی حالت اصلی سے خراب ہو گئی ہو اور وہ پھر ذات باری نقالے امین بلحاوی لگی لیکن صرف صوفیوں نے روح انسان کو ذات حق نقالے امین سے بشکل مادہ نکلتے ہو دیکھا ہو کہ وہ اسکو شعاع آفتاب سے تشبیہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صبر طرح سے کہ شعاعیں آفتاب سے مدام ٹکڑے ٹکڑے ہوتی ہیں جذب ہو جاتی ہیں اسی طرح سے ارواح انسان ذات باری نقالے امین سے ٹکڑے ٹکڑے ہوتی ہیں شامل و جذب ہو جاتی ہیں پس تشبیہ کو وہ جمیع مخلوقات پھیل سینکا لاتے ہیں۔ اسی طرح کی تشبیہات کتب مذہب صوفی میں بیشمار درج ہیں۔ میں چند انہیں سے کہ بہت مشہور و معروف ہیں اسجا لکھتا ہوں۔ تم سمندر و دھروں کو دیکھتے ہو لیکن کیا تم اسوقت یہ یقین نہیں کرتے ہو

کہ وہ ہاجم ایک دوسرے سے مختلف ہیں مہر موت سمندر بھولتا ہی لہرین پیدا ہو جاتی ہیں اور جب لہرین بیٹھ جاتی ہیں تو وہ پھر آب سمندر ہو جاتی ہیں۔ اس بطور سے انسان خدا کی لہرین ہیں جو بعد موت کے پھر اسمین مل جاتی ہیں۔

تم کا غر پر سیاہی سے حروف ایجاد لکھنے ہو لیکن یہ حروف اس سیاہی سے کچھ مختلف نہیں جس سے کہ نئے انکو لکھا ہو۔ اسی طور سے مخلوقات عالم خدا کی آفت۔ بے ہی جو پھر اسمین تلپیں ہو جاتی ہیں۔ شیخ کا بلی مراد دوم کا ہمعصر تھا۔ علمائے نسبت اس کے بہت فرق دیا تھا کہ اس کا جیتا چمڑہ اتار لو۔ اس شخص نے بر ملا عوام میں یہ درس دیا تھا کہ روح انسانی ذات باری تعالیٰ میں تلپیں ہو جاتی ہیں اور بعینہ اسی طور سے مہیا کہ قطرات باران آب سمندر میں مل جاتے ہیں وہ اسمین شامل ہو جاتی ہیں۔ یہی نوزائے زمانہ جدید میں اس بات کو ثابت کرنا چاہا تھا کہ خدا اور مادہ ایک ہی۔ بوجہ اسی مسئلے کے پرستش خالق مخلوقات میں ضروریات سے منظور ہوئی ہو یعنی مخلوقات و کارخانہ آدمی کی پرستش کرنا عبادت خالق ہو۔ صوفی بھی اسی مسئلے کی تعلیم دیتے ہیں۔ قرآن کی ایک آیت سابق الذکر میں یہ آیا ہے کہ انسان کو یہ طاقت بخشی نہیں گئی ہے کہ خدا اس سے ہم کلام ہو اگر وہ انسان سے گفتگو کیا چاہتا ہو تو بذریعہ الہام یا پردہ کرتا ہے۔ پس انسان کو یہ سعی و کوشش کرنی چاہیے کہ بزور عشق خالق و رفق جدائی از ذات باری تعالیٰ اس پر دے کو درمیان سے اٹھاوے پردہ جدائی از میان برداشتن زبان مالا شرفی میں ایک دورہ ہو بڑا مروج۔ کیا موافق اس مسئلے کے یا بوجہ اس منقولہ قرآن کے کہ خالق نے مخلوقات کو اپنی ذات میں سے نکالا اور پھر اسی میں داخل کر لیا اور کچھ فرقہ ان باب خیم آیت ۵ صوفی یہ دعوے کر سکتے ہیں کہ مسئلہ انکا مطابق مسئلہ قرآن کے ہے جو حقیقت ہے جو کہ انھوں نے اس مسئلہ قرآن کو بگاڑا ہے۔ وہ محمد معلم کی پیروی کے متکبر نہیں لیکن انھوں نے منہ نصائح و مسائل مندرجہ قرآن کے بطور مشادہ و کنایہ

تنبیہ کیے ہیں۔ اگر اصلی کنہی سے وہ اس قفل کو کھولتے تو وہ صحیح ترجمہ کرتے اور دھوکا
 لگھاتے۔ اس عہد میں بھی وہابی جنکو کہ سلطان محمود بالکل نیست و نابود نہ کر سکا تمام
 بلج فارس کے گرد نواح میں موجود ہیں اور وہ سوائے قرآن کے جسکا ترجمہ انسان
 کی عقل سے ہوا ہو کسی اور سند کو مانتے نہیں ہیں۔ وہ نہ تو پیغمبروں کو اور نہ اماموں کو
 مانتے ہیں۔ صوفی ابتدا میں ہی خلافت اس مسئلے کے عمل کرتے تھے اور جن نتائج بد کے
 پیدا ہوتے کا آنکی تعلیم سے اندیشہ تھا ان سے وہ پرہیز کرتے تھے یعنی وہ باب اخلاق بدستی
 و بصحت تمام سکھاتے تھے وہ ہمیشہ یہی درس دیتے تھے کہ باہم اتفاق رکھنا چاہیے
 اور طریقہ پرہیزگاری اختیار کرنا چاہیے اور سب پر شفقت و مہربانی کرنی چاہیے۔ وہ
 آپ بھی اسی طریقے پر چلتے تھے۔ انکایہ مقولہ ہو کہ دنیا میں جہالت کے سبب سے برائیاں
 پیدا ہوتی ہیں۔ اور وہ ہی باعث نا اتفاقی و تصور کا انسان ہیں ہو۔ بعض م نہیں
 کے اس باب میں قصہ مندرجہ ذیل بطور مثال و سند درمیان میں لایا کرتے تھے
 اور بر محل پڑھا کرتے تھے۔

چار سافرون نے جنہیں سے کہ ایک تو اہل عرب تھا اور دوسرا ایرانی اور تیسرا
 یونانی اور چوتھا ترک۔ باہم متفق ہو کر یہ اقرار کیا کہ ہم ملکر ساتھ کھانا کھایا کریں گے چونکہ
 انہیں سے ہر ایک کے پاس دس دس روپے تھے تو انھوں نے باہم متفق ہو کر یہ صلاح
 کی کہ اس روپے سے کیا چیز خریدیں۔ ایک کی رائے غناب خریدنے کی ہوئی اور دوسرے
 کی انگور اور تیسرے کی ازدم۔ اور چوتھے کی ستا فلیں۔ اس باب میں باہم تکرار
 ہوئی اور غناب بزد کو بپوچی۔ اسوقت ایک دھقان جو ان سبکی زبان سے
 واقف تھا اس طرف سے گذرا اور وہ ایک ٹوکرا انگور دن کا انکے سامنے لایا۔ ان
 چاروں سافرون کو یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ جو چیز ہم چاہتے تھے ہمیں موجود ہو۔
 اہم جو بی سنی گاہ اظہار ہو کہ میری مہنت میں یہ مسئلہ خالق کی جگہ مخلوقات کو

مقرر کرتا ہے بڑا کمروہ و درگاہ و دھوکا دینے والا ہے۔ وہ رفتہ رفتہ ایمان و باب اخلاق کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیتا ہے پس وہ ان دونوں کا بڑا دشمن جانی ہے۔ چونکہ اس مسئلے کی ظاہری شکل پسندیدہ ہے اس لیے وہ درپردہ اس سے زیادہ اندیشہ پیدا کرتا ہے اور عقیل و فہیم کو بھی بے آنکھ وہ اپنی گمراہی سے مطلع ہون گمراہ کر دیتا ہے۔ مسئلہ بعض حکما کا کہ روح مادے سے پیدا ہوتی ہے مسئلہ سابق الذکر سے سو حصہ بھی خرابی کا پیدا نہیں کرتا ہے۔ اگرچہ وہ دونوں آخرش ایک ہی ہو جاتے ہیں بدینوجہ کہ بادی انتظام میں ہی یہ مسئلہ خلاف عقل معلوم ہوتا ہے لیکن مسئلہ سابق الذکر ایسا باریک خیالات سے چمبیدہ ہو گیا ہے کہ بڑے عقیل و فہیم بھی گمراہی میں پڑ جاتے ہیں۔ اور وہ اُنکے لیے ابھینچ ہو جاتا ہے جس میں کہ وہ پھنسی جاتے ہیں اور چونکہ اُنکو نسبت اپنے کوئی شک گمراہی کا نہیں ہوتا ہے تو وہ اُس میں سے نکلنے نہیں پاتے ہیں۔ اسی وجہ سے مقولہ مسٹر بوسوٹ کو جسلی حکمت فنی لن کے خلاف ہے۔ یہ لوگ بطور سند پیش کرتے ہیں۔ مسئلہ تمکین ہونے کا ذات باری تعالیٰ میں جو صوفیوں نے اہل اسلام میں پیدا کیا ہے کیا ایک سب میں پیدا نہیں ہوا ہے بلکہ بدرجہ و رفتہ رفتہ پھیل گیا ہے اور اعتقاد اُنکا اُنکے دلوں میں قائم ہو گیا ہے۔ مسئلہ اول اول جیسا کہ میں سابق بیان کر چکا ہوں بسبب متعصبین مذہب و سختی آداب طریقت اُنکے پُرانے چیلون کے درجہ اعتدال سے باہر نکل گیا تھا لیکن رفتہ رفتہ وہ جڑ پکڑتا گیا اور آخرش وہ اُنکی ذات میں قائم ہو گیا۔ وہ حقیقت مسئلہ محو ہونے کا یا ذاتی میں جسپر کہ مذہب صوفی بنا کیا گیا ہے اور جو قوت متغیر عیاشان مالکشی کے نہایت پسندیدہ و مطابق معلوم ہوتا ہے بہت سے چیلون اپنی طرف کھینچ لایا ہے۔ عیاشان مالکشی کے حال کسی جا بابل میں آیا ہے۔ مصر جو ہنڈولہ درویشان گوشہ نشینوں کا تھا میں نے جہان کہ وہ اول اول پیدا ہوئے تھے اور رہنے تھے بعد اسکے کہ عیسائی زمانہ قدیم مذہب اصلیت ترک کر کے نئے مذہب

اہلِ نصیس سے آباد و معمور ہو گیا تھا۔ حضرت انہیں فرق یہ تھا کہ حضرت مسیح کے نام کی جگہ وہ اللہ کا نام لیتے تھے ورنہ ہر صورت سے حال انکا درباب چال و چلن و رسمیات و سنہنی پر ہیزگاری و مباہلہ ایک سا تھا۔ کوہِ اولیمیس پر کہ کنارہ ایشیا پر واقع ہو اور قریب قریب سامنے اُسکے کوہِ اتیہوس ہو اور وہاں بیسٹار یونانی خانقاہ بنی ہوئی ہیں ہزاروں گونیشین و بارسا اپنے اور کارخانہ آہی کے خیال میں محو دست تھے اور لوگ اب بھی اُنکو بطور اولیاءِ ان کے یاد کرتے ہیں۔ وہاں سے وہ ملکِ عرب و ایران میں داخل ہو کر باختر و ہندوستان جہاں جہاں کہ سلطنتِ مسلمانوں کی تھی پھیل گئے تھے۔ یہ متعصب مثل تعصبانِ آغازِ مذہب عیسائی ہمیشہ ریگستان کی طرف پھیلتے گئے اور دنیا سے متنفر ہو کر اوہر بجالتے گئے۔ انھوں نے کبھی یہ ارادہ کیا کہ حکومت مقررہ کو پیٹ دین اور حاکمان سے مقابلہ و مجاہدہ کریں۔ صوفیوں نے یہ طریقہ کبھی اختیار نہ کیا الا جبکہ اُنکا گروہ بنا اور انہیں رسمیات مقرر ہوئیں پہلے تو تعلیمِ مسائل انہیں زبانی جمع خرچ تھا۔ لیکن آخر شش وہ ایک گروہ بنا اور اسمیں قوانین مقرر ہوئے دوسری صدی ہجری میں یعنی قریب ۱۵۰ھ ہجری کے شیخِ اولوان صوفی نے کہ نیک وضعی اور علم کے لیے بڑا مشہور و معروف تھا ایک فرقہ اپنے نام پر بنا کیا۔ قانون سازان و مومنین مذہبِ اسلام نے اس نئی ایجاد کا بڑا مقابلہ کیا اور یہ مسئلہ محمد صلعم کہ مذہبِ اسلام میں گوشہ نشینوں کا دخل نہیں انھوں نے پڑھا۔ اگرچہ یہ فقرہ کچھ بطور ضربِ المثل مشہور ہو گیا تھا اور اہلِ اسلام اُسکو دخلِ ایمان سمجھتے تھے لیکن اہلِ عرب ایسی خواہش گوشہ نشینی اور باطن میں مصروف ہونے کی رکھتے تھے کہ وہ ایمان کو اُسکے آگے کچھ سمجھتے تھے اور اور نصیحت فرماتے اول فرمے کی و کچھ دیکھی بن گئے۔ بعد ازاں فرقوں کی دوم صدی سے روز بروز سا نوین صدی بلکہ اس سے بھی آگے زمانے تک زیادہ ہوتی گئی۔ ہر صاحبِ قہر و ادراں فرقوں کی حسبِ بیان موی و حسن ۳۶۔ قلمبند کرتے ہیں۔ انہیں سے بارہ تو بعد سلطنتِ خاندانِ اوگوسٹین بنے ہیں اور

چودھویں صدی سے اقصائے شمال مغرب میں صدی تک کھڑے ہوئے ہیں مذہبِ نبویؐ کی بھی مثل اور طریقوں کے اول تو خیالی تھا جس کے مسائل پر عمل تھا لیکن بعد ازاں عمل بھی ہونے لگا مثل مدارس نجد و سوسائٹس و تھاماسسٹس انہیں و وطن کے مسائل مقرر تھے ایک تو نظامِ نبویؐ یا عام شریعتی تعلیم کہ مریدانِ نازہ کو قبل از داخل کرنے کے فرقہ بین و بجا تھی اور دوسری باطنی یا مخفی جو صرف اُن اشخاص کو کہ کامل ہو جاتے تھے سکھائی جاتی تھی۔ مرید نازہ کو یہ اہمیت کیجاتی تھی کہ اسے رسومِ مذہبی میں سرِ موفقی کرنا اور طریقہ نیک وضعی کو ترک کرنا جب بعد امتحانِ عرصہ دراز یہ دیکھا جاتا تھا اور ثابت ہوتا تھا کہ مرید نازہ اپنے جسم کو کلیفین دست کر دیا کشتی اور اپنے بنین کو کر کے لائق اس درجے کے ہوا ہو کہ اسکو از اسرارِ مخفی بت یا جاوے تو وہ پردہ و جو اسکی نگاہ کے سامنے پڑا ہوا تھا اور جو اصل حقیقت کو اسے دیکھنے نہ دینا تھا اسکی نظر سے اٹھا لیا جاتا تھا یعنی اس سے یہ کہا جاتا تھا اور اسکو یہ تعلیم دیجاتی تھی کہ نبی اہل اسلام نے قرآن میں مقولے و نصائح و تہذیبی قواعد و سیاست بطور کتابہ و اشارہ بیان کیے ہیں تا وہ فیکہ از کلامِ مجید: کیا جاوے وہ صرف مجموعہ الفاظ بمعنی باین اور یہ بھی اسکو سکھا یا جاتا ہوا کہ جسوقت کہ عبادتِ روحانی کی عادت ہو جاوے اسوقت پرستشِ ظاہری کو پرستشِ باطنی سے تبدیل کرنا چاہیے اور رسمیاتِ ظاہری و بیرونی کو بیکلم ترک کر دینا چاہیے۔

جب کوئی شخص کہے سے جو بہ اصطلاح درویشانِ نبویؐ عشقِ الہی یا جو باہر ہو تو اسکو چاہیے کہ رخ و سیل اسطرف کرے لیکن جو کہے کے اندر ہو تو اسکو کل صورت میں رخ کسی خیال کرنا یکساں ہو۔ یہ مضمون اشعارِ فتویٰ شریفین میں کہ من تصنیف جلال الدین ہی درج ہے وہ فقرہ ایسا مشہور ہے کہ اس کے بیان کرنے کی تمنا نہ کچھ حاجت نہیں۔

حضرت مولے علیہ السلام ایک مرتبہ ایک چوپان سے ملاقاتی ہوئے جو بڑے جوش میں آکر اور خدا کی طرف مخاطب و متوجہ ہو کر تباہ از بلند یہ کہہ رہا تھا کہ اُو خداوند تو کہاں ہو مجھے بتلا

کہ مین تیرا بندہ و خد شکار بنون اور تیری جوتی سیون۔ اور تیرے ہالون مین نکلی
 کروں اور تیری پوشاک کو دھوؤں اور اپنی کجریوں کا دودھ تجھکو پلاؤں۔ اور خداؤ
 جسکی بین پرستش کرتا ہوں تو کمان ہو مجھے بتلاتا کہ مین تیرے خوبصورت ہاتھ کو بوسہ دوں
 اور تیرے حسین پیروں کو مون اور تیرے کمرے مین قبل اسکے کہ تو بستر راحت پر آرام
 کرے جھاڑو دوں۔ اور اسکو خوب صفا کروں۔ حضرت موسیٰ یہ سنکر بڑے جوش مین آئے
 اور اسکو لعنت ملامت کرتے گئے کہ تو کافر ہی۔ خدا کا نہ تو مجسم ہو اور نہ اسکو حاجت پوشاک
 اور غذا کی ہو اور نہ اسکو مکان و کمرے کی ضرورت۔ وہ چوپان جو اسقدر فضل و تیز سے بہرہ
 نرکتا تھا کہ اس بات کو سمجھ سکتا کہ کوئی وجود بے جسم دے اختیار بھی ہو سکتا ہے حضرت پیغمبر
 کی لعنت ملامت سے سن ہو گیا اور اسنے بابوس ہو کر عیادت پر تن حق کی بالکل ترک کر دی
 خدا نے تب حضرت موسیٰ سے کہا کہ تو نے میرے بندے کو مجھ سے جدا کر دیا ہے اور اسکو مجھ سے
 دور ہٹا دیا ہے۔ مین نے تجھکو اس مطلب کے لیے بھیجا تھا کہ تو لوگوں کو میرے نزدیک لا
 نکا اُنکو مجھ سے جدا کر۔ ہر شخص کا وجہ مختلف طرز کا بنا ہے اور ہر شخص کو مختلف وسائل اپنے
 مطلب دلی کے بیان کرنے کے لیے عطا ہوئے ہیں۔ جو بات کہ تمکو قابل نقص معلوم ہوتی ہے
 وہ اور وں مین قابل تعریف متصور ہے۔ جو کچھ کہ تمکو زہر معلوم ہوتا ہے وہ اور وں کی نگاہ
 مین شہد ہے۔ ہاکی وں پاک و آہستگی و تیزی میری نگاہ مین مساوی ہیں اور کچھ حقیقت
 نہیں رکھتی ہیں۔ ہندوستانی زبان صرف ہندوستانیوں کے لیے بہتر ہے اور زبان زند
 اہل زند کے واسطے۔ اُنکے کلام سے کچھ کچھ داغ نہیں لگاتا ہے بلکہ برعکس اسکے اُنکی
 توجہ و عبادت و دعا بیا حق اُنکو پاک و صاف کرتی ہے۔ الفاظ تو میری نگاہ مین کچھ حقیقت
 نہیں رکھتے ہیں مین تو دل کو دیکھتا ہوں اگر دل اسکا سبکین و عاجز ہے تو کیسا پرواہ ہے کہ
 اسکی زبان سے کچھ خلاف نکلتا ہے۔ دل وہ ہے جو عشق کی طرف مائل ہوتا ہے۔ الفاظ تو سر
 یون ہی ہیں۔ میرے بندے کا دل میرے عشق کی طرف مائل ہے اور وہ خیالات و الفاظ نکلتا

کچھ پرواہ نہیں کرتا ہو۔ قبلہ نما تو انکا نماز میں ہادی ہو جو کہنے سے باہر ہیں لیکن جو کہنے کے اندر ہیں انکو اسکی حاجت نہیں۔ وہ کبھی اسکو اس مطالب کے لیے کام میں نہیں لاتے ہیں ایم بونی سنی نے مثنوی شریف میں تصنیف بانی فرقہ درویشان سیولیومی سے خلاصہ مرقومہ بالا لکھا ہے اور اس سے صاف صفائی باطنی و علم و معانی اسکا ظاہر ہوتا ہے۔ وہ ہی صاحب حال مندرجہ ذیل بھی بیان کرتا ہے۔

سینٹ تھریسا حالت جوش میں اسی طور سے بہ آواز بلند کہتی ہیں اور میرے دوست میرے خداوند۔ میری محبت دلی۔ میری جان کے جان جسوقت کہ وہ اپنی منہ زمین حضرت مسیح کو دیکھتی ہیں تو اس کے دل کو خوبصورتی و سست و سفیدی و صفائی پائے و لکٹ آواز و خط و خال وغیرہ حضرت مسیح سب سے زیادہ متاثر کرتے ہیں۔ تمام مذاہب میں جنہیں کہ راز و اسرار ہیں ایسے ہی الفاظ مستعمل ہیں۔ میں اسجا مضمون ذیل جو اسی طرح کا ہے مثنوی جلال الدین رومی سے اور نقل کرتا ہوں۔

جلال الدین رومی نے شاہان مالک شہ فی جن سے ایک شاہ کے عہد میں ایسا دیکھا کہ علماء و فضلا و پارسا اس زمانے کے صفات باری ثقلیٰ کے باب میں ایک دوسرے سے نہایت مختلف البیان تھے۔ پس اس شاہ نے ایک ہاتھی اپنی دارالریاست میں مخفی لا کر کمال تاریک مکان میں ڈھکا ہوا رکھا تب فضلا و علما کو وہاں مجتمع کر کے اسے اسے بیان کیا کہ میرے پاس ایک ایسا حیوان ہے جسکو تم میں سے کسی نے کبھی نہ دیکھا ہو گا۔ اس تاریک مکان میں اترنے وقت جمیع علماء و فضلا کو اسے اپنے ہمراہ لیا اور وہاں پہنچ کر اسے کہا کہ وہ حیوان تمہارے روبرو کھڑا ہو تم اسکو دیکھ سکتے ہو۔ جب انھوں نے بالاتفاق کہا کہ ہمکو وہ نظر نہیں آتا تو شاہ نے کہا کہ آگے آکر اسکو مس کر دو جب حکم شاہ سب نے اسکو مس کر کے دیکھا لیکن کسی نے کسی حصہ جسم حیوان پر ہاتھ رکھا اور کسی نے کسی اور حصے پر۔ جو وہ سب وہاں سے باہر دشنی میں آئے تو شاہ نے اسے بدکاغذ چھپکا کہ

تھارے نزدیک وہ حیوان موجود تھا یا نہیں اور اگر تھا تو کس سے مشابہت رکھتا تھا اور کیسا تھا۔ ایک نے زمین سے بیان کیا کہ وہ مثل ایک بڑے ستون کے تھا اور دوسرے نے کہا کہ چمڑہ اُس کا کھردرہ تھا اور تیسرے نے یہ اظہار کیا کہ وہ مثل ہاتھی دانت کے تھا چوتھے نے بیان کیا کہ وہ بڑی بھاری مونی شو تھی لیکن کوئی زمین سے بدستی تمام بیان کر سکا کہ وہ حیوان کیا تھا۔ بعد اسکے پھر ان علماء و فضلاء نے اسی مکان میں جا کر بذریعہ روشنی آفتاب کہ ہر طرف سے زمین آنے دی تھی دیکھا کہ وہ ہاتھی جو اور دریافت ہوا کہ جو کچھ کہہ رہا تھا بیان کیا تھا سب سچ تھا لیکن اصل حقیقت کے بیان کرنے میں وہ سب مختلف الراء تھے۔ شاہ نے تب کہا کہ یہ ہی صورت خدا کی جو ہر انسان اپنے اس خمسہ ظاہری کے بموجب جو سب میں مختلف ہیں خدا کا خیال باندھتا ہو اور اسی لیے وہ ایک دوسرے سے مختلف البیان ہوتے ہیں اگر وہ حق کی تلاش کریں اور اُس کے وجود میں شک نہ لادیں تو وہ سب راستی پر آجائیں۔ اس طرح کے مسائل جو دھوین مدی میں اُن ممالک کے فرقہ بگون میں جاری و پیدا ہوئے جہاں کہ مذہب عیسائی جیسا ہوا جو۔ کونسل وینا نے اُنکو بمقام دافنی اُن مسائل کے منقذ ہونے کے سبب بڑی لعنت ملاست کی اور اُن کے خلاف فتوے جاری کیا اُنکا ایک عقیدہ یہ تھا کہ استعمال تو انین و رسوم مذہبی صرف اُنکو واجب ہیں جو مکمل ہیں لیکن جو خود مکمل ہیں وہ اُن سے آزاد ہیں یعنی اپنے تفصیل اُنکی فرض نہیں مشکل اس فرقے کے درویش بھی حکومت مذہب و باب سیاست کو یکطرفہ سمجھتے ہیں اور اُنکو کچھ سمجھتے نہیں۔ دنیا دار جو پابند قوانین ہیں وہ تو ایک فتنے میں داخل ہیں اور جو عاشق خدا ہیں وہ دوسرے فرقے بناتے ہیں۔ عاشق خدا محب اللہ ہیں۔ وہ خدا کا کام رکھتے ہیں اور اُنسی سے وہ متعلق ہیں۔ اخیر جزو اس مسئلے کا اور بنا و باب اخلاق سب اس طرح سے جاتی رہی۔ صرف یہ ایک عقیدہ مذہبی باقی رہ گیا کہ پیر کا ادب کرو اور اُسکی اطاعت و فرمانبرداری سے سزا بھرو۔ درویش اس عقیدے پر کار بند

ہوتے ہیں اور یہی بنائے مذہب صوفی ہو۔ میں ابھی قصہ بانی فرقہ میو لیوسی بیان کر چکا ہوں جسکو کہ تمام درویش پرودان طریقہ خدا شناسی اعلیٰ ترین پیر میں سے سمجھتے ہیں۔ مضمون اُسکے اعلیٰ ترین مقولے کا عبارت ذیل سے واضح ہو۔

اوستاد پیر تھاری اس تعلیم سے کہ تم خدا ہو اور سب چیز خدا ہمارے تعلیم کامل ہوئی اور مقولہ کامل ہوا۔ چار صدی قبل اسکے بانی سبطانی بانی فرقہ سبطانی نے اپنے تین درجے میں خدا کے برابر کیا تھا بدین وجہ کہ وہ ایک مرتبہ اپنے مریدوں میں باوان بلند یہ کہتا تھا کہ شان مجھے ہو۔ میں سب چیزوں سے اعلیٰ تر ہوں۔ ساکتین مالک شریفی یہ کلمات طرف خدا کے نسبت کہا کرتے ہیں۔ درویشوں میں پیر و استاد کی پرستش بمنزلہ پرستش خدا سے قائل ہے۔ مطلب اصلی اس صورت میں یہ نہ ٹھہر کہ روح انسانی خالق کی روح سے مجاویں بلکہ غرض یہ ٹھہری کہ شیخ کے احکام کی فرمانبرداری کیجاوے اور موافق اسکے خیالات کے عمل کیا جاوے اسلئے کہ اُنکا مقولہ یہ ہو کہ جو کچھ تم عمل کرو یا جو کچھ تم خیال کرو ہمیشہ شیخ کا خیال دل میں رکھو۔ یہ اول فرض درویشوں کا ہو اور درحقیقت سوائے اسکے کوئی اور اپنے فرض نہیں۔ وہ اپنی نماز و وحانی کو جو بین مروتانا مزد ہو اسی طرح بلاناغہ ادا کرتے ہیں جیسے کہ مسلمان اپنی نماز کو قضا نہیں کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ نتائج اپنے جلد ظہور میں لایا یعنی اس سے وہ فرقے پیدا ہوئے جنکا خیال نصرت تو باب مذہب کی طرف مائل ہوا اور نصرت باب سیاست کی طرف۔ وہ موافق اپنے اپنے مقامات کے اپنے تئیں بلقب سُرخ و سفید و بَر قسیم و باطنی و متاول و کارنامہ دار و اسمیلاٹیس وغیرہ جداگانہ لقب کرنے لگے اور انجام یہ ہوا کہ وہ غوریزی کرنے لگے۔ سال ۱۸۰۰ء کے نواریں پنجین دوسری صدی سے لیکر ساتویں صدی تک نہج ہو۔ مومنین اُنکو تمام محمد یا سندیق نامزد کرتے ہیں۔ اسمیں سے بڑے مشہور اسمیلاٹیس کہ معنی قاتل ہی تھے وہ پیش کشانے والوں میں سے تھے اور سب جانتے ہیں کہ بنائے ایران سے شروع

ہوئی تھی۔ نشان انکی نعشون کا اب بھی کوہستان بالاسے ترپولی شام و نور ٹوشیا میں
 ملتا ہے غرض کہ ایران در حقیقت جاے پیدائش درویشان تھا ایک نو بسبب اسکے کہ
 ساکنین و مان کے ہمیشہ مائل بطرف راز و اسرار تھے اور دوم بیاعت اسکے کہ مسائل فقہ
 شیعہ جنگ اعتقاد یہ ہو کہ امام مہدی جو نظر سے غائب ہیں پھر پردہ زمین پر آویں گے انکے
 قریب کے مدد و معاون ہوتے ہیں۔ جیسا کہ عیسا کی حضرت مسیح کے آنے کے متوقع ہیں جی
 ہی شیعہ امام مہدی کے آنے کی توقع رکھتے ہیں۔ سعدی و حافظ اور بہت سے مشہور شعرا
 ایران خلی کتب علم الہی میں بڑی مشہور ہیں اور نہایت درجہ اعلیٰ پر تصور یہ بات خود درو
 تھے یا وہ اس فرقے کی طرف مائل تھے اور ان سے محبت و ربط و اخلاص رکھتے تھے۔ ان شعرا
 نے مسائل سم آہیات کو زیادہ بطریق باب حکمت بیان کیا ہے۔ یہ شاعر خواب دیکھا کرتے تھے
 اور الہامی قوال تھے اور باب آداب طریقت میں بعض اوقات عجیب طرح کی خصایص
 رکھتے تھے۔ نہ تو وہ بلند نظر فرقوں میں سے تھے اور نہ مکار و فریبیوں میں سے۔ انکی
 غزلوں کو پڑھو گے تو دیکھو گے کہ ہر شعر میں انکے ہنسی و خوشی بدرجہ غایت پیدا ہوتی ہے اور
 تب معلوم ہوگا کہ نظم میں کیسے راز و اسرار و باریک خیالات بندھ سکتے اور لکھ سکتے ہیں
 اور کیسا بزم و محاورات و بے ترتیب خیالات باریک مضامین عشق و شہوت پرستی و
 نفسانیت تحریر میں آسکتے ہیں نہ تو کوئی اور مضمون عشق کے باب میں اور نہ مناجات و تہن
 جو سو کر شمس نے وینس سے کی ہے مضمون مندرجہ ذیل کو کہ اشعار ثنوی میں بالف ظ
 روح و رات طالع و شیرین زبان نہ سی بندھا ہے پوچھ سکتے ہیں۔ یا وہ اسکے باری خوبی
 و نزاکت میں کر سکتے ہیں۔ وہ مضمون یہ ہے۔

تمام قدرت و کارخانہ الہی عشق الہی سے پُر تھا جسکے سبب سے عاجز و ناتوان و حقیر ہوا
 بھی تواسن اس شہو درجہ اعلیٰ کے لیے کہ اسکے مطالب ہم تھا جو عشق میں آیا تھا پرستش
 مخلوقات زیر حکم الہی۔ عشق مجازی ایک پل ہو جس پر سے کہ انکو جو تواسن سرور و غنیمت ملتی

کرتے ہیں ضرور بالضرور گزرنا ہوگا۔ ایسے ایسے خیالات شاعرانہ زبان فارسی کے ہیں۔ یہ لوگ صوفی ہیں نہ کہ درویش۔ وہ اکثراً اس باب میں بھی ہوشیاری کرتے ہیں کہ مسائل کی صداقت و راستی و صفائی و پاکی میں غفل واقع نہ ہو۔ باب ہشتم گلستان میں جو مصنف سعدی جوہند و فصاحت سے کہ درویشوں کے لیے لکھے گئے ہیں پڑھیں۔ اسی باب گلستان میں ان لوگوں کے لیے بڑی لذت و ملاست درج ہو جو درویشی بیکرد و فریب و ریاکاری اختیار کرتے ہیں یہ پیریزگاری و پارسانی و یہ دلق پوشی و ترک آرائش بیرونی و خاک نشینی و حقارت امتیاز و شائستگی معمولی ازراہ ریاکاری کچھ اعتبار پیدا نہیں کرتی ہیں۔ سعدی کہتے ہیں کہ ہم درویش صفت ہاں کلام و تہمتی و اڑا بیٹے کہ نرگس میں پیشل مشہور ہے کہ درویش ملک خرقہ و ان بلی و خالہ رتھینہ درویش کچھ اس پوشاک سے کہ وہ پہنتا ہے بچا یا نہیں جاتا ہے وہ مصنف بعد ازاں اس وجہ کی تعریف کرتا ہے جو اس کے نزدیک مطلب اصلی انسان کا ہے اور جسکے حاصل کرنے کے لیے کمال سعی و کوشش ظہور میں لانی چاہیے۔ کیونکہ انسان کی زبان میں اسکو بیان کروں جو اسکی طاقت سے باہر ہے۔ لہذا جو جو استعمال میں لاتے ہیں۔ انھیں مومن خیالات کو بیان کر سکتے ہیں جو مادے سے متعلق ہیں اور دیکھتے ہیں آتے ہیں وہ جو حالت وجد میں پڑ جاتا ہے اور پھر اپنی حالت اصلی پر آ جاتا ہے۔ اس خیال وجد کو ہوش میں آ کر بالکل غبول جاتا ہے کیونکہ وہ پھر خلعت انسانی میں آ گیا ہے اور انسان بنگیا ہے حالت وجد میں شعلہ عشق آہی سے جو کچھ کہ خلعت انسانی سے اسکی ذات میں تھا سب جلا کر خاک کر دیا تھا۔ وہ شاعر اپنے ان خیالات کی تخرج رنگینی میں اس طرح کرتا ہے۔ ایک درویش سے اس کے ایک بھائی بند نے یہ سوال کیا کہ کیا عجب نحفہ تم اس باغ جنت سے جہان سے تم آئے ہو لائے۔ اس کے جواب میں اس نے کہا کہ جب اس باغ جنت میں اس کے گلاب کے درخت کے سامنے ہو چا یعنی محض نور خدا۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ اپنا دامن ان گلاب کے ٹھولوں سے پڑ کر کے اپنے بھائیوں کے واسطے لیمپلون اور مٹکے نذر کروں لیکن

لیکن اس مقام پر پہونچکر ایسی تیز خوشبو آئی کہ اسکے اثر سے میرے حواس ایسے مدہوش ہوئے کہ دامن میرے کُرتے کا میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ زبان اس شخص کی گونگی ہو جاتی ہو جو خدا کو پہچانتا ہو۔

استفدہ رہ بانی درویشوں پر ایران میں ہوتی تھی کہ ایک لڑکا نہیں سے جو موسوم بہ شاہ اسماعیل مسموم تھی اور جو یہ دعویٰ باطل کرتا تھا کہ میں موسیٰ ختم کی اولاد میں سے ہوں امام کو دکھلا دیا اور سوین صدی ہجری میں مطابق ششہء تخت شاہی پر پہونچا اور اسے ایک خاندان شامان جو ولایت یورپ میں بنام صوفی معروف ہو چکا گیا سلاطین خاندان آوگوسٹ اور خلفاء جو انکے جانشین ہوئے طریقہ درویشوں کے سخت دشمن تھے۔ اس فرقے کی ترقی کو دیکھو وہ اندیشہ ناک ہوئے اور انھوں نے ارادہ مصمم کیا کہ حتی الامکان اس فرقے کی طاقت کو کم کرنا اور انکی تعداد کو گھٹانا چاہیے۔ علمائے بھی یہاں حفاظت مذہب اسلام نہ سمجھتے ہو کر انکی بیخ کنی کی طرف متوجہ و مائل ہوئے لیکن مطلب اصلی اذکار تھا کہ اپنی بزرگی کو باب مذہب میں قائم رکھیں۔ پس اس فساد میں جب وہ کہ شاہ و مذہب اسلام کو برابر اندیشہ و خطرہ تھا وہ شاہ کے مددگار ہوئے۔ ایسا اتفاق ہوا کہ سنی بھی جو شیعوں کے دشمن ہیں بعض اوقات انکی بیخ کنی میں شریک ہوئے ان نیوٹن گروہوں یعنی علماء و شاہ کا باب سیاست میں دخل دینا میں مختلف صورتیں پیدا کر لیا۔

ان مدبروں نے موافق حیوانات درندہ عمل کرنا شروع کیا مثلاً شاہ اسماعیل بن محمد وزارت محمد کبیر ولی انھوں نے یہ ارادہ کیا کہ فرقہ مائے درویشان میولیوسی و خلوتی و خلوتی و شمسی کو بالکل نیست و نابود کر دیں۔ لیکن اکثر وہ ان ارادوں میں کامیاب نہ ہوئے جتنا زیادہ کہ وہ اس باب میں ارادہ کرتے تھے اتنی ہی زیادہ کمزوری و ذہولت طاقت گورنمنٹ ظاہر ہوتی جاتی تھی اور اعتقاد ان فرقہ مائے درویشان بڑھتا جاتا تھا

لوگ کہتے تھے کہ گورنمنٹ ڈرنی ہو۔ اسکا تشدد ہی اسکو الزام بڑو لائین کا دینا ہو اور اسکو تباہی میں ڈالتا ہو۔ اس کے خوف و اندیشے کے سبب سے لشکر میں سے لوگ بھاگے جاتے ہیں۔ گورنمنٹ ڈرنی ہونے کا فوج جیسے زیر جو در ویشون سے ایک قسم کی رشتہ داری رکھتی تھی بالخصوص فرقہ بیکتاشی سے۔ یہ رشتہ داری اس تاخیر سے نہ واقع ہوئی تھی جس تاخیر کہ وہ فوج میں بھرتی کیے گئے تھے۔ جب اوروں نے سلطان دوم خاندان اوتومان نے سنہ ۱۶۱۷ء میں فوج میں جبرینی جسکو اہل یورپ بدکار جبریز کہتے ہیں نہی بھرتی کی تھی تو اس سے موافق انھیں اصولوں باب سیاست کے جنکو کہ خلفا اپنے حکام کو فتویٰ مفتی سے مستحکم کرنے کے لیے عمل میں لاتے تھے عمل کیا تاکہ اس فوج نو بھرتی پر مہر مذہبی لگایا وے۔ حاجی بیکتاشی سے جو بڑا مودب شیخ ہوا بانی فرقہ بیکتاشی تھا بڑے جسے افسران اس فوج کے سپرد اسن اپنے جانے کا رکھ کر انکو عوامی اس وقت سے فوج جبریز کی کلاہ کے پیچھے ایک ٹکڑا مندے کا لٹکایا جاتا ہو اور انھیں اور در ویشون میں ایک ایسا ربط و اخلاص و تعلق پیدا ہو گیا ہو کہ کبھی نیست نہیں ہو سکتا ہو۔ فوج جبریز کا یہ لگانا تھا کہ ہم اور فرقہ بیکتاشی ایک ہی نسل سے ہیں تو خلیفہ وہ فرقے مذہبی بھی تھے اور سپاہی بھی۔ دست اندازی علما ان در ویشون کی بربادی کے باب میں اگرچہ بطور زیادہ تر تشدد کے تھے لیکن وہ موافق طریقہ دانائی و ہوشیاری تھی اور مدام چلی جاتی تھی اور انکے حق میں نہ ہر قاتل پیدا کرتی تھی حقیقت یہ ہو کہ ان سب میں صرف افسانہ دینی کے باب میں ہی نہیں بلکہ مسائل مذہبی میں بھی رعایت تھی۔ بلند نظری و شیخی و مذہبی تعصب وغیرہ سب میں پھیل گئی اور اپنا اپنا عمل کرنے لگی۔ لڑائی بھی تھی اور محارم مذہبی بھی از بسکہ علما در ویشون کے مذہب کی بنا پر سب اس کے راز و اسرار کے مخفی ہونے کے حملہ نکر سکے تو وہ قرآن اور سنت کی حمایت میں ان اصول پر حملہ آور ہوے جو بنائے انکے فرقے کی تھی۔ مثلاً انھوں نے کہا کہ پرہیز گاری یعنی کم خوری و صوم و روزه

و نقص جو تکیے میں ہوتے ہیں وہ بے سند و غیر مستحکم قوت معجزہ و ہم کلام ہونا خدا سے بلا واسطہ مذہب اسلام کے خلاف ہیں انھوں نے منشا ل مریدان محمد و عثمان و علی و عبدالرحمن دے کر اول یہ سنت رکھی تھی کہ میں ایک شب و روز اپنی قبیلہ اسمیہ کے نزدیک بنجا و نگا دو مہر کہ بیچ تمام بنو ونگا کو مہر یہ کہ جو میں کہنے لکھتا تھا کہ گناہ گناہ گناہ کہ پیغمبر نے ایک حدیث لاکر انکو خوب جھڑکا تھا اور بڑی لعنت ملامت کی تھی۔ وہ حدیث تب سے چلی آتی ہے اور سب میں مشہور ہے۔ ٹھوڑے عرصے بعد اسکے ایسا اتفاق ہوا کہ جتنا کہ اختیار درویشوں کا زیادہ ہونا بانا تھا اتنا ہی وہ اپنے فرقے کے قواعد کی تعمیل میں سست ہونے جاتے تھے کہ انہیں مسلمانہ مخفی انکا اُنکے ہاتھ سے جاتا رہا اور سب پر کھل گیا۔ وہ سلسلہ یا ارادہ انکا یہ تھا کہ عیسائیوں کا سا اماموں کا فرقہ و گرجا بنام جی القادر مقرر کریں اس طرح کہ اُسکے ساتوں ہوں کے صفات کہ ساتوں آسمانوں میں اور ساتوں رنگوں میں سفید و سیاہ و سرخ و زرد و نیلا و نیل و سبز و ہلکا سبز تین بخشش ہو علامت ساتوں صفات درویشوں سے مطابقت ہو۔

و ساتوں نام جی القادر کے یہ ہیں۔

۱۔ سوائے خدا کے کوئی اور نہ ہو۔

۲۔ قدیر یعنی خدا صاحب قدرت۔

۳۔ اقیوم یعنی خدا جو ہمیشہ رہیگا۔

۴۔ الخایم یعنی وہ خدا جو ملک و والا ہو۔

۵۔ الخیر یعنی وہ خدا جو زندہ ہو نہ مین پر۔

۶۔ الموجود یعنی وہ خدا جو موجود ہو آسمان میں۔

۷۔ قادر مطلق یعنی وہ خدا جو قدرت کامل رکھتا ہو۔

ماسوائے اسکے یہ بھی ثابت ہوا کہ بعد خاص نماز و دعا کے یہ لوگ خلفائے اومی مبدی کو قریباً پہچان لیتے ہیں اور بدو دعا دیتے ہیں اور حضرت علی کی تعریف کرتے ہیں۔ تب اُنکے

دشمنوں و مخالفوں کو موقع الزام دینے کا باعث لگا۔ انھوں نے انکو صرف یہی الزام نہیں دیا کہ وہ نئے مسائل مذہب میں داخل کیا جاتے ہیں بلکہ یہ بھی الزام اُپر عائد کیا کہ وہ مسائل خلاف مذہب و مکروہ بھی ہمیں شامل کیا جاتے ہیں اور تکیے میں وہ ہر طرح کے بتوں و تصویروں کی پرستش کرتے ہیں اور قرآن کو کفر کہتے ہیں اور خدا کے وجود کے بھی منکر ہیں اور یہ درس دیتے ہیں کہ سائیکوں کے حکم کی اطاعت کرنی چاہیے اور احکام الہی و ان کو کچھ نہیں سمجھتے ہیں۔ زمانہ اوسط کی توارخ میں اس بطرح کے الزام درج ہیں جو لوگوں نے ٹیمپلر زہر پہل اسکے کہ فتوے اُپر جاری ہو اٹھا لگائے تھے۔

لوگوں نے کہا کہ مسائل مذہب نئی درست ہیں اور مسائل مذہب شیعہ متغیر و مکرر وہ انھوں نے شیعوں کے مسائل کو دانستہ مسائل درویشان سے مخلوط کر دیا۔ تنفر جو نسبت ان مسائل کے و ظاہر کرتے تھے ازراہ نسخہ ہوتا تھا ازراہ دلائل و بحث۔ کتاب دوم کی کتب میں درویشوں کی نسبت بہت سے قصائص طنزیہ و پراز جوی و مذمت درج ہیں ان کتب میں انھوں نے درویشوں کا وہی حال کیا ہے جو کہ انگلستان کے کتاب کا کتب قصائص صدی دہم و یازدہم میں ہوا ہے جہاں تک کہ ظرافت و خوش طبعی و تھوڑا سا مسخرہ پن ممکن تھا وہ انکی نسبت ان قصائص میں کام میں لائے ہیں۔ ابابہ صفت تو نسبت ان درویشوں کے یہ کہتا ہے کہ وہ ایک گروہ ہے جو پیچھے سے لگے ہوئے ہوتے تھے عین و قری نہیں اور پیٹ خالی۔ یہ حال ہے ان لوگوں کا کہ جبکو خدا اپنا دوست جانی بناتا ہے دوسرا یہ بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تم درویشوں کے بعض صفات سے واقف ہو چاہتے ہو تو سنو درویشوں میں یہ دس صفات کثے کے ضرور ہونے چاہئیں یعنی اُسکو ہمیشہ بھوکا رہنا چاہیے خانہ بدوش ہونا چاہیے۔ رات کو سوتا چاہیے۔ بعد وفات اُسکا کوئی وارث نہ ہونا چاہیے جو کوئی پاس آوے یا پاس سے گزرے اُسکو بھونکنا چاہیے وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ باہم مقابلہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ شریعت و طریقت دونوں مطابق ہیں جیسا کہ سابق بیان

ہو چکا ہو تو لوگوں کا مسخ و وریشیوں کے باب میں اُنکے اعتبار کو کم نہیں کرتا ہو اور قہر
اس ملک و مہین بے حد و بسا ہی ظہور میں آیا جیسا کہ فرانس و اطالیہ میں ہزمانہ اوسط
نسبت ملک کے ظہور میں آیا تھا یعنی سحر اپن کرنے سے بچا ہے اسکے کہ اُنکی طاقت اور
اُنکا اعتبار لوگوں میں کم ہو وہ اور بھی زیادہ ہو گیا حتیٰ کہ کسی اور زمانے میں اُنکو ایسا
بڑا اختیار حاصل تھا جیسا کہ زمانہ مسخر میں حاصل ہوا۔

باوجود فرمان شاہی و فتوے مفتی و لعنت و لعنہ ہائے خلافت و ظرافت و سحر اپن
طاقت و رویشان و وزیر و زائد ہونی اور سعی و کوشش دشمنوں کی اُنکی بیخ کنی میں کارگر
ہوئی۔ سلطان محمود نے اول اُنکو بسبب موت کرنے فوج کو بھرتی شدہ و قہر کے
مدد سے سخت پہنچایا اور آخر میں خود اُنکی ذات پر بھی حملہ ہوا۔ چھبیل روز بعد موتوئی اس
فوج کے دشمن جو لائی شدہ کو بسبب وقوع اس واردات کے سرکشی ہوئی اور اس
بہانے سے کہ فرقہ بیکتا شہی بھی اُنہیں شامل ہو شاہ نے اُنپر تشدد کیا۔ مفتیوں اور بڑے
بڑے علما سے صلاح و مشورہ کر کے مین و دار و ان اُس گروہ و وریشیوں کو شاہ نے عوام
کے روبرو قتل کروایا اور اُس فرقے کو اڑا دیا اور تلمیذوں کو جلا کر خاک کر دیا۔ بہت سے
وریشیوں کو توجلا وطن کیا اور جنگ و اجازت اس دارالریاست میں رہنے کی ہوئی اُنکا
لباس و رویش و جس سے و دینہ کیے جاتے تھے دور کیا گیا۔ ان تجاویز کے استعمال میں لائے
اور شیون میں کمال خوف و اندیشہ پایا ہوا۔ اُنکو یہ یقین ہوا کہ ہمارا اہل فرقہ منتشر رہے
کیا جاوے گا۔ وہ تب خاموش ہوتے اور مغموم ہو کر اور دیواروں پر بیٹھ لگا کر حالت بیہوشی
میں منتظر اپنی بربادی و خرابی کے رہے۔ تقدیر کی برکتی سے سلطان محمود نے اس باب
میں کچھ نامل و توقف کیا۔ مورخ قتل قہر نے بیان کرتا ہو کہ وہ شاہ جیسے کہ خوف و خطر
بزدل و تلوار راہ خوشی عوام کو کھولا اور کانٹے دار جھاڑیوں کو جو اسکے مارج ہوئی تھیں اور
جمنوں نے کہ جامہ شاہ کو پھاڑا تھا کاٹ کر پھینک دیا تھا اس تدبیر کے عمل میں لائے

جو اُسکے حسب دلخواہ ہوتی اور اُسکے ارادے کو پورا کرتی مثال ہو گیا۔ جب موقع ایک مرتبہ
 جاتا رہتا ہی تو پھر ہاتھ نہیں آتا ہے۔ درویش بھگتستان ہونے لگے اور مخفی مخفی وہ لوگوں کو
 بھڑکاتے گئے۔ ایسا اتفاق ہوا کہ شاہ خدان درویشوں میں سے ایک کے ہاتھ مار جائے گا
 تھا۔ ایک دن شہداء میں جب وقت کہ شاہ ہراجی سوران اردلی کے اُسکے اور بزرگ دہشتے
 پل گلاٹا سے عبور کر رہا تھا۔ ایک درویش موسوم بہ شیخ ساچو ہسکو لوگ ولی جمعیت تھے
 شاہ کے گھوڑے کے سامنے ذقن مار کر آیا اور یہ آواز بنی جیسے غصہ بکٹے کا ارادہ کیا
 بادشاہ تو اپنی حرکات سے باز نہ آویگا اور تو ان برائیوں سے اتنا کسمیر نہیں ہوا ہے
 خدا سے ان اعمال بدکا عوض لے گا۔ تو نے اپنے بھائی بندوں کے کیوں کو سہا رکھ کر جو تو
 اسلام کو بڑا بھلا کرتا ہوا اور خراب کرتا ہوا غلطی بنیہ کی اپنے اوپر اور سچ لانا ہو ہر راہ
 ایسی واردات کے واقع ہونے سے سلطان اندیشہ ناک ہوا اُس نے اپنے ایک افسر کو حکم دیا
 کہ اسکو ہٹا دو یہ شخص بڑا بیوقوف ہے۔ یہ سنکر درویش بڑا جوش غصہ میں آیا اور چپا لار
 کہنے لگا مجھکو یہ قوت کہنے ہو۔ تم اور تمہارے تابع کا یہ صلاح کا ر خارج از عقل ہیں
 مسلمانو بچاؤ روح خدا جلی میں اطاعت کرنا ہوں مجھے یہ سچ بات کہو اتنی ہوا اور مجھے
 اسی انجام کا اقرار کرتی ہو جو ولیوں کو ملا ہے۔ اسکو پکڑ کے مار ڈالا اور یہ خبر شہر میں دوڑے
 روز پھیلی کہ شہید کی قبر پر کل تمام شب بڑی تابناک درویشی دکھائی دیتی ہے۔
 جھوٹے دعوے معجزات کے کر کے درویشوں کو کون بین خیال اپنی طاقت روحانی کا پتہ
 کرنے ہیں اور اُنکے دلوں میں پڑانے تعصبات قائم کر دیتے ہیں۔ ایک شخص نے جو
 خاندان آٹومین میں سے بڑے درجے اور رتبے پر تھا مجھے بیان کیا تھا کہ جب تک کہ
 تربت اولیاؤں کی اس ملک میں موجود و قائم ہوگی تب تک موقع شائستگی اطوار سچی
 و کوشش ارکان سلطنت اصلاح اطوار ظالم کے باب میں محض لا حاصل متصور ہوگی۔
 ایک وقت ایسا تھا کہ مہنے سکوتری میں شور مچانے والے درویشوں کی اداسے رسومات

میں مدد دی تھی وہاں میں دیکھا تھا کہ مختلف فرقے کے اشخاص باہر سے تکیے میں بیارون
 وضعیف و ناتوانوں اور عورتوں اور اشخاص پیران سال اور ایسے بچوں کو بھی جو دو
 تین دن کی عمر کے ہوتے تھے لاتے تھے اور شیخ کے آگے رکھتے تھے کہ قرآن بیارون کو پڑھا کر انہیں
 بلکہ چوتھے انکو شفا بخنوں جب شیخ رسمیات ادا کر کے تکیے سے باہر نکلا اسکے پیروان پر گرے
 اور بے درگزر لٹے اور اس کے اس کو نفل دین اور لیا جوتے رہتے زیادہ برین فوج شری
 نے اپنے ہتھیاروں سے اس کو اسلامی دی اور اسکے پیچھے تقارہ شامی بجایا۔ میرے رفیق نے
 مجھے کہا کہ دیکھو وہ گورنمنٹ جو درویشوں کو ناپسند کرتی ہو اور انکی بیچ کنی پاتی ہو
 و حقیقت اسے موافقت ہی نہیں کہتی جو بلاکہ سپاہیانہ عزت انکو دے کر انکی طاقت کو
 زیادہ کرتی ہو یہ دیکھا کہ انکو معلوم ہوا کہ یہ حرام زادے ایسے گستاخ ہیں کہ خارج ازین
 ہو ایک اور درویش درویشوں بخارا میں سے کہ نصیب و مذہبی دیوانہ ہیں سب
 پرست رہتے رہتے ہو اور ان میں شد پاشا سے ملاتی ہو اور برسرِ راہ اسکو گالیوں اور
 دھکیوں دینے لگا اور لٹے لٹا کہ لٹا ہوا اور کاغذوں کے ایمان یہ کہہ کر اسے کہا کہ سناؤ
 اسکو قتل کرو خدا انکے سر پر بجلی ڈالے اور میرے اس انیشے سے کہ مبادا فساد برپا ہو
 اسکو وہاں سے ہٹا دیا اور وہ بھی بلا بستی اس طرح سے گویا اسی غریب دیوانے سے
 انگلو کرتے ہیں اور اسکو بہانے ہیں کہ یہ سب جیسے متعجب ہوتے ہو گے۔ کوئی مہینا یا کوئی ہفتہ
 ہی خالی جاتا ہو گا کہ ایک نہ ایک درویش کسی ارکان سلطنت کے دربار میں جا کر میرا دھمکاتا ہو
 اور سخنان ناشائستہ کہتا ہو بسبب ان مذہبی دیوانہ پن کے جو درویشوں میں ہوتا ہو اور بیعت انکے
 کہ لوگ ان کو کئے سامنے آنا وہ انگلو کرنے ہیں اور جودل میں آتا ہو کہتے ہیں۔ نکل و رمضان میں
 شور و غل اس طرح کی خرابیاں واقع ہوتی ہیں یہاں تو یہ باتیں بہت قلت سے ہوتی ہیں
 ایسے کہ گورنمنٹ انکو دیکھتی رہتی ہو اور ان پر نگاہ رکھتی ہو لیکن بعض صوبہ جات مثلاً بغداد
 و عرب و مصر میں انکی گستاخی تو صد سے زیادہ گزر جاتی ہو۔ ہمیں بات کا یقین کرو گے

کہ میں نے بچشم غم و قاہرہ میں روز روشن کو دیکھا جو کہ ایک نئے ان کمبخت درویشوں میں سے جو گلیوں و کوچہ و بازار میں آدھے ننگے پڑے پھرتے ہیں ایک گلی میں ایک عورت کو ٹھہرایا اور برسرِ راہ سب کے سامنے جو دمان سے گزرتے تھے اس سے صحبت کرنے لگا۔ حاضرین اپنا اپنا چہرہ اس کی طرف سے پھیر لیا بعضوں نے تو ادب و لحاظ سے اور بعضوں نے تنفر کے سبب سے لیکن کسی نے بھی اہل پولیس کو مدد کے واسطے طلب نہ کیا۔ میں ناہین جانتا ہوں کہ ان بد معاشوں میں آیا یا کاری یا دیوانہ پن مذہبی زیادہ ہوتا ہو یہ دونوں باتیں ایک دوسری سے مختلف ہیں۔ غرض کہ بھی ایسا اتفاق نہ ہو کہ تم ان بد معاشوں سے کوچہ و بازار میں ملو بدینو جو کہ یہ لچکے و دیشیں بنام سیاح اکثر ان میں کھڑے ہوتے ہیں اور بھیک و نہنی پر اپنی گزراوقات کرتے ہیں۔ کئی انہیں کے جوڑے چھٹے ہو بد معاش ہیں بیگانہ ملکوں سے آئے ہیں یا تو وہ اپنے بزرگوں کے حکم سے روپ جمع کرنے کے لیے پھرتے ہیں یا وہ اپنے فرقے سے کسی بھائی خطا کے لینے کا لے گئے ہیں۔ یہ قلندر ہیں جنکے قوانین اجازت ٹھہرنے کی یکجائی نہیں دیتے ہیں۔ وہ موافق اپنے مذہبی قواعد پھرتے رہتے ہیں اور ایک جہ کر گزراوقات نہیں کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ وہ سنگین مجرموں سے بہتر نہیں۔ وہ فقیری کے لباس میں ایسے کام کرتے ہیں کہ اگر وہ کسی اوجہ طور میں آئے تو بڑی سخت سزا پاتے لیکن انکو اسبب فقیر ہونے کے کوئی سزا نہیں دیتا ہو۔

میرے اس دوست نے بہت سی باتیں مشکلات کی جو ایسی صورتوں میں درپیش آتی ہیں بیان کیں۔ آخر میں جو اس نے اس باب میں اپنی رائے بیان کی اس سے میرے دل پر بڑا اثر پیدا ہوا اس نے کہا ہم اپنے اعمال و افعال پر ایمان نہیں لاتے ہیں بعضے تو بیدل ہو کر محض شست و بھرت ہو جاتے ہیں اور بعضے جو جلد نتیجہ نکال کر ایسی بات کو ماننے میں جو پائیداری نہیں رکھتی ہو اور مضبوط نہیں۔ تم کہتے ہو کہ خدا سارے واسطے کہ وہ اذلی و ابدی ہو لیکن ہم بے مہربانی واسطے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری زیست چند روزہ ہو اور موت

جلد گذر جاتا ہے۔

اب ہم پھر مطلب اصلی پر آتے ہیں یعنی درویشوں اور علما کا ذکر کرتے ہیں علم و
دانش کہ دو گروہ مذہبی ملک روم میں ہیں دونوں دشمن ہر طرح کی ترقی و اصلاح
و دانشتگی اطوار کے ہیں۔ نہ تو گورنمنٹ اور نہ رعایا کے لیے خوف و دون جانب سے مساوی
ہو۔ علمائے شریعت کو درمیان لاتے ہیں مگر مخالفت کا دعوے وہ کرتے ہیں یعنی وہ یہ
کہتے ہیں کہ ہم علم فقہ سے واقف ہیں اور ہم ہی اسکے محافظ و نگہبان ہیں۔ اٹکایہ مقولہ
ہو کہ جو کچھ مقرر و معین ہو اسمین دست اندازی نہ کرو اور مذہب و قوانین کفار سے
نقل کر کے اسمین داخل نہ کرو کیونکہ از روئے قوانین فقہ و باب مذہب وہ متنع ہو۔ شیخ کا
یہ قول ہے کہ ہم خود قانون ہیں ہمارے سوا اسے کوئی اور قانون نہیں جو کچھ ہم دینے چاہیں
درست و صحاب ہو اور جس بات کے لیے ہم منع کرتے ہیں اسکا کرنا داخل گناہ و عیب ہو
اگر ہم اجازت دین کہ تم اپنی والدہ یا اپنے شاہ کو قتل کرو تو تمہیں قتل اسکی وجہات سے
ہوگی ایسی کہ حکم ہمارا بنزلہ حکم خدا ہو اور بجانب خدا تصور کیا جاتا ہو۔ پس فساد ان
دونوں مسائل کا باہم صاف ظاہر ہو۔ گورنمنٹ تو یہ توقع کر سکتی ہے کہ علما ہمارے طرف
ہوں گے۔ اکثر انہیں کے لبین و صاحب اعتماد و واقف علم ہوتے ہیں اور استعداد ذاتی
رکھتے ہیں۔ ملک روم میں شال شیخ الاسلام دبڑے دبڑے افسران مجسٹریٹ کو دامن باب
گورنمنٹ میں داخل رکھتے ہیں انہیں بڑا اثر پیدا کر سکتی ہے۔ اہل یورپ کی دیکھا دیکھی چیز
تصبات لوگوں کے دل سے خصوصاً علما و قسطنطنیہ میں سے رنج ہوتے جاتے ہیں ان
علماؤن میں سے ایک کو دیوان نے اس مطلب کے لیے پیرس میں بھیجا تھا کہ وہ دانشتگی
اطوار میں سے کہ وہ خود اور اسکے اپنے بھائی بند بدون وقیفیت کے انکار رکھتے ہیں سیکر
اس سے بیان کرے اور اسکو دکھا دے۔ اگر بادشاہ کا یہ ارادہ بن جائے تو اس سے
ملک روم کو آزادی کے حاصل کرنے اور جہالت کے دور ہونے میں زیادہ تر فائدہ نسبت

اسکے کہ چند ترک پیرس و لندن میں تحصیل علم کے لیے انبک گئے ہیں حاصل ہوگا۔ چونکہ وہ ترک بدون کسی ہدایت باقاعدہ و مقرر کے عمل کرنے تھے اس لیے اعتبار جو انہی ذات پر رکھا گیا تھا حسب توقع فائدہ بخش ہوا۔ علماؤن کو نو اس ترکیب سے سمجھا سکتے ہیں کہ اگرچہ ان کے بعض حقوق جاتے رہینگے تاہم ان کا اختیار باب گورنمنٹ میں بہت رہیگا اور ان کی اپنی ذاتی اغراض و اغراض ممالک سے متعلق ہیں و متعلق لیکن درویشوں کی نسبت یہ بات نہیں کہی جاسکتی ہو انہیں اور علماؤن میں باہم جانی دشمنی ہو۔

چونکہ طلبہ اعلیٰ مبرا تصنیف اس مختصر کتاب سے یہ کہ ناظرین جو اس مضمون کی سیر کے شاہق ہیں وہ درویشوں کے اپنے اظہار سے اور لوگوں کے بیان سے جو وہ نسبت ان کے کرنے میں جو کچھ لین اور خیالی کریں کہ وہ کیسے ہیں اور ان کا کیا حال ہو اس لیے نقل جو میں اور کتب سے کرتا چلا آیا ہوں ابھی ختم نہیں کرتا ہوں۔ میں اسجا بھی وہ حال جو سرولیم جوز نے کہ اس واقعہ زبانہ سے ممالک شرفی تھا کہ اس سے شاید کبھی کوئی سبقت نہ لے گیا ہو۔ مضمون اصول درویشان صوفیان لکھا ہو درج کرتا ہوں۔ در باب حکمت ممالک اشیا جو کچھ کہ اس بڑے زبان دان ممالک شرفی نے قلمبند کیا ہے ذیل میں درج ہو۔

تمام صفات انسان و خواص اشیا و قدرتی و مختلف شاخہاے علوم و نتائج تحقیقات عقل سے اور بھی افراد ہند و اہل عرب و تاتار۔ و ایران و چین سے وجود ذات باریکہ کو خالق ہو اور سب سے اعلیٰ از ثبات ہو۔ وہ نہایت عقیل و نیک و قدیر لیکن وہ علیٰ ترین مخلوقات کے دائرہ فہم سے بھی سجد و بے غایت دور ہو۔ استثنائے زبان عبرانی کے اور زبان میں زیادہ تر باریک و نازک و خدا پرستی کے خیالات در باب ذات صفات باری تعالیٰ یا کارخانہ قدرت الہی و نماز و دعا نسبت زبانہ عربی و فارسی و سنسکرت خصوصاً قرآن و اشعار سعدی و نظامی۔ و فردوسی۔ و چہار دید و اکثر مقامات ہنسیار کہ زبان ارباب نے نہیں جانتے ہیں۔ لیکن مضامین نماز و دعا پر چھ دو وسیع قوت متخیلہ

ویدانتیان و تصوفیان قانع و راضی نہیں ہوتی ہو۔ وہ اصول حقیقی مذہب کے ساتھ
 اصول آئینی علم تصوف کو مخلوط و شامل کر کے دلائلین و رباب ذات و صفات باری تعالیٰ
 کا لئے ہیں اور انہیں اعتبار رکھتے ہیں اور بڑے زمانہ قدیم سے وہ باتیں کہنے چلے آئے
 ہیں جو بہت سے ہندو و مسلمان فی مازطل کہتے ہیں یعنی انکا یہ قول ہے کہ تمام ارواح کی
 ایک ہی ذات ہے اور روح پاک خالق و روح انسان ایک ہی ذات ہیں اگرچہ انکے
 مراتب میں جید و لانہایت فرق ہے۔ انکا یہ بھی اعتقاد ہے کہ اشیائے مادی خیالاتی ہیں
 اور دھوکہ۔ جمیع کائنات و موجودات میں سوائے ایک روح کے کہ باحث بنیادی و
 کامل حقیقی باقی اور واقعات و ظہور کا جو جو دیکھنے میں آتی ہیں کوئی اور سب موجود نہیں
 وہ جو وہ غائب و رجب کی دانائی سے پرہیز اسکی تدبیر و تجاویز و صنعت ایسی ہیں کہ اور
 ارواح جو اس سے علی ہیں انکو سمجھ نہیں سکتی ہیں۔ گو کہ ہم کبھی ایسے خیالات کیسکو
 سمجھائے تھے اور کوئی سند ایسی اس باب میں موجود نہیں جس سے کثابت ہو کہ وہ
 اس طرح کے خیالات مسائل کی تعلیم دیا کرتا تھا چونکہ وہ مسئلہ اس اعتقاد پر مبنی ہے کہ ذات
 باری تعالیٰ مادی نہیں بلکہ روح ہو دانائی کامل ہے نہایت خیر خواہ و مہربان
 و شفیع و محافظ دائمی وہ تو اس مسئلہ سپنورا و قولند سے کہ ہم سب خدا ہیں ایسا مختلف
 ہو جیسا کہ مان و نہیں و اقرار و انکا۔ خندین ہیں اگرچہ قولند سے کہ ہر فیئر اس
 دہوانہ پن کی حکمت کا تھا ازراہ بد ذاتی و کمینگی اپنے خیالات کو انہیں الفاظ میں
 بیان کیا ہے جو سینٹ پال استعمال میں لایا ہے اور نیوٹن نے مختلف مطلب
 کے لیے نقل کیے ہیں۔ وہ ہی ہر فیئر پاک محاورہ اس باب میں جو وید میں آیا ہے
 کام میں لایا ہے لیکن مختلف معنوں پر اس سے جو معنی وید نے لیے ہیں۔ انہیں
 جسکی طرف میں نے اوپر اشارہ کیا ہے یہ ہے۔ ڈرونا اپنے (کون سے) کہا ہے کہ وہ روح
 جس سے کہ یہ مخلوقات نکلی ہیں اور جسکے ذریعے سے جسمیں سے کہ وہ

نکلی ہو وہ جیتی ہو اور رہتی ہو اسی کی طرف وہ مائل ہوتی ہو اور اُس میں وہ
آخر میں جذب ہو جاتی ہو۔ اُس کو جانو وہ روح سب سے اعلیٰ ازہو
اپنی چھٹی گفتگو میں کہ اس نے در باب ایرانیوں کے لکھی ہوئی جو نیز وہ حال لکھا ہو
جو ذیل میں درج ہو۔

میں صرف تھوڑی سی کیفیت اس علم آگاہی یا تصوف کی لکھو نگا جو بڑے زمانہ قدیم
سے بیشمار اشخاص فرقہ ایرانیان و ہندو دانتے چلے آئے ہیں اور جس کے وہ بڑے مفقود
ہیں۔ تھوڑا سا اس علم تصوف میں سے ہونان میں منتقل ہوا تھا اور فی زمانہ حال وہ
فصل ہے اہل اسلام میں مروج ہو۔ وہ بعض اوقات اُس کا ذکر بالتخصیص کرتے ہیں
اور اُس کے بیان کرنے میں ترم نہیں کرتے ہیں۔ حکماء زمانہ حال جو ان مسائل کے مفقود
ہیں بنام صوفی معروف ہیں۔ یا تو لفظ صوفی یونانی لفظ سے کہ معنی وانا دھو شیار
وزیرک آیا ہو نکلا ہو یا جامہ اونی سے جو وہ بعض سو بہ جات ایران میں پہنا کرتے تھے
آیا ہو۔ ان کے بڑے بڑے مسائل دنیاوی ہیں۔ کوئی چیز سوائے خدا کے موجود نہیں۔
روح انسانی ذات خدا سے کلی ہو اور اگرچہ وہ کسی خاص عرصے تک ہداہتی ہو لیکن
آخر میں وہ پھر اسمین طبعانی ہو۔ خدا کی ذات میں شامل ہونے سے غایت درجے کا سرور
کہ ممکن ہو حاصل ہو گا انسان کو اس دار فانی میں بڑے سے بڑا فائدہ حاصل کرنے کے لیے
یہ چاہیے کہ جہان تک کہ غالب جسمانی میں قرب و شمول ذات باری تعالیٰ ممکن الحصول ہو
حاصل کرے حصول اس مدعا کے لیے تمام تعلقات دنیوی یا اشیائے بیرونی ترک کرنا چاہئے
اور میں حیات کسی چیز سے دل لگانا چاہیے اور آلائش سے پاک رہنا چاہیے جینہ اسی طور
سے جیسا کہ غوطہ خور سمندر میں بے بارج ہونے پر مومن کے حرکت کرنا ہو۔ مغبین چاہیے کہ
سرد کے مانند چمکا ہو۔ نظر نہیں آتا ہو آزاد ہوں اور سیدھے نہ کہ مثل درخت بیوہ واد۔
اگر انھیں و ترغیب اغراض دنیوی روح پر اثر کر کے اُس کو فریضہ کریں تو ان کو وجد روحانی

سے مغلوب کرنا چاہیے۔ چونکہ زبان میں ایسے الفاظ نہیں کہ کمالیت ذات باری تعالیٰ
 و جوش جذبہ عبادت کو بیان کر سکیں فورس صورت میں ہم کو چاہیے کہ وہ محاورات جو ہمارے
 خیالات کو قریب قریب بصورت بیان کر سکتے ہیں نقل کرنے چاہیں اور حسن و عشق ذات
 باری تعالیٰ کو راز و اسرار کے الفاظوں میں بیان کرنا چاہیے جس طرح سے کہ نزل کو اس مقام بالا
 سے جہاں وہ آگاہ تھا توڑ کر جدا کر لیتے ہیں اور موم کو شہد کے چھتے سے نکال کر بیٹا لیتے ہیں
 اسی طرح سے روح انسان کی ذات باری تعالیٰ سے جدا ہو کر غم کرتی ہو اور مثل نبی روشن
 شمع اشک انشیں و سوزان بہاتی ہو اور بخود ہنس و آرزو سے تمام چاہتی ہو کہ بھوسکر اور
 اس قالب جسمانی سے چھوٹ کر پھر اپنے محبوب کی ذات میں بھاوے۔ یہ ایک سبب و ہدیہ
 و متعصب مذہب شاعران زمانہ حال یہ ان خصوصاً حافظ و مولوی فرقہ سیولیوی کا۔ میں نے
 کیفیت و دقیق خیالات علم تصوف صوفیوں کی کہ کتاب دبستان میں درج ہے نہیں لکھی
 بہ طریقہ مذہب حکماء و دیدنیوں اور بہتر شاعران و لایت ہند کا ہو اور چونکہ بڑے زمانہ
 قدیم سے وہ طریقہ ان دونوں قوموں میں چلا آیا ہو تو اور دلائل کے ساتھ اس دلیل کو
 بھی درباب انکی باہمی رشتہ داری و تعلقات قدیم کے میں کر سکتے ہیں۔

سر ولیم جوئز در باب حکمت ساکنین ممالک ایشیا و بیان کرنے میں جو ذیل میں درج ہے
 میں ابھی در باب علم مبدع طبیعی اجسام موجب بیان مشہور و معروف ملک ملک
 ایشیا لکھ چکا ہوں۔ کہتے ہیں کہ اس سے معتقدان حکمت چینی گورس نے بہت سی باتیں
 نقل کی ہیں۔ سر و کا یہ بیان ہو کہ چونکہ دنیا یا ان ولایت یورپ مسئلہ کشش و زور
 متصرفانہ کے قائل ہیں جنکو کہ انھوں نے کبھی ثابت کرنے کا ارادہ نہیں کیا ہو تو میں بھی
 کہتا ہوں کہ جزو باب حکمت و کل مسائل و اصول ہاں علم الہی جو نیوٹن صاحب نے لکھے ہیں
 دید میں مل سکتے ہیں اور موجود ہیں۔ اسکا یہ بھی قول ہو کہ کیفیت سبب و دقیق لطیف
 جو نیوٹن صاحب کی دانست میں تمام اجسام کے اندر داخل ہو اور مخفی اور باعث ظہور

میں لگایا ہو۔ مابین تعلیق فیما بین خیالات و انا یا ان یونان و ہند خالی از لطفت نہوگا سندوون نے تو اصلی وحدانیت خالق کو پھیلا کر بیشمار دیوتا مان رکھے ہیں لیکن اہل اسلام نے اصول وحدانیت خالق میں کہ موسے نے بیان کیا ہو کچھ اور مخلوط نہیں کیا ہو۔ ہندوؤں اور یونانیوں نے توصفات خالق کو کہ حاضر و ناظر، ہر شخص بنا دیا ہو لیکن اہل اسلام نے ایسا نہیں کیا ہو۔ مذہب ہنود میں نشان پیدائش مخلوقات و تواریح انسان جیسے حضرت آدم پر الہام سے منکشف ہوئی تھی اور بذریعہ روایات زبانی انکی اولاد میں متواتر چلی آتی ہو اور جسکی تاریخ حضرت موسے نے کہ انسان کی نسل کے اول مورخ ہیں لکھی ہو پایا جاتا ہو۔

دراستے تصدیق اس اظہار کے بن خلاصہ ذیل تسرذیم جو نز کے رسالے سے کہ باب بن دیوتا یا ان ممالک یونان و اطالیہ ہند کے لکھا گیا ہو درج کرتا ہوں۔ ہند کے حکما اس بات میں متفق الرائے ہیں کہ خالق نے اول عنقریب کو پیدا کیا تھا۔ چونکہ وہ حال طوفان کل دنیا و پیدائش مخلوقات کا بہت مفصل لکھتے ہیں تو یہ کبھی قبل میں نہیں آسکتا ہو کہ انکا تمام طریقہ درباب علم مخلوقات صرف روایات زبانی باب طوفان سے پیدا ہو اس میں اس میں شک نہیں کہ یہ مسند شروع کتاب اول حضرت موسے سے کہ موسے دوم بہ وراثت ہو نقل ہوا ہو اسکے برابر سر سے اخیر تک کبھی ایسا فقرہ خالی مضمون انسان کے قلم سے نہ کبھی نکلا ہو اور نہ کبھی کلیکا۔

ابتداء میں خدا اپنے لئے آسمان و زمین پیدا کی۔ زمین خالی تھی اور ویران چہرہ سمندر پر تاریکی تھی اور روح خدا چہرہ آب پر حرکت کرتی تھی۔ اور خدا نے فرمایا کہ روشنی ہو جاوے اور ایسوقت روشنی پیدا ہو گئی۔

خوبی و لطافت اس فقرے کی اہل ہند کی شرح میں بہت کم ہو گئی ہو۔ مینو فرزند برہم ان دیوتاؤں سے کہ اس سے مستفسر حال پیدا اسن کائنات ہوئے تھے۔ اس طرح اس پانچ

بیان کرتا ہو۔ کہ یہ دنیا ابتدا میں کمال تاریک و ناقابل تیز مشل گھٹے خواب کے تھی اس وقت تک جبکہ خدا نے جو نظر نہیں آتا جو سب تاریکی کو دزر کر کے پانچ عناصر اور اور شاندار اشکال کو ظاہر کیا۔ چونکہ اُسکے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اپنی شان سے اپنے میں سے مختلف وجودوں کو مخلوق کر دوں تو اُس نے اول پانی کو پیدا کیا اور اُسکی خواہش متحرک ہونے کا رہا۔

اس عجیب فتنے کے ساتھ جو آغاز مٹاؤ سسترن میں زخمہ چار فقرات بھاگوت کا بگو بند و یقین کرنے ہیں کہ بھگوان نے برہم سے کئے تھے شامل کرنا ہوں۔ میں ہی تھا اور میں ہی پہلے تھا اور سو اسے میرے کوئی اور وجود موجود نہ تھا۔ میں اس طرح رہتا ہوں کہ کوئی مجھ کو دیکھتا نہیں۔ میں سب سے بزرگ ہوں بعد اُسکے میں وہ ہوں جو ہوں اور وہ جو باقی رہیگا وہ میں ہی ہوں۔ علاوہ سبب اول کے جو کچھ کہ خیال میں آتا ہو یا نہیں وہ دونوں خیال کے سلب یا دھوکے ہیں مثل روشنی و تاریکی کے۔

اس طرح سے کہ اربع عناصر مختلف وجودوں میں داخل ہیں پھر بھی اُنکے اندر نہیں یعنی اُنکے اندر گھسے ہوئے ہیں لیکن اُنکو غارت نہیں کرتے ہیں۔ اسی طرح سے اگرچہ میں اُنکے اندر ہوں لیکن پھر بھی اُنکے اندر نہیں۔

وہ اشخاص جو اصول خیال سے کہ حالت شمول و جدائی میں ہر ایک جگہ اور ہمیشہ رہیگا و اُلفت ہو اچا ہتے ہیں تو وہ صرف اسی قدر نلاسن و تحقیقات کر سکتے ہیں۔ ہندوؤں کا یہ اعتقاد ہو کہ بربط روح قلبیسم سے پرواز کر جاتا ہو تو وہ فوراً یا مابور یا شہر متعلق بہ یا مابین منتقل ہو جاتی ہو۔ وہاں جا کر اُسکو بانویہ حکم سنایا جاتا ہو کہ اُسکو برگ یعنی آسمان اول میں لیجاؤ یا اُسکو زکھ میں کہ ضلع ساپون کا ہو ڈالو یا اُسکو کسی قاب حیوانی میں بروہے زمین منتقل کر دو اگر وہ اس سزا سے بھی زیادہ جڑا کا استحقاق ہو تو وہ قسم نباتات یا معدنیات زہر دار میں سے بنایا جاوے گا۔

ہندی یا درویشان آوارہ گرد ہندو

فلسطینیہ کے تکیوں کی نہرست میں کہ سابق لکھی گئی ہو ذکر بندیلر تکیہ بھی ہو چکا ہو یہ ایک
 مسجد ہو یا عبادت خانہ جو متعلیٰ مسجد مراد پاشا حمار سے منقسم ہو۔ وہ درویش جو مقامات بیدہ
 ہندوستان سے استنبول میں آنے ہیں اس مقام پر آکر ٹھہرتے ہیں اور پناہ لیتے ہیں
 میرے ایک دوست نے کہ فرقہ درویشان میں سے تھا مجھے کما تھا کہ یہ لوگ فرقہ ہائے
 نقشبندی و قادری و چشتی و کبرادی و انت اللہ ہی۔ و قلندری سے متعلق ہوتے ہیں
 یہ متوطنان ہند بیت لیکر اور اپنے شیخ سے برکت حاصل کر کے سفر اختیار کرتے ہیں اور بیک
 اور خیرات پر گذراوقات کرتے ہیں۔ چند ہی سفر منکلی اختیار کرتے ہیں۔ اکثر نو بہی سے
 براہ بحر فلزم جد سے کو بارادہ روانگی سمت اشہار مقدس جہاز جاتے ہیں وہاں وہ مثل
 مسلمانوں کے حج کرتے ہیں اور تب براہ منکلی اس ملک میں سے گذر کر بغداد کو جاتے ہیں۔
 بعضے جد سے پھر جہاز پر سوار ہو کر قبرہ واقع خلیج فارس میں جاتے ہیں۔ مطلب انکا اس
 سفر سے زیارت مزار حضرت علی و حضرت حسین و امام عباس و دیگر فرزندان حضرت علی
 علیہ السلام سے ہوتا ہے۔ شہر بغداد میں پہونچکر وہ تکیوں و مسجد حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی میں
 رہتے ہیں۔ بعض انہیں کے مثل کجیس بغداد کے بازاروں میں بیٹھتے ہیں لیکن بیک
 نہیں مانگتے ہیں۔ بعض اوقات وہ کادخانہ قادری میں جسکا سابق ذکر ہو چکا ہو رہتے ہیں
 اسکے دروازے پر مزار حضرت عبدالجبار فرزند بانی فرقہ قادری بنا ہوا ہو۔ جو نئے ہندی
 وہاں پہونچتے ہیں انکے ایمان کا امتحان تین روز تک رہتا ہے۔ اگر امتحان ثابت ہوتا ہے
 کہ وہ مجوسی ہو یا بت پرست ہر تودہ امتحان نماز و روزے کی تاب نہیں لاسکتا ہو اس پر
 تہی سختی ایسی ڈالی جاتی ہے کہ قبل از ختم ہوتے عرصہ امتحان کے وہ گھبرا کر بھاگ جاتا ہو۔
 بعد زیارت اور مقدس مزاروں کے اور اداسے رسمیات پر تنہا معمولی و مطلوبہ کے وہ
 اور حقیقت طریقہ درویشی میں داخل ہوتا ہو۔ بعض اسکو فقیر کہتے ہیں۔ اسجایہ بھی کہنا لازم

کہ بہت سے فقیر کسی خاص طریقے میں داخل نہیں بلکہ صرف محض مسلمان ہیں جو کہ زیارت خاص قبر و نبعید کی سنت رکھتے ہیں اور مشکلات میں اٹھاتے ہیں اور اسکو باب مذہب میں بہتر سمجھتے ہیں۔ اس مطلب کے لیے فقیر اپنا گھر بار مان باپ قبیلہ عیال و اطفال و دوستوں کو تمام اُن چیزوں کے جو اُنکے پاس موجود ہوتی ہیں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اس طرح سے ترکِ خطوط و دیوئی و آرامِ زندگی کو وہ بڑی آسودگی سمجھتے ہیں اور وہ کیسا ادب نہیں کرتے ہیں خواہ کیسا ہی اُسکا درجہ و رتبہ ہو اور بسببِ مفلسی و تنگ حالی وہ نہ اتنے محفوظ رہتے ہیں۔ اگرچہ وہ اسکو بڑا بھلا بھی کہیں اور گستاخی سے پیش آویں۔ ان درویشوں کے قصوں میں قصہ مندرجہ ذیل بھی شامل کرنا ہوں۔

ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شاہ ایک درویش کے پاس سے گذرنا چاہتا تھا۔ درویش نے تو اُسکی تعظیم کے لیے کھڑا ہوا اور نہ اُسنے اُسکو سلام کیا۔ چونکہ شاہ کا مزاج اتنی تھا وہ اُسکی بے ادبی کو دیکھ کر براغض بنا گیا اور وہ آواز بلند کہنے لگا کہ ان اشخاصِ فاک زدون کے اطوار حیوانانہ مطلق کے اطوار سے کچھ بہتر نہیں۔ یہ لوگ جبکہ چیتھڑے لگے ہوئے ہیں حیوان ہیں۔ وزیر شاہ چلا کر فقیر سے کہنے لگا کہ تیرے کیون شاہ کا ادب کیا اور کس واسطے تیرے تعظیم نہ دی۔ در جواب اُسکے درویش نے وزیر سے کہا کہ تم اپنے آقا سے کہہ دو کہ ادب و تعظیم اُنسے چاہیے جو اُسکی بخشش کے محتاج ہوں اور جو اُسکی نعمت کے خزانہ ہوں اور چونکہ شاہ واسطے حفاظتِ رعایا کے مقرر ہوئے ہیں تو لوگوں پر فساد نہیں کہ وہ اُسکا ادب بظاہر کریں اور تعظیماً پیش آویں۔ یہ جواب سن کر شاہ نے وزیر کو حکم دیا کہ درویش سے پوچھو کہ اُسکے لیے کیا کریں اور اُسکو کیا دین جو کچھ اُسکی اصلاح ہو بیان کرے۔ اُسکے جواب میں درویش نے کہا کہ میں شاہ سے صرف یہی چاہتا ہوں کہ وہ مجھکو

بہتر سے اور مجھ سے نہ بولے۔

ایسا گفتگو میں ایک درویش نے ایک شاہ سے جو درویشان کا چندان ادب دیکھا تھا

نہیں کیا کرتا تھا کہا اگرچہ ہم مثل تیرے : تو صاحب اختیار ہیں اور نہ صاحب ثروت و طاقت
 لیکن ہم نسبت تیرے زیادہ تر خوش ہیں اور دولت کے ہونے سے بڑے راہنی ہیں اور غفلت
 بعد موت کے ہم سب مساوی ہیں اور بعد روزِ شمر ہم تم سے بزرگ اور درجہ اعلیٰ پر ہونگے
 ایک چور نے ایک فقیر سے کہا کہ تمہیں لوگوں سے بھیک مانگتے ہو مگر تم نہیں آتی ہو
 فقیر نے جواب دیا کہ بھیک مانگنا تو ہر درجہ اس سے بہتر ہے کہ چوری کی علت میں ہاتھ کاٹ لیا جائے
 ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شاہ نے بہشت رکھی تھی کہ اگر میں اپنے
 مقصد میں کامیاب ہوں گا اور جس کام کے لیے کہ میں اب سعی و کوشش کیا جا رہا ہوں
 اس میں فتح نصیب ہو گا تو میں اس دارالریاست کے غریب و مسکین درویشوں پر بہت
 سارے پیسے تقسیم کروں گا جب مطلب اسکا پورا ہوا اور مقصد اسکا حسبِ درخواست برآیا تو اپنے
 اپنے ایک افسر کو بہت سارے پیسے موافق اقرار کے دیا کہ توجا کر اسکو درویشوں پر تقسیم کر
 چونکہ وہ درویشوں کا معتقد تھا اسنے وہ روپیہ اپنے پاس رکھا اور نام کو بادشاہ
 سے جا کر کہا کہ اس دارالریاست میں کوئی درویش نہیں ہو۔ بادشاہ کو یہ بات سنا
 تعجب ہوا اور اسنے اس افسر سے کہا کہ اس دار الخلافت میں کسی سو درویش ہونگے
 تو ایونکر کہتا ہو کہ یہاں کوئی بھی درویش نہیں۔ اسکے جواب میں اسنے کہا کہ جو درویش
 ہو وہ روپیہ لیتا نہیں۔ اور جو لیتا ہو وہ درویش نہیں۔ درویش میں جیسا کہ سابق
 مذکور ہوا اس صفات گنتی کے ہونے چاہئیں۔ یعنی اول تو اسکو بھوکا رہنا چاہیے و قوم
 خسانہ بدوش ہونا چاہیے۔ سوم تمام شب اسکو بیدار رہنا چاہیے۔ چہارم بعد وفات
 اسکا کوئی وارث نہ ہونا چاہیے۔ پنجم اگر آقا باورشہ اسکا اس سے بُری طرح سے بھی
 بیش آوے تو بھی اسکو چھوڑے اور اس سے جدا ہو کر شتم ادا لے اسے اوتنے درجے پر
 اسکو فانی و صابر ہونا چاہیے۔ ہفتم جو کوئی اسکی مہم کا فرمان ہو تو اسکو اپنی جا خالی
 کر دینا چاہیے۔ ہشتم اگر کوئی اسکو مار پیٹ کر بھروائی دے تو اسے لینی چاہیے اور اسکی طرف

مائل ہونا اور اس سے محبت رکھنی چاہیے۔ نہم جو وقت کہ کھانا پڑا سا جاوے اس وقت اسکو دور رہنا چاہیے۔ دہم جب وہ اپنے آقا یا مرشد کے ہمراہ ہو تو اسکو چھوڑ کر پھر اپنی جگہ پر واپس جانا چاہیے۔

ایک درویش ایک ایسے گھر حسب الطلب جایا کرتا تھا اور اس کے خدمتگار اسکو مار کر نکال دیتے تھے اور اس سے بُری طرح سے پیش آنے تھے لیکن وہ بموجب صفات مذکور بالا پھر اسی در پر حاضر ہوتا تھا جب اس امیر کو اس بات سے اطلاع ہوئی تو اس نے درویش سے عذر خواہی کر کے کہا کہ تم بین بڑا انکسار و حلم و صبر ہو اسکے جواب میں درویش نے کہا کہ یہ بات تو کچھ لائق تعریف نہیں بلکہ وہ صرف ایک صفت کثے کی ہو جسکے سبب سے اگر اسکو مار کر نکال دے تو پھر ہمیشہ اسی در پر جا کر حاضر ہو جاتا ہو

باب شانزدہم تصوف

لفظ صوفی کے معنی زبان عربی میں اُون کے ہیں۔ اور سٹرلین باب دہم الف لیسہ کے حاشیہ ۱۰۲ میں بیان کرنا ہو کہ وہ تسمیہ یا توبہ ہو کہ وہ درویش اونی پوشاک پہنتے ہیں یا یہ لفظ لفظ یونانی سے نکلا ہو اور بسبب انکے مسائل حکمت کے اسکو صوفی کہتے ہیں سٹرلین کا یہ بھی بیان ہو کہ ابک گروہ سلم درویشوں کا موسوم بہ صوفی ہو اور درویشوں سے عموماً وہ زیادہ تر باد آتی میں مصروف رہتے ہیں۔ اس فرقے میں سے اکثروں نے تصوف کے باب میں کتب لکھے ہیں سنی صوفی اگرچہ بڑے مخفی راز و اسرار رکھنے والے اور جید ہیں لیکن وہ شیعہ صوفیوں ایران کو نہیں پہنچتے ہیں۔

تمام تکیوں میں جہان کسین میں گیا ہوں میں نے دیکھا ہو کہ سب درویش بیکری کمال پر چلو پہلی کہتے ہیں۔ بیٹھے ہیں۔ اکثر انہیں کے سفید ندرے کی ٹوپی اُون کی بنی

ہوئی بھی سہرہ رکھتے ہیں اور انکے چنے بھی اُن کے ہوتے ہیں لیکن رنگین نہیں۔
فرقہ بیگناشی جو یانی چری سے اُس تعلق رکھتے ہیں سفید منہ کی ٹوپیاں دیتے ہیں
اور وہ مسئلہ ناسخ کے قائل ہیں۔

ترجمہ

مضمون علم تصوف پر جو کچھ کہ فاضل و خدا پرست و پارسا محمد صری مغفور نے لکھا ہے
اس میں سے کچھ ارجحاً درج کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکر و سپاس خالق کائنات کو ہو اور دعا و ثنا سبکی اہمیت
سے خداوند محمد رسول اللہ اور علیؑ اُس کے بھائی و داماد و دیگر پیغمبران و خاندان و اصحاب
محمد صائم کو پہنچے۔

سوال۔ اگر کوئی سوال کرے کہ بنا و ابتدا تصوف کس پر ہو تو جواب اس کا یہ ہو گا۔
جواب۔ ایمان پر۔ اُس کے چہ ستون ہیں یعنی۔ وجود خالق۔ وحدانیت۔ فرشتگان
پیغمبران۔ روز رستاخیز۔ نیک و بد جو تقدیر سے کہ روز ازل سے مقرر ہوئی ظہور میں
آتا ہے۔ انکا مقصد ہونا اور انکو زبان سے کہنا اور دل سے اقرار کرنا چاہیے۔

سوال۔ تصوف کا انجام یا مطلب اصلی کیا ہے

جواب۔ زبان ایمان سے چھوٹے ستون مرقومہ بالا کو بونا اور اُنکا دل سے
معتقد ہونا جیسا کہ عبیدی نے جواب اسی سوال کے بیان کیا ہے مطلب اصلی علم تصوف ہے۔
سوال۔ عوام اور صوفیوں میں کیا فرق ہے۔

جواب۔ علم جو بنا و اعتقاد لوگوں کا ہو صرف نقل و نقل ان چھوٹے ستون کی ہو لیکن
ایمان صوفیوں کا اصلی و حقیقی ہے جیسا کہ شہادت علماء اعظام سے ظاہر ہے۔

سوال۔ یہ نقل کس طرح کی ہے۔

جواب۔ یہ نقل اس طرح کی ہے کہ جو کچھ کہ انچھوٹے اپنے آباء و اجداد و اہل بیت

مقام سے جہاں وہ سکونت رکھتے ہیں یا کسی علامت سے سنا سپر اعتقاد لانے لیکن وہ اس بات سے واقف نہیں کہ کیوں یستون ایمان اصلی و بنیادی ہیں اور کس واسطے مغفرت آئندہ حاصل ہو سکتی ہو۔ یہ کوئی نہیں جانتا ہے کہ کسی شخص کو کوچہ و بازار میں پھنستے ہوئے یا ایک جواہر بیش قیمت مل گیا ہو جسکی تلاش میں نشان جہاں جو دنیا کو ادھر سے ادھر تک فتنہ کرنے پھرتے ہیں مایوس ہوئے ہیں اگرچہ انکو اور سب پیرین میسر آگئی ہیں جس کسی کو وہ جواہر ہاتھ آگیا ہو اسکو روشنی روشن تر آفتاب سے میسر آگئی ہو اور اس سنگ پارس ہاتھ آگیا ہو کہ نابینا ہارون برس کا پرانا اسکے اثر سے طلوعِ خالص بنجاتا ہو اسکا پانچواں والا اسکی اصلی قیمت و قدر جانتا نہیں اور وہ اسکو صرف ایک جھوٹا جواہر سمجھتا ہو اور اگر پیاسا ہو تو ایک پیالہ آب کے عوض اسکو دے ڈالتا ہو۔

سوال۔ ایمان کامل ہونے کی علامت با وجہ ثبوت کیا ہو۔

جواب۔ علامت اسکی یہ ہو کہ اسکے منشا میں نے اصلیت ہر ایک کی چھون بتو نوں ایمان میں سے کہ سابق بیان ہو چکے دریافت کی ہو اور حقیقت پر پہنچ گیا ہو۔ علم ظہر ایک راہِ علمدہ وجد اگانہ مابین دیہ و شہر تقاید ہو۔ بہت سے اشخاص اس راہ پر دشن بینش میں۔ چالینش برس گمراہ پھرتے ہیں اور مختلف راہ لے کر غلط پر چلنے لگتے ہیں بعض تو اہل جبری اور بعض اہل قادی اور بعض اہل معتزلی و بعض مجسمی۔ بعض مشبہ بنجاتے ہیں۔ اور کل ۳۔ راستے یافتے ہیں۔ یہ سب بجز ایک کے گمراہ پھرتے ہیں۔ کوئی انہیں سے شہر ایمان اصلی و حقیقی تک پہنچتا نہیں۔ ان ۳ میں سے صرف ایک ذمہ راستی پر ہو۔ اس فرقے کا نام فرقہ ناجیہ ہو۔ یہ ہی منزل مقصود کو پہنچتے ہیں بسبب اسکی کہ وہ بدل و جان احکام و ہدایات نبی اہل اسلام علیہ السلام پر کار بند ہونے میں وہ اصلی قیمت اس جواہر کی کہ انہوں نے پایا ہو جانتے ہیں۔ انکا ایمان ظاہر ہو اور چونکہ وہ روشنی ایمان ساتھ لیے ہوئے سفر کرتے ہیں وہ آفتاب میں پہنچ گئے ہیں۔ اگرچہ اولیٰ

اول وہ صرف افعال تھے لیکن آخر میں حقیقت کو پہنچ گئے ہیں۔ بعد دریافت کرنے حقیقی ایمان کے وہ متوجہ بطرف نقل ہونے ہیں اور اسکے باطنی اسرار سے واقف ہو جاتے ہیں تب انکو معلوم ہوتا ہے کہ طریقت و شریعت دونوں باہم موافقت و مطابقت رکھتے ہیں۔ انکو اب تک صرف اس قدر امام خدا سے ہوا ہے کہ وہ اسکے ذریعے سے حقیقت کو دیکھ سکتے ہیں جو انکی نگاہ سے مخفی ہے کہ راہ نقل پر آوارہ و سرگردان پھرتے ہیں وہ طریقت و شریعت کو باہم مقابل کر کے دریافت کرتے ہیں کہ وہ مثل روح و جسم باہم متفق ہیں اور یہ اس کلام نبی خیر الوری سے مطابقت کھاتا ہے کہ جس کسی کا ایک بھی حواس خمسہ ظاہری و باطنی میں سے ناقص ہو اس کا ایسا ہے و ناقص ہے۔ اس کلام سے ظاہر ہے کہ جو باب شریعت میں ناقص ہے وہ باب طریقت میں کامل نہیں ہو سکتی ہے۔

سوال۔ باب ایمان و طریقہ پرستش میں دعویٰ کس فرقے سے تعلق ہیں۔

جواب۔ اکثر تو انہیں کے مسلمان فرقہ ہستی میں سے ہیں اور بموجب مذہب شیعہ و مہمونیہ شیخ ابو منصور متوریدی جماعت قبول کرتے ہیں۔ اکثر اہل عرب فرقہ شیخ ابو الحسن الاشاعری میں سے ہیں اور اہل سنی ہیں اور چار فرقوں حنفی و شیعہ و حنبلی و مالکی میں سے کسی نہ کسی فرقے کے مطابق موافق رواج اپنے اپنے ملک کے جماعت قبول کرتے ہیں مثلاً ساکنین ملک روم حنفی ہیں۔ وجہ تسمیہ حنفی کی یہ ہے کہ وہ فرقہ ابو حنیفہ سے نکلا ہے۔ ابو حنیفہ نے قواعد اپنے ایمان کے قرآن و احادیث نبوی سے نکالے ہیں۔ ساکنین عرب و مصر و آسودا و اشہار مقدس مکہ و مدینہ شافعی ہیں۔ تمام ساکنین تونس و نور و مابہ اینڈ لیشیا و بعض ساکنین عرب ملکہ کے ہیں۔ اکثر متوطنان بغداد و عسقلان و بعض قطعات ملک عرب و بعض ساکنین مکہ و مدینہ پر حنبلی امام کے ہیں۔ انہیں باہم صرف بلحاظ طریقہ پرستش فرقہ ہو لیکن ان کے تمام مسائل ملتے ہیں۔ پیغمبر اہل اسلام علیہ السلام ان اشخاص کو جو سنت و جماعت پر کار بند ہوتے ہیں بلقیہ اہل وجہ مقبوس کہ انہیں

چاروں نموتے سابق الذکر اہل وجہ کی قسم سے ہیں۔ تمام صوفی اہل وجہ سے متعلق ہیں صوفیوں کا یہ اعتقاد ہو کہ ہر ایک اہل اللہ یا صاحب کرامات و فصاحت پارسائی و پاک جیو چار بڑے معلمین و فقہ دانوں سے متعلق ہو حاصل نہیں کر سکتا ہو اور اہل کزن یعنی بارہ اماموں کو نوہر گز نہیں پہنچ سکتا ہو۔ ترکیب اس درجہ کمالیت کے حاصل کرنے کی صرف یہ ہو کہ اُنکے طریقے پر چلے جب تک وہ اس درجے سے آگے بڑھ جاوے اور تب بنظوری خالق کوئی اور طریق جو ان اماموں کے طریقے سے بہتر ہو مقرر کرے۔ یہ بات کوئی ابتک نہیں کر سکا ہو۔

سوال۔ جب بایزید سبطامی سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ تم کس فرقے میں سے ہو تو انھوں نے جواب دیا تھا کہ میں فرقہ اللہ میں سے ہوں۔ بناؤ کہ فرقہ اللہ سے انھوں نے کیا مراد لی ہو۔

جواب۔ تمام وہ فرقے جنکا ابھی ذکر ہو چکا ہو فرقہ اللہ میں داخل ہیں۔ مثلاً فرقہ امام بزرگ یعنی نو من ابن ثنابت الکو فی و فرقہ امام شافعی اگرچہ ان ناموں سے مشہور ہیں لیکن وہ حقیقت فرقہ ہائے اللہ سے ہیں پس اس صورت میں بایزید نے فی الحقیقت جواب واجب دیا تھا۔

سوال۔ اکثر صوفی اپنے قصیدوں میں ایسے الفاظ کام میں لاتے ہیں جن سے واضح ہوتا ہو کہ وہ اہل تناسخ میں سے ہیں۔ وہ اپنے تئیں بعض اوقات لوت اور بعض اوقات رایو اور بعض اوقات نباتات اور بعض اوقات حیوانات اور بعض اوقات انسان بیان کرتے ہیں اسکے کیا معنی ہیں۔

جواب۔ او بھائی پیغمبر خدا نے کہا ہو کہ میری امت بروز حشر جماعتوں میں اُنھیں گے بنے بندر کی شکل میں اور بعض سور کی شکل میں اور بعض کسی اور صورت میں اُنھیں گے قرآن کے باب ۱۱۔ کہ تاۃ ۱۰۔ میں یہ مضمون جسکی مشدخ فاضی ہینادی نے کی ہر درج

یہ شارح ایک حدیث اس مضمون کی اس موقع پر لاتا ہے کہ قیامت کے روز انسان
 ان حیوانوں کی شکلیں بنکر اٹھیں گے جن سے کہ انکی خصلت بہت مشابہت رکھتی ہوگی۔
 مثلاً اشخاص طامع و حرصیں سو بنکر اٹھیں گے و اشخاص مغلوب الغضب اونٹ بنیں گے
 اور شیر و غیبت کرنے والے بندر کی شکل میں اٹھیں گے بدینہ کہ اگرچہ یہ بظاہر شکل انسان
 ہیں لیکن درحقیقت انکی خصلت ان حیوانوں سے بہت ملتی ہے۔ یہ مشابہت یہاں اوّلکی حین
 حیات چند ان ظاہر نہیں ہوتی ہے لیکن بعد مرگ و بعد قیامت دوسری دنیا میں
 صاف ظاہر ہو جاتی ہے۔ ان عیبوں کو دور کرو۔ حین حیات و قبل از مرگ توبہ کر نیسے
 انسان ان عیوب سے مبرا ہو سکتا ہے۔ اس باب میں پیغمبر شفیع روز محشر نے یہ کہا ہے
 کہ نیند برادر مرگ ہے۔ انسان مرتے ہوئے اپنی اصلی خصلت کو دیکھتا ہے اور دریافت
 کر لیتا ہے کہ آیا وہ بذریعہ توبہ اپنے جذبات کے اثر سے جنگا وہ حین حیات مغلوب تھا
 محفوظ و مبرا ہوا ہے کہ نہیں۔ اسی طور سے وہ خواب میں بھی دیکھے گا۔ کہ میں موافق
 اپنے جذبات کے عمل کرتا ہوں اور انکی راہ پر چلتا ہوں۔ مثلاً وہ خواب میں یہ
 دیکھتا ہے کہ میں اپنے پیشے میں مصروف ہوں اور خواب میں یہ ہدایت خدا کی جانب
 سے ہوتی ہے کہ تو خیال جذبات حیوانی و پیشہ کبینہ میں چند ان غسوق و محو ہو رہا
 و عادت توبہ سے انسان یہ توقع کر سکتا ہے کہ میں خواب میں دیکھوں کہ میں جذبات
 حیوانی سے جن سے میں مغلوب ہو رہا ہوں آنا د و مبرا ہوں اور انسان بتا۔ اگر تم
 خواب میں بندر کو دیکھو تو یقین کرو کہ خدا نیکو خبردار و آگاہ کرنا ہے کہ شرارت سے
 باز ہو اور در صورتی کہ سو کو خواب میں دیکھو تو اسکو اطلاع اس امر کی سمجھو کہ اور
 مال پر دانت نہ کھنا اور طمع و حرص سے مبرا ہونا چاہیے۔ و علیٰ ہذا القیاس اگر
 اور حیوانات کو خواب میں دیکھیں تو انکی بھی تعبیر موافق انکی خصلت ہدایہ کے
 ہوگی۔ جاؤ اور کسی مرشد کامل کے مرید بنو جو تمکو اپنی دعا و نماز کے اثر سے خواب میں

تکو تمھارے عیوب دکھا دیکھا جب تک وہ ایک ایک دور ہو جائینگے اور انھی جگہ پر
 صفات نیاب پیدا ہو جائینگے۔ یہ بات خدا کے نام لینے سے جو وہ تمکو سکھ دیکھا حاصل
 ہوگی۔ آخر سن تم خواب میں صرف پارساؤں و عابدوں و اولیاءوں کو دیکھا کرو گے
 اور وہ دلیل تمھاری اُس خدا پرستی و پارسائی کی ہوگی جو تمکو حاصل ہوئی ہوگی۔
 یہ ہی ہو مراد اُن شاعروں کی جو حالت اُن اشخاص کی بیان کرتے ہیں جنھوں نے
 کہ تو بہ نہیں کی ہوتی ہو۔ ایک مصنف کا یہ بیان ہو کہ میں بعض اوقات حیوان و بعض
 اوقات نباتات و بعض اوقات انسان بنجاتا ہوں۔ صوفی بھی جب اور مخلوقات کی
 صفات اپنے اوپر لگاتے ہیں تو موافق اُسی شاعر کے کہنے لگتے ہیں۔ کیونکہ انسان
 آخر موجودات کہلاتا ہو اُس میں جمیع صفات مخلوقات عالم جمع ہیں۔ بہت سی کتب تصوف
 اِس مضمون پر لکھی گئی ہیں۔ اُن تمام سے ظاہر ہوتا ہو کہ انسان تو نوعِ ہائے کبریا
 ہوائی دنیا نوعِ ہائے صغیرا ہو۔ کہتے ہیں کہ انسان کے جسم میں تمام اعضاء باقی مخلوقات
 موجود ہیں اور انسان کا دل نسبت قوس قزح زیادہ فراخ ہو بدینو جب کہ جب آنکھ
 بند کر لیتے ہیں طاقت روحانی بڑے فراخ شہر کو اپنے اندر لے لیتی ہو۔ اگرچہ ظاہر آنکھیں
 اُسکو نہیں دیکھتی ہیں لیکن دل کی آنکھوں سے وہ دیکھتا ہو اور اُسکے اندر وہ سما گیا ہو
 کتب تصوف میں سے جو ضاحیات ایک ہو۔ اُس میں لکھا ہو کہ اگر کوئی تنفس اپنی نکھینز
 اور اپنے کان و نچھنے بند کر لے تو اُسکو سردی نہ لگے گی۔ دایں نچھنے کو آفتاب کہتے ہیں
 اور بائیں کو مہتاب۔ دایں نچھنے سے گرم ہوا نکلتی ہو اور بائیں سے سرد۔ ایک اور
 رسالہ موسوم بہ نسخہ کبرا موجود ہو۔ اُس میں حال بزرگی انسان کا درج ہو۔ وہ کتاب
 صوفیوں کی بڑی عمدہ کتب میں سے ہو۔

سوال یہ فرق مذاہب اہل تناسخ و صوفیان بیان کرو۔

جواب ہم کہتے ہیں کہ طریقہ تناسخ برزخ سے کچھ تعلق نہیں رکھتا ہو۔ جس برزخ میں

عرصے کو کہتے ہیں جو مابین وفات و روزِ حشر جسکا ذکر قرآن کے ۲۳۔ باب آیت ۱۰۲۔
 بین یون آیا ہو کہ اُس عرصے میں نہ تو انعام ہوتا ہو اور نہ سزا ملتی ہو۔ لیکن
 برزخ کے معنی اسجا اُس حالت روح کے ہیں جبکہ وہ پردہ عقبے کا نہیں کرتی ہو۔ یہ حالت
 انہرطاری ہوتی ہو جو گناہوں میں پڑے ہوئے ہیں اور بسبب اپنی بد ذاتی و خصلت کے
 بُرائیستان کرتے ہیں۔ لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ حالت عقبے میں ہوتی ہو اور اس
 دنیا میں دیکھنے میں نہیں آتی ہو مثلاً کہتے ہیں کہ بعض آدمی کی خصلت موافق بعض حیوانات کی
 خصلت کے ہوتی ہو لیکن انکی شکلیں اُن حیوانات کی شکلوں پر نہیں ہوتی ہیں۔ بعد
 مرگ انکی ارواح اُن حیوانات کے قابضوں میں منتقل ہو جاتی ہو جسکی خصلت کہ انکی
 خصلت سے ملتی تھی اور اسبطر سے اولاد کے پھیلنے سے وہ آخر میں حیوان ہی بن جاتے ہیں
 اور نظر آنے لگتے ہیں۔ اور پھر کبھی حقیقت میں مرنے نہیں لینے وہ کسی نہ کسی قالب
 حیوانی میں پردہ دنیا پر موجود رہتے ہیں۔ اسبطر سے انسان اپنی شکل انسانی سے
 درگزر تا ہو اور باری باری مختلف قسم کا حیوان بننا جاتا ہو۔ تناسخ کا نوبہ اعتقاد ہے جو
 اوپر بیان ہوا لیکن وہ مذہب حقیقی کے خلاف ہو۔ اس باب میں عمر بن الفدیہ نے
 یہ کہا ہے جو کوئی معتقد تناسخ و انتقال روح کا ہو وہ ایسی بیماری میں گرفتار ہو کہ خدا ہی
 اُسکا شافی ہو نہ ایسے مسائل کے معتقد ہو۔

اوبر اور اپنے تئیں ایسے اعتقاد سے دور رکھو اور اُن مسائل سے کچھ تعلق نہ رکھو۔
 اُن ۷۲۔ فرقوں سابق الذکر میں سے جو غلطی میں پڑے ہیں۔ یہ سب سے زیادہ قراب
 ہو۔ خدا ہکودارین میں اُنکے ساتھ شریک ہونے با اُنکا چہرہ دیکھنے سے باز رکھے اور محفوظ
 سوال۔ یہ اشخاص بعض اُن اشیا کو کہ ممنوعات میں سے ہیں جائز و حلال سمجھتے ہیں۔
 مثلاً شراب نوشی اور دکان شراب کی کھولنے کو اور پیالہ شراب پلانے کو اور عسوقہ سے
 صحبت رکھنے کو حلال سمجھتے ہیں وہ اپنی محبوبہ کی زلفوں اور خال و رخ و خساروں کی

تقریف کرتے ہیں اور اُسکی بھوون کو قرآن کی آیات سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اس بات کے کیا معنی ہیں اور اُسکا سبب کیا ہے۔

جواب۔ جب یہ صوفی ایمانِ حقیقی کو چھوڑ کر مشابہت اور مجاز پر جاتے ہیں وہ جسمانی خط و خال کے معنی روحانی خط و خال کے لینے ہیں اور اشکالِ ظاہری سے مراد اشکالِ باطنی و خیالی رکھتے ہیں۔ وہ بڑے قدر و منزلت کی اشیا کو اُنکی اصلی خصلت میں دیکھتے ہیں اور اسی وجہ سے اُنکے اکثر الفاظ کے معنی روحانی و خیالی ہوتے ہیں۔ مثلاً جب کبھی وہ مثلِ حافظ ذکرِ شراب درمیان لاتے ہیں تو وہ اُس سے مراد علمِ خدا لینے ہیں۔ علمِ خدا کے معنی حقیقی اگر لبوین تو عشقِ خدا سے مراد ہوگی۔ شراب کی بھی اگر حقیقت کو دیکھیں تو وہ عشق ہو۔ محبت و عشق لینے عشقِ حقیقی و عشقِ مجازی یہاں دونوں ایک ہیں۔ دکانِ شراب سے مراد اُنکی مرشدِ کامل ہوتی ہے۔ بدینو جہ کہ دلِ مرشدِ کامل کا خسران عشقِ الہی ہے۔ پیالہ شراب سے مراد اُنکی تلقین ہوتی ہے اور تلقین کے معنی نامِ خدا لینا ہو بطور ایمان مثلاً سوائے اللہ کے کوئی خدا نہیں۔ پیالہ شراب کے معنی وہ الفاظ بھی ہوتے ہیں جو مرشدِ کامل کی زبان سے دربابِ علمِ الہی نکلتے ہیں اور سارے مہر کی روح میں سرور پیدا کرتے ہیں اور جذبے اُسکے دل سے نکال ڈالتے ہیں اور خوشی خالص روحانی اُسکے قلب میں پیدا کرتے ہیں۔ معشوق سے مراد اُسٹادِ کامل ہوتی ہے کیونکہ جب کوئی اپنی معشوقہ کو دیکھتا ہے تو وہ درستی اندازہ اُسکے اعضا کی بڑی محبت ولی سے تقریف کرتا ہے۔ درویش دیکھتا ہے کہ مرشد کا دل راز و اسرارِ علمِ الہی سے بھرپور اور اُسکے ذریعے سے وہ تمام کو جو مرشد کو آتا ہے سکھاتا ہے عینہ اُسی طور سے جیسا کہ گناہ اپنے اُستاد سے تعلیم پاتا ہے۔ جیسا کہ عاشقِ معشوق کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے ویسا ہی درویش اپنے اُستاد کی صحبت میں مغلوط ہوتا ہے۔ اس دنیا میں معشوق پر محبت جاتی ہے لیکن عالمِ روحانی میں اُستاد پر معشوق کی زلفون سے مراد تقریف مرشد لیجاتی ہے۔ وہ تقریف

رویش مدیہ کے دل میں محبت کو قائم کر دیتی ہو خال رخ سے مراد وہ حالت مدیہ ہو جبکہ وہ اپنے استاد کو دنیوی اغراض سے بہت ادا دیکھ کر آپ بھی تارک الدنیا ہو جاتا ہو اور سوا استاد یا مرشد کے کسی اور چیز کی خواہش دل میں نہیں رکھتا ہو۔ معشوقہ کے بروہن کو جو آیات قرآن سے تشبیہ دینے ہیں اُس سے مراد روشنی دل مرشد کی ہوتی ہو۔ کیونکہ صفات خدا یہ جب اس کلام پیغمبر کے کہ خدا تم کو اپنے صفات بخشے شیخ یا مرشد میں بھی ہوتے ہیں۔ سوال مرشد و دیگر درویش کہتے ہیں کہ ہم خدا کو دیکھتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہو کہ سوا پیغمبر کے کوئی اور اس کو دیکھ سکے۔

جواب۔ یہ بات ہرگز ممکن نہیں۔ انہی مراد اس اظہار سے یہ ہوتی ہو کہ ہم خدا کو جانتے ہیں اور اس کی طاقت و قدرت کو دیکھتے ہیں کیونکہ قرآن کے باب ۶ و ۵ کی آیت ۱۰۳ میں آیا ہو کہ کوئی آنکھ اس کو پہنچ نہیں سکتی ہو۔ لیکن وہ نگاہ کے پاس پہنچتا ہو پیغمبر خدا سے اور انبیاء نے حکم دیا ہو کہ حتی الامکان خدا کی پرستش کرو۔ اگرچہ تم اس کو نہیں دیکھ سکتے لیکن وہ تو تم کو دیکھتا ہو۔ یہ اجازت پرستش خدا کی مہربانی ہو۔ اور وہ کہتے ہیں کہ بسبب مہربانی خدا ہم خدا کے بندے ہیں۔ حضرت علیؑ نے کہا ہو کہ اگر پردہ میری آنکھوں کے آگے سے ہٹ جاوے تو میں کیسی اچھی طرح سے اُس سے روحانی ملاقات کروں۔ اس حدیث سے زیادہ تر ثابت ہوتا ہو کہ کوئی متفلس خدا کو حقیقت نہیں دیکھتا ہو اور حضرت علیؑ نے بھی کہہ دی تھی کہ بھی خدا کو نہیں دیکھا۔

سوال۔ کیا یہ کتنا غلطی فاش ہو کہ کسی کا نقش یا کسی طرح کا کھوج دیکھ کر خود اس کو دیکھ سکتے ہیں۔

جواب۔ بیشک و شبہ اس ترکیب سے وہ دیکھ سکتا ہو جب کوئی شخص دھوپ کو دیکھتا ہو تو وہ کہہ سکتا ہو کہ میں نے آفتاب کو دیکھا اگرچہ فی الحقیقت اُس نے آفتاب نہیں دیکھا تھا۔ اسکی ایک اور مثال یہ ہو۔ اگر تم شیشہ یا تختہ میں لے کر اس میں دیکھو تو تمہیں ایک اور شکل

اسکے اندر نظر آویگی اور اسی سبب سے تو اس کے ہونے پر چہرہ دیکھا اگرچہ
اپنے چہرے کا آپ دیکھنا حقیقتہً ناممکن ہو کیونکہ کسی شخص نے اپنا چہرہ کبھی حقیقتہً نہیں
دیکھا ہو اور تینے جویشیہ دیکھا بیان کیا ہو وہ حقیقتہً درست نہیں ہو۔

سوال۔ چونکہ ہر ایک شخص کا رخا انہی تین نشان خدا کا دیکھا ہو اور وہ ایک ہی
تو درویش کس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ تین تین خدا کو دیکھتے ہیں

جواب۔ وہ جو خدا کے دیکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ یہ نہیں جانتے ہیں کہ پس جب کوئی
کہا وہ دیکھتے ہیں حقیقتہً کبھی انہوں نے خدا کو نہیں دیکھا ہو جس طرح سے کہ کوئی شخص
کوئی شہر میں میوہ یا کوئی اور شے جس کے نام و نشان نہ ہو اوقات نہیں لکھا اگرچہ سب اسکے
خوش ذائقہ ہونے کے اسکی تلاش میں سرگردان رہتا ہو اسی طرح سے وہ کہے جو
خدا کو جانتے ہیں اسکی تلاش میں گمراہ ہو گئے ہیں۔

سوال۔ بعض درویش کہتے ہیں کہ نہ تو ہم دوزخ سے ڈرتے ہیں اور نہ ہم بہشت
کی آرزو رکھتے ہیں۔ چونکہ یہ کلام کفر و کفر واسطہ وہ اسکو روکھتے ہیں

جواب۔ اُنکا مطلب ان الفاظ سے یہ نہیں کہ ہم دوزخ سے نہیں ڈرتے ہیں اور
بہشت کی پروا نہیں کرتے ہیں۔ اگر انکی مراد ان الفاظ سے یہی ہوتی تو اسوقت میں
وہ نکل کفر ہونے۔ اُنکا مطلب وہ نہیں جو تم ان الفاظ سے سمجھتے ہو۔ غالباً مطلب انکا
اس تفسیر سے یہ ہوگا۔ او خدا تو نے ہمیں پیدا کیا ہو اور جیسے ہم ہیں ویسا بنا یا ہو۔

تو نے ہمارے پہلے پیدا نہیں کیا ہو کہ ہم تجھے تیرے کارخانے میں مردودین۔ پس ہم پر
فرض ہو کہ ہم تیری عبادت میں موافق تیری مرضی مقدس کے مصروف و سرگرم
ہوں۔ ہم میں تم میں کچھ لین دین نہیں ہو۔ ہم تیری اسلئے پرستش نہیں کرتے ہیں کہ
یا دوزخ حاصل کریں۔ خدا نے مومنوں کا اسباب و جسم و دوزخ کو بہشت دے کر
خرید لیا ہو دیکھو قرآن باب ۹-۵۰-آیت ۱۱۲ اس سے مراد یہ ہو کہ خدا کی فیاضی

ہم جید دل سے اور اس طرح سے وہ کہتے ہیں کہ خدا اپنے ایمانداروں کو فائدہ مند کرے گا۔ وہ پوچھتا ہے کہ وہ یہ کہیں گے کہ خدا کسی سے لین دین نہیں کرتا ہے ہماری عبادت صرف صفائی قلب اور محض تیرے عشق کے سبب ظہور میں آتی ہے۔ اگر بہشت و دوزخ دونوں نہ ہوتے تب بھی ہم پر عشق تیری فرض ہوتی۔ تجھی کو یہ حق حاصل ہے کہ خواہ تو ہیکو بہشت میں ڈالے اور خواہ دوزخ میں۔ موافق تیری مرضی کے اور خدا تعالیٰ تیرے حکم کی ہو۔ اگر تو ہیکو بہشت میں ڈالے تو بسبب تیری مہربانی کے ہوگا اور نہ کہ بسبب ہماری عبادت کے۔ اگر تو ہیکو دوزخ میں ڈالے تو وہ موافق انصاف کے ہوگا اور نہ بسبب تیری بیقاعدہ مرضی کے۔ خدا ارے کہ ہمیشہ ایسا ہی ہو ویسا ہی ہو۔ صوفیوں کے اصلی معنی اس عبارت سے وہ ہیں جو میں نے بیان کیے۔

سوال۔ نہ کہتے ہو کہ شریعت و حقیقت دونوں مطابق ایک دوسرے کے ہیں اور نہیں باہم شدید نہیں لیکن تاہم اہل حقیقت کے نزدیک انہیں کچھ فرق ہو چکوا وہ چھپاتے ہیں اور اگر انہیں باہم مخالفت نہیں تو کس واسطے وہ اسکو چھپاتے ہیں اور مخفی رکھتے ہیں جواب۔ سبب اس کے مخفی رکھنے کا یہ نہیں کہ وہ شریعت ہو لیکن وہ اسکی صورت یہ ہے کہ ان کے خیال کے خلاف ہو۔ اسکی نوعیت ایسی دقیق ہے کہ ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آ سکتی ہے۔ اسی وجہ سے نبی اہل اسلام علیہ السلام نے کہا ہے کہ ہر ایک سے موافق اسکی بقاقت کے گفتگو کیا کرو کیونکہ اگر تم ہر ایک سے ہر مضمون پر گفتگو کیا کرو گے تو بے نیکی اسکو بنی نہ سمجھیں گے اور اس طرح غلطی میں پڑ جاؤ گے۔ پس صوفیوں کو جب اس ہدایت کے لئے باتوں کو مخفی رکھتے ہیں۔

سوال۔ اگر کوئی اس علم کو صوفیوں کو معلوم ہو و افقت ہو لیکن جو کچھ کہ شریعت میں لکھا ہو اس پر وہ نجوئی میں کرتا ہو اور انہیں اسکی تشکین خاطر ہو تو کیا ایمان و اسلام اسکا ایمان و اسلام صوفیوں سے کم ہوگا

جواب۔ وہ صوفی سے کم نہوگا۔ اُسکا ایمان و اسلام برابر ایمان و اسلام بیوں کے تصور کیا جاوے گا بد بنو کہ ایمان و اسلام جو اہل حقین خشکے کمرے نہیں ہو سکتے ہیں اور نہ وہ زیادہ ہو سکتے ہیں اور نہ کم بعینہ اسی طور سے جیسا کہ دھوپ شاہ و گدا پر اپنا اثر برابر کرتی ہو یا جیسا کہ اعضا غریب و امیک کے قدا و بین مساوی ہیں جس طرح سے کہ اعضاے شاہ اور اسکی رعایا کے بعینہ ایک سے بنے ہیں اسی طرح سے ایمان اہل اسلام سب بین ایک ہی کسی میں کم و بیش نہیں۔

سوال۔ بعضے تو پیغمبر و اولیاء و پارسا ہیں۔ اور بعضے فاسق۔ تباؤ انہیں باہم کیا فرق ہو؟
جواب۔ فرق انہیں در باب معرفت کے ہونے کہ در باب ایمان۔ ایمان کے باب میں وہ دونوں مساوی ہیں جیسا کہ مثال شاہ و گدا میں انکے اعضا تو مساوی ہیں لیکن لباس و طاقت قدرت و درجہ و رتبے میں انکے فرق ہو۔ آدمیت انسان میں اسکی پوشاک علم و طاقت روحانی پر منحصر ہو۔ اسی سبب سے وہ آدمی ہیں اور حیوان مطلق سے تیز رکھتے ہیں خصلت شاہ کی اسکی انسانیت پر کچھ منحصر نہیں ہو۔ انسانیت تو اسمین ویسی ہی جو جیسی کہ اور وان میں لیکن خصلت شاہ کی منحصر ہو اُسکے عہدے و درجے پر۔



باب ہفتم

وقایع حضرت علی خلیفہ چہارم

ناظرین مطالعہ اس کتاب سے دیکھیں گے کہ فرقہ بابیہ درویشان حضرت علی خلیفہ چہارم
 میں بڑا تعلق باہمی ہے۔ بیشک شبہہ قریب تمام فرقہ بابیہ درویشان ایسے طرفدار حضرت علی
 کے ہیں گویا وہ بالی ان فرقوں کے تھے اور عامی و مددگار ان کے فی ص عقیدوں اور اصولوں
 کے۔ آیا وہ موجود ان تمام اصولوں کے تھے یا نہیں ہم کو معلوم نہیں لیکن یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ
 جو اصول کہ علم الہیات کے باب میں انہیں مروج ہیں ان سب کو حضرت علی سے ہی
 منسوب کرتے ہیں۔ اور اسی کو ان کا موجود سمجھتے ہیں۔ سستی بھی حضرت علی کا بڑا ادب کرتے ہیں
 میں نے اسی لیے ایک باب بالخصوص ان کے حالات کے باب میں لکھنا مناسب تصور کیا پس
 میں نے ایک مختصر وقایع حضرت علی کا کتاب چہار یا من تصانیف شمس الدین سو اسی سے
 کہ زبان ترکی میں ہو ترجمہ کیا۔ سو اس جہان کا وہ مصنف متوطن تھا ایشیہ کے کوچاک میں
 واقع ہے مطالعہ اس مختصر وقایع سے ناظرین پر روشن ہو جائیگا کہ سو اسطے مسلمین بالعموم و
 فرقہ بابیہ درویشان بالخصوص حضرت علی کی ایسی عزت و توقیر کرتے ہیں جسے کہ وہ ان کو لقب
 سے الائی ملقب کرتے ہیں۔

علی ابن ابی طالب ابن عبد المطلب اسی نسل سے تھے جس نسل سے کہ نبی اہل اسلام
 پیدا ہوئے تھے کیونکہ وہ محمد صلعم کے چچا کے فرزند تھے۔ وہ شہر مقدس مکہ میں بہ نسبت
 اہل عرب کہ بنام سفیل معروف ہے وہ بہ نسبت زمانہ اسکندریہ تولد ہوئے تھے۔ پیر ویز کہ خاندان
 شاہی ساسانیں ملک ایران سے تھا آئندہ برس سے حکمرانی و سلطنت نکرنا تھا۔

انکی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم نے ایک شب کو یہ خواب دیکھا تھا کہ انکا کمرہ
 یکایک روشنی سے پر ہو گیا اور کوہستان کہ شہر مقدس مکہ کے محیط ہیں انکی پرستش

کرنے لگے اور چار تلواریں جو اس عورت کے ہاتھوں میں تھیں گر کر اس کے روبرو پریشان پڑی
 رہیں۔ ایک تلوار تو پانی میں گری اور دوسری ہوا میں اوڑکڑا اور آسمان کی طرف جاتی ہوئی
 اٹلی نظرتے غائب ہو گئی۔ تیسری تلوار بھی گر کے ارادہ اوپر اڑنے کا کرنے لگی لیکن یکایک
 وہ بشکل تیسرے بدل ہو کر پادشاه کی طرف دوڑی اور سب کو ترقی گئی تھیں کہ کسی کو سوسے
 پیغیہ خدا شفیق روز جزا کے جرات ایسی ہوئی کہ اس کے نزدیک آتا پیغیہ خدا معلوم ہے اس کے پاس
 ہر کام کا پڑا اور ایسا طبع کر لیا کہ وہ اس کے ساتھ باغون چائے لگا
 اور خود بخود انہی مٹی پر بننے لگا۔

چار مہینے بعد دیکھتے ہیں خواب کہ نبی اہل اسلام علیہ السلام فی طریقہ کے دیکھنے کے لیے گئے اور
 ان کے چہرے کے طرف نظر کر کے دیکھا کہ ان کے والدین کو کیا رنج و فکر و مشک یہ ہو کہ بخارا
 بہرہ نشین ہو گیا ہو۔ در جواب اس کے انھوں نے کہا کہ میں حاملہ ہوں میرے حق میں دعا کرو کہ
 میرے لڑکا پیدا ہو پیغیہ معلوم ہے کہا او والدہ اگر تمہارے لڑکے پیدا ہوں تو اس کو مجھے دینا۔ میں
 تمہارے حق میں دعا کروں گا یہ سن کر فاطمہ نے قسم نہ لی کہ نبی اور کہا کہ اگر لڑکا پیدا ہو گا تو
 میں تم کو ضرور دے دوں گی۔ اس نے نبی و والدہ ابوطالب نے بھی وہی قسم لی کہ اس اقرار و عہد کو
 مستحکم کیا۔ پس نبی اہل اسلام علیہ السلام نے اس کے حق میں دعا کی اور اس کے فرزند تولد ہوا
 بنام علی المرتضیٰ نامزد وہیں۔

بروقت پیدائش حضرت علی ایک ستون روشنی کا زمین سے آسمان تک نظر آتا تھا خبر
 تولد اس فرزند کی ساری اہل اسلام علیہ السلام اس کے والدین کے گھر پر گئے اول مرتبہ ہی
 لڑکے کو دیکھا انھوں نے شہک اپنے سینہ سے نکال کر اس کے ہونٹوں پر ملا اور وہ لڑکا فوراً اسلام
 چاہ کر نکل گیا شیعوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت علی کو اس اثر سے بڑا علم حاصل ہوا اور قوت
 معجزہ کرنے کی ان میں پیدا ہوئی۔ اسی کی تاثیر سے وہ ہمیشہ لائی میں فتح مند ہوئے اور اس سے
 کارنامے نمایاں ظہور میں آئے۔ اور اسی کے زور سے وہ ملک فتح کرتے گئے اور بڑی

فتح نصیب ہوئی۔ رخدا لے آئے۔ اچھے اچھے صفات جو جو ان کو زیبا بن گئے۔ اور جمیع فضائل
نیات انکی ذات میں با تحقیق موجود تھیں۔ پیغمبرِ خدا ﷺ نے انکے کان میں تکبیر و تحمیل
پڑھی اور انکا نام علیؑ رکھا۔ انکی والدہ نے بیاد گلاری اپنے خواب کے انکو بلقب حیدر
یعنی شیر بلقب کیا اور نبی اہل اسلام علیہ السلام نے کہا کہ یہ لڑکا شیر خدا کا ہو گا حضرت محمد ﷺ
نے اپنا عمامہ اتار کر ایک سر اتار کے کہ سر پر لپیٹا اور دوسرا اپنے سر پر بسکہ وہ عمامہ اس
لڑکے کے لئے تاج شان و شوکت ہو گیا۔ مومنین میں سے کبھی کسی کی ایسی عزت و توقیر
نہیں ہوتی جیسی کہ اس لڑکے کی اس عمامہ کے باندھنے سے ہوئی۔

بعضوں کا یہ بیان ہے کہ جب وقت پیدائش حضرت علیؑ کا قریب آیا انکی والدہ بیت ثمر
کو روانہ ہوئیں تاکہ وہاں جا کر جنے جب وہ مقدس مکان کے قریب پہنچیں وہاں کے بڑے بزرگین
اور وہ لڑکا اسی مقدس مکان کی سرحد کے اندر تولد ہوا۔ حضرت انجین کی شہادت اس امر
کی تصدیق کرتی ہے۔ کوئی اور تفسیر اس باب میں موجود نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تیسری قبیلہ حضرت محمد ﷺ دختر حضرت ابو بکر خلیفہ اول بیان
کرتی ہیں کہ جب وقت فخر و شان دنیا یعنی محمد ﷺ ٹھہرے تھے اتفاقاً علیؑ انکے پاس سے
گذرے اسوقت محمد ﷺ نے مجھے پکار کر کہا کہ علیؑ اہل عرب کا سید ہو۔ میں نے در جواب انکے
کہا کہ کیا تم انکے سب نہیں ہو۔ جواب میں فرمایا کہ میں سید ترکون اور تمام دیوان اور اہل شہر
اور اہل عرب اور عجم کا ہوں لیکن علیؑ بالخصوص سید اہل عرب کا ہے۔ یہ بھی حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا کا اظہار ہے کہ نبی اہل اسلام علیہ السلام اس لڑکے کے ہنڈولے کو بندے دیا کرتے
تھے اور اسکو اٹھا کر اپنی گود میں لپیٹا کرتے تھے۔ بسکہ یہ لڑکا حالت خواب میں بھی حضرت
محمد ﷺ کے پیروں کی آواز سن کر جاگ جاتا تھا اور اپنے ماتھے انکی طرف پھیلاتا تھا۔ یہ دیکھ کر
محمد ﷺ فوراً جلد جا کر اس لڑکے کو ہنڈولے پر سے اٹھا لیتے تھے اور حقائق سے لگا کر نوب
پیدا کیا کرتے تھے۔ اس لڑکے کی والدہ کو یہی سبب محمد ﷺ پر جو مومنین اور مسلمان

استدعا کرتے لیکن کہ تم اس لڑکے کو مجھے پالنے دو کہ وہ میرا فرض ہو۔ لیکن محمد مصلم سے ہر قسم
ایسے موقعوں پر انھیں یاد دلایا کہ تم یہ لڑکا قبل اسکی ولادت کے مجھے دیکھی ہو اور سیوہ
سے میں اسکو اپنا فرزند سمجھتا ہوں اور ہمیشہ سمجھوں گا۔ کہتے ہیں کہ ایک روز خوشی و نیا
بیتے محمد مصلم مقدس مہجدین علی کو گھنٹوں پر لیے ہوئے بیٹھے تھے اور اسوقت بہت سے
جو امرد اس عہد کے وہاں جمع ہو کر اپنے اپنے کامے نمایاں کی سعی کر رہے تھے۔ محمد مصلم
نے اسوقت لڑکے کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اپنے عہد میں یہ سب سے زیادہ بہادر ہو گا۔ جسے کہ
کوئی روئے زمین پر اسکا ثانی نہ ہو گا۔ یہ الفاظ محمد مصلم کی زبان سے سنکر وہ بڑے متحجب و
حیران و رنجیدہ خاطر ہوئے اور اسنے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ اے محمد لایین کہ ہم تو تمکو ہمیشہ
عقیل و فہیم درست گو سمجھتے تھے۔ بعد ازاں کیونکر جانتے ہو کہ یہ طفل شیخ خواجہ کا حال آئندہ پردہ
غیب میں مخفی ہو ایسا بہادر ہو گا در جواب اسکے محمد مصلم نے صرف یہ کہا کہ تم میرے اس قول کو
یا در کھو چند سال میں دیکھ لو گے کہ جو میں نے کہا جو وہی ظہور میں آویگا۔

کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب کی عمر تین نماز نبی اہل اسلام کے ساتھ بڑھا کرتے تھے
ابو طالب قیامات دیکھ کر خاموش رہے لیکن اس لڑکے کی والدہ بڑی خوش ہوئی اور
بلا کر کہنے لگی کہ دیکھو ہمارا بالک محمد مصلم کے ساتھ کعبے کی پرستش کرتا ہو اور بتوں کو نہیں مانتا ہے
اور انکی پرستش میں مشغول نہیں ہوتا ہے۔ در جواب اسکے ابو طالب نے کہا کہ ہم یہ لڑکا محمد کو
دیکھتے ہیں۔ جو کچھ وہ کرتا ہو خدا کی نگاہ میں درست ہو گا۔ وہ ابھی بالک ہے اسکا مذہب
وہ ہی ہو گا جو محمد کا ہو۔ اسکو باہم ملارہے دو اور جہانہ کرو۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ
جب محمد مصلم حضرت علی و دونوں بلکہ نماز پڑھ رہے تھے اسوقت ابو طالب گھوڑے پر سوار
ہو کر انکے پاس آئے اور دیکھا کہ حضرت علی محمد مصلم کے دہانے کو کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں
جعفر طیار اسوقت پاس ہی اس گھوڑے کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ ابو طالب نے آواز دی کہ
اٹھو ہمارا اور کہا کہ تم بھی محمد کے بائیں طرف جا کر نماز میں شامل ہو۔ تاکہ تم بھی بزرگ مشہور

اشخاص مومن میں سے ہو جاو گے۔ یہ شکر خیر نوراً بایں طریقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارگشاں نماز ہوئے
یہ دیکھا کہ نبی اہل اسلام علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور بعد نماز اسکی طریقت مخاطب ہو کر
اسنے کہنے لگے کہ خدا نے تمکو دو بازو دیئے ہیں جنکے زور سے تم بہشت میں جاسکتے ہو اور
مورون کے رفیق ہو سکتے ہو اور خدا کا قرب حاصل کر سکتے ہو۔ بوجہ بعض قصص الصبر نہ آہی
ایسا واضح ہوتا ہے کہ زمانہ نبی کے سلسلہ میں تین سو برس جب کہ بروز جمعہ کعبہ مقدس میں حضرت
علی تولد ہوئے تھے۔ اسوقت میں میں ایک عابد و پارس موسوم بمیرم وجود تھا جو جمیع
خواہش نفسانی سے مبرا تھا اور ۱۵۰ برس اپنی زندگی کے اسنے پستق و نماز میں صرف
کیئے تھے۔ وہ دولت دنیا کی کچھ پروا نہ کرتا تھا اور صرف کار عبادت میں مشغول ہونے سے
بڑا شاد و شاد ہوتا تھا۔ وہ سوائے میرم کسی اور طرف نگاہ نہیں پھیرتا تھا۔ ایک روز اس
شخص نے خدا سے یہ دعا مانگی کہ ہمارے ملک پر ایسا فضل و کرم رکھو کہ کوئی ایسا شخص و مان
آوے جو ساکنین کعبہ کے مشہور و عابد پارساؤں میں سے ہو اسکی دعا قبول ہوئی اور حکم آئی
ابو طالب جو مکے کے مشہور اشخاص مومن میں سے تھے اسکے وطن کو لے۔ یہ خبر سنا کہ خدا نے
اسکی دعا قبول کر کے ابو طالب فرزند عبد المطلب کو مہجی ہاشم ساکن مکے کو دمان بھیجا ہے
وہ شکر آئی بجالایا۔ اس ولی نے ابو طالب سے کہا کہ یہ روایت نامہ قدیم سے ملی آتی ہے کہ
عبد المطلب کے دو پوتے پیدا ہونگے ایک تو عبد اللہ سے جو پیغمبر ہوگا اور دوسرا ابو طالب سے
جو صاحب لایت یعنی اولیا ہوگا۔ اور جب وہ پیغمبر تیس برس کی عمر کا ہوگا یہ ولی پیدا ہوگا اور
وہ ایسا پیغمبر ہوگا جسکا ثانی کبھی اتنا پیدا نہیں ہوا ہو۔ در جواب اسکے ابو طالب نے کہا
کہ وہ پیغمبر نو پیدا ہو چکا ہے اور ہجر اربعہ سال کے پہونچا ہے اسکا جواب میرم نے یہ دیا اور کہا
کہ او ابو طالب کہ جب تم مکے کو باور مقام عبادت لگاؤ پہونچو تو میری طرف سے آسکو سلام
کہہ کر یہ کہدینا کہ میرم ہمیشہ وحدانیت خالق کا جو لائمانی ہو مقدر مانا ہے اور تم آسکے پیغمبر ہو
تم میرا سلام آسکو بھی کہدینا جو تمہارے پیدا ہو۔

ابو طالب نے اسکے کام کا امتحان کرنے کے لیے اس شیخ سے کہا کہ تم اس خشک درخت انا کو کہ تمہارے سامنے کھڑا ہوا اپنی دعا سے تروتازہ کر کے ایسا کرو کہ اسمین پتے نکل آویں اور میوہ پیدا ہو جائے حسب استدعا سب شیخ نے آسمان کی طرف نگاہ کر کے بعد عجز دنیا خدا سے یہ دعا مانگی کہ نبی اور ولی علی کی خاطر جس کا ذکر کہ میں ابھی کر چکا ہوں تو اپنی شان دکھلا۔ برکت اس دعا کے ایک منٹ میں درخت سرسبز و شاداب ہو گیا۔ پتے نکل آئے اور میوہ اسپر پیدا ہو گیا۔ اس شیخ نے ابو طالب کو اسمین سے تازے نار توڑ کر دیے۔ اسمین سے ابو طالب نے ایک انار کو چھیل کر دوداٹے کھائے۔ کہتے ہیں کہ ان دونوں کے عرق سے وجود جہانی علی المرتضیٰ پیدا ہوا۔ شیخ سے یہ خبر سنا ابو طالب بہت خوش ہوا اور کتے کو واپس چلا گیا اور اسکی بی بی فاطمہ بنت اسد فوراً حاملہ ہو گئی۔ بایام حمل اس عورت نے بیان کیا کہ میں ایک روز طواف کعبہ کر رہی تھی اور بمرض طحال مبتلا تھی۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو دیکھ کر اور سچھل کر کہ میں در طحال میں مبتلا ہوں مجھ سے پوچھا کہ طواف ختم کر چکی یا نہیں۔ در جواب اسکے میں نے کہا کہ ابھی نہیں۔ پس انھوں نے کہا کہ اسی کام میں مشغول رہو اور اگر تھک گئی ہو تو کعبہ کے اندر چلی جاؤ۔ کتاب سیر المصطفیٰ میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب وقت فاطمہ بنت اسد طواف حرم کعبہ کر رہی تھی عباس ابن ابی طالب اور تمام بنی ہاشم اسکے پیچھے جا کر وہ بھی طواف کعبہ کرنے لگے۔ اس وقت یکایک اس عورت کو مرض طحال پیدا ہوا اور چونکہ سبب در کے چل سکتی تھی تو اس نے خدا سے دعا مانگی کہ مجھے اولاد کے ہونے میں زیادہ تکلیف نہ ہو۔ فوراً دیوار کعبہ کھل گئی اور وہ عورت نگاہ سے غائب ہو گئی۔ اسکا حال دریافت کرنے کے لیے میں کعبہ کے اندر گیا لیکن وہاں کچھ اسکا نشان نہ ملا۔ تین روز تک وہ غائب رہی اور چوتھے دن کعبہ سے علی بن ابی طالب کو گود میں لیے ہوئے باہر لائی۔

امام الحزین بیان کرتا ہے کہ قبل اس زمانے کے کسی اور پر ایسا فضل الہی نہیں ہوا تھا کہ کسی پہلے الہام شمع ہوا تھا کہ کوئی اور حرم میں پیدا ہوا ہو فاطمہ علی کو اپنے گھر لگائی اور

ہندو لے بن چھپا کر رکھا۔ ابوطالب وہاں موجود تھے انھوں نے چاہا کہ چادر اٹھا کر لڑکے کا چہرہ دیکھیں لیکن علی نے چادر اٹھانے نہ دی اور اپنے ماتھے سے پکڑ رکھی اور انکے چہرے کو چھیل ڈالا۔ یہ دیکھا رکھی والدہ انکے پاس آئیں اور انھوں نے چاہا کہ چادر کو لڑکے کے ماتھے سے چھوڑا کر انکا چہرہ انکے باپ کو دکھا دیں لیکن علی نے تب بھی نمانا اور اپنی مان کا منہ بھی چھیل ڈالا اور زخمی کیا۔ یہ دیکھا ابوطالب بڑے متعجب و حیران ہوئے اور اسنے فاطمہ سے پوچھا کہ اسکا کیا نام رکھنا چاہیے در جواب اسکے اُسے کہا کہ آو ابوطالب اسکے بچے شیر کے سے ہین اگر اسکا نام شیر رکھیں تو مناسب تصور ہو۔ ابوطالب نے کہا کہ میں اسکا نام زید رکھا چاہتا ہوں۔ بغور استماع خبر ولادت اس لڑکے کے فخر کائنات یعنی محمد صلعم انکے والدین کے مکان پر گئے اور وہاں جا کر یہ استفسار کیا کہ اسکا نام کیا رکھا چاہتے ہو اور جو کچھ کہ اس بامین فیصلہ پایا تھا سنا۔ اسوقت محمد صلعم نے یہ کہا کہ میری یہ آرزو ہو کہ یہ فخر امتخاص درجہ اعلیٰ ہو یعنی نام اسکا علی رکھا جاوے۔ یہ سنکر فاطمہ نے بہ آواز بلند کہا کہ میں نے بھی آواز غیب سے یہی نام سنا ہو۔

ایک اور روایت اس باب میں یہ ہو کہ والدین میں در باب انکے نام کے تکرار واقع ہوئی۔ پس اس نظر سے کہ خدا سے اس باب میں صلاح لین وہ دونوں کہے میں گئے اور وہاں جا کر فاطمہ نے یہ دعا پڑھی کہ او خداوند زمین و زمان یہ لڑکا جو تو نے مجھے حرم شریف میں دیا ہو میں اسکا کیا نام رکھوں۔ اسوقت یہ آواز کہے کی چھت سے نکلتی ہوئی سنائی دی کہ اسکا نام علی رکھو۔ پس بوجہ ہدایت اس آواز غیب کے علی نام رکھا گیا۔

جبوقت کہ نبی اہل اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے کے ہندو لے کے پاس آنے کا ارادہ کیا تو فاطمہ انکو اس امر سے مانع ہوئیں اور کہنے لگیں کہ یہ شیر کے مانند درندہ ہو اور تم سے بھی شاید بد اخلاقی سے پیش آویگا۔ در جواب اسکے محمد صلعم نے کہا کہ او فاطمہ یہ لڑکا میری دانست میں نہ خبیثی کا ادب جیسا کہ چاہیے رکھتا ہو۔ اس اثنا میں علی المرتضیٰ سو گیا تھا اسکے چہرے کو جبہ پر

نور الہی برستا تھا بغیر دیکھا۔ بعد اسکے محمد صلعم نے ہندولے پر سے اٹھا کر انکا منہ اپنے ہاتھ سے دھویا اور اسطرح سے انکو غسل دیا۔ جب فاطمہ نے تعجب ہو کر محمد صلعم سے باعث اسکا استفسار کیا تو انھوں نے وجوہ اس کے گناہ اسطرح سے کہ میں نے علی کو بروقت اسکی پیدائش کے غسل دیا جو اسی طرح وہ بعد میری وفات کے مجھے غسل دیکھا۔ اسطرح سے وہ لڑکے سے پیش آئے اور اسکی بیوی آئندہ کے خواہان ہوئے۔

جب حضرت علی پانچ برس کے ہوئے حجاز میں ایسا سخت قحط پڑا کہ لوگوں پر اس کے سبب بڑی تکلیف عائد ہوئی۔ ابوطالب کا خاندان بڑا تھا۔ ایک دن نبی اہل اسلام علیہ السلام نے حضرت عباس سے کہا کہ اوچھا تم بڑے صاحب دوا ہو لیکن ابوطالب غاسس ہو اور انکا خاندان بھی بڑا ہو۔ اس ایام قحط سالی میں چاہیے کہ ان کے ایک ایک فرزند کی ہم میں سے ایک ایک جگہ خیر لےوے اور انکو توشہ خور و نوش سے مدد دے۔ اسوقت وہ ابوطالب سے ملے اور جو کچھ کہ ان کے حق میں انھوں نے تجویز کی تھی اس سے انکو مطلع کیا۔ یہ سن کر ابوطالب نے کہا کہ اوکیل کو تم میرے پاس رہنے دو۔ اور باقی میرے فرزندوں کا تم کو اختیار ہو جو چاہو سو کرو۔ حضرت عباس نے تو جعفر طیار کو لیا اور محمد صلعم نے علی المرتضیٰ کو جسوقت کہ حضرت جبریل نے محمد صلعم کو اجازت رحلت کرنے کی جہان فانی سے دی اسوقت تک علی المرتضیٰ محمد صلعم کے ساتھ رہے۔ بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے انھوں نے ایمان و اسلام قبول کیا۔ خدا ان دونوں اور اصحاب محمد صلعم پر رحمت کرے پیغمبری شان کائنات میں محمد صلعم کو بروز و شب نبی نصیب ہوئی تھی اور بروز و شب نبی حضرت امام علی نے ایمان اسلام قبول کیا تھا۔ اس سے پہلے حضرت ابو بکر ایمان لائے تھے اور سوائے حضرت ابو بکر کے کسی نے حضرت علی سے پہلے دین اسلام قبول نہ کیا تھا۔ غرض کہ اول حضرت ابو بکر اور بعد ان کے علی مسلمان ہوئے۔ بروقت قبول کرنے مذہب اسلام کے حضرت علی دس برس کی عمر کے تھے۔ اگرچہ بعض کا یہ قول ہو کہ وہ اسوقت صرف بچہ تھے۔ کبھی انھوں نے اپنی

زندگی میں بتوں کو نہیں پوجا۔ اس گناہ کبیرہ سے خدا نے انکو محفوظ رکھا۔ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے ایک مرتبہ یہ بیان کیا تھا کہ جب میں اپنی ماسکے پیٹ میں تھا وہ ایک کنیسا میں بتوں کی پرستش کرنے کے لیے گئی تھیں لیکن مشیت ایزدی سے اچانک انکے شکم میں درد پیدا ہوا اور بیاغت اسکے وہ اس ارادے سے بازار میں اور اپنے علاج میں مصروف ہو گئیں۔ امام علیؑ کو نبی اہل اسلام علیہ السلام تربیت دیتے رہے حضرت عباسؑ کا یہ اظہار ہو کہ کم از کم نین سو آیات انکے حق میں آئی تھیں۔

امام علیؑ کے بہت سے نام ہیں تفصیل انکی ذیل میں درج ہو۔

ابو الحسن۔ ابو الحسین۔ حیدر۔ کرار۔ امیر النہل۔ ابو الرحمن۔ اسد اللہ۔ ابو تراب۔ علی ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ ان سب ناموں میں سے نام ابو تراب میری پسندیدہ ہے۔ اسلیئے کہ وہ نام میرا نبی اہل اسلام علیہ السلام نے رکھا تھا۔ وہ قصہ جو باعث اس نام کے رکھنے کا ہو ذیل میں درج ہو۔

ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ جب فاطمہ الزہراؑ اور امام علیؑ میں باہم کسی بات میں تکرار ہوتی تو امام علیؑ مسجد میں جا کر خشک زمین پر لیٹ رہتے اس بات سے غمگین ہو کر وہ عورت نبی اہل اسلام کی تلاش میں گئی اور انکے پاس جا کر اسنے یہ ماجرا بتا پایا کیا اور کہا کہ زمین میرا ہی قصور ہے۔ نبی اہل اسلام علیہ السلام یہ سن کر فوراً اس مسجد میں گئے اور علیؑ کو زمین پر لوٹتے ہوئے دیکھ کر پکارا کہ علیؑ اٹھو۔ علیؑ اٹھو۔ آواز محمد صلعمؐ حضرت علیؑ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب محمد صلعمؐ نے انکے ہرے پر خاک زمین لگی ہوئی دیکھی اپنے ہاتھ سے پونچھا اور کہا کہ ابو تراب اٹھو۔ لیکن یہی قصہ کتاب شواہد البنوة میں اس طرح بیان ہوا کہ جب ایک روز نبی اہل اسلام نے فاطمہؑ کے گھر جا کر پوچھا کہ علیؑ کہاں ہیں تو فاطمہؑ نے یہ جواب دیا کہ وہ ناراض ہو کر باہر چلے گئے ہیں شاید کہ مسجد کی طرف گئے ہوں گے۔ یہ سن کر محمد صلعمؐ فوراً دانا گئے اور جب انھوں نے حضرت علیؑ کو زمین پر اس طرح بیٹھ کر پایا

دیکھا کہ چہ آنکا دور پڑا ہوا تھا اور آنکا جسم خاک زمین سے لپٹا ہوا تھا تو انھوں نے آنکو اس وقت ابونراب کے نام سے پکار کر کہا کہ آنھو۔ اور محمد صلعم نے آنکے چہرے اور جسم کی خاک اپنے ماتھ سے پونجھی۔

کیفیت شادی حضرت علیؑ کی فاطمہؑ لڑ بھرا دختر محمد صلعم سے ذیل میں درج ہو
حضرت خدیجہ الکبریٰؑ سے محمد صلعم کے چہ او لا و پیدا ہوئی تھیں یعنی دو لڑکے اور چار لڑکیاں
بعد پیدا اس فاطمہ حضرت خدیجہ الکبریٰؑ اس جہان فانی سے رحلت کر گئی تھیں۔ محمد صلعم نے
آنکو پالا اور پرورش کیا جب تک کہ وہ سن بلوغ کو پہنچا حسین محمد صلعم خود آنکو باب
اخلاق میں تعلیم دیتے رہتے تھے۔ ایک روز جب وہ اپنے باپ کی خدمت میں مصروف تھیں
آنکے باپ نے دل میں خیال کیا کہ وہ اب اس عمر پر پہنچی ہو کہ اسکی شادی کیجائے اور
افسوس ہو کہ اسکی والدہ زندہ نہیں کہ وہ اسکی شادی کی فکر کرے۔ یہ بھی کہنا اجماعاً
ہو کہ فاطمہ بڑی پارسا اور نیک خصلت تھیں اور اسی وجہ سے حضرت پیغمبر خداؐ ان سے
بڑی الفت کرتے تھے جو وقت کہہ خیال محمد صلعم کے دل میں گذرا اور ابھی زبان پر نہ آیا تھا
کہ حضرت جبریلؑ انکے سامنے آئے اور سلام کر کے خدا کی طرف سے کہنے لگے کہ اے محمد انکی
شادی کے باب میں منموم مت ہو۔ میں خزانہ آنکے جینر کے لیے بہشت سے بھیجوں گا اور اسے
آنکو منسوب کروں گا جو بندہ با ایمان میرا ہو۔ ان الفاظوں کے سنتے ہی محمد صلعم کو تسکین
ہوئی اور جب واسطے اس خبر کے شکر الہی بجالائے اور عبادت خالق سے فارغ ہوئے حضرت
جبریلؑ فوراً غائب ہو گئے۔ لیکن وہ ایک لحظہ بعد سونے کا برتن سونے کے کپڑے سے دھکا
لیکر پھر موجود ہوئے اور اس کے پیچھے ایک ہزار کروبی اسی طرح سے سونے کے برتن ماتمین
لیے ہوئے اور انکے پیچھے حضرت میکائیلؑ اور عبدال اس کے پھر ایک ہزار اور کروبی جنکے پیچھے حضرت
عزرائیلؑ تھے سب طرف سونے کے لیے ہوئے آئے۔ اور سب نے ان کو جو کچھ لائے تھے
محمد صلعم کی تقدیر کیا۔

یہ دیکھ کر محمد صلعم نے حضرت جبریلؑ سے کہا کہ اوجھائی مجھے بتلا کہ حکم الہی کیا ہو میں ان ظروف کو کیا کروں۔ آخر میں حضرت جبریلؑ نے در جواب اس کے کہا کہ یا رسول خدا اللہ تعالیٰ تمکو سلام کہہ کر حکم دیتا ہو کہ فاطمہ الزہراؑ اپنی دختر کو علیؑ سے منسوب کر دے اس لیے کہ پہلے ہی میں نے محراب آسمان پر سے انکو جوڑا بنایا ہو۔ خدا نے یہ بھی حکم دیا ہو کہ تم اسکا نکاح اصحاب کے روبرو پڑھو۔ ان ظروف میں سے ایک میں پوشاک ہو اسکو اس میں سے نکالو اور فاطمہؑ کو پہناؤ۔ اور اصحاب کی اس روز دعوت کر کے انکو وہ اشیاء جو باقی ظروف میں ہیں دکھاؤ۔

بنی اہل اسلام علیہ السلام نے یہ احکام الہی سن کر اور حضرت جبریلؑ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اوجھائی جبریلؑ مجھے بصفا فی و بشریح بیان کر دو کہ اس شادی کے باب میں مجھے کیا کیا کرنا چاہیے حضرت جبریلؑ نے جواب دیا کہ خدا نے حکم دیا ہو کہ تمام دروازہ ماسک بہشت کھول دیے جا دیں اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ وہ آراستہ جاوین اور دروازے ان مقامات کے جہان کہ قیدی محبوبس ہیں بند کیے جاوین اور تمام فرشتے مکرہین و کرہین در و حائین کہ ساتون آسمان و زمین میں ہیں بڑی محراب کے نیچے زیر سایہ و زخاق طوبیٰ یکجا جمع ہوں۔ خدا کا یہ بھی حکم ہو کہ خوشبو دار نسیم جلی شیرینی و خوشبو بیان سے باہر ہو چکر و مانع فرشتگان کو معطر کرے اور جب وہ ہوا چلتی ہو برگ و زخاق طوبیٰ اس طرح جنبش کرتی ہیں کہ ان سے نہایت شیریں راگ پیدا ہوتے ہیں جو کوئی انکو سنتا ہو نصیب دین مست ہو جاتا ہو اور خدا نے جانوران باغ عدن کو حکم دیا ہو کہ تم بھی خوب راگ شیریں گانا پس بوجہ اس حکم کے عمل ہوا اور کوئی دقیقہ انہیں سے فرو گذاشت نہوا۔ حضرت جبریلؑ نے پیغمبر شفیق و در محضرت سے یہ کہا کہ اوجیب اللہ خدا کے تعالیٰ نے مجھے یہ بھی کہا ہو کہ اے جبریلؑ بروز شادی تو تو وکیل میرے اسد علیؑ کا بتنا اور میں اپنی کنیہ فاطمہؑ کا وکیل ہونگا اور یہ فرشتے شاہد اس امر کے ہونگے کہ میں نے برضا و رغبت فاطمہؑ کو اپنے اسد علیؑ سے

منسوب کیا ہو اور جبریلؑ تم جو وکیل اسد علیؑ ہو اس نسبت کو منظور کرو۔ حکم الہی یہ ہے کہ اسی طرح
سے آسمان بین ان دو کے باہم نسبت ہوگی۔ خدا نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ اس روز جمیع
اصحاب کو جمع کر کے رسمیات شادی بجا لانا۔ بنی اہل اسلام عابہ السلام یہ سب باتیں سنکر
دوبارہ شکر الہی بجالائے اور انھوں نے جمیع اصحاب کو جمع کر کے حضرت جبریلؑ سے کہا
کہ او بھائی جبریلؑ میرا خیال اپنی دختر فاطمہؑ کی نسبت کی طرف اڑ بس و بدرجہ غایت مقرر
ہو۔ یہ مناسب نہیں ہو کہ وہ اس دنیا میں لباس بہشت پہنے۔ پس اسی لیے انکو
واپس لیجاؤ۔

جب اصحاب یکجا جمع ہوئے انھوں نے یہ استفسار کیا کہ حضرت پیغمبر علیہ السلام اور حضرت علیؑ
کی طرف سے کون وکیل مقرر ہونگے۔ بغور پیش ہونے اس سوال کے حضرت جبریلؑ مجھ
آترے اور محمدؐ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ اے پیغمبر خدا خدا تم کو سلام کہتا ہے اور یہ حکم دیتا ہے
کہ علیؑ خلیفہ پڑے۔ علیؑ نے بموجب اس حکم کے عمل کیا یعنی خطبہ پڑھا اور بعد اسکے اہل نسبت
فاطمہؑ سے ہو گئی اور نکاح پڑھا گیا اور مہرانکا چار سو اقمہ ٹھہرا۔ جب فاطمہؑ نے خبر اپنی شادی
کی سنی وہ ناراض ہو بن اور حضرت جبریلؑ آتر کر پیغمبر سے کہنے لگے کہ او پیغمبر خدا یہ حکم
دیتا ہے کہ اگر فاطمہؑ چار سو اقمہ مقرر ہونے سے ناراض ہو تو بجائے چار سو کے چار ہزار مقرر
کر دو۔ جب فاطمہؑ کو اس بات سے مطلع کیا گیا انھوں نے تب بھی ناراضی اپنی ظاہر کی حضرت
جبریلؑ نے پھر آتر کر یہ ہدایت کی کہ انکا مہر چار ہزار المثن مقرر کیا جاوے۔ جب یہ خبر
سنکر بھی وہ ناراض رہیں تو حضرت جبریلؑ نے آتر کر محمدؐ کو حکم سنایا کہ تم خود اپنی دختر کے
پاس جا کر اتنے پوچھو کہ وہ کیا چاہتی ہیں۔ یہ سنکر پیغمبر صلعم آٹھے اور اپنی دختر کے پاس
گئے۔ وہ ان جا کر انھوں نے اتنے پوچھا کہ تم بروز شادی کیا چاہتی ہو تو اس سوال کا جواب
یہ دیا کہ او عجیب الکر صبر طرح کہ تم بروز ختم مردان گنہگار کے شفع ہو گے اسی طرح
بین عورتوں کی شفع ہوں اور انکو جنت میں داخل کروں۔ یہ سنکر بنی اہل اسلام صلعم

رومان سے اٹھکر چلے آئے اور جو کچھ کہ فاطمہ کی آرزو تھی اُس سے انھوں نے حضرت جبریل کو مطلع کیا۔ یہ پیغام حضرت جبریل نے خدا کو پہنچایا اور رومان سے جلد لوت کر پھر آئے اور نبی اہل اسلام علیہ السلام سے کہنے لگے کہ خدا نے انکی اس دعا کو مقبول کیا ہے اور مسکرایا ہے کہ بروز قیامت وہ عورتوں کی شفیع ہوں حضرت جبریل نے یہ بھی کہا کہ کتب قدیم و قرآن مجید میں کوئی فقرہ یا آیت ایسی آئی ہو جو محبت قوی اس باب میں اُنکے حق میں ہو۔ پیغمبر خدا اشرف الانبیاء نے پوچھا کہ وہ آیت باجبت کہاں ہو یہ سوال سنکر حضرت جبریل نے کہا کہ مجھکو اجازت ہوتا کہ میں یہ پیغام خدا کے پاس لیجاؤں غرض کہ وہ یہ پیغام خدا کے پاس لے گئے اور فوراً رومان سے ایک فرد سفید ریشم سے لپٹی ہوئی ماتہ میں لپیے واپس آئے اور اُس شخص کو محمد مصلم کے حوالے کیا۔ جب محمد مصلم نے اُس فرد کو کہو لا تو اسمین سے ایک سند نکلی اُس سند میں یہ لکھا تھا کہ میں اس حجت سے فاطمہ کو بروز حشر شفیع عورتوں میں مقرر کرتا ہوں۔ نبی اہل اسلام اُس سند کو فاطمہ کے پاس لے گئے اور انھوں نے اسکو منظور کیا اور کہا کہ میں اب اپنی شادی کے ہونے سے رہنی ہوں کہتے ہیں کہ امام علیؑ نے اُس سند کو معتبر سمجھا پس بروز حشر اُسے پوچھا جاویگا کہ وہ سند کہاں گئی۔ کہتے ہیں کہ جب محمد مصلم نے فاطمہ کی شادی علی سے کی تو انھوں نے فاطمہ کو انٹھارہ آنچے مع بوٹہ وار پوشاک پیش کیے اور انھوں نے اُس پوشاک کو پہن لیا۔ محمد خوب روئے اور فاطمہ نے باعث اُنکے آبدیدہ ہونے کا پوچھا۔ در جواب اسکے محمد مصلم نے اُن سے یہ سوال کیا کہ جب تو بروز حشر خدا کے روبرو آؤ گی تو اس شادی کے پیشکش و نذرانے کا تو کیا حساب دیگی انھوں نے یہ بھی کہا کہ اگر مجھے یہ جزوی نذرانہ ایسا رنج پیدا کرنا ہو تو ان والدین کو جو اپنی لڑکیوں کی شادیوں پر سیکودن بلکہ ہزاروں روپیہ صرف کرتے ہیں کس قدر رنج ہوتا ہوگا۔

امام علیؑ بیانہ قد سے بھی کچھ بہت قد تھے۔ شانے اُنکے جو نہ تھے یہ آنکھیں انکی

بلکہ رنگ کی تعیین نہ تھی داڑھی بڑی گھنی پر رنگ ریگ تھی چھائی انکی بڑی ایسی چوڑی
 تھی جو وقت کہ کفار انکے چہرہ دیکھتے تھے مثل برگ خزان کا بیٹھے تھے۔ وہ اس قدر
 تین تین دو چار چار و پانچ پانچ اور بعض اوقات سات سات آٹھ آٹھ روز تک مشواثر
 ہواؤ کشی کرتے تھے اور روز و رکتے تھے اور یہ بات انکی ایسی مشہور تھی کہ ایک دن کسی نے
 محمد مسلم سے باعث اس فاقہ کشی کا پوچھا۔ تو حضرت نے جواب میں کہا کہ علی بن ہریرہ قس
 پارسانی و پرہیزگاری کی ہر جیسے سبب سے انکو مجھوک نہیں لگتی ہی ان مذہبی لڑائیوں میں
 جنہیں کہ وہ مصروف تھے شاذ ہی کبھی وہ کھانا کھایا کرتے تھے اور ہمہ تن لڑائی کے باقی
 رکھنے میں سامی و سرگرم رہتے تھے۔ خیال گر سنی تو کبھی اس وقت انکے دل میں نہ آتا تھا اور
 تکلیف دینا تھا کبھی کوئی ایسی مذہبی لڑائی نہیں ہوئی جس میں کہ وہ شریک نہ ہوے جب
 کہ کسی ایسا اتفاق ہوا کہ دشمن قوی تھا اور وہ قلعے کو جلد خالی نہیں کرتا تھا تو محمد مسلم اپنا
 ہمسہ اعلیٰ کو دیتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ میں نے مکوخذہ کے سپرد کیا جب کبھی حضرت علی
 محمد مسلم کا جھنڈا اٹھے گئے فتح انکو نصیب ہوئی۔

اس زمانے میں بہت سے عیسائی فرے بنی ہرام میں سے ہلاک عرب موجود تھے باوجود
 کمال فہمائش محمد مسلم انھوں نے مذہب اسلام اختیار کیا اور وہ انکے خلاف عمل کرنے رہے
 انکی سرکشی و گستاخی زیادہ ہوتی گئی اور انکو چند دفعہ سے فہمائش کر کے راہ پر لانا ڈھوا
 بلکہ ناممکن ہو گیا آخر سن ایک مشہور آجہو بنام ابہمال معروف ہوا اسان سے انری اور
 اس طرح سے حکم آئی انکے لیے اطاعت قبول کرنے کے باب میں نافذ ہوا سورہ ابراہیم
 یہ لکھا جو کہ کوئی اس باب میں غصے نہ کرے تو از سبکہ مکوظم کامل بخشا گیا جو تو تم انکے
 جواب میں یہ کہو کہ تم اور ہم اپنے اپنے عیال و اطفال کو طلب کر کے اور ہم و تم سب ملکر خدا
 جدا جدا دعا مانگیں کہ جو نون پر بلانا نزل ہو

اس آجہو سے مراد یہ جو کہ کوئی شخص در باب سچ بھروسے کہ علم در باب سچ جو ہندو

اور ارمی خالق کائنات ہو تجھ کو دیا گیا ہو مگر ار کرے۔ لفظ اپنا دنا ہے کہ اس آیت میں آیا ہو
مراد فاطمہ سے ہو اور لفظ انفسا سے مراد پاک نفس پیغمبر ہو اور پاک نفس سے سوائے علی کے
کسی اور سے مراد نہیں ہو سکتی ہو بدینوہ کہ اہل عرب میں یہ رسم مروج ہو کہ وہ فرزند چچا
کو نفسی کہا کرتے ہیں۔ خدا نے قرآن میں ولا تلزموا انفسکم کہا ہو ان کے لئے تمہارے بھائیوں
کے ہیں اور بھائیوں سے مراد جو ان تمام اشخاص سے جو معتقد مذہب یحییٰ ہیں۔

ابن عباس کا یہ اظہار ہو کہ خم بنتسل کے یہ معنی ہیں کہ آؤ ہم دتم و عاتلمین اور اشدنا
کرین۔ گھالی جو ایک مصنف ہو بیان کرتا ہو کہ ان الفاظ سے مراد ہو و عاتلمین اور
لڑائی بہت کرنی۔ لیکن قصائی و ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ آؤ ہم تم مگر کوستین بد و عاتلمین
بدینوہ کہ اہتہال کے معنی بد و عاتلمین اور قنجل لعنت اللہ علیہ الکافرین کے معنی
یہ ہیں کہ آؤ ہم دتم اور چارے چارے سب ملکر و عاتلمین کہ عہدہ نون پر بنا نزل ہو۔

پیغمبر خدا نے یہ آیت فرقہ تہران کے لیے پڑھی اور انکو طلب کر کے کہا کہ میرے مذہب کو
بد و عاتلمین دیا کرو اور بڑا بھلا نہ کہا کرو اسکے جواب میں انھوں نے کہا کہ ہم اپنے کو وہ میں
جانتے ہیں اور افسس اس باب میں صلاح کرتے ہیں اور کل ہم بھر بیان آؤ بیٹے۔ وہ سب
باہم یکجا جمع ہوئے اور انہیں سے جو عقیل و فہیم تھے انھوں نے کہا کہ کیا تم کلام مسیح کا اعتقاد
نہیں کرتے ہو۔ اس بات کا محمد مسلم نے یہ جواب دیا اور کہا کہ اوتھارین یا خدائی کہ تم تمہارا
مسیح کو مستقل کرتے ہو اور اسکے کلام کو مانتے ہو اور یہ یقین کرتے ہو کہ یہ مسلم کو خدا نے
بطور پیغمبر بھیجا ہو اور تمہاری تم خدا کی بد و عاتلمین اوپر لایا جاسکتا ہو۔ اگر تمہارا یہی حال ہم
تو تم سب مر جاؤ گے۔ بہتر یہ ہو کہ تم کلام مسیح کے معتقد ہو اور ان کے احکام سے تجاوز نہ کرو
دوسرے۔ دز علی کے ہمرہ و دینی اہل اسلام کے پاس آئے۔ اس وقت محمد مسلم کی گودی
میں نو حسین تھے اور حسن اٹکا ہوا تھ پڑے ہوئے تھے اور فاطمہ ان کے پیچھے تھیں آتی تھیں
بولت کہ محمد مسلم نماز پڑھا کرتے تھے وہ انکو یہ ہدایت کرتے تھے کہ آؤ اور بیٹے میں کہا

جب سردار فرقدہ نظارین محمد صلعم کے قریب آیا نبی اہل اسلام نے اس سے مخاطب ہو کر کہا کہ او نظارین مجھ کو یقین ہو کہ اگر تم خدا سے یہ بھی چاہو کہ ہمارا سرک جاوے اور اپنی جائے حرکت کرے تو بھی وہ اپنی عزت کے واسطے ویسا کر دے گا ایسا کہ جس بد و عادت سے باز ہو ورنہ تم سب برباد و غارت ہو جاؤ گے اور تمہارا بیچ نہ ہلے گا اور کوئی نصرانی پر دوزخ پر اس وقت سے قیامت تک باقی نہ رہے گا۔ یہ سن کر ان سرداران نصرانیوں نے ایک قسم سے کہا کہ تم کہتے ہو بیٹا اور ہدایت کر دو کہ ہم اب کیا کریں۔ پہنے عہد کیا ہو کہ ہم اب سے محمد صلعم کو توبہ بجا نہ کہہ سکیں اور نہ کو سا کر سکیں ہم تمہارے مذہب میں داخل نہ ہینگے اور اپنے مذہب پر قائم رہینگے نبی اہل اسلام علیہ السلام نے اس کے جواب میں کہا کہ اگر تم کو سننے سے باز نہ رہے ہو تو اب مسلمان ہو جاؤ تم ان اشیاء کے محتاج ہو جو مسلمانوں کے قبض و تصرف میں ہیں اور اگر تم مسلمان ہو جاؤ گے تو تم کو بھی انہیں سے حصہ دیگا جب انھوں نے اس امر سے انکار کیا تو محمد صلعم نے کہا کہ اب موت تمہاری سر پر کھینچتی ہو ہم بٹیک ٹکوتل کر ڈالینگے یہ سن کر انھوں نے درجہ اب کہا کہ ہم اہل عرب سے مقابلہ و مجاہدہ نہیں کر سکتے ہیں۔ ہم صلح چاہتے ہیں اور اپنی جان بچانا۔ نہ تو ہکو ڈراؤ اور نہ ہمارا مذہب ہم سے چھوڑاؤ۔ ہم سال بسال ٹکودو ہزار جوڑے بدین تفصیل کہ ایک ہزار باہ صفر اور ایک ہزار باہ رجب دیا کریں گے۔ محمد صلعم نے اس شرط کو منظور کیا اور ان سے صلح کر لی اور کہا کہ میں خدا کے ہاتھ میں ہوں۔ سزا جو فرقہ بہران کے لیے تجویز ہوئی تھی منسوخ ہوئی۔ اگر وہ کوستے اور بد و عادت سے توبہ نہ کر اور سوز نہ جاتے اور آگ کے شعلوں میں جلیجاتے۔ القعہ خدا و نون بہران اور اسکے ساکنین کو نیست و نابود کر دیتا اور رومان کے درختوں پر بھی کوئی جافزا ایک سال سے زیادہ زندہ نہ رہتا۔

میر حسن خواجہ اپنی فارسی کتاب شرح میں کہ موسوم بہ کشف جو در باب وجوہات
تفسیر آیات کے بیان کرتا ہو کہ کتبہ الہیہ کے پاس ایک منبر چار درم تھے ایک تو نہیں تھا

انعمون نے برائیاں کیا اور دوسرے انھیں اور تمہارا انھوں نے تارک شب میں اور
چوتھا روشنی روز میں بخش دیا۔ یہ حال اس مصنف نے اس وقت لکھا ہو جبکہ وہ شرح
سورہ بقرہ کرتا تھا مضمون اس سورہ کا یہ ہو کہ جو کوئی انھیں یا ظاہر یا شب کو یا دن کو
خیرات کرتا ہو خدا سے اجر پاویگا نہ تو اسپر کوئی خوف و خطر عائد ہوگا اور نہ اسپر کوئی بلا
نازل ہوگی۔ بعد اس خیرات کے جو علیؑ نے کی تھی آیتہ سابقہ الذکر خدا سے اُتری تھی۔ بوقت
اُترنے اس آیتہ کے محمد صلعم نے علیؑ سے یہ استفسار کیا کہ کس قسم کی خیرات تھیں کی تھی۔ وجہ
اسکے انھوں نے کہا کہ چار طریقوں مقررہ سے میں نے قدم باہر نہیں رکھا ہو۔ میں ان
چار طریقوں پر چلا بدین نظر کہ چاروں میں سے کوئی تو مقبول ہوگا۔

سورہ عالم سجدے میں کہ قرآن کے باب ۲۳ کی آیت ۱۰۔ میں درج ہو درباب علامات
اُترنے آیات کے یہ لکھا ہو کہ کیا وہ شخص جو ایمان لایا ہو مثل اسکے ہوگا جو گناہوں میں
پڑا ہو ہو۔ کیا وہ دونوں مساوی ہونگے۔ شارح محی الدین مناکستہ ہو کہ یہ آیت
علی بن ابی طالب و ولید بن ابی مرثد کے حق میں اُتری تھی۔ ولید اپنی والدہ کی طرف سے
عثمان خلیفہ سوم کا رشتہ دار تھا حضرت علیؑ اور ولید میں باہم جھگڑا ہوا اس وقت ولید نے
حضرت علیؑ سے کہا کہ چپ رہو تم ابھی لڑکے ہو میں بسبب نہونے زبان کے خاموش ہوں اور
عمر میں تم سے بڑا ہوں۔ میرا دل تمہارے دل سے زیادہ شیر ہو اور میں لڑائی میں تم سے
زیادہ بہادر ہوں۔ اسکے جواب میں حضرت علیؑ نے کہا کہ تم خاموش رہو اس لیے کہ تم حقیقتاً
بڑے شہید ہو۔ خدا نے یہ آیت بھیجی ہو لیکن اس میں لفظ وہ صیغہ جمع ہو نہ کہ تنہیہ کیونکہ خدا
ایک مومن اور ایک گنہگار کا ذکر کرتا ہو لیکن وہ تمام مومنوں اور شرابیوں سے
متعلق ہو مضمون معلوم نہ ملے علامت اُترنے آیات کی امام بگادی درباب آیت اول ہا
۴۔ قرآن اور آیت ۱۔ اسی باب قرآن کے یہ بیان کرتا ہو کہ اسکے مضمون کے باب میں
اور بھی درباب وجہ اسکے نازل ہونے کے باہم ٹہری تکرار ہوئی ہو چاہو عطا بن عباس

بیان کرتے ہیں کہ وہ آیات علی کے واسطے اُتری تھیں اور وہ دونوں اس بات کو
 ہر اسمی و مختصر طور پر لکھتے ہیں لیکن اور شارحون نے اُنکا حال تفصیل قلبند کیا جو جب
 حضرت حسنینؑ فرزند ان حضرت علیؑ بیمار ہوئے تھے محمد مصطفیٰ صائم اور اُنکے اصحاب انکی خبر چلی
 کو گئے تھے اسوقت محمد صائم نے حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ سے کہا تمہا کہ تم اپنے فرزند ان کی خیریت
 کے لیے منت رکھو۔ علاوہ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کے اُنکے دو غلاموں نے بھی کہ بنام
 سرور و فیضہ نامزد تھے یہ منت رکھی تھی کہ اگر خدا اُنکو صحت بخشیگا تو ہم تین تین روز روز
 رکھیں گے۔ بعد انکی صحت کے اُنکے پاس کچھ کھانے کو تھا پس علیؑ نے ایک یودی سے
 جو بوزن تین ایشل اُدھا لیا اور واسطے اور اسے منت کے حضرت علیؑ اُنکو روزوں کے
 کام میں لائے۔ ایک ثلث اسمین سے فاطمہؑ نے پیسا اور اُسکے پانچ قلعے بنائے جب میاں
 روزوں کی گذر گئی حضرت فاطمہؑ نے ایک اسمین سے حضرت علیؑ کو دیا اور دوسرا حسنؑ کو
 اور تیسرا حسینؑ کو اور جو تھا فیضہ غلام کو اور ایک اپنے واسطے رکھا۔ اسوقت ایک بڑے
 مسکین و مفلوک و تنگ حال نقیض نے انکو یہ سوال کیا کہ او خدا ان پتیر خدا میں بڑھ بیٹے
 مسلمان ہوں اپنے کھانے میں سے مجھکو کچھ دو خدا اُنکو اسکے اجر میں نہایت لذت و خوشگوار
 و پسندیدہ و خوراک جنت میں دیویگا۔ یہ سنکر سب نے اپنا اپنا قلعہ کہ اُنکے ہاتھ میں تھا
 فقیر کو دیدیا اور وہ خود پیالہ آب پر قانع ہوا اور دوسرے روز تک قانع سے رہے۔ حضرت فاطمہؑ نے
 دوسرے دن دوسرا ثلث مقدار جو بھر پیکر اسی طرح پانچ قلعے بنائے جسوقت کہ وہ قلعے
 باہم تقسیم کر رہے تھے ایک یتیم و مانا انکو طالب خوراک ہو ابس ان تمام نے موافق سابق
 اپنا اپنا قلعہ اس یتیم کو دے کر اُسکا دل خوش کیا اور آپ پیالہ آب پر قانع ہو کر سو رہے۔
 تیسرے دن حضرت فاطمہؑ نے باقی ابان ثلث جو کو بھی پیسا اُسکے بھی پانچ قلعے بنائے اور جب اُنکو
 تقسیم کر کے وہ کھانے کو مستعد ہوئے یکایک ایک قیدی و مانا ان پہونچا اور یہ کہہ کر کہ میں
 تین روز سے قانع سے ہوں طالب خوراک ہوا۔ خدا کے واسطے مجھ پر رحم کرو اور مجھکو

کچھ کھانے کو دوپہر سب نے بدستور سنا بہت اپنا اپنا کچھ اس اجنبی کے حوالے کیا اور آپ
 بانی پر ہی قیام رہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ قیدی معتقد مسئلہ ثبوت کا تھا اور اس قصے سے
 واضح ہوتا ہے کہ قیدی عیب سے آزاد کو اٹھانا گوارہ معتقد مسئلہ ثبوت کا ہوا نفل ثواب ہو
 کہتے ہیں کہ جو تھے روزے الصباحت حضرت علی اپنے دونوں فرزندوں کو ہمراہ لیا محمد صلعم
 کے پاس گئے اور محمد صلعم نے دیکھا کہ یہ جو کس کے سبب انکا ایسا پتلا حال ہو گیا ہے کہ وہ مشکل
 جانور ان خرد سال کا بیٹے ہیں۔ محمد صلعم نے حضرت علی سے کہا کہ میں مجھے کیسا رنج دیا اور غم
 کیا ہے۔ محمد صلعم تب انکو اپنے ہمراہ لے کر حضرت فاطمہ کے پاس آئے اور وہاں ہونچکر انھوں نے
 انکو محراب میں دیکھا اس طرح کہ انکا پیٹ پیٹ سے ٹاپ گیا ہے اور آنکھیں انکی گڑھے میں
 چلی گئی ہیں یہ تباہ حال انکا دیکھا کہ وہ زیادہ مغموم ہوئے۔ اسی وقت حضرت جبریل آئے
 اور محمد صلعم کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ لو خدا سے یہ باب جو بنام انسان معروف ہو
 تمکو بھیجا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب پیغمبر صلعم حضرت فاطمہ سے ملنے گئے انھوں نے اسے
 کہا کہ او میری دستر تمھارے باپ نے چار روز سے کھانا انھوں کھایا ہے۔ وہ مدینے سے ہلکا ایک
 اہل عرب سے کہ راہ میں کنوین پر پانی کھینچ رہا تھا ملائی ہوا تھا جب پیغمبر صلعم نے اس شخص
 سے پوچھا کہ تم تمھلو پانی کھینچنے پر نوکر رکھو گے تو اس نے جواب میں کہا کہ ہاں۔ پس فی ذول
 وجھہ مارے ٹھہرے۔ اس اجرت پر پیغمبر صلعم نے نوکر کی اسکی وجہ حقیقت کی اور ذول
 پانی کے کنوین سے کھینچے جب اس قدر پانی کھینچ چکا کہ قدر ملبوب تھا مشیت ایزدی سے
 رسی ٹوٹ گئی۔ اور ذول کنوین میں گر پڑا۔ یہ حال دیکھا کہ اس کے آقا نے ایک گھونسا اس کے
 چہرے پر دیا اور اسکی اجرت مقررہ دیکر اسکو رخصت کیا خدا تعالیٰ نے تب اپنا ہاتھ کنوین میں
 ڈال کر اسکا ذول نکال دیا اور ذول کو اس کے حوالے کر کے اپنے حضرت فاطمہ کی ملاقات کے لیے روانہ
 ہوئے اور وہاں ہونچکر انھوں نے تمام چھوٹے جو اجرت میں پائے تھے فاطمہ کو دیے۔
 جسوقت کہ حضرت فاطمہ چھوٹے کھار ہی تھیں انکی نکاح محمد صلعم کے چہرے کی طرف ہڑی ہوئی

نشان گھونٹنے کا دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہوا اور سب اس سمدے کا کیا۔ محمد صلعم نے یہ راز
 اسے مخفی رکھنا چاہا پس انھوں نے اس کے جواب میں کہا کہ کچھ نہیں ہے۔ اب ایسا اتفاق
 ہوا کہ وہ ہی اہل عرب میں سے نبی اہل اسلام علیہ السلام کے گھوٹا مارا تھا اور حبشہ کو منت
 کوٹا تھا ڈال کر کوفہ میں سے ڈول نکالتے ہوئے دیکھا تھا تعجب و حیران ہو کر یہ سوچنے لگے
 کہ اگر وہ نبی ہوتے تو وہ ایسا کام نہ کر سکتے۔ پس اس بات سے اس کے دل میں یہ خیال گذرا
 کہ جس ہاتھ سے میں نے انکو گھوٹا مارا ہوا اسکو کات ڈالنا چاہیے غلام کو افق اپنے اس
 خیال کے عمل کر کے وہ پیچہ کی تلاش میں غدر خواہی کے لیے چلا حضرت علیؑ کے دروازے پر
 آکر انھوں نے دستک دی حضرت علیؑ نے دیکھا کہ ایک شخص اپنے ایک ہاتھ میں دوسرا
 ہاتھ کٹا ہوا لیے ہوئے کھڑا ہے اور خون کٹے ہوئے بازو سے جاری ہے۔ یہ دیکھ کر وہ بڑے
 تعجب و حیران ہوئے جب حضرت علیؑ نے یہ حال نبی اہل اسلام سے بیان کیا تو وہ ہنسنے
 اور کہنے لگے کہ یہ وہ ہی اہل عرب جو کہنے کے لیے ایسا گھوٹا مارا ہو کہ نشان اس کا چہرے
 پر بڑ گیا ہو۔ محمد صلعم نے تب حضرت علیؑ سے کہا کہ اسکو اندر لانے دو جب وہ اہل عرب
 محمد صلعم کے پاس آیا انکی یہ حالت دیکھ کر اس کے دل میں بڑا رنج پیدا ہوا۔ نبی اہل اسلام
 علیہ السلام نے اہل عرب سے کہا کہ کیوں اتنے ایسی حرکت کی۔ یہ سن کر اہل عرب زار زار رویا
 اور مستعدی معافی جرم ہوا۔ محمد صلعم نے کہے ہوئے ہاتھ کو بازو سے جوڑ کر دھانگی تو اس وقت
 وہ ہاتھ بدستور بڑ گیا اور اچھا ہو گیا مشیت ایزدی سے ہاتھ اس اہل عرب کا بدستور
 کام دینے لگا۔

حضرت فاطمہؑ کا یہ بیان ہو کہ ایک مرتبہ محمد صلعم نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ عشق خدا تمہیں جو
 یا نہیں حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ ہے۔ تب نبی اہل اسلام علیہ السلام نے یہ پوچھا کہ تمہیں
 میری بھی محبت ہے کہ نہیں۔ اس کا بھی جواب انھوں نے وہی دیا۔ بعد اسکے نبی کریم
 نے یہ استفادہ کیا کہ فاطمہؑ کی بھی محبت تلو ہو کہ نہیں۔ اس کے بھی جواب میں وہی کہا۔

من بعد انھوں نے یہ سوال کیا تھو حسن و حسین کی بھی محبت ہو کہ نہیں اسکا بھی جواب
یہ ہی دیا۔

بعد اسکے پیغمبر خدا نے پوچھا کہ کیونکر تمہارے دل میں اتوں کی محبت سما سکتی ہو۔ اس
سوال کا وہ جواب نہ دے سکے۔ اپنے تئیں ناقابل جواب دینے کے سمجھ کر اور نالیاقتی سے
رنجیدہ خاطر ہو کر حضرت علیؑ فاطمہؑ کے پاس گئے اور وہاں جا کر انھوں نے یہ سب حال ان سے
بیان کیا۔ حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ بیچارہ رنجیدہ خاطر نہو عشق خدا تو دل سے پیدا ہوتا ہو اور
عشق پیغمبر کا ایمان سے اور عشق قبیلہ کا انسان کے جذبات سے اور محبت فسر زندان
خاصہ جیلی قدرت سے۔

یہ جواب سن کر حضرت علیؑ فوراً بنی اہل اسلام علیہ السلام کے پاس گئے اور جواب اُنکے سوال کا
جیسا کہ حضرت فاطمہؑ سے سنا تھا ویسا ہی دیا۔ یہ جواب سن کر محمد صلعمؐ بہ آواز بلند کہنے لگے
کہ نتیجہ ایمان نہیں بلکہ نتیجہ پیغمبری ہو۔ مراد انکی اس سے یہ تھی کہ یہ جواب تمہاری ایجاد سے
نہیں بلکہ ایجاد فاطمہؑ سے ہو۔ غرض کہ حضرت فاطمہؑ کے خیالات بڑے باریک و دقیقہ منج و
پراز لیاقت و دانائی تھے۔

فاطمہؑ کا یہ بھی اظہار ہو کہ جب علیؑ المرتضیٰ نے قلعہ خیبر تسخیر کر کے تلوار ذوالفقار سے کہ
محمد صلعمؐ نے انکو دی تھی کفار کا سر کاٹ ڈالا تھا اور وہاں سے فتح نصیب ہو کر اور بہت سی
لوٹ ساتھ لیکر واپس آئے تھے تو انھوں نے فاطمہؑ سے کہا تھا کہ مجھکو یہ فتح بزدل تلوار ذوالفقار حاصل
ہوئی ہو اسکے جواب میں فاطمہؑ نے کہا کہ میں نسبت تمہارے حال تلوار ذوالفقار زیادہ تر
جانتی ہوں۔ حضرت علیؑ نے بنی اہل اسلام علیہا السلام کے پاس جا کر سب حال بیان کیا اور
جو کچھ کہ اس باب میں فاطمہؑ نے کہا تھا وہی بیان کر دیا تب محمد صلعمؐ نے ٹھکر فاطمہؑ کے پاس
گئے اور وہاں جا کر انھوں نے اُن سے پوچھا کہ تم کیونکر حال تلوار ذوالفقار کا نسبت علیؑ کے
زیادہ تر جانتی ہو۔ در جواب اسکے فاطمہؑ نے کہا کہ اود والد بزرگوار میں شب کہ تم آسمان پر

گئے تھے بیٹے بنشب معراج اور خدا کو تنہے دیکھا تھا اوس رات کو تم ایک درخت بہشت کے نیچے ٹھہرے تھے۔ اُس درخت میں سے تنہے دو سیب لیے تھے۔ ایک تو اسیبوں سے تنہے میری والدہ کو دیا تھا اور دوسرا تم آپ کھا گئے تھے میں اُن دو سیبوں سے پیدا ہوئی ہوں اُس وقت یہ تلوار ذوالفقار اُس درخت پر لٹکتی تھی۔

پیغمبر خدا یہ جواب انکی زبان سے سنکر بڑے خوش ہوئے اور بروقت رخصت یہ کہنے لگے کہ اُس شخص پر بڑا فضل آئی ہو گا جسکی لڑکی ایسی عقیل ہو۔

کتاب مصابیح شریف میں قصہ ذیل سعد بن ابی وقاص سے منقول ہوا ہے۔

ایک مرتبہ نبی اہل اسلام علیہ السلام نے حضرت علی سے کہا تھا کہ جیسا کہ امران موسیٰ کے بیٹے دیسا تو میرے لیے ہو اور یہ بھی اُس وقت زبان سے نکالا تھا کہ میرے بعد کوئی اور پیغمبر نہ آویگا۔ تھے بنشب کا یہ اظہار ہو کہ بروقت جنگ تبوک محمد صلعم نے حضرت علی کو اپنا خلیفہ بنایا تھا اور ہدایت کی تھی کہ وہ رعایا کے کاروبار کا متمم ہو گا۔ سکارون دریا کا روئے یہ سنکر کہا کہ پیغمبر نے علی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا ہو بلکہ اپنے تئیں وقت سے چھوڑانے کے لیے ایسا کہہ دیا ہو یہ سنکر حضرت علی تلوار باندھ کر سیدھے پیغمبر خدا کے پاس جو اُس وقت جبرق میں تھے گئے اور وہاں جا کر انھوں نے ہنسے استفسار کیا اور کہا کہ رکارو دریا کا میری تقرری کے باب میں یہ کہتے ہیں کہ اپنے تئیں وقت سے چھوڑانے کے لیے ایسا کہہ دیا ہو۔ کیا انکا یہ بیان سچ ہو۔ در جواب اسکے پیغمبر خدا نے کہا کہ وہ سب دروغ گو ہیں۔ میں نے خلیفہ ایسے مقرر کیا ہو کہ میں مدینہ سے بلایا جاتا ہوں۔ تمہیں چاہیے کہ واپس جا کر اُس کام کو سرانجام دو اور اگر میرا قبیلہ خمرچہ اور قبیلہ غلی دونوں اُس امر سے انکار رکھتے ہوں تو بھی غمازہ پہلیے کہ جیسا کہ آیت موسیٰ کے لیے تھی دیسا ہی تم میرے لیے ہو۔ چنانچہ ایک آیت مقدس میں یہ آیا ہو کہ موسیٰ نے اپنے بھائی سے کہا کہ تم میرے خلیفہ اہتمام لوگوں کے لیے ہو۔ تمام شاہین اور توحید مذکور کے متقدمہ اس بات کے ہیں کہ حضرت علی کا خلیفہ مقرر کرنا از روئے انصاف

واجب تھا۔ رافضی و شیعہ اس آیت سے ثابت کرنے ہیں کہ حضرت علی حقیقی دعوے دار خلافت تھے اور درحقیقت اُسکو انھوں نے منظور بھی کیا۔ بہت عرصے کے بعد شیعہ و سنیوں میں باہم فساد ہوا اور تب رافضیوں نے کہا کہ اصحاب نے اس باب میں بے انصافی کی ہو اور سنیوں نے حضرت علی کو کفر کا الزام لگایا۔ بموجب بیان شیعوں کے حضرت علی حقیقی دعویدار خلافت کے تھے۔ اگر دعوی خلافت اُنکو پہنچتا تھا تو وہ کیوں دعویدار نہ بنے۔ اُس مصنف کا یہ بیان ہو کہ میری دانست میں یہ بیان از سر تا پا پیرایہ صدق سے عاری ہو۔ قاضی کا یہ اظہار ہو کہ جو کوئی اس طرح کا بیان کرتا ہو اُسکے کافر ہونے میں فہد ابھی شک و شبہ نہیں بدین وجہ کہ جو اس طرح سے تمام رعایا کو تکلیف دیتے ہیں اور حاکمان اعلیٰ کو کینہ بناتے ہیں وہ بشرع شریف کے خلاف عمل کرتے ہیں اور مذہب اسلام کی جڑ اکھاڑتے ہیں۔ حقیقت یہ ہو کہ اُس آیت سے دعوے حضرت علی کا خلافت کے لیے ثابت نہیں ہوتا ہو بلکہ اُس سے صرف اسی قدر واضح ہوتا ہو کہ حضرت علی کی خصلت اچھی تھی اُس سے یہ لازم نہیں آتا ہو کہ وہ اور خلفا سے بہتر تھے یا اُنکے برابر۔ جنگ تبوک میں وہ خلیفہ محض اُس وجہ سے کہ محمد صلعم نے بیان کی ہو مقرر ہوئے تھے۔ وہ وجہ یہ ہو کہ جیسا کہ ایران موسیٰ علیہ السلام کے لیے خلیفہ فاس وقت کے لیے مقرر ہوئے تھے ویسا ہی عسلی اس وقت کے لیے خلیفہ معین کیے گئے تھے۔ سب جانتے ہیں کہ بعد وفات موسیٰ علیہ السلام ایران خلیفہ مقرر نہ ہوئے اور دلائل قوی اس بات کے لیے موجود ہیں کہ وہ موسیٰ علیہ السلام سے پالیس برس پہلے فوت ہوئے تھے اور جب کبھی حضرت موسیٰ خدا کے پاس جاتے تھے تو انکی غیر حاضری میں ایران صرف نماز پڑھوا دیا کرتے تھے۔

کتاب مصابیح میں یہ بھی بطور قطع کے درج ہو کہ حضرت علی نے ایک مرتبہ یہ بیان کیا تھا کہ نشان اُس فادر مطلق کو ہو جو اناج پیدا کر داتا ہو اور جیسے کہ انسان کو سب آتے الفاظوں کے کہ محمد مصطفیٰ صلعم نے میرے حق میں بیان کیے تھے پیدا کیا کہ تو کہ دھڑ

مومنوں سے الفت رکھتے تھے اور مکاروں و عریکاروں سے متنفر تھے۔ اصلی و صحیح
 معنی اس حدیث کے یہ ہیں کہ وہ شخص جو صرف علی کو بسبب اس تعاقب کے کہ نبی امین اُسکے
 اور پیغمبر کے تمنا اور باعث اس محبت کے کہ حضرت محمد علیؑ سے رکھتے تھے اور بسبب اس
 اثر کے کہ حضرت علیؑ کے فتوحات و کارنامے نمایان کے لہٰذا مذہب اسلام پر پیدا کیا تھا
 جسکے سبب سے کہ وہ محمد صلعم کو بڑے عزیز ہو گئے تھے مغز و دھنیز سمجھتے تھے شہادت ایمان
 مومنوں کی ان باتوں میں پاتا ہو وہ جو مذہب اسلام کے پیدا ہونے سے خوش ہوتا ہو
 اور ان کاموں کا معتقد ہوتا ہو جو خدا اور اُسکے رسول نے دکھائے ہیں مومنوں میں سے
 لیکن وہ جو ان کاموں کو دیکھا حضرت علیؑ سے مخالفت کرتا ہو اُسکی حالت عین عکس
 اسکے ہوتی ہو جو واجب نہیں ہو اور وہ مکار و عریکار ہوتا ہو۔ اُسکا ایمان بدرجہ نشا
 برا ہو گا۔ خدا ان تمام برائیوں سے ہلکے محفوظ رکھے۔

تاہل بن سعد بیان کرتا ہو کہ بروقت جنگ خبیر محمد مصطفیٰ صلعم نے کہا کہ میں کل ایک
 جھنڈا ہم کرونگا جو بفضل الہی اس شخص کے ماتھے میں کہ محبوب و عاشق خدا اور رسول ہو
 باعث فتح کا ہو گا۔ دوسرے روز علی الصباح ہر شخص جلد محمد صلعم کے پاس گیا اور وہاں جا کر
 ان سے یہ استدعا کرنے لگا کہ وہ جھنڈا جسکا تھے اقرار کیا ہو میرے ماتھے دو پیغمبر خدا نے
 پوچھا کہ علیؑ کہاں ہے تو در جواب اسکے یہ معلوم ہوا کہ اُنکی آنکھوں میں درد ہو یہ سن کر محمد صلعم
 نے کہا کہ اُسکو طلب کرو۔ بروقت اُنکے حاضر ہونے کے محمد صلعم نے اُنکی آنکھوں کو اپنی
 انگلیوں سے ملا اور مجرد اس عمل کے درد چشم رفع ہو گیا اور آنکھیں بالکل اچھی ہو گئیں
 بعد اسکے محمد صلعم نے وہ جھنڈا حضرت علیؑ کے ماتھے دیا۔ حضرت علیؑ نے پوچھا کہ کیا موافق
 طریق معمولی جنگ کفار کو نیست و نابود و قتل کر دوں در جواب اسکے محمد صلعم نے کہا کہ تم
 اُنکے ملک پر ملامت اور چپ چاپی سے جاؤ اور وہاں جا کر اُنکو طلب کرو اور کہو کہ اے
 تم مذہب اسلام اختیار کرو یا مستعد جنگ اس شہر سے ہو جو خدا کی طرف سے تمہارے ملک

حکمہ کرنے آتا ہو کیونکہ ہدایت کرنا بطرت مذہب صحیح کا ثواب ہو۔

در باب صفات علیؑ اسی کتاب مصابیح میں قصہ ذیل عمران بن حصین سے منقول ہو۔
محمد مصطفیٰ صلعم نے ایک مرتبہ یہ بیان کیا تھا کہ علیؑ بیشک وشبہ مجھ سے بے نیاز ہو اور
میں اس سے اور وہ ولی جمیع مومنین ہو۔ حاضری سے کہ بڑا مشہور شارح ہو شرح اس
حبارت کی یون کی ہو کہ شیعہ کہتے ہیں کہ علیؑ ولی ہو اور معنی اس حدیث کے یہ ہیں کہ علیؑ
مستحق ان تمام چیزوں کا ہو جو محمد صلعم کے پاس ہیں۔ کار و بار مومنین ان سے متعلق تھے
اور اسی لیے حضرت علیؑ ان کے امام تھے۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ کار امامت میں حیات
محمد صلعم حضرت علیؑ سے متعلق نہیں ہو سکتا تھا بدین وجہ کہ اپنی حیات میں محمد علیہ السلام
امام تھے اسی وجہ سے کار ولایت جو علیؑ کو تفویض ہوا تھا انور اہمیت تھا۔

اسی کتاب مصابیح میں قصہ ذیل ابن عمر سے منقول ہو۔

محمد مصطفیٰ حبیب خدا نے کہا تھا کہ اصحاب کو بھائی بھائی ہونا چاہیے حضرت علیؑ
یہ بات منکر خوب روئے اور اُن سے پوچھا کہ تین اصحاب کو تو باہم بھائی بھائی کہا لیکن
تین مجھے کسی کا بھائی نہ بنایا اسکے جواب میں محمد صلعم نے کہا کہ تم اس دنیا اور عقبے میں
میرے بھائی ہو۔ امام زندی اسکو گڑھی ہوئی حدیث تصور کرتا ہو یعنی یہ حدیث ایسی ہم
جسکی تصدیق کامل نہیں ہوتی ہو۔

اسی مضمون پر آئیں بیان کرتا ہو کہ ایک مرتبہ محمد مصطفیٰ صلعم ایک جانور کہ بھن رٹا
تھا اور اسمیں سے کچھ آپ بھی حصہ لینے کو تھے اسوقت وہ باواز بلند کہنے لگے کہ خدا
میرے پاس اس شخص کو بھیج جو تمام مخلوقات میں سے تیرا بڑا محبوب ہو۔ تاکہ وہ میرے
ساتھ اس جانور کے گوشت کو کھا دے۔ اسوقت حضرت علیؑ وہاں آن پہنچے اور
انھوں نے محمد صلعم کے ساتھ اس جانور کے گوشت کو کھایا۔ زندی کا وہ اظہار ہی کہ جب
بڑی مشہور و منفرد اور جو۔ تشریف لی اسکی شرح میں یوں لکھا ہو کہ عارمان موجد و

اس حدیث پر ہر آدم مارا ہو اور اس طرح سے اس جانور کے تمام پر انھوں نے اڑا دیے
ہیں اپنے انھوں نے جزوی بات کو بڑھا دیا ہو۔ بدون اس کے کہ ہم کوئی الزام خلافت
ابو بکر پر عاید کریں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کو بروقت وفات محمد صلعم پہلا عقیدہ
و اصول واسطے اتفاق مسلمین کے بنانا تھا۔ بدین وجہ کہ وہ اسی اصل پر قائم و مستحکم
ہو جاتے۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ حدیث مذکورہ بالا اس قسم کی نوہین کہ وہ فرائض
میں داخل کیجائے۔ نتائج نیک جو خلافت حضرت ابو بکر سے ظہور میں آئے اور اس کے اسناد
آن مقدس مدنیوں کی صحت کو باطل کرتے ہیں باوجودیکہ اصحاب کے بیان اس باب میں
ایک موجود ہیں۔ اس حدیث کی صحت میں شبہہ لانا مناسب نہیں۔ ایسے بیان کرتا ہو
کہ حقیقت وہ حدیث محمد مسلم کی زبان سے نکلی تھی اور کوئی اس کی صحت کے باب میں اعتراض
نہیں کرتا ہو۔ اسی لیے اس حدیث کے یہ ہیں کہ خدا کو چاہیے کہ اپنے محبوبوں میں
سے جو نہایت عقیل ہو ایک کو اس کے پاس بھیجے۔ قانون مقدس یعنی شرع شریف میں
کوئی ایسی بات درج نہیں جس سے نہایت ہو کہ جمیع مخلوقات میں سے نکلی سب سے زیادہ
محبوب خدا تھے۔ کیونکہ محمد صلعم خود خدا کے محبوبان میں سے تھے۔ ہلک چاہیے کہ انہیں بانو پر
عمل کریں جو قرآن شریف میں درج ہوں اور ان لوگوں کو کہ محمد صلعم کے ساتھ رہتے تھے
معلوم ہوں۔ پس اس حدیث کے معنی وہی سمجھنے چاہیں جو ہم نے اوپر بیان کیے ہیں یا
جو محمد صلعم کے چچا کا لڑکا یعنی حضرت ابو بکر کہ ان کے بڑے عزیز تھے بدین وجہ کہ وہ ہمیشہ
ان سے بلا تکلف لیکن سوچ سمجھا اس طرح کہ کلام میں لغزش نہو گفتگو کیا کرتے تھے۔ کتاب
مصباح میں اسی حدیث سے متعلق یہ بھی درج ہو کہ حضرت علی خود بیان کرتے ہیں کہ جب
مجھ میں محمد صلعم سے کچھ پوچھتا تھا تو وہ میری بات کا جواب دیا کرتے تھے اور اگر
میں کوئی بات ان کی سن کر خاموش رہتا تھا تو وہ پھر اسکو تفصیل بیان کیا کرتے تھے۔

کتاب مصابیح میں پچھلی حدیث کے بعد یہ بھی لکھا ہو کہ ایک مرتبہ محمد مصطفیٰ صلعم نے حضرت علی کے باب میں یہ کہا تھا کہ میں مکان دانائی ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہوں۔ ترمذی بیان کرتا ہے کہ یہ بھی ایک حدیث بنائی ہو۔ اور محی السنہ جو مصنف اس کتاب کا ہے لکھتا ہے کہ محمد صلعم کے رفیقوں میں سے کوئی اس حدیث سے واقف تھا۔ شیعوں کا یہ اظہار ہے کہ محمد صلعم کا یہ منشا تھا کہ درس باب حکمت بالتخصیص علی سے مخصوص ہونا چاہتا ہو اس کے کسی اور کو اسکی لیاقت نہیں اسی کے ذریعے سے وہ علم حاصل ہو سکتا ہو۔ خدا نے اپنے کلام میں کہا ہو کہ خدا پرستی و پارسائی وہ نہیں کہ تم گھر میں پشت کے دروازے سے آؤ لیکن وہ خوف الہی پر منحصر ہو پس اسی لیے دروازہ مقررہ سے اس کے اندر داخل ہو۔ دیکھو باب دوم قرآن آیت ۱۰۵ (حقیقت اسکی کچھ احتیاج نہیں اس لیے کہ دروازہ پشت کے لیے کھلا ہو جو دانا سے روحانی بین حکمت سے واقف ہیں۔ اس کے آئندہ دروازے ہیں کتاب مصابیح میں یہ قصہ جبر سے منقول ہو کہ ایک مرتبہ محمد مصطفیٰ صلعم نے حضرت علی کو اس میں طلب کر کے جس دن کہ انھوں نے انکو طائف میں بھیجا تھا کچھ خلوت میں کہا تھا اگرچہ گفتگو بڑی دیر تک رہی تھی تاہم انھوں نے اپنے چچا کے فرزندوں سے کہا تھا کہ میں نے محمد صلعم سے گفتگو ختم نہیں کی لیکن خدا نے کی۔ لفظ ختم سے جو یہاں درج ہو مراد مخفی گفتگو ہو۔ شارح نابی کہتا ہو کہ ان الفاظ کے معنی یہ ہیں کہ خدا محمد کو حکم دیتا ہو کہ تو علی سے خلوت میں گفتگو کر اور میں یقین کرتا ہوں کہ انھوں نے حکم الہی را زد اسرار مخفی باتوں پر گفتگو کی۔ اسی کتاب میں یہ قصہ امی آیت سے منقول ہو کہ محمد مصطفیٰ نے ایک مرتبہ مذہبی راوی کے بے فوج بھیجی تھی جنہیں علی بھیجے تھے۔ اس موقع پر محمد صلعم نے یہ دعا مانگی تھی کہ اخطا تو علی کو لڑائی میں مفتواں مگر نابلا اسکو صحیح سلامت میرے پاس واپس بھیجنا۔

ایک مرتبہ اصحاب نے محمد مصطفیٰ سے یہ استفسار کیا کہ تم علی سے کیوں زیادہ الفت و محبت رکھتے ہو یا عتب اسکا بیان کرتا کہ ہم بھی بموجب اس کے اس سے زیادہ تر الفت

و محبت کرین۔ در جواب اسکے انخون نے کہا کہ علی کو جا کر بلا لاؤ تاکہ وہ ہی نہ دیکھو و جب اسکی اپنی زبان سے بیان کرین۔ ایک انہین سے انکو بلانے گیا۔ بعد اسکے جانے کے پیغمبر نے کہا کہ اومیر سے رفیقو اگر کوئی تم سے نیکی کرے تو اسکے عوض میں تم اسکے لیے کیا کرو گے۔ در جواب اسکے انخون نے کہا کہ ہم بھی اسکے حق میں بہتر کریں گے۔ بعد اسکے محمد صلعم نے پوچھا کہ اگر کوئی تم سے برائی کرے تو تم اس سے کس طرح پیش آؤ گے۔ اسکے جواب میں انخون نے کہا کہ ہم تب ہی اس سے نیکی کریں گے۔ محمد صلعم نے جب پھر وہی سوال کیا تو وہ سب سرنگون ہوئے اور جواب نہ دے سکے اور خاموش ہوئے۔ اتنے میں حضرت علیؑ آپہنچے اور محمد صلعم نے اسے یہ استفسار کیا کہ اگر کوئی بوجہ من نیکی کے تم سے بدی کرے تو تم اس سے کس طرح پیش آؤ گے۔ حضرت علیؑ نے در جواب اسکے کہا کہ او پیغمبر خدا میں اس سے نیکی کر دوں گا۔ اگر پھر بھی وہ تم سے بدی کرے تو محمد صلعم نے پوچھا کہ تب اسکے حق میں کیا کرو گے۔ حضرت علیؑ نے پھر وہی جواب دیا۔ پیغمبر خدا نے سات مرتبہ حضرت علیؑ سے وہی سوال کیا اور ساتوں مرتبہ حضرت علیؑ نے وہی جواب دیا اور آخر میں انخون نے کہا کہ او پیغمبر خدا میں تم سے اس خدا کی کھاتا ہوں جسکے سوا کوئی اور نہیں کہ اگر کوئی شخص میری نیکی کے عوض ہزار برس تک مجھے برائی کیے جلوت تو میں اس سے نیکی ہی کرتا رہوں گا۔ سب کے جمع اصحاب نے اقرار کیا کہ وہ محبت محمد صلعم کی حضرت علیؑ سے در حقیقت مقول ہو اور انکے حق میں ان سب نے دعا ہے خیر کی۔

یاد رکھو کہ اصحاب نے جو محمد صلعم سے یہ سوال کیا تھا کچھ ازرا حسد و بغض تھا بلکہ مطلب اصلی انکا یہ تھا کہ وہ اس زیادتی محبت کی علیؑ سے انکو معلوم ہو جائے۔

ایک مرتبہ عین انخاص پروان حضرت ابراہیمؑ و حضرت موسیٰؑ و حضرت یحییٰؑ میں سے رسول اللہؐ سے طافی ہوئے۔ پیر و مذہب حضرت ابراہیمؑ نے سوال کیا کہ ہم کیونکر طافین کہ تم وہ ہی ہو جو تم اپنے نہیں بیان کرتے ہو یعنی کیونکر معلوم ہو کہ تم پیغمبر دن میں سب سے

بدردہ اسے تریب و محبوب خدا کیونکہ خدا سے تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا ہو کہ تم میرے
 خلیل ہو۔ اس کے جواب میں رسول اللہؐ نے کہا کہ خدا سے تعالیٰ نے میرے حق میں کہا ہو کہ تم
 میرے حبیب ہو۔ پس بتاؤ کہ ان دونوں میں سے کون قریب تر خدا کے ہوا۔ پہلے یہ سنکر
 متعجب ہوا اور کچھ جواب نہ دیا۔ اور محمدؐ صلعم کی طرف دیکھ کر اس نے دل سے اقرار کیا کہ میں
 شاہد اس امر کا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی اور خدا نہیں۔ وہ وحدہ لا شریک ہو اور
 محمدؐ اس کا بندہ ہوا اور اس کا رسول ہو۔

بعد اس کے دوسرا شخص کہ پیر و مذہب حضرت موسیٰؑ کا تھا آیا اور یہ استفسار کیا کہ اوپر خدا
 تم کہتے ہو کہ میں سب پیغمبروں میں بدرجہ اعلیٰ ہوں اور میں انکا مخبر ہوں اور شاہ پس
 تصدیق تمہارے اس کلام کی کیونکر ہو۔ میں نے سنا ہو کہ خدا سے تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے
 کہا ہو کہ تم میرے پیغمبر ہو اور جب کبھی وہ کوہ سینا پر جاتے تھے وہ خدا سے تعالیٰ سے ہمکلام
 ہوتے تھے اس کے جواب میں حضرت محمدؐ نے فرمایا کہ خدا سے تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو تو کلیہً کہا
 لیکن مجھ کو اپنا حبیب کہا ہو اور اگرچہ وہ کوہ سینا پر گئے لیکن خدا سے تعالیٰ نے مجھے
 اس پر ابراق تمام اسباب جنت سے آراستہ کر کے حضرت جبریلؑ کے ہاتھ بھیجا جس پر کہ میں دارہو کہ
 نہایت تھکے ہوئے میں ساتوں آسمان کی سیر کرتا ہوا عرش و کرسی تک پہنچتا ہوں اور
 جنت و دوزخ و تمام کائنات میں جا کر آب کو تر سے لیسکر خرد تر بن کر آتا ہوں۔
 خدا سے تعالیٰ سے میں ہم کلام ہوا اور وہ مجھے بڑی مہربانی و محبت سے پسین آیا۔ شکہ کہ
 خدا سے تعالیٰ کا کہ اس نے اپنے رحم سے مخلوقات عالم میں سے مجھے حقیر و ناخیز و عاجز بنا کر
 منتخب کیا۔ خدا سے تعالیٰ نے مجھے یہ بھی اقرار کیا ہو کہ جو کوئی ہر روز ایک سو مرتبہ میری
 روح مقدس کے لیے دعا بخیر پڑھا کرے اور اس عادت کو ابھی ترک نہ کرے اور نہ نہیں
 غفلت کرے ستموئی کے گناہوں کو معاف کروں گا اور ایک ہزار دفعہ اس پر رحم کروں گا اور
 جنت میں اس کا رتبہ بلند کروں گا۔ جتنے گناہ کہ غریبوں اور مسکینوں پر ہزار ہزار مرتب

نیرات کرنے سے معاف ہوتے ہیں، اس سے بھی ہزار ہا ہزار مرتبہ زیادہ گناہ اس غسل سے بخشے جاویں گے۔

ابو ہریرہؓ ابن مائکات سے نقل کرتے ہیں کہ یہ جواب محمدؐ سے سنکر وہ شخص لاجواب ہوا اور پانچ دن پر گرا اور ماتمخا نکھا کر لا آلا اللہ و محمد رسول اللہ پڑھنے لگا۔

بعد اسکے پیر و مذہب نہت مسیح آکر محمدؐ سے کہنے لگا کہ تم کہتے ہو کہ مجھے قرب خدا حاصل ہو اور میں محبوب خدا ہوں اور مالک ازل و اب ہوں اور مسیح روح اللہ تھے اور انھوں نے مرد و ن کو خدا کے نام سے زندہ کیا۔ ہلکے کیونکر تصدیق اس بیان کی ہو۔ اسکے جواب میں محمدؐ مصطفیٰ و حواری منظر موعود نے یہ کہا کہ جاو علی کو بلا لاؤ۔ یہ سن کر ایک اصحاب بون میں تھے حضرت علیؓ نے کہنے بلاتے کو گیا بروقت نماز ہونے نہت علیؓ کے محمدؐ معلوم نے سائل سے کہا کہ تم علیؓ کو کوئی قبر پیمبری پرانی دکھاؤ۔ اس شخص نے اسکے جواب میں کہا کہ یہاں ایک قبر ایک ہزار برس کی پرانی ہے۔ تب محمدؐ مصطفیٰ معلوم نے علیؓ سے کہا کہ اس قبر پر جا کر تین مرتبہ چلاؤ اور بعد ازاں منتظر ہو کہ پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہو حسب احکام پیغمبر خدا حضرت علیؓ اس قبر پر گئے اور وہاں جا کر چاکر کہا کہ اویقوب۔ اس آواز سے قبر فوراً کھلی تب انھوں نے دوسری آواز اسی طرح دی اس وقت قبر باطل کھل گئی اور تیسری آواز دیتے ہی ایک شخص پیران سال جسکے چہرے پر نور برستا تھا قبر سے باہر نکل آیا۔ اسکے بال ایسے لمبے تھے کہ وہ سر سے پیر تک لٹکتے تھے۔ اس شخص نے کھڑے ہو کر لا آلا اللہ و محمد رسول اللہ پڑھا۔ وہ شخص حضرت علیؓ کے ہمراہ محمدؐ صلعم کے پاس گیا اور ایسا عجیب معجزہ دیکھ کر اس وقت بہت کفار ایمان لائے۔ سائل بھی دین اسلام کا معتقد ہو کر مسلمان ہو گیا۔ درباب صفات حضرت علیؓ صرف اب یہی اور کہنا کافی ہو کہ جب محمدؐ مصطفیٰ کو خدا کا حکم ہوا تھا کہ تم مکے سے مدینہ کو چل جاؤ تو اس وقت پیغمبر خدا نے حضرت علیؓ کو حکم دیا تھا کہ تم میری جگہ پر قائم رہو اور میرے بستر پر استراحت کرو اور کعبہ مقدس میں تم میرے

نائب ہو اور میرے خاندان کی حفاظت وغیرہ گیری کرتے رہو اور جس جسکی جو چیز کہ میرے ہاں
امانت ہو وہ انہیں تقسیم کر دو اور اصحابوں میں سے جو کہے ہیں کہ میں انکے حال کے خبر گیر
رہوں اسی شب کو بہشت کفاروں نے محمد مصطفیٰ صلعم کے گھر پر حجاب کیا لیکن خدا نے اپنے رحم سے
ان نابکاروں کو خواب غفلت میں ڈالا۔ اور شیطان لعنت اللہ علیہ جو انکے ساتھ تھا
وہ بھی سو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو بکرؓ گھر سے باہر نکلے اور ادھر ادھر پھرنے لگے۔ خدا نے
اسی وقت فرشتگان میکائیل و اسرافیل کو اسد علیؓ کی امداد کے لیے جنکو کفار قتل کیا چاہتے
تھے بھیجا چشم زدن میں یہ فرشتے وہاں آن پہنچے۔ میکائیل تو علیؓ کے سر کی طرف نظر ہوا
اور اسرافیل پیروں کی طرف۔ وہاں انھوں نے نماز پڑھی۔ تھوڑے ہی عرصے بعد شیطان
خواب سے بیدار ہو کر چائے لگا لہ محمدؐ بھاگ گیا ہو۔ کفار کے سامنے شیطان بشکل انسان
آیا اور انھوں نے اس سے پوچھا کہ ہم کیونکر تیرے اس کلام کی تصدیق کریں۔ اسکے جواب
میں اسنے کہا کہ کسی ہزار برس سے میں نے نیند نہیں لی تھی۔ آج مجھ کو خواب نیند آئی شاید کہ
محمد صلعم نے مجھ پر سحر کر کے مجھ کو سو لایا ہو۔ بعد اسکے تمام کفار بھاگ گئے اور لوگ پیغمبر خدا کے
گھر کے اندر داخل ہوئے اور علیؓ اپنے بستر سے اٹھے اور جب وہ کھڑے ہوئے لوگوں نے
دیکھا کہ فی الحقیقت رسول خدا بھاگ گئے ہیں اور انکے بستر پر علیؓ تھے جو یکایک باہر گئے
دوسرے روز حضرت علیؓ کہنے لگے اور اس جگہ پر کھڑے ہو کر جہاں کہ محمد صلعم کھڑے ہو کر تھے
تھے تاؤز بلند کہنے لگے کہ جس کسی نے محمد صلعم کے پاس کوئی چیز بطور امانت رکھی ہو وہ آئندہ
لیجاوے۔ یہ سنکر سب آئے اور اپنی اپنی امانت لے گئے۔ غرض کہ کوئی انہیں سے باقی نہ رہا۔
تمام اصحاب کہے میں زیر حمایت علیؓ رہے اور کوئی انکاشا کی نہوا۔ چونکہ پیغمبر خدا کا گھر
کعبہ کے اندر تھا اسلئے وہ وہاں رہے۔ تھوڑے ہی عرصے بعد پیغمبر خدا نے حضرت علیؓ کو حکم بھیجا کہ
مع میرے خاندان کے مدینے میں چلے آؤ۔ چنانچہ حسب احکام عمل میں آیا۔ انھوں نے اول کفار
قریش کی محفل میں جا کر انکو اپنے ارادے سے مطلع کیا اور کہا کہ کل میں جاتا ہوں اگر کسی کو

کچھ کہنا بھی تو کہے۔ یہ سنکر سب نے نہ بچا کر لیا اور ایک سبھی انہیں سے کچھ نہ کہہ سکا۔ بعد روٹنگی
حضرت علیؑ ابو جہل نے جسہ لعنت خدا کی ہو اما کہ او خاندان بزرگ قریش کیوں تم اس وقت
نہ بولے جبکہ خاندان محمدؐ یہاں موجود تھا۔ وہ ہمارا کیا کر سکتے تھے۔ وہ تب گرد ابو جہل
کے جمع ہو کر باجم اس باب میں تمکرات کرنے لگے اور آخر سرش وہ حضرت عباسؑ کے پاس گئے
اور ان سے کہنے لگے کہ تم علیؑ کو کہ تمہارے بھائی کا فرزند ہو تمہارا وکدہ محمدؐ کے خاندان کو یہاں
سے نہ لیجائے ایسا نہ کہ اُنکے جانے سے کچھ غل و آفت ہو حضرت عباسؑ شامہ مروان یعنی
علی سے ملے اور انکو اس باب میں ہدایت کرنے لگے لیکن حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ انشاء اللہ
کل بین نبی کریمؐ کے خاندان کو یہاں سے اپنے ساتھ لیجاؤں گا۔ غرضکہ وہ موافق اپنے قول
کے انکو اپنے ہمراہ لے گئے اور چار پانچ قریش بھی لگے مروان پر سوار ہو کر اُنکے پیچھے گئے
قبل از روٹنگی کے حضرت علیؑ نے کہا کہ جو کوئی تعمیل احکام نبی کریمؐ میں مانع ہو گا
میں اس سے لڑوں گا۔ حضرت عباسؑ کی زبانی یہ حال سنکر کفار نہایت اندیشہ ناک ہوئے
اور انھوں نے متفق ہو کر یہ ارادہ کیا کہ حضرت علیؑ کو شہر سے باہر جانے نہ دو جب وہ علیؑ
سے ملے اور ان سے خوامان اس امر کے ہوئے کہ واپس جاؤ تو وہ موافق اپنے قول کے ان سے
مقابل ہوئے اور لڑنے لگے۔ غرضکہ بعد اسی اُن سب کو مار کر ہٹا دیا اور شکست دیکر آگے
بڑھے اور راہ میں مقداد بن اسود سے ملے جو علیؑ سے بقاء بد پیش اور جنگ و جدال کرنے لگے
لیکن امام علیؑ بہادرانہ بے خوف و اندیشہ اُنکے حملے کو روکتے گئے۔ اور آخر سرش انھوں نے
انکو گھوڑے پر سے گرا دیا حضرت علیؑ نے تب اُنکی چھاتی پر پیر رکھ کر ان سے کہا کہ دین اسلام قبول کرو
پنابچہ اسی وقت اُن نے جو شئی تمام دین اسلام قبول کیا اور مسلمان بن گیا۔ اس شخص کا فرزند
امام حسینؑ کے پہلے میں بمقام کربلا شہید ہوا۔ اور چونکہ وہ شخص بڑا بہادر تھا وہ محمدؐ کے بڑے مشہور
صحابہ بن میں سے ہو گیا۔ جو کوئی اس قصے کے باب میں کچھ اور حال دریافت کیا چاہے تو وہ کتاب
تیسرا یعنی کو حسینؑ کے یہ حال مفصل و برج ہو مطالعہ کرے۔

امام علیؑ کی سبب سے اس حدیث حبیب اللہؑ اپنے پیغمبر کے کہ غلّسی میرا فخر جو خود بڑے غلّس ہو گئے اس حدیث کو سن کر انھیں دنیوی کو تہمید کر دیا جسے کہ اگر آج ایک ہزار آفتخہ طلائی بھی پاس آج تا تھا تو کل وہ غریبوں اور مساکین پر تقسیم کر دیتے تھے۔ اسی وجہ سے محمد مصطفیٰؐ حضرت علیؑ کو بقیع سلطان فیما بین القبا کہتے تھے حضرت علیؑ نے ایک مرتبہ فاطمہ عقیقہ سے کہا تھا کہ او دختہ بنی خدا، بتہ بین مستہ رات کیا تمہارے پاس اپنے شوہر کے واسطے اس وقت کچھ کھانکھو موجود ہیں۔ مجھے بڑی بھوک لگی ہے حضرت فاطمہؑ نے در جواب اس کے کہا کہ او والدہ حسن بن وصدہ لاشربک کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میرے پاس اس وقت ایک خبہ بھی نہیں لیکن اس قبضہ کو سننے میں تماش کر دے تو کچھ آفتخہ نقرہ تمہارے ہاتھ آویں گے، انکو لیکر بازار میں جاؤ اور جو چاہو خرید کر لے آؤ اور حسن حسین کے لیے بھی کچھ میوہ خرید کر لاؤ حضرت علیؑ وہ آفتخے لے کر بازار کو گئے۔ راویین کیا دیکھتے ہیں کہ دو مسلمان چلے جاتے ہیں اس طرح کہ ایک انہیں کا دوسرے کا پتہ پکڑے کہ رہا ہو کہ میرا قرض ادا کرو۔ میں تم سے ابھی روپیہ رکھوا لوں گا اور وعدے سے اور انفراد پر غمخوڑوں گا۔ ان کے نزدیک ان کو حضرت علیؑ نے پوچھا کہ کس قدر قرض دینا ہو یہ سن کر کہ زر قرضہ صرف چھ آفتخہ ہوا ان کے دل میں آیا کہ اپنے پاس سے دیکر اس مسلمان کو اس مصیبت سے چھوڑاؤں لیکن پھر یہ خیال گزرا کہ میں فاطمہؑ کو جو منتظر میوہ بیٹھی ہو گی کیا جا کر کھوں گا۔ باوجود اس خیال کے انھوں نے زر قرضہ ادا کر کے اس مسلمان کو چھوڑا یا۔ بعد اسکے وہ دل میں سوچے کہ فاطمہؑ سے کیا جا کر کھوں اور اپنی ناداری و تنگدستی سے پریشان ہوے جب انکو یہ یاد آیا کہ فاطمہؑ تیرین مستورات و دختر بنی ہن تو وہ خالی ہاتھ گھر گئے اور جون ہی دروازے پر پہنچے حسن حسینؑ باسید اسکے کہ وہ میوہ لائے ہونگے انکی طرف دوڑے لیکن اپنے باپ کا خالی ہاتھ دیکھ کر وہ روئے حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ سے حال ایک مسلمان کے چھوڑانے کا بیان کیا اور کہا کہ وہ آفتخے جو میں نے کیا تھا اسکے زر قرضے کے ادا کرنے میں کام آئے۔ در جواب اسکے حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ تم نے خوب

کام کیا میں اس بات کے سنبھلنے سے بڑی خوش ہوں اگرچہ انکو اسوقت رنج بھی دل میں ہوا۔ بجائے یہ کہنے کے کہ دیکھو ہمارے یہ حال کیسی تنگ ہوا اسوقت میں تھنے یہ کیا کام کیا انھوں نے نہ صرف یہی کہا کہ زراق ہلکو بھی دیجئے۔

اپنی قبیلہ کو حالت رنج میں اور اپنے دونوں فرزندوں کو بھوک کے سبب سے روتے ہوئے دیکھ کر حضرت علی کا دل مغموم ہوا وہ گھر سے باہر میں خیال نکلتے کہ نبی اہل اسلام علیہ السلام کے پاس چلا دیکھیں کہ کیا پر وہ غیب سے ظہور میں آتا ہے۔ یہ شہوہ ہو کہ جو کوئی خود کو کسی ہی نہ اردن فاردن میں بتلا ہو جب نبی اہل اسلام علیہ السلام کا چہرہ دیکھتا ہو سب رنج و الم بھیجتا ہو اور بجائے غم کے اسکا دل خوشی سے مالا مال ہو جاتا ہو جب حضرت علی محمد صائم کی طرف چلے راہ میں وہ ایک اہل عرب سے جو ایک موٹا تازہ اونٹ لیے جاتا تھا ملے اس شخص نے حضرت علی سے پوچھا کہ تم اسکو خریدو گے حضرت علی نے در جواب اسکے کہا کہ میرے پاس اسوقت کچھ روپیہ موجود نہیں کہ اسکو خریدوں اس شخص نے یہ سن کر کہا کہ کیا مضائقہ ہو اؤ ہمارا خرید لو۔ تب حضرت علی نے قیمت اسکی پوچھی جواب میں اسنے کہا کہ ایک سو آٹھ اسکی قیمت ہو حضرت علی نے اس قیمت پر اس اونٹ کو خرید لیا حضرت علی جمیل پکڑا اسکو لے چلے تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ ایک اور اہل عرب راہ میں ملا حضرت علی سے پوچھنے لگا کہ تم اس اونٹ کو بیچتے ہو۔ در جواب اسنے حضرت علی نے کہا کہ ہاں ہم اسکو بیچتے ہیں۔ تب اس شخص نے کہا کہ میں سو آٹھ اس اونٹ کے لو گے۔

حضرت علی نے منظور کر کے اونٹ اسکے ہاتھ دیا اور اس شخص نے قیمت اسکی گن کر اسکے حوالے کی حضرت علی اس معاملے سے خوش ہو کر بازار میں گئے اور بہت سی خوراک و میوہ خریدا اور وہ سب نے کر دانا بطرف اپنے گھر کے ہوئے۔ دروازہ کھولتے ہی اسکے فرزند اچھے گلے میں جھٹ گئے اور میوے کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے کہ اب کھانے میں آویگا ان لڑکوں کی والدہ نے حضرت علی سے پوچھا کہ کہاں سے ملو اسقدر روپیہ حاصل ہوا تب حضرت علی نے ساری سرگزشت بیان کی۔ کھانے سے سیر ہو کر وہ سب شکر الہی بجالائے

کہ اُسے اُس حالت تنگ بین اُنکی خبر لی حضرت علیؑ تب اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی قمیض کو اپنے ارادے سے مطلع کر کے راہی سمت خانہ فخر کائنات اپنے محمد مصطفیٰؐ ہوئے۔ چونکہ نبی اہل اسلام عالیہ السلام بھی اُس وقت گھر سے بہ ارادہ ملاقات حضرت علیؑ کے نکلے تھے اسلئے وہ دونوں راہ میں باقی ہوئے۔ محمد صامو نے بروقت نکلنے کے گھر سے اُن اصحاب سے کہ اُس وقت وہاں موجود تھے یہ کہا تھا کہ میں اپنی دختر اور اپنے داماد کو دیکھنے جانا ہوں حضرت پیغمبر خدا حضرت علیؑ کو راہ میں دیکھا رہے اور باوازی بند کرنے لگے کہ اے علیؑ کس سے اونٹ خرید رہا تھا اور کس کے ہاتھ بیچا حضرت علیؑ نے در جواب اس کے کہا کہ خدا اور رسولؐ جانتا ہوں پیغمبر صامو نے تب حضرت علیؑ سے کہا کہ اُس اونٹ کا بیچنے والا توحیدیلؑ اور اُسکا خریدنے والا عزراہیلؑ تھا۔ اور وہ اونٹ جنت کا تھا۔ البتہ بعض اُس کا خریدنے کے کہ قسے نسبت مسلمان عصیت زد و ظلمو رہیں آیا پچاس ہر تیر زیادہ تم کو دیا اور جو کچھ کہ قیامت میں اُسکا اجر ملو ملے گا وہ خدا ہی جانتا ہو۔

بیشب معراج شریف محمد صامو نے ایک شیر فاک نفتم پر ایسا غضبناک چہرے کا دیکھا تھا کہ بیان اُسکا خارج از وارہ ارکان ہوئے اس وقت محمد صامو نے فرشتہ جبریلؑ سے پوچھا کہ یہ شیر کس قسم کا ہو۔ انھوں نے کہا کہ یہ جوان نہیں بلکہ یہ شیر روحانی امام علیؑ جو حضرت جبریلؑ نے محمد صامو سے اُس وقت یہ بھی کہا کہ تم اپنا چہلہ اُنکلی سے آتا کر اس شیر کے منہ میں دیدو۔ چنانچہ بموجب ہدایت اُس فرشتے کے حضرت نے چہلہ اُنکلی سے اتار کر شیر کے منہ میں دیدیا اور اُس شیر نے بڑے عالم اور بڑی الفت سے اُس چہلے کو منہ میں رکھ لیا معراج کے دوسرے روز پیغمبر خداؐ نے یہ تمام حال اصحاب سے بیان کیا اور جب وہ ذکر شیر غضبناک اور دینے چہلے کا اُسکے منہ میں درمیان لائے حضرت علیؑ نے جو اُس وقت وہاں موجود تھے وہ چہلہ اپنے منہ میں سے نکال کر پیغمبر صامو کے ہاتھ پر رکھا۔ یہ حال دیکھ کر تمام حاضرین متعجب ہوئے اور اُنکو یقین کئی بزرگی اُنکی خصلت کا ہوا۔ اور وہ اُسے زیادہ تر الفت و محبت

کرتے تھے۔ اُن آیات میں سے جو علیؑ کے باب میں آئی ہیں ایک میں حال ذیل درج ہے
بعض حکام بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ جب "ایہ المؤمنین یعنی علیؑ ایک
مسیح میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اس اثنا میں ایک فقیر ان کے نزدیک آکر کچھ بطور خیرات
مانگنے لگا حضرت علیؑ نے اس وقت پہرہ پھیر کر اپنی انگلی سے ایک تھپکا کر اس کے ماتھے میں دیا
چونکہ یہ کار فیاضی مقبول اور گاہ ایزدی ہوا اس لئے آیت ذیل اُس کے حق میں آسمان سے اُترتی
اور دیکھو باب پنجم قرآن آیت ۴۰) تیرے حامی یہ تین یعنی خدا اور رسول و مؤمنین جو فکھیں
قضا میں کرتے ہیں اور عین وقت پر پڑھتے ہیں اور جو خیرات کرتے ہیں اور جو خدا کو
سجدہ کرتے ہیں۔

ایک اور آیت قرآن میں آئی ہو جس کے معنوں کے باب میں عبداسد طحطاوی نے باب سوم
مکرر در واقع جو عباسؑ نے کہا کہ میں اُن اثنا میں سے ہوں جو حاجیوں کو پانی پلاتے
ہیں اور طحطاوی نے بیان کیا کہ میں اُن میں سے ہوں جنہی تحویل میں کتب کی گنجی رہتی جو اگر
میں چاہوں تو میں اُس میں شب یا سہ ہو سکتا ہوں یہ سن کر حضرت علیؑ نے کہا کہ تو کیا کہتا ہو
دوست! میں نے کچھ زیادہ ہوئے ہیں کہ میں نے اپنے رخ اُس قبل کی طرف پھیرا ہوا وقت بھی
تمہارا وہاں نہم و نشان تھا۔ اس موقع پر آیت ذیل اُترتی تھی۔ (دیکھو باب نہم قرآن
آیات ۱۰ و ۱۱) مضمون اُس آیت کا یہ ہے۔ کیا تم انکو جو حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور
مقدس عبادت خانوں میں زیارت کو جلتے ہیں درجے میں اُن کے برابر سمجھو گے جو خدا پر ایمان
لائے ہیں اور روز قیامت کو مانتے ہیں اور راہ خدا میں لڑتے ہیں۔ وہ خدا کی نگاہ میں
برابر ہونگے۔ خدا شہیدوں کو ہدایت نہیں کرتا ہو۔ وہ جو اپنا وطن چھوڑ کر راہ خدا میں
لڑتے ہیں اور اپنا مال و جسم قربت کرتے ہیں انکا درجہ خدا اُن کے درجے سے زیادہ کریگا اور
وہ خوش و خرم رہیں گے۔

ایک اور آیت در باب حضرت علیؑ بن ابی طالب و فاطمہؑ و حسینؑ و قرآن میں آئی ہے۔

رویکھو باب ۴۲ قرآن آیت ۲۲ مضمون اس آیت کا یہ ہے۔ یہ وہ ہے جو خدا اقرار کرتا ہے اپنے ان بندوں سے کہ ایمان لانے ہیں اور نیکی کرتے ہیں۔ ان سب سے کھد و کہ میں تم سے حق انجیست نہایت کچھ جزوی سا اپنے تعلقین کے واسطے چاہتا ہوں جو کوئی نیکی ہم کرے گا۔ ہم اسکی قدر کو زیادہ کرینگے خدا مہربان و حق شناس ہے۔

فقہ و ابیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ مشرکوں نے ایک محفل میں کہا تھا کہ دیکھیں محمد صلعم پھر حوض اپنی خدمت کا چاہنے ہیں کہ ہمیں حسب بیان سعید ابن جبیل یہ الفاظ کہتے ہی وہ آیت اس موقع پر اتری۔ ابن عباس کہتا ہے کہ لفظ تعلقین میں کہ اس آیت میں آیا ہے غلی غلی حرمہ حسن و حسن و اصل میں کسی کو پناہ ہے کہ وہ آنکا بدخواہ ہو۔ ایک اور آیت علی کے باب میں آئی جو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ باب مذہب میں رائے اسکی کیسی پاک و صاف و متعصب تھی روکیو باب پانزدہم قرات آیت ۴۴ مضمون اس آیت کا یہ ہے۔ ہم خیالات و دماغ کوئی کو آئے و لون سے محو کر دیں گے۔ وہ مثل بھائی بھائیوں کے رہا کرینگے اور بہنروں پر استراحت کرتے ہوتے وہ ایک دوسرے کے چہرے کو دیکھیں گے بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ آیت علی کے حق میں آئی ہو تاہم ان علماء کا فیل میں درج ہے۔

معاویہ۔ طلحہ۔ زبیر۔ و عائشہ با ایمان و فادار۔

ایک اور آیت قرآن جو اسی باب میں آئی ہو فیل میں درج ہے۔

روکیو باب ۵۵ قرآن آیت ۱۳۔ او مونیین جب تم پوشیدہ فیئیر سے صلاح لینے جاؤ تو قبل انکی ملاقات کے کچھ خیرات کرو اسلئے کہ تمہارے حق میں بہت بتر ہو گا اور مناسب۔ لیکن اگر کچھ تمہارے پاس خیرات کرنے کو موجود نہ ہو تو مٹا لفقہ زمین۔ خدا مہربان و رحیم ہے۔ ماوران مذہب اسلام بیان کرتے ہیں کہ سوائے حضرت علی کے کسی اور نے موافق اس آیت کے عمل نہیں کیا جو مذہب کبھی حضرت علی نے ارادہ صلاح و مشورہ نبی اہل اسلام علیہ السلام سے کیا انہوں نے ہمیشہ موافق اس آیت کے اول کچھ خیرات کیا۔ ابن عمر بیان کرتا ہے کہ

علی کے پاس تین چیزیں تھیں۔ وہ کہتا ہے کہ اگر انہیں سے میرے پاس ایک بھی ہوتی
 تو میں بڑا ہر دل عزیز و محبوب ہوتا۔ ان تین میں سے ایک نونا طیبہ الزہرہ و خمری تھیں۔
 جو علیؑ سے منسوب تھیں۔ دوم ایک جھنڈہ فتح کا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر میں انکو
 بخشا تھا۔ سوم وہ موافق آیہ مقدس بخوبی عمل کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ ایک
 دینار کو دس درہم میں منقسم کر کے دس فقیروں کو تقسیم کیا کرتے تھے۔ ایک مریضہ فقیہہ خدام
 سے دس سوال کیے۔ اول میں کیونکر نماز پڑھا کروں۔ جواب نہی و فاداری و صفا
 قلب کے ساتھ۔ دوم۔ خدا سے میں کس چیز کا طالب ہوں۔ جواب۔ تندرستی و آسائش
 سوم۔ مجھے کون سی بات سب سے زیادہ فرض ہے۔ جواب۔ تعمیل احکامِ الہی و رسول
 چہارم۔ میں کیا کروں کہ مجھ کو غفرت حاصل ہو۔ جواب۔ کسی کو تکلیف نہ دو اور سچ بولا کرو
 پنجم۔ یہ استفسار کیا کہ سچ کیا چیز ہے۔ جواب۔ اسلام و قرآن اور عمل کرنا بدستی تمام
 انہر تا میں حیات۔ ششم۔ خوشی کیا ہے۔ جواب۔ بہشت۔ ہفتم۔ آرام قلب کیا ہے
 جواب۔ خدا کو دیکھنا۔ ہشتم۔ نہ کشی و گردن کشی کیا ہے۔ جواب۔ کفر یعنی خدا پر
 ایمان نہ لانا۔ نهم۔ وفاداری کیا ہے۔ جواب۔ اعتقاد و شہادت اس امر کی کہ سوائے
 اللہ کے کوئی اور خدا نہیں اور محمد رسول اللہ ہی داخل وفاداری ہے۔ ایسے کہ اللہ
 وہ خدا ہے جو انسان کو عزت دیتا ہے۔ اور بے عزت کرتا ہے۔ جب رسول خدا سائیں
 مکہ کو اس باب میں تعلیم و تلقین کرتے ہیں وہ اپنا رخ انکی طرف سے پھیر کر خلافت اسکی
 کہتے ہیں۔ کیونکہ قرآن میں یہ آیا ہے کہ (دیکھو باب ۸۱ آیت ۲۵) کفار کہتے ہیں کہ قرآن
 سنو نہیں اور ایسا شور و فل اسوقت مچاؤ کہ آواز اسکی پڑھنے والوں کو سنائی دے
 آخر سن خدا ہے تعالیٰ نے محمد صائم کو اس درجہ اعلیٰ پر پہنچایا کہ انھوں نے اسکی نسبت
 حکم بھیجا کہ وہ میرا محبوب ہو تمہیں چاہیے کہ جو کچھ وہ کہے اسکو سنو اور اسپر عمل کرو۔
 اس باب میں جو آیہ آئی ہے اسکا مضمون یہ ہے کہ جب تم پیغمبر کی ملاقات کو پایا چاہو تو

قبل اُنکے نزدیک جاننے کے کچھ خیرات کرو کہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو گا۔ دیکھو باب ۵۰۔ قرآن آیت ۱۲۰ جب تک وہ اپنے کمرے سے باہر نہ نکلے اور اس سے کچھ مست نہ ہو۔ آیت قرآن میں یہ بھی لکھا ہے۔ دیکھو باب ۴۱ آیت ۴۴ کہ جو کوئی نکلے تمہارے کمرے میں تو از بند بچا رہے میں وہ بڑے ہی قوت میں۔ اسی آیت میں یہ بھی آیا ہے کہ محمد صلعم کی آواز سے اپنی آواز کو بند کرو۔

باب ۳۳۔ قرآن آیت ۱۹ میں یہ آیا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے ایک بڑے آدمی سے قریب نہ تھا۔ لیکن خدا نے انکو ایسا بند کیا کہ جب تک وہ دیگر فرشتگان اگرچہ اُنکے گرد پھرتے لیکن اُنکے چوڑی نچلے جو کوئی جھوٹی قسم نہ لے گا۔ وہ یا حرمین شریفین کے احاطے کے اندر کے و مدینے میں نکل چلاوے یا نماز و روزے میں حاضر ہو تو اس پر فرض ہو کہ مسکینوں و غریبوں پر خیرات کرے تاکہ خدا اُس سے راضی ہو۔ باب ۵۰۔ قرآن آیت ۱۲۰ میں آیا ہے۔ وہ اُن شخص جو بدی کرتے ہیں اُنکا یہ گمان ہو کہ وہ انکو مومنوں کیلئے اعمال کے برابر سمجھیں گے اور دونوں میں ایک ہی طرت پیش آوے گی کہ زندگی و حیات دونوں کے لیے ایک ہی ہو۔ یہ گمان اُنکا باطل ہو۔ ایک آیت حضرت علیؑ کے باب میں جسکا ایمان بڑا درست تھا اور جسکے اعمال و افعال نیک اور قابلِ قبولیت تھے اور بنا کر و قریب دریا اور جبل کی کمالیت اس درجہ نہایت پر تھی کہ کبھی سننے میں نہ آتی تھی۔ عیسائیوں نے کہہ کر کہ جو کچھ تم درباب خدا و رسول بیان کرتے ہو اگر سچ ہو تو تم داریں میں ہم سے اعلیٰ تر ہو گے۔ باب ۳۲۔ آیت ۳۳۔ اپنے گھروں میں بے شر آرام سے رہو۔ زمانہ جہالت کی عین کو اختیار نہ کرو۔ وقت نماز کا خیال رکھو۔ خیرات کرو۔ تمہیں احکام خدا و رسول سے غافل نہ ہو۔ خدا کی چہ خواہش ہو کہ وہ تمکو کمالات سے باز رکھے۔ اور کامل پاکیزگی و پرہیزگاری بخشنے۔

سعید بن جبیر قصہ ذیل عبد اللہ بن عباس سے نقل کرتا ہے۔

جب یہ آیت مقدس اُتری کہ تو ڈرانا ہو اور ہر شخص کے لیے راہ نیک کا ایک راہ دی ہو

نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ میں وہ ہوں جو لوگوں کو درہشت دکھاتا ہوں اور علی وہ ہے جو لوگوں کو راوند نیاک پر ہدایت کرتا ہے اور مسیح اُسے پر ایجا تا ہے اور علی جو چوہ ہدایت کے لائق ہیں اُنکو تو ہدایت کر چکا۔

روایت بن نمیر یہ لکھتا ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک مرتبہ یہ بیان کیا تھا کہ نبی اہل اسلام علیہ السلام نے مجھے کچھ پڑھ کر پہنچا دیا اور کہا کہ تو مسیح فرزند مریم سے مشابہت رکھتا ہو نیاک کہ جو وہی اُس سے نفرت کرنے لگے اور انکی والدہ کو تہمت لگانے لگے انصاری اُس سے ایسی الفت رکھتے تھے کہ انھوں نے مسیحؑ کو سب سے زیادہ پیارا ہی ہی نہیں بلکہ خدا بنا دیا۔ اسکے جواب میں حضرت علیؑ نے کہا کہ بہت سے آدمی اس ایسے ہیں کہ وہ میری محبت میں جان دینے ہیں بعض نبیوں کو بہت پیار کرتے ہیں لیکن وہ باقی اسی ہوں کہ اُن میں ہیں میں ایسے شخص سے الفت دین کر تا ہوں۔ پیغمبر جو اور اصحاب سے الفت و محبت رکھتے ہیں مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ یہ دونوں دوزخی ہیں۔ میں پیغمبر زمین مجھ پر ہی نازل نہیں ہوئی ہے۔ باوجود اسکے اُس توفیق سے کہ مجھ کو خدا سے تقاضے سے کرامت ملی ہو میں خدا کی کتاب پر چلتا ہوں عہدہ بٹھانے اب یہ کہہ کہ میں تمہارے ہی ہوں کہ خدا کی مرضی پر چلا کر اپنا اپنے دل سے باجیگر اگر میں تمہیں کبھی اسکے خلاف کچھ ہوں تو ہرگز اس پر عمل نہ کرنا۔ اس سے کہ جو میرے حکم کی اطاعت کرتا ہو وہ خدا کے حکم کو مانتا ہے۔

ایک اور قصہ کہیں بن ناریہ سے یہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے معاویہ بن ابی سفیان سے ایک مرتبہ ایک سوال کیا بیان اُسے کہ کہ یہ حوالہ حضرت علیؑ سے ہے جو چوہ بد بندہ کہ وہ میری نسبت زیادہ تر واقعہ ہے اُس شخص نے باز کہہ کہ آپ ہی اس کا جواب دیجیے کیونکہ میں آپ کے جواب کو پسند کرتا ہوں۔ معاویہ نے جواب دینے سے بچر بھی انکا کیا اور کہا کہ تو جھوٹا ہے اور تیرا مشریر کیونکہ تو اس شخص سے نفرت کرتا ہو چکا کہ پیغمبر خدا کے سبب اُسے علم الایات کے بڑا ادب کرتے ہیں۔ رسول اللہؐ نے انکی نسبت یہ کہا ہے کہ انکی

جیسا کہ ہارون بعد موکل کی اسکی جگہ پر مقرر ہوئے تھے ویسا ہی تو میرے بعد مقرر ہو گا مگر یہ فرق یہ ہو گا کہ میرے بعد کوئی اور پیغمبر نہ ہو گا۔ میں یہ بھی بیان کر چکا ہوں کہ عمر ہمیشہ علی سے صلاح و مشورہ کیا کرتے تھے اور جب کبھی کسی باب میں کسی کو شک پیدا ہوتا تھا تو وہ کہہ کر کہتے تھے کہ علی موجود ہیں تو ہم ایشے چکر پوچھیں۔ غرض کہ معویہ نے اس شخص سے کہا کہ تو بیان سے پٹ جا اور خدا تعالیٰ سے پیروں کی طاقت سلب کرے۔ یہ سنکر اس شخص نے اپنی راہ لی۔

سعد بن ابی وقاص نے ایک اور قصہ ذیل بیان کیا ہے

ایک مرتبہ معویہ کسی کا رخصتوری کے لیے میرے پاس آئے جب وہ حضرت علی کا ذکر درمیان لائے تو میں نے کہا کہ سنی بن تین باتیں ہیں اگر ان میں سے محکمہ میں ایک بھی ہوتی تو میں بڑا محبوب ہوتا۔ وہ تین باتیں انکی میں سے خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنی ہیں تفصیل ابھی یہ ہو۔ اول علیؑ انکا ولی لینے دوست ہو گیا کہ بن ولی ہوں۔ ۲۔ خود پیغمبر خدا بنے ہر روز خباثت خیر کہتا تھا کہ میں اس شخص کو کہ خدا اور رسول کا بڑا محبوب ہو ایک جھنڈا اور دنگا اور موافق اپنے اقرار کے وہ جھنڈا حضرت علیؑ کو دیا۔ ۳۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو کہا تھا کہ جیسا کہ ہارون موتے کو تھا ویسا تو مجھ کو۔

جھنڈا بن عبد اللہ بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ذکر کیا تھا کہ جس شب کو معراج ہوئی تھی میں نے دروازہ ہائے آسمان پر یہ آواز سنی تھی کہ او محمد تیرا باپ ابراہیمؑ بڑا نیک ہے اور تیرا بھائی علیؑ بن ابی طالب بھی کیسا نیک ذات ہے۔ تم اسکی نیکی کی شہادت اپنے بعد چھوڑ جاؤ۔

حسن بھاری کا یہ اظہار ہے کہ انس بن مالک نے خود محمدؐ کی زبان سے سنا ہے کہ تین اشخاص ایسے ہیں جنکے لیے جنت کمال آرزو ابھی سے کر رہی ہے۔ تفصیل ان تینوں شخصوں کی ذیل میں درج ہے۔

قلی بن ابی طالب - عمار بن یاسر - سلمان فارسی -

سعد بن ابی وقاص کا یہ اظہار ہو کہ معویہ نے ایک مرتبہ تجھ سے سوال کیا کہ کیا تمہیں علی کی محبت ہو، جواب اسکے میں نے کہا بھلا میں کیونکر اس سے الفت کروں۔ میں نے خود پیغمبر کی زبان سے یہ کلام سنا ہو کہ او علیٰ جیسا کہ یاروں موسیٰ کے لیے تھا ویسے تم میرے بعد میرے لیے ہو گے۔ جنگ بدر جب وہ میدان لڑائی سے باہر آئے ایک آواز اُنکے شکم سے یہ نکلی کہ خدا ہمیشہ تیرے ساتھ رہیگا۔ انھوں نے کبھی تو ارمیاہ بن نینانی کی جیب تک کہ انھوں نے اسکو کفار کے خون سے خوب آلودہ و نجس کر لیا۔

انیسویں مشہور بیان کرنا ہو کہ ایک مرتبہ حضرت علیؑ نے کہا تھا کہ زید ابن سہل جنگ جمل اس حالت میں تھے کہ دہلیز میں درج ہو

و اپنے خون سے آلودہ ہو کر گر پڑے تھے۔ نہایت علیؑ جو انکے سر پر کھڑے ہوئے تھے باواز بلند کہنے لگے کہ او زید خدا تجھے رحم کرے۔ میں نے اسکو اتناک بخوبی نہیں جانتا تھا نہ تو اسی قدر نیری نسبت جانتا تھا کہ تجھکو کسی نے مجھ سے واقف کروا دیا تھا۔ آج تجھکو تیرے کار ہائے نمایاں سے معلوم ہوا کہ تو ان مومنوں میں سے جو جنگ لینے ہی نے کہا ہو کہ جنت نصیب ہوگی۔ زید اسوقت بھی خون آلودہ تھے انھوں نے ہاتھ اٹھا کر باواز بلند کہا، امیر المؤمنین نا تجھکو بھی بعد مرگ جنت نصیب کرے کیونکہ پیغمبر خدا نے تجھکو بھی یہ توقع دی ہو میں خدا کی قسم کہتا ہوں کہ تجھکو بھی اتناک تمہارے ہمراہ کسی لڑائی میں لڑنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ ورنہ میں نہ اردن و شمنون کو جو ازراہ ریاکاری و دروغ گوئی تمہارے خلاف کہا کرتے تھے جہنم میں پہنچاتا۔ باوجود اسکے میں نے محمد صلعم کو یہ کہتے ہوئے سنا جو کہ علیؑ شہراہ ہو۔ وہ مشرب و ناسوت و نابود کرنے والا ہو اور انکو اُسے مغلوب کیا ہو جو اس پر غالب ہو گئے تھے اور انکو مجھ کا دیا ہو جو اسکی اعانت میں پہنچتی کرتے تھے۔ مجھے آخر سب یہ خوشی حاصل ہوئی ہو کہ میں تمہارے ہمراہ ہو کر بطور دوست لڑا ہوں۔ چون ہی یہ الفاظ اسکی

زبان سے نکلے طائر روح اُسکا قفس عنقریب سے پرواز کر گیا۔

عمر بن الجعد کا یہ اظہار ہو کہ میں ایک مرتبہ بحضور فقیر خدا موجود تھا اسوقت حضرت نے
یاواز بلند عمر و کم عمر پکارا اُسکے جواب میں میں نے کہا حاضر ارشاد فرمائیے۔ تب انھوں نے
فرمایا کہ عمر و بن ملکوت جن جنت و مکاؤں عرض کیا ہاں دکھائیے۔ اس اثنا میں علی
وہاں سے گزرے اور تب محمد صلعم نے اشارے سے کہا کہ اس شخص کا خاندان ستون جنت
ہو۔ کہتے ہیں کہ عبد اللہ ابن عباس کا یہ بھی اظہار ہو کہ نبی صلعم نے ایک مرتبہ یہ بھی کہا تھا
کہ مقامات میں سے مقام مقدس و بزرگ میرے جسم کے اندر ہو حضرت علی کا یہ بیان ہو کہ
نبی اہل اسلام کا یہ السلام نے ایک مرتبہ بسبیل مذکورہ یہ کہا تھا کہ شب معراج کو حضرت
جبریل میرا ہاتھ پکڑ کر جنت کے ایسے مقام میں کہ بڑی شان و شوکت سے آراستہ تھا مجھ کو
لے گئے۔ اور ایک عدد بھی میرے سامنے ڈال دیا۔ میں نے اٹھا کر اسکو سونگھا اور جب میں
اسکو ہاتھ میں پھرا رہا تھا اُسکے دو کھڑے ہو کر اس میں سے ایک حوزہ نکل آئی۔ میں نے کبھی
اپنی زندگی میں ویسی خوبصورت عورت نہ دیکھی تھی اُس نے مخاطب ہو کر مجھ سے کہا کہ اؤ محمد
خدا کا فضل تم پر ہو در جواب اسکے میں نے پوچھا کہ تو کون ہو۔ میرا نام رضیہ و مرضیہ ہو
جو ابد یا سنے۔ خدا نے مجھ کو تین ہیزوان سے بنایا ہو۔ اوپر کا جزو میرا عینہ کا بنا ہو اور پیچ کا
دھڑکا فور کا اور نیچے کا جزو مشک کا یہ تینوں اجزا میرے آب حیات سے جوڑے ہیں
اور اس طرح سے خداوند کائنات نے مجھ کو تمہارے بھائی علی بن ابی طالب کے لیے پیدا کیا
ابو ذر غفاری بیان کرتا ہو کہ مقولہ ذیل رسول اللہ سے منقول ہو۔

جو کوئی مجھ سے جدا ہو خدا سے جدا ہو۔ اور او علی جو کوئی مجھ سے جدا ہو وہ مجھ سے جدا ہو
تس بن مالک کہتا ہو کہ شان مخلوقات میں محمد صلعم نے علی بن ابی طالب سے وہ
بیان کیا تھا جو اوپر بیان ہوا ہو۔ زبیر بن عبد اللہ کا یہ اظہار ہو کہ دروازہ جنت پر یہ
لکھا ہو کہ سوائے اللہ کے اور کوئی خدا نہیں۔ محمد اسکا رسول ہو۔ اور علی محمد کا مددگار

اور یہ عبارت ۲۰۰۰ برس قبل از پیدائش کریمین و آسمان طمعی گئی تھی۔

عبد اللہ بن مسعود بیان کرتا ہے کہ میں ایک مرتبہ حضور نبی حاضر تھا اس وقت انھوں نے علیؑ کے باب میں یہ فرمایا تھا کہ عقل و حق حصون میں تقسیم ہوتی ہے۔ نو حصے تو اس میں سے علیؑ کو ملے ہیں اور باقی ایک حصہ نعل جہان میں تقسیم ہوا ہے۔ عبد اللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ ایک دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوس گھڑے باہر آئے اور یہ آواز بلند کہنے لگے کہ خبردار کوئی علیؑ کا بدخواہ و دشمن ہو کیونکہ جو کوئی ان کی بدخواہی کریگا وہ خدا اور رسول کا دشمن ہو گا۔ جو کوئی علیؑ سے محبت رکھتا ہے وہ خدا اور رسول کو بھی پیار کرتا ہے اور اُن سے الفت کرتا ہے۔ وہ ہی شخص یہ بھی بیان کرتا ہے کہ نبی کریمؐ نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ جو کوئی غریبی و فرد تنہا ابراہیمؑ کی اور دانی فوطؑ کی اور بربہ و استقلال پوسٹ کا دیکھا چاہتا ہے وہ علی بن ابوطالب کو دیکھے۔ انس بن مالک کہتا ہے کہ میں ایک مرتبہ نبی کریمؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ یکایک علیؑ آنکرائے و چہچہ گئے پیغمبرؐ نے انکو پکار کے کہا کہ علیؑ میرے سامنے آنکر بیٹھو اور انکی طرف مخاطب ہو کر یہ زبان سے نکالا کہ خدا نے تمکو چار صفات حسنہ مجھ سے زیادہ بخشے ہیں۔ علیؑ تمکو محمدؐ کے پیار کے پاس آئے اور آواز بلند کہنے لگے کہ میرے والدین تمہارے خدا ہوں۔ کیونکہ میں بندہ عاجز آپ سے صفات حسنہ میں بوقت بھیجا سکنا ہوں۔ اسکے جواب میں پیغمبرؐ نے کہا اے علیؑ جب خدا کسی پر اپنا فضل کیا چاہتا ہے وہ اسکو وہ چیزیں بخشتا ہے جو دیکھی آنکھوں نے دیکھے ہیں اور نہ کانوں نے سنی ہیں اور نہ کسی انسان کے خواب و خیال میں آتی ہیں۔ انس کا یہ بیان ہو کہ اسکے جواب میں علیؑ نے کہا کہ اور رسول اللہ اسکو بشریح مجھ سے بیان کر دے تاکہ میں اسکو بخوبی سمجھوں۔ محمدؐ نے اسکی تشریح میں یہ کہا کہ دیکھو خدا نے تمکو فاطمہؑ کا قبیلہ دیا اور تمکو بنی ہاشم۔ تمکو دو فرزند مشن و حشین دیے اور تمکو ایک بھی نہیں۔ تمکو ایسا ستارہ دیا اور تمکو بنی ہاشم۔ سعید بن زبیر بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی بن ابوطالب کا ہاتھ پکڑ کر

چہ از مزم کی سیر ہو گئے۔ وہاں بہت سے اشخاص جمع ہو کر کلمات نادرست نسبت حضرت علی کے کہہ رہے تھے۔ محمد صلعم نے ابن عباس کو بھیجا اور آپ اس محفل کے نزدیک آکر باز بلند کرنے لگے کہ کون خدا و رسول کی نسبت سخت سُست کہہ رہا ہو۔ اسکے جواب میں انھوں نے کہا کہ ہم میں سے نہ تو کوئی اللہ اور نہ رسول کے خلاف کچھ کہہ رہا ہو۔ تب پیغمبر نے کہا کہ علی بن ابوطالب کی کون غیبت بُرائی کرتا ہو۔ ایک نے انھیں سے کہا ابنتہ علی کا تذکرہ درمیان میں آیا ہو اور اسکو سخت سُست کہا گیا ہو۔ محمد صلعم بولے کہ میں نے اپنے کافون سے اسکی بُرائی سنی ہو اور میں اسکا شاہد ہوں جو کوئی علی کو بُرا بھلا کہتا ہو وہ میری غیبت کرتا ہو اور جو میری غیبت کرتا ہو وہ خدا کو بُرا بھلا کہتا ہو۔ خدا ایسے اشخاص کو دوزخ میں ڈالے گا۔

آیت الاو کی کایہ اظہار ہو کہ میں ایک مرتبہ زبیر بن عبد اللہ کی ملاقات کو گیا۔ وہاں جا کر میں نے دیکھا کہ وہ بڑا غصہ العہدہ گیا ہو اور اسکی بھوون نے اسکی آنکھوں کو ڈھانپ لیا۔ میں نے ایک سوال اس سے علی کے باب میں کیا۔ علی کا نام سنتے ہی اُس نے اٹھایا اور بہت خوش ہو کر مہسا اور باز بلند کرنے لگا۔ بعد محمد مصطفیٰ صلعم مرت وہ اسی مکار و فریبی و ریاکار ہمارے دیکھنے میں آئے جو علی سے دشمنی رکھتے تھے اور اُس نے بُری طرح پیش آتے تھے۔ ہسم اسی لیے اُنکو دشمن سمجھتے ہیں۔

شائق کایہ بیان ہو کہ ایک مرتبہ ابو بکر الصديق نے غلی کو دیکھا کہ کتا جس کسی کو تو اچھا سمجھتا اور سپر تو مہربانی کر لیا اسی کی نبی بھی نزالت و عزت کر لگا۔ اور جس کسی کو کہ تو حقیقی پاسا و پرہیزگار تصور کر لگا اسی کو نبی بھی مقرب خدا سمجھا۔

عائشہ بیان کرتی ہے کہ میں نے ایک مرتبہ محمد صلعم سے یہ استفسار کیا تھا کہ تم سے اُن کو کون شخص سب سے بہتر ہو تو اسکے جواب میں انھوں نے کہا تھا کہ ابو بکر الصديق۔ تب میں نے سوال کیا کہ اس سے اُن کو کون ہو۔ جواب دیا عمر۔ بعد اسکے میں نے پوچھا کون اچھا ہو فرمایا کہ عثمان۔ قاطعہ یہ سن کر باز بلند کرنے لگے اور پیغمبر خدا نے علی کو دشمن نہ داخل کیا۔ در جواب اسکے محمد صلعم

نکسا کہ علی نوین ہون اور مین علی۔ کوئی بھلا اپنی جی تعریف بیان کرنا ہو۔
 زمین العابدین بن علی حسین بیان کرتا چو کہ مین نے ایک مرتبہ علی بن ابوطالب کو یہ کہتے
 ہوئے سنا ہو کہ رسول اللہ نے مجھ کو ایک ہزار باب علم سکھائے ہیں اور ایک ایک باب سے
 ایک ایک ہزار اور باب مجھے کھل گئے ہیں۔

عبداللہ اللندی کا یہ انما جو کہ معویہ بن ابوسفیان نے بعد وفات حضرت علی حج کیا تھا
 اس محفل میں آنکر عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمر کے روبرو بیٹھ گیا۔ معویہ نے اپنا ہاتھ
 عبداللہ بن عباس کے گمبھون پر رکھا کہ امیری حالت نسبت تمہارے چچا کی حالت کے بہتر ہو
 عبداللہ بن عباس نے جواب دیا کہ سو اسے تم اسکے حق میں ایسی بات کہنے ہو جسے کہا ہو کہ
 میں اس نبی کا بھتیجا ہوں جسکو انھوں نے بے انصافی سے قتل کیا ہو یعنی عثمان بن عفان
 عبداللہ نے اسکے جواب میں کہا کہ اسکا ہونا خلافت کے باب میں نسبت تمہارے ہونے کے
 بہتر ہو بدینو جو کہ علی کا رشتہ محمد سے نسبت تمہارے بھتیجے کے نزدیک تر ہو۔ یہ سنکر معویہ خاموش
 ہوا اور تب سعد بن ابی وقاص کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اوسعد تم سچ کو غیر تعطل و
 متروک سے جدا کر دو تم ہماری طرف ہو یا ہمارے خلاف۔ اسکے جواب میں سعد نے کہا کہ جب میں نے
 اوس سختی اور خرابی کی تاریکی کو دیکھا تو میں نے دل میں کہا کہ میں دن بھر تک یہاں مہیر
 کر کے بیٹھوں گا۔ اور بعد اسکے میں یہاں سے رخصت ہو جاؤں گا۔ یہ سنکر معویہ با واز باندہ کہنے لگا
 کہ قسم ہو خدا کی کہ میں نے تمام قرآن کو پڑھا ہو لیکن میں نے یہ بات آسمین نہیں دیکھی ہو سعد نے
 کہا کہ کیا تم میرے اس بیان کو جو میں نے پیغمبر صلعم کے منہ سے خود نسبت حضرت علی بن ابی طالب
 سنا ہو درست نہیں سمجھتے ہو اور اس پر اعتبار نہیں لاتے ہو۔ تم تو سچ کے ساتھ ہو لیکن سچ
 میرے ساتھ ہو۔ معویہ نے تب اس سے کہا کہ کوئی اور شخص لاؤ جس نے یہ بات پیغمبر کی زبان سے
 سنی ہو ورنہ میں تمکو دکھا دوں گا کہ میں تمہارا حال کیا کر دوں گا۔ سعد نے کہا کہ ہم نے
 بھی محمد صلعم کی زبان سے یہی ادا کیا ہے۔ ہاں اس کے پاس جا کر معویہ نے اسے کہا کہ

اور پرموٹان لوگ بہت سی ایسی باتیں کہتے ہیں جو محمد معلم نے کبھی اپنی زبان سے نہیں نکالی ہیں۔ اُن باتوں میں سے ایک حدیث ہے جو سعد پیش کرتا ہے۔ اُمّ سلمان نے پوچھا کہ وہ کونسی حدیث ہے اسکے جواب میں معویہ نے بیان کیا کہ سعد کہتا ہے کہ میں نے محمد معلم کو حضرت علیؓ سے یہ حدیث سنی ہوئی۔ سننا ہو کہ تم تو سچ کے ساتھ ہو لیکن سچ میرے ساتھ ہے۔ امّ سلمان نے فوراً اقرار کیا کہ بیان اسکا درست ہے کیونکہ میں نے خود اپنے گھر میں محمد معلم کو یہی بات کہنے ہوئے سنا ہے یہ سنکر معویہ نے ہنسنے پھیر لیا۔ اور سعد و دیگر اصحابوں سے کہ وہ ان موجود تھے غوثِ نقیصرؒ چاہی اور اُسے باورِ بلند کیا کہ اگر مجھ کو یہ معلوم ہوتا تو قسم بخدا کی کہ میں مرنے دم تک قلی کا غلام بنارہتا۔

عبداللہ بن عباس کا یہ بھی بیان ہے کہ پیغمبر نے ایک مرتبہ یہ کہا تھا کہ میں تو ترازوِ علم کی ہوں اور علیؓ اسکا باٹ ہے اور حسن و حسینؑ اسکی رسیاں ہیں اور فاطمہؑ اسکا منٹھا ہے۔ بعد میرے امام حسن و حسینؑ ستون ہیں جو اسکو سہارا دیتے ہیں اور ان پاڑوں سے ہم اپنے دونوں کے اعمال و افعال کا وزن کرتے ہیں اور انکو تولنے ہیں۔

انس ابن مالک بیان کرتا ہے کہ نبی کریمؐ نے یہ بھی کہا تھا کہ میں شہرِ علم ہوں اور علیؓ اسکا دروازہ ہے اور معویہؓ اسکا حلقہ ہے۔ معاذ بن جبلؓ کہتا ہے کہ محمد معلم نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ خدا نے ایک گروہ کو گناہوں سے ایسا صاف کیا تھا جیسا کہ کسی گنجے کا برکھینے میں آتا ہے۔ اس گروہ میں حضرت علیؓ سب سے اول و مقدم تھے۔ سلمان فارسی جو بانی ایک مشہور طریقت درویشان تھے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ جنول کے راز کے واقف ہیں۔

حضرت علیؓ کا یہ اظہار ہے کہ ایک مرتبہ نبیؐ نے مجھے حکم دیا تھا کہ جب کبھی میرے سر میں درد ہو تو اسوقت میرے جہاد و تقاضوں پر ہاتھ رکھ کر یہ آیت پڑھنا کہ چھنے قرآن آسان سے اتر دیا ہے ایک انجم دنیا سے لیکر دوسری تک۔ یہ پڑھتے ہی درد رفع ہو جاتا۔ ایک روز محمد معلم و حضرت علیؓ دونوں باہم ہاتھ پکڑے ہوئے احاطہِ گم کے اندر سیر کر رہے تھے کہ اس نشان

انھوں نے بہت سے نادروں سے باغ دیکھے۔ حضرت علی کا یہ اظہار ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کر کے مجھے کہا کہ تمہارے لیے جنت میں اس سے کہیں زیادہ درخت باغ موجود ہیں۔ بعد ازاں کھانہ کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے کی طرف دیکھا کہ آنکھوں سے آنسو بہا رہے ہیں انکو رونے سے دیکھا کہ زار زار رونے لگا جب میں نے حضرت سے باعث رونے کا پوچھا تو جواب دیا کہ اسباب شہمی ایک خاص قوم کے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تو مارا جاویگا۔ علیؑ کہنے لگے میں کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میرا ایمان دوسری دنیا میں مجھے منفرت حاصل نہیں کرالیا۔ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو خاطر جمع کر دی کہ بیشک منفرت حاصل ہوگی تب انھوں نے کہا کہ مجھے اس صورت میں رہنے کا کچھ قسم نہ ہوگا۔ حیووت کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ نفع کیا اس وقت آمین ہم اہل بیت موجود تھے خلیفہ انھوں نے غنمات کرنا چاہتا تھا میں سو سو حدیث تو بیت اللہ شریف میں تھے اور ایک جو مسلمان بڑا تھا اسکے اندر تھا وہ پتھر کا بنا ہوا تھا اور دیواروں سے خیرینہ بیخ و بنجیک کے مستحق بنادھا گیا تھا حیووت کہ نبی داخل کعبہ ہوئے اس جگہ نماز پڑھی اور حضرت علیؑ سے کہا کہ میرے کندھے پر چڑھ کر بیٹھو اور زنجیروں کو اٹھاؤ اور سہیل سے اس بت کو اٹھاؤ اس سے جدا کر دو لیکن انکے کندھے پر چڑھنے سے علیؑ نے بدنیوہ انکار کیا کہ میں تمہارے جسم کے ساتھ کشتی کرنا نہیں چاہتا لیکن جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب میں بہت اصرار کیا تو مجبور ہو کر وہ رضی ہوئے اور اس طرح کفار کا وہ بڑا بت نہارت ہوا

ایک روز محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو بلا کر باہر سے بلانے کا کہہ دیا کہ وہ حضرت علیؑ کے خوشبوی لایا ہوں وہ یہ ہو کہ خدا نے حکم دیا ہو کہ بزرگتر معافین دروازہ جنت صرف ان لوگوں کو سند داخل کی بہشت میں دینگے خلیفہ کو تم منظور کرو گے اور کسی اور کو وہ سند نہ ملے گی۔ ایسا اتفاق ہوا کہ ابوبکر الصدیق خلیفہ اول علیؑ سے راہ میں ملاقی ہوئے اور ان سے پوچھنے لگے کہ اے علیؑ میں نے سنا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے وہ کہا ہے جو ابھی اور بیان ہوا ہے۔ انھوں نے استفسار کیا کہ کیا تم مجھ کو وہ سند جس سے میں جنت میں داخل ہو سکوں دو گے

علی نے در جواب اس کے کہا کہ در حقیقت جو کچھ شے سنا ہو۔ اس سے دورست ہو۔ لیکن محمد صلعم
 نے یہ بھی کہہ دیا ہو کہ کسی کو ایسی سند بدون صلاح و مشورہ ابو بکر کے ندینا۔ اور اس
 کام میں سب راہ تم مجھ پر ہو گے اس لیے تم کو ضرورت نہیں کہ تم میری اجازت طلب کرو۔ یہ
 باتیں انھوں نے ازراہ محبت راہ میں کہیں اور بند و بست جنت جو ہوا تھا اس سے دونوں
 خوش ہو کر بالاتفاق راہ میں چلتے گئے فقط



